

اسلام اور دیگر ادیان کے تقابلی جائزے پر ایک بہترین کتاب

تفسیر میزانِ الادیان

سچویت
عیسائیت
بہدومت

اسلام

جلد اول

غلام علی اختر خاں، امین الحق، سید داری شاہ دہلوی

مکتبہ

مکتبہ

مرکزی دارالعلوم خرب الاحناف

اسلام اور دیگر ایمان کے تقابلی جائزے پر

ایک بہترین کتاب



جلد اول



امام الختین ابو محمد حسین مدیدار علی شاہ الہوی
خلیفۃ اعلیٰ حضرت
فخر التحقیقین

مکتبہ
در بار ماکتبات لاہور



E-mail: maktabaalahazrat@hotmail.com

Voice 092-042-7247301

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

﴿جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں﴾

تقابلِ ادیان

مقدمہ میزانِ الادیان بتفسیر القرآن

خليفة اعلیٰ حضرت امام المحدثین فخر المحققین ابو محمد

سید محمد دیدار علی شاہ الوری رحمۃ اللہ علیہ

علامہ عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ العالی

صاحبزادہ اقبال احمد فاروقی صاحب مدظلہ العالی

376

24 جولائی 2004ء بمطابق 6 جمادی الثانی 1425ھ

250/- روپے

مکتبہ اعلیٰ حضرت

دربار مارکیٹ لاہور

فون: 092-042-7247301

maktabaalahazarat@hotmail.com

موضوع کتاب

نام کتاب

مصنف

پروف ریڈنگ

تعداد صفحات

سن اشاعت نو

ہدیہ (جلد اول)

ناشر

31	پارسیوں کا ژند یا ژند		اجازت نامہ
31	قرآن کریم کی امتیازی حیثیت		حمد و ثناء
32	جواب اعتراض ہفتم	1	مذہب کے اختلافات
33	قرآن کے متعلق شیعہ روایات کی کوئی اصل نہیں	2	مسیحیوں اور روحانیت
35	قرآنی احکام ناقابل تحریف ہیں	4	سائنسی ایجادات پر ایک نظر
36	حالات کے مطابق اجتہاد قرآن کے احکام کے تابع ہوتا ہے	5	معجزہ اور استدراج
38	اعتراض ہشتم	7	صدائق کیلئے ایک میزان اور معیار کی ضرورت ہے
39	جواب اعتراض ہشتم	8	قرآن میزان صدائق ہے
39	سواد اعظم کا صحیح العقیدہ ہونا ضروری ہے	9	
40	اہل سنت ایک عالمگیر مذہب ہے		باب اول
41	دیوبندیوں کا ایک تبلیغی انداز		ان اعتراضات کے جوابات جو سابقہ صفحات پر درج ہوئے
42	شریعت کے چار اصول	11	اعتراض اول
43	امت کا اجماع کبھی گمراہی پر نہیں ہوتا	12	جواب اعتراض اول
47	مغربی تہذیب کے ماننے والوں کے حامی علماء	13	قرآن کریم کے الفاظ اور اوراق کی تعظیم و تکریم بھی واجب ہے
49	اجتہاد کی اہمیت اور مجتہد کی غلطی	14	اعتراض دوم و جواب اعتراض دوم
52	احکام رسول ﷺ کی پابندی	15	اعتراض سوم و جواب اعتراض سوم
53	اسلام میں اجماع اور قیاس کی اہمیت	16	اعتراض چہارم
54	قرآن مجید کا کلام اللہ ہونا تو حدیث کے ذریعہ سے ہی تسلیم کرنا ہے	17	جواب اعتراض چہارم
56	حضور ﷺ قرآن کریم کے علاوہ بھی بے شمار علوم سے واقف ہیں	19	ذات و صفات خداوندی کا عرفان
57	حضور ﷺ کی اطاعت اللہ ﷻ کی اطاعت ہے	21	عدل و ظلم کے معانی
61	”اہل قرآن“ کہلانے والے ”مفسران قرآن“ ہیں	21	مخصوص افراد کی زبان میں وحی کا نزول
61	فقہ قرآن سے ماخذ ہے	22	علاقائی زبان میں وحی کا نزول
62	فقہاء کی سندیں رسول کریم ﷺ تک ملتی ہیں	23	عامیانہ زبان غیر موثر ہوتی ہے
63	سند صاحب فتح القدیر اور سند علامہ ابن عابدین	24	اعتراض پنجم و جواب اعتراض پنجم
64	سند فتاویٰ قاضی خاں	26	الدور کی ایک ضعیف برہمن عورت
65	سند فصل الخطاب و سند احکام القرآن و سند فتاویٰ عثمانیہ	26	اعتراض ششم و جواب
65	سند قدوسی و سند خلاصۃ التاوی	29	اعتراض ہفتم
66	سند جہنم التاوی و سند بدائع	30	الافتاء و التفتاء و بینات شرعیہ

113	پاخانہ جانے کے آداب	67	دھماکوں کا طرز عمل معتبر ہے
114	حضرت داؤد علیہ السلام کی مزید پیشین گوئیاں	69	دھماکوں کے مقلد دنیا بھر میں موجود ہیں
116	حضور ﷺ میدان جنگ میں	71	سنا یہ شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ
117	دائیں ہاتھ سے کام کرنے کا آغاز	73	الکاب موطا
117	تیروں والا نبی	74	صحیح البخاری اور صحیح مسلم
118	حضور ﷺ کا تخت ابد الابد تک رہے گا	75	سیدنا ابو داؤد اور جامع ترمذی
119	حضور ﷺ خاتم النبیین ہیں	76	سیدنا صخری نساہی اور سنن ابن ماجہ و مشکوٰۃ المصابیح
124	مسجد النبی ﷺ کی فضیلت	77	سیدنا حصین
124	سچائی کی حمایت اور برائی سے دشمنی	77	مؤلف کتاب کے سند حدیث کے دوسرے ذرائع
125	کامیابیاں اور سرسرتیں	78	مؤلف کتاب کی سند قرآن
126	مجھے پانچ نعمتوں سے نوازا گیا ہے	81	مؤلف کی تعلیم قرآن کی ایک اور سند
127	میرے بعد دفتر نبوت بند کر دیا گیا	81	مؤلف کتاب کے بعض نامور شاگرد
127	مجھے مشرق مغرب کا مالک بنا دیا گیا		باب دوم
128	میں اول بھی ہوں اور آخر بھی		ان پیشین گوئیوں کا بیان جو حضور ﷺ کی نسبت توریت انجیل
129	حضور ﷺ کے بدن اور لباس سے خوشبو آتی	82	اور زبور میں باوصف تحریفات چند در چند تک موجود ہیں
130	بادشاہوں کی بیٹیاں حضور ﷺ کی ازواج بنی	82	فصل اول: توریت میں پیشین گوئی
131	خیر اور مصر سے تحائف	86	حضرت داؤد علیہ السلام پیشین گوئی فرماتے ہیں
132	شاہ مقوقس کو دعوت اسلام		سابقہ انبیاء کی پیشین گوئیاں احادیث رسول ﷺ کی
134	توریت میں حضور ﷺ کے اوصاف	88	روشنی میں
136	حضور ﷺ کی بزرگی اور خاندانی برتری	93	نبی کریم ﷺ کے اوصاف احادیث نبوی ﷺ میں
137	حضور ﷺ کا عدل	94	اہل ایمان کے لئے خصوصی احکامات
138	حضور ﷺ کے اخلاق: یہ کہ ایک جھلک	100	غیروں کی اتباع نہ کرو
140	”نبیین“ سننا ہی نہیں مانتے والا تیرا	101	قیام نظمیں اور قیام محبت
140	میدان جنگ میں ثابت قدمی	101	امراء کے سامنے کھڑے ہونے کی ممانعت
142	بخت نصر بادشاہ کا ایک بھولا ہوا خواب	102	انصار محبت کے لئے معاف کرنا
144	تعمیر کی وضاحت	103	بزرگوں کے ہاتھ پاؤں چومنے
	حضرت سلیمان حضور ﷺ کی زیارت کے اشتیاق کا	107	حضور ﷺ مجلسی آداب کی تربیت دیتے تھے
146	اظہار کرتے تھے	111	آداب الطعام

201 لوگوں نے پتھروں اور درختوں پہ محمد رسول اللہ ﷺ لکھا
 ہوا دیکھا
 204 بر گل میں شجر میں محمد ﷺ کا نام ہے
 206 ان واقعات کا تذکرہ جو آپ کے سچے نبی ہونے کی
 تصدیق کرتے ہیں
 207 رشتہ داروں کو دعوت اسلام
 208 حضرت عبدالمطلب کی استدعا
 208 خانوادہ حضرت ابوطالب میں برکت
 209 حضور ﷺ کی برکت سے بارش ہوئی
 210 تعمیر کعبہ اور حجر اسود
 211 آپ کی وعدہ وفائی کے واقعات
 211 حضور ﷺ کے اخلاق کی عرب بھر میں شہرت تھی
 212 حضور ﷺ سیدہ خدیجہ مہر کے تجارتی قافلہ کے امین بن گئے
 212 نسطور راہب نے مہر نبوت کو چوم لیا
 213 منزل اول
 214 منزل دوم
 214 شق الصدور کا واقعہ
 214 منزل سوم
 215 منزل چہارم اور منزل پنجم
 216 رسالت کا یقین
 217 منزل ششم
 218 منزل ہفتم
 219 قریشی رشتہ داروں کو دعوت اسلام
 219 دعوت اسلام پر ابوالہب کا رد عمل
 219 ابوالہب کی بیوی کی پریشانی
 220 کعبہ اللہ کو قبلہ بنا یا گیا
 222 معجزات سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم
 222 معجزہ شق القمر

147 کوہ فاران پر آنے والا قدوس
 147 حضرت آدم علیہ السلام کی پہلی نظر
 148 جنت الفردوس کی پیشانی پر کلمہ طیبہ
 149 حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی کریم ﷺ کا تعارف کرواتے تھے
 150 جنہوں نے مدعیان نبوت کا حشر
 151 شاہ حبشہ کے پاس مسلمانوں کا قیام
 152 اسلام لانے والے نمرانی علماء
 153 تبع یہود و نصاریٰ علماء و مشائخ کے ساتھ دامن اسلام میں
 155 بادشاہ تبع مدینہ منورہ میں
 155 تبع بادشاہ کی حضور ﷺ کی بارگاہ میں درخواست
 156 تبع کے علماء کرام کی اولاد
 158 حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ایمان لاتے ہیں
 162 ابوسفیان رضی اللہ عنہ اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں
 163 بادشاہ کے تاثرات
 164 نبی کریم ﷺ کا برقل کے نام کا مکتوب
 166 بادشاہ حبش نجاشی نے اسلام قبول کر لیا
 167 ہندوؤں کی کتابوں میں حضور ﷺ کے میلاد کا ذکر ہے
 169 مولانا محمد حسن امروہوی کی تحقیقات
 173 مؤلف کتاب کی تحقیقات
 177 صداقت اسلام از تہ البہامی مذہب عیسائی و یہود
 180 صداقت اسلام از تہ بنو و نصاریٰ پیشوایان ہنود
 182 حضور ﷺ کی ولادت سے قبل نجومیوں اور کائنات کے اقوال
 185 جن اور کائنات میں حضور ﷺ کی آمد کی خبر دیتے تھے
 191 بامہ جن مسلمان ہو گیا
 192 دجال کی علامات اور اس کی آمد
 193 دجال ایک جن ہے جس میں مقید ہے
 195 مدینہ اور مدینہ دجال کے نقشے سے محفوظ رہیں گے
 195 بتوں کی وادیں

254 صفت اور توحید چہارم وصفت اور توحید ہفتم
255 صفت اور توحید ششم وصفت اور توحید ہشتم وصفت اور توحید ہشتم
256 قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت
257 غیب کا اعتراف بجز
258 حضور ﷺ کا دنیاوی نعمتوں سے امتحان
259 جب حق نے قرآن سنا
260 ابو زریں رضی اللہ عنہ کے بھائی کا اعتراف
261 ولید بن مغیرہ نے قرآن کی فصاحت کے آگے سر جھکا دیا
262 حج کے موقع پر قرآن کی فصاحت نے عربوں کو حیران کر دیا
263 قبلہ بن سلہ کے فصیح و بلیغ افراد نے بھی قرآن کی
264 فصاحت کا اعتراف کیا
265 ساری دنیا ایسا کلام لانے سے قاصر ہے
266 سورۃ بقرہ کی ابتدائی آیات میں بارہ کروڑ نکات موجود ہیں
267 جھوٹے نبیوں کی نبوت کے چند نمونے
268 صدیاں گزرنے پر بھی قرآن کا جواب نہ دیا جا سکا
269 قبولیت قلوب اور تاثیر قرآن مجید
270 زمانہ کفر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ قرآن سن کر ہجرت
271 زدہ ہو جایا کرتے تھے
272 عرب کے لوگ قرآن کی فصاحت کے آگے سب کچھ
273 قربان کر بیٹھے
274 حبشہ میں قرآن خوانی کے اثرات
275 قریش مکہ کا وفد نجاشی کے دربار میں
276 حبشہ کے سر علماء دربار رسالت ﷺ میں
277 انتخاب لکچر پادری ایذاک ٹیلر
278 انتخاب لکچر ڈاکٹر جی ڈیو لائیڈز
279 انتخاب مقالات کتاب رواۃ از ذی الفقہ آف اسلام
280 انتخاب کتاب اسلام انسان کے حق میں رحمت ہے
281 انتخاب کتاب مبداء الاسلام

223 مجاہد و انیس
225 ابن لیثان لانے اور قرآن پڑھا
226 جمل دوم اور معجزات احیاء الموتی
227 حضرت جابر کے فرزند نے اپنے بھائی کو ذبح کر دیا
228 حضرت عکاشہ کنزی کی تلوار سے شرکین کو قتل کرتے رہے
229 عمر اور کنزیوں کے بات کرنے اور آپ کی نبوت پر
230 گواہی دینے کے معجزات
231 حسن حناہ اور جبر رسول ﷺ
232 حضور ﷺ کی رسالت پر شہادت دینے والے جانور
233 اے نور آنکھیں بینا ہو گئیں
234 حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی آنکھ روشن ہو گئی
235 حضور ﷺ نے رکانہ پہلوان کو تین بار بچھاڑ لیا
237 ایک مشکیزے سے سارا لشکر سیراب ہو گیا
238 ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ
239 ابو طلحہ کے کھانے میں برکت
239 کھجوروں سے قرضہ ادا کر دیا
240 کھل گئے یسویں رحمت کا بادل گر گیا
241 معجزات نبی ﷺ بعد از وصال
242 حلب کے رافضیوں کی سازش
243 نجدیوں کی روضہ رسول ﷺ پر یلغار
246 سلطان نور الدین زنگی نے یہودیوں کو گرفتار کر لیا
246 معجزہ اول و معجزہ دوم
247 معجزہ سوئم
248 معجزہ چہارم، ہفتم، ہشتم
249 معجزہ ہفتم، ہشتم
250 معجزہ نهم
251 باب سوئم

252 صفت اور توحید اول وصفت اور توحید دوم وصفت اور توحید سوم

25	پیشین گوئی ششم۔ ہفتم قوموں کی بتائی کی علامات دینا کے مال دولت سے محبت اور موت سے ڈرنے والی قوموں کا حشر	286	محبوب ذوالجبال کی نعت میں بنو کے اقوال
26	پیشین گوئی ششم لوگوں کا بڑی تعداد میں اسلام قبول کرنا	295	قرآن مجید کی تیسری قوت
327	پیشین گوئی ششم قرآن کریم حفاظت اللہ عزوجل خود کرے گا	295	بائیس سال میں تین لاکھ کفار نے اسلام قبول کر لیا
328	پیشین گوئی دہم مسلمانوں کا غلبہ اور کفر کی شکست	296	نبی کریم ﷺ کے وصال کے وقت ایک لاکھ صحابہ محدثین موجود تھے
330	حضور ﷺ نے قیامت تک کے واقعات بتا دیئے	297	قرآن پاک کی ترتیب و تدوین میں سب کرام کا کردار
330	حضور ﷺ نے اسلام کے خلاف فتنہ سازوں کے نام اور پتے بتا دیئے	298	دنیا میں مسلمانوں کی کل تعداد
331	قرآن اپنا تعارف خود کر داتا ہے	304	مختلف ممالک میں مسلمانوں کی تعداد کی تفصیل
331	سوال اول	306	مسلمانوں کی مجموعی تعداد
333	سوال دوم، سوئم اور جواب	306	جامعیت قرآن و تمام علوم کا ماخذ قرآن
334	سوال چہارم و جواب	309	قرآن مجید کی جامعیت اور ہمہ گیری
335	سوال پنجم، ششم، ہفتم، ہشتم	311	قرآن فنی میں علماء کرام کا ردار
336	جوابات	313	قرآن طبی علوم میں رہنمائی کرتا ہے
339	مزید دو سوال	314	علم جبر و مقابلہ کا ماخذ قرآن ہے
342	سوال نهم و جواب	315	سوئس کے استعمال کے مختلف انداز قرآن نے سکھائے
343	صفت و قوت ہشتم جو تکملہ سے انبی قوتوں کا	315	طوفان کی تفسیر کا علم قرآن نے سکھایا
346	امت میں تفرقہ بازوں کی سزا	316	شیشہ کمری کا قرآن میں موجود ہے
347	جماعت رحمت اور فرقہ عذاب	317	اجرام سادی اور اراضی کی توضیحات قرآن میں موجود ہیں
348	میری امت کے ستر فرقے جہنم میں جائیں گے	317	شعر و شاعری قرآن کی فصاحت کی کمریں ہیں
352	امام اعظم اور آپ کے شاگردوں میں اختلاف پر تبصرہ	318	قرآن مجید تمام آدمیوں کو ہدایت کرنے والا ہے
360	نام و عیسیائیوں کے قرآن کے بارے تاثرات	319	غریب مسلمانوں پر خصوصی توجہ فرمانے کا حکم
360	غیر مقلدین گستاخ کو جواب	320	جنگ تبوک کے پیچھے رہ جانے والوں پر سختی
367	تذکرہ مصنف	321	قرآن مجید کی پیشین گوئیاں
		321	مکہ مکرمہ کے فتح کی پیشین گوئی
		322	پیشین گوئی اول۔۔۔
		323	پیشین گوئی سوئم اسلام کا روم پر غلبہ
		324	پیشین گوئی چہارم
		324	ان کے مختلف حصوں پر اسلام کا پیہ لہا کیا



الحمد لله المحمود بكل لسان والصلوة والسلام الاكسلا
الاتمان على محمد بن المصطفى سيد الانس والجنان وعلى اله
واصحابه وازواجه واحفاده وامته والامرين بالمعروف والناهين
عن المنكر بلا مخافه لومه لانهم لرضاء الرحمن ومرضاه المنان تمام
قسم کی حمد و ثنا اسی ذات پاک کے واسطے ثابت ہے جو ہر ایک زبان میں سراہا جاتا ہے اور درود و سلام اور رحمت
تمام نازل ہو اس یگانہ زمانہ پر جو ہادی ہر خاص و عام ہے اور اس کے آل و اصحاب پر جن کی مساعی مشکورہ
کا مشکور ہر فرد اتمام اور اس کے ان امتیوں پر جو تمغائے تامرون بالسعروف و تنہون عن
المنکر کے ساتھ سرفراز ہیں اور خلعت امر بالمعروف و نہی عن المنکر پہن کر جان و دل سے بغیر خوف
کسی ملامت کرنے والے کے ہر طرح کی مصیبت اور سختی سے کر رضائے رجن میں بے ہراس ہو کر میدان
شریعت کے یکے تاز ہیں۔

بعد حمد و صلوة کے کترین خلافت ابو محمد محمد دیدار علی الرضوی الحنفی النقشبندی القادری المجددی
خدمت میں تمام بنی نوع انسان کے گزارش پرداز ہے کہ بعد فراغ علوم نہ درمی معقول و منقول احقر کو
ابتداء سے تہذیب و ملت کا شوق رہا اور ہر ایک صاحب ملت اور مذہب کو اپنے مذہب اور ملت میں
ایسا ثابت قدم اور راسخ دم پایا کہ گویا اس کے نزدیک دو سر ملت و مذہب بجز منالوت اور گمراہی کے کوئی چیز
ہی نہ تھا۔ مذہب نصاریٰ میں مختلف مذہب کے پادریوں سے بات چیت کا اتفاق ہوا۔ ان میں بھی ہر مذہب
والے پادری کو (باوجود سب کے تابع انجیل مروجہ ہونے کے) یہی کہتے سنا کہ بجز ہمارے طریقہ پر ہتھم لینے
اور عیسوی ہونے کے کوئی طریقہ نجات کا نہیں۔ رومن کیتھولک کو دیکھا کہ پروٹیسٹنٹ کو کافر کہہ رہے
ہیں اور پروٹیسٹنٹ کو سنا کہ رومن کیتھولک کی تکفیر کر رہے ہیں۔ علیٰ غرض القاسم بود اور آتش پرستوں کو

سرگرم اسی مقولہ کا پایا۔ ہنود میں بھی باوجود ہونے تمام ہنود کے پابند اطاعت دید ہر ایک فرتے کو جدا جدا اپنی طرز خاص پر اطاعت دید کو موجب نجات کہتے دیکھا۔

مذہب کے اختلافات:

اہل اسلام میں بھی تمام اسلامی فرقوں کو باوجود ہونے سب کے تابع قرآن مجید اپنے ہی طریق خاص پر پیروی قرآن کرنے کو باعث نجات کہتے تھے۔ اسی طرح وہ جو خدا طلبی اور خدا رسی کے مدعی ہیں، خواہ وہ جوگی ہوں یا شناسی، عابد ہوں یا صوفی، راہب ہوں خواہ پاسی، ہر ایک کو اپنی ہی طرز خاص پر خدا رسی اور خدا شناسی کا مدعی پایا۔ باوجودیکہ طریقہ ذکر و شغل توجہ اور مراقبہ باہم سب کے قریب قریب بلکہ ایک نقطہ ناموں کا فرق۔ چنانچہ صوفیائے کرام جس شغل کو سلطان الاذکار کہتے ہیں، جوگیوں سے اس کو اتاہد کہتے تھے۔ پارسیوں کے یہاں اسی شغل کا نام آزاد ادا پایا اور جس طرح نقشبندیہ، چشتیہ، قادریہ، سروردیہ میں سلطان الاذکار کے مختلف طریقے ہیں، جوگیا وغیرہ میں بھی مختلف طریقے پر عملدرآمد دیکھا۔ صوفیائے کرام لا الہ الا اللہ کی ضرب لگاتے ہیں تو اسی طرح پاسیوں کو ”نیت چیزے مگر یزداں“ کی ضرب لگاتے تھے۔ علی ہذا سلطانان نصیر اور سلطانان محمود ا شغل ایک ضربی دو ضربی کے طریقے بھی قریب قریب پائے اور قطع نظر اس امر سے کہ شریعت غرائے محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں جو امر خلاف عادت اولیائے کرام سے سرزد ہو، اس کو کرامت اور جو پیغمبر سے وقوع میں آئے، اس کو معجزہ اور جو جوگیا وغیرہ سے ظاہر ہو اس کو استدراج کہتے ہیں۔ نفس خرق عادت ظاہر ہونے اور کشف و مکاشفہ میں سب کو صورت ”باہم شریک پایا۔ اس حالت پریشان کو دیکھ کر تعصب مذہبی چھوڑ کر یہ سوچا کہ اگر باعتبار جزئیات عقاید اور اعمال ہر ملت اور مذہب کی تحقیق کا قصد کیا جاتا ہے جب تو یہ وہ دریائے ناہید کنار ہے کہ جس کی تحقیق کے لیے عمر ہزار سالہ بھی کفایت نہیں کرتی اور اس تحقیق کی طرف جہاں تک فکر کیا گیا اور مختلف مذہبوں کے مناظروں کی کتابوں کو دیکھا تو مجرمیں میں، تو تو کے کچھ نظر نہ آیا۔ اس واسطے کہ دنیا میں کوئی ایسا مذہب و ملت نظر نہیں آتا کہ ایک مذہب والا دوسرے مذہب والے کی دس پانچ بات کو بھی بوجہ مخالف ہونے ان باتوں کے اس طریق مردجہ سے، جس پر انہوں نے پرورش پائی ہے، یا بوجہ تعصب مذہبی یا بوجہ ناواقف ہونے کے اس مذہب کی کیفیت اور ان باتوں کی حقیقت سے برانہ جانتا ہو اور اس کا مقابلہ اسی قسم

کی ہے، اس کے مذہب میں نہ نکال دکھاتا ہو۔ چنانچہ دیانند سرسوتی وغیرہ کی اور اکثر آریوں کے تمام اعتراضات کی علیٰ ہذا ان کے مخالفوں کے اعتراضات کی بنا جو ان پر کیے گئے ہیں یا مخالفت رواج باہمی ہے یا مخالفت فلسفہ مروجہ زمانہ حال۔

مسلمانوں پر بوجہ مخالفت رواج اگر مشرکین عرب اور فی زمانہ آریہ اور نصاریٰ نے لے لیا ہے تو یوں ہی مطلقہ سے نکاح کرنے کا اعتراض جڑیاد تو مسلمانوں نے آریوں پر نیوگ کا، جو مخالف شریعت اور اکثر مذہب و ملت ہے، اعتراض کر دیا۔ علیٰ ہذا القیاس غالباً اسی نکشش کو دیکھ کر اگر بعض جوگیوں کو یہ کہتے سنا بھی کہ سب مذہب و ملت حق ہیں اور سب سے خدا رسی ممکن ہے، لہذا ایک مذہب کو چھوڑ کر دوسرے مذہب اختیار کرنا بعینہ ایسا ہے جیسے باوجود پھنچا دینے ہر راستے کے مدعا تک ایک راستے کو مدت دراز تک چل کر چھوڑ دینا اور دوسرے راستے کی محنت دراز اپنے سر لینا مگر چونکہ اس مقولہ کو ان کی مذہبی کتاب کے بالکل مخالف پایا اور ان کو اپنی قوم کے ہر بالغ نابالغ کو دوسرے مذہب کی محبت سے نفرت دلانا اور دوسرے مذہب والوں کو اپنے مذہب کی طرف آنے سے منع کرنا تو درکنار، اپنے مذہب کی طرف راغب بنانا پایا۔

اس کا نتیجہ بھی بغیر اپنے مذہب والوں کی روک تھام کے اور کچھ نہ پایا۔ علاوہ بریں یہ مقولہ ان کا اس وقت تک قابل اعتبار نہیں ہو سکتا، جب تک کہ وہ یہ امر ثابت نہ کر دکھائیں کہ کسی مذہب کے اصول مذہبی دوسرے مذہب کے اصول کی تکذیب نہیں کرتے، فقط اختلاف طریق عمل میں رہتا تو مضائقہ نہ تھا، پھر تو اس تماشا کو دیکھ کر اس امر کا یقین کامل ہو گیا کہ فی الواقع یہ جو کچھ عالم میں ظاہر ہو رہا ہے، یہ سب اس صانع مطلق اور خالق برحق کی صنعت اور کاریگری کے جلوے ہیں اور اس اعتبار سے دنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں کہ جس کو ہم برا بھلا کہہ سکیں مگر جس چیز یا جس کام کو خود خالق اکبر برا بتا دے یا بھلا فرمادے اور یہ سارے جھگڑے عالم میں جو پھیل رہے ہیں، ان کا باعث فقط ناواقفی اس امر کی ہے کہ خالق اکبر کے نزدیک کوئی بات بری ہے اور کوئی بھلی اور اس ناواقفی سے، جس قوم میں جس بات کے برا جاننے کا رواج پڑ گیا، وہ اس کو برا اور جن میں بھلا پڑ گیا وہ بھلا کہتے چلے آتے ہیں۔ آخر کار یہی کہنا پڑا کہ رواج عام ہر قوم کا ایسی زبردست چیز ہے کہ بھلی چیز کو بری کر دکھائے اور بری چیز کی بھلائی ہو، لہذا جس قوم میں لا جمائے مگر بائیں ہمہ ہر ایک دانش مند سمجھدار کو یہی کہنا پایا کہ اگر عقلاً کوئی بات بری ہو، اس کو رواج کے اعتبار پر بھلا برا سمجھنا بالیقین بے وقوفوں کا کام ہے اور پابندی رسم و رواج کا سرا سر برا انجام۔

اسی وجہ سے آریوں نے باوجود مخالفت، اپنے مذہب کے اصول و عقائد کو سب سے زیادہ بڑا کر رکھا۔

مطابق شریعت اسلام اجازت دے دی اور گائے بجانے، طوائف نچانے کا علاوہ برس دو سری قبیح باتوں کا جو ان میں رواج تھا، اب اس کو موقوف کر دیا اور موقوف کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، جس کو اسلام نے پہلے ہی دن منع کر دیا تھا اور کثرت ازدواج پر، جو چار تک مسلمانوں میں جائز ہے، مسلمانوں پر نصاریٰ معترض تھے مگر اب اس کے منافع پر نظر ڈال کر خلاف اپنے رواج کے اجازت دے رہے ہیں لیکن مدعیان عقل میں باہم اس قدر اختلاف پایا کہ، حضوں نے اپنی عقل کے بھروسے پر یہی کہہ دیا کہ دنیا میں کوئی چیز بری نہیں، بلکہ جو آدمی برا ہے، اس کے واسطے ہر ایک چیز بری ہے اور بھلوں کے واسطے ہر ایک چیز بھلی۔ بعضے سرے سے خدا ہی کے منکر ہو بیٹھے اور بعضے کہنے لگے کہ آسمان کوئی چیز نہیں، فقط آدمی کی انتہا نظر کا نام آسمان ہے۔ زمین گردش کرتی ہے، اس گردش کا نتیجہ اختلاف فصل جاڑا گرمی وغیرہ ہے۔ دوسری جماعت عقلاء نے آسمان کے پرزے تک کتابوں میں لکھ کر دکھا دیے اور ہر پرزے کی حرکت جدا گانہ اور ستاروں کی حرکت مع حرکت آسمان جانچ پڑتال کر کے جدا جدا مفصل بیان کر دکھائے اور اختلاف فصلوں کا زمین کو ساکن مان کر آسمان ہی کی حرکتوں پر ظاہر کر دکھایا اور ہر ایک نے اپنے اپنے مسلک کو ایسے ایسے مضبوط دلائل عقلی سے ثابت کر دکھایا کہ سننے والوں کو گنجائش انکار حتی الوسع قطعاً باقی نہ چھوڑی اور پھر خود ان کو باوجود ثابت کر دکھانے اپنے اپنے مسلک کے دلائل عقلیہ سے انہیں ثابت کردہ امور میں اس قدر مذہب پایا کہ منصف مزاجوں کو یہی کہتے سنا کہ ہماری تحقیق عقلی یہ ہے۔ ممکن ہے کہ یہ تحقیق غلط نکلے اور امر حق اس کے خلاف ثابت ہو۔ کسی کو تحقیق کرتے کرتے بعد چندے اپنے ہی طریق سے انکار کرنا پڑا۔

مسمریزم اور روحانیت:

چنانچہ جو لوگ زمانہ سابق میں حکمت جدید پڑھ کر یہ کہتے تھے کہ علم باطن کشف و کرامت یہ سب لغو ہیں، انہی کو تھوڑے عرصہ میں فقط عجائبات مسمریزم دیکھ کر یہ کہتا سنا کہ بیشک ہر انسان میں ضرور ایک قوت مقناطیسی ہے کہ جس کے قوی ہونے اور قوی بنانے سے کشف و کرامت اور عجائبات قدرت کا ضرور حضرت انسان سے ظہور ہوتا ہے، اسی کو علم باطن کہتے ہیں اور اسی کا نام قوت روحانی ہے۔ اگرچہ یہ امر سالکان راہ طریقت کے نزدیک بالکل خلاف واقع ہے اور کہتا بھی کوئی مشاق علم مسمریزم ہو، ہم نے بارہا دیکھا ہے کہ صوفی کامل کے سامنے کچھ نہیں کر سکتا۔ علی ہذا جو لوگ جن و شیاطین اور ملائکہ کے یقیناً منکر تھے، اب وہی فقط وجود جن کے ہی مقرر نہیں بلکہ جنوں کے دکھا دینے تک کے اشتہار دے رہے ہیں۔ جو لوگ جنت اور دوزخ کا

انکار کرتے تھے، آخر کاریاں تک تو اقرار کرنے لگے ہیں کہ ضرور ہر چیز کی انتہا ہے اور ہر چیز کا ایک خزانہ ہونے کو عقل تسلیم کرتی ہے۔ راحت و آرام کی بھی انتہا ہونا چاہیے اور اس کا ایک مخزن ہونا عقل ضروری ہے کہ اس کے بعد پھر زیادہ راحت و آرام کا پایا جانا محال ہے، اسی کا نام جنت ہے۔ علیٰ ہذا مخزن تکلیف اور انتہائے عذاب و تکلیف کا نام دوزخ ہے، اسی طرح یہ کہتے کہتے کہ خدا کوئی چیز نہیں، عالم کے مادہ میں خود یہ اثر ہے کہ خود بخود ایک مدت دراز تک صور مختلفہ عالم میں ظاہر رہتا ہے اور پھر ایک مدت دراز کے بعد خود بخود سب صور توں کو چھوڑ کر باریک باریک ذرات کی شکل میں منتشر ہو جاتا ہے۔ غالباً اسی کو عام لوگ قیامت کہتے ہیں۔ آخر کار معاملات عالم پر نظر ڈالتے ڈالتے کہنے لگے کہ بے سبب کوئی چیز نہیں ہوتی۔ نامحالہ ملنے اور بیکرنے اجزاء عالم کا بھی کوئی سبب ہونا ضروری ہے۔ بعض تو اتنا ہی کہہ کر گم ہو گئے۔ بعض کو یہ کہنا پڑا کہ طبیعت مادہ ہے، باعث انتظام و انتشار عالم ہے، حالانکہ یہ بات ظاہر ہے کہ طبیعت اور مزاج کا وجود بعد وجود اس شے کے ہوتا ہے اور علت و سبب ہر شے کا ضروری ہے کہ اس شے سے پہلے ہو۔ علیٰ ہذا القیاس۔ مگر باوجود اس قدر اختلافات کے اس مقدمہ کا سب کو مقرر کیا کہ تمام عالم میں جو کچھ موجود ہے، اس میں سے جو بھی چیز سبب اول کی طرف منسوب ہے، جو وصف و قوت اس میں ہوگی، وہ قوت اور وصف اس میں نہیں ہو سکتا۔ جو چیز اس سبب اول کی پیدا کی ہوئی چیز سے پیدا کی ہوئی ہے مثلاً جو وصف و قوت آدمی میں ہے کہ جس کی پیدائش سبب اول خالق اکبر کی طرف یقیناً منسوب ہے، اس شے میں وہ صفت و قوت ہرگز نہیں ہو سکتی جو بظاہر انسان کی پیدا کی ہوئی چیز میں ہیں۔

سائنسی ایجادات پر ایک نظر:

چنانچہ ہم دن رات دیکھتے ہیں کہ عالم میں بذریعہ حضرت انسان کیا کیا عجائبات قدرت ظاہر ہو رہے ہیں۔ کہیں ریل جیسی سواری کا ظہور ہے کہ جس کا کبھی خیال بھی نہ تھا۔ کہیں تار برقی کا اشتہار ہے۔ کہیں نئی نئی نت نئی کلوں کا ایجاد ہو رہا ہے۔ کہیں فزکے گھوڑے دوڑ رہے ہیں۔ کہیں بذریعہ کل رقص کھنڈار و ترانہ ہائے بے شمار کا ظہور ہو رہا ہے۔ کہیں بصورت گراموفون ہر ایک قسم کی آواز کا فونو کھینچا جا رہا ہے۔ کہیں ہوائی جہاز اڑ رہے ہیں۔ کہیں آگ دھوئیں کی گاڑیاں موٹر نامی دوڑتی پھرتی ہیں۔ کہیں بذریعہ مسمریزم نئے نئے عجائبات کا مشاہدہ ہے۔ کہیں جام جہاں نما کی حکایت ہے۔ کہیں طلسمات خمسہ نمرودیہ کا ذکر

ہے اور نہ معلوم کیا کچھ ہو چکا اور کیا کیا ہو گا، لیکن آج تک نہ ہوا ہے نہ ہونا ممکن کہ کوئی یہ کہہ کر تباہی کے فلاں حکیم کا بنایا ہوا آدمی تو کہاں، یہ چھبرینہ ویسا ہی مجھ ہے جس کا پیدا ہونا سبب اول کی طرف یقیناً منسوب ہے، لہذا بالاتفاق سب کو یہی کہنا پڑا، خصوصاً ان کو جو اپنی شریعت اور کتابوں کو خدا کی طرف نسبت کرتے ہیں کہ فی الواقع دنیا میں بری بھلی چیز اور برا بھلا کام حقیقتاً وہی ہے جس کو پروردگار عالم برا بھلا بتا دے اور اس کی برائی بھلائی بذریعہ اپنے کلام کے ظاہر فرما دے اور واقعی بات بھی یہی ہے کہ جس قدر پیدا کرنے والا اپنی پیدا کی ہوئی چیز کی برائی بھلائی سے واقف ہوتا ہے، دوسرے اس کی برائی بھلائی واقعی سے کبھی واقف نہیں ہو سکتے، تاوقتیکہ اس کام میں اس سے زیادہ ہوشیار نہ ہوں۔ مگر یہ تو ظاہر ہے کہ اس خالق اکبر سے، جس کو بعض حکماء سبب اول یا علت یا علل کہتے ہیں، بڑھ کر تو کہاں، اس کے برابر بھی کوئی نہیں۔ پھر اس کی پیدا کی ہوئی چیز اور کاموں میں بھلائی برائی واقعی اس کی مخلوق ہو کر اپنے عقل سے کون ثابت کر سکتا ہے۔

ہاں اگر ثابت کر سکتا ہے تو وہی کر سکتا ہے جو مخلوق خدا سے اس قوت کا کوئی بشر ہو، جو بلا اسباب ظاہری اور تحصیل علوم و فنون اور صحبت عقلا، ہر چیز اور ہر کام کی برائی بھلائی ثابت کرنے میں بلکہ ہر چیز کی حقیقت کے بیان کرنے میں مدعی اس امر کا ہو کہ خود خدا کے بتلانے سے کسی طرز خاص پر میں یہ باتیں بیان کر رہا ہوں۔ نہ ان میں اپنی طرف سے کچھ تصرف کر سکتا ہوں، نہ اس میں میری عقل کو کچھ دخل ہے بلکہ جو کچھ حقائق اشیاء برائی بھلائی ہر کام اور ہر چیز کی اپنے زمانے کے لوگوں کی طبیعت کے انداز پر بموجب بتلانے اور پڑھانے اس خالق کل سبب اول کے میں بیان کر رہا ہوں، اس کے بیان کرنے میں میں مجبور ہوں۔ گو یہ کلام بظاہر میرے منہ سے نکل رہا ہے مگر حقیقتاً نہ یہ میرا کلام ہے، نہ اس بیان میں میرا کچھ تصرف اور انتظام بلکہ یہ کلام سر تاپا خالق اکبر واجب الوجود قدیم بالذات کا کلام ہے۔ اور وہ کلام الہی اس پیغمبر کی ملک کی زبان میں اس پیغمبر سے ظہور پذیر ہوتا ہے نہ کہ ہدایت کرنے اور سمجھنے سمجھانے میں وقت واقع نہ ہو، پھر اگر طبیعتیں اور قومیں ہر زمانے اور ہر ولایت کے آدمیوں کی برابر تسلیم کی جائیں تو اس سارے کلام خدا کا، جو ہدایت خلق اللہ کے واسطے ظاہر ہو، ایک ساتھ کسی مقبول بندے کی زبان پر ظاہر ہو کر یکساں تاقیام قیامت بلا تغیر و تبدل اور نسخ یا ترمیم احکام باقی رہنا تسلیم کیا جائے اور اگر ہر زمانے کے آدمی ہی کیا بلکہ تمام مخلوقات کی طبیعتوں اور قوموں میں اختلاف قوی پایا جائے، جیسا کہ ظاہر ہے بلکہ باعتبار ایک ہی زمانے کے

ضرور ہے کہ اس کلام قدیم خداوند کریم میں ازل سے مرتبہ قدم انسان میں یعنی مرتبہ علم اللہ میں بھی اختلاف احکام ہو اور جن جن طبیعتوں اور قوتوں کے آدمی مرتبہ علم اللہ سے مرتبہ ظہور اور حدوث میں آتے جائیں، وہ کلام اللہ بھی بغرض ہدایت مخلوق ہر ایک زمانے کے آدمیوں کے طبیعت اور قوت کے اندازہ پر دنیا میں بواسطہ کسی ایسے ہی نبی اور رسول کے، جس کی ہدایت ان کے مناسب ہو، ظاہر ہوتا رہے تاکہ جمالت حکیم مطلق خالق برحق طبیعتوں مخلوق اور ان کے علاج ہائے مختلف سے لازم نہ آئے مگر ہر زمانہ میں ہر شخص چونکہ ایسا دعویٰ کر سکتا ہے کہ میں اس زمانے کے لوگوں کی ہدایت کو اللہ کی طرف سے منصب نبوت و رسالت پر بھیجا گیا ہوں، اور ان کی طبیعتوں اور قوتوں کے اندازہ پر مجھ پر کلام الہی اترتا رہتا ہے، لہذا اس قسم کے مدعیوں میں سے سچے کی پہچان کے لیے جھوٹے مدعیوں سے بڑی میزان یہ ہے کہ وہ سید من اللہ ان دو باتوں کے ساتھ موصوف ہو۔

معجزہ اور استدراج:

امرا دل یہ کہ بلا کسب اور سیکھنے اور لکھنے پڑھنے کے اس سے ایسے امور خلاف عادت سرزد ہوں کہ جس کا مقابلہ کوئی نہ کر سکے اور باوصف لکھنے پڑھنے اور سیکھنے سکھانے اور مدتوں محنت کر کے حاصل کرنے ان امور کے کوئی کتنی بھی کوشش کرے، اس مدعی نبوت کے مقابلے سے عاجز رہ جائے۔ ایسے فعل کو عرف شریعت میں معجزہ کہتے ہیں اور دوسرا امر یہ کہ زمانہ طفولیت اور لڑکپن سے ہی وہ نبی دعویٰ نبوت سے پہلے اور پیچھے صدق کلام اور خصال حمیدہ میں ایسا شہرہ آفاق اور ضرب المثل ہو کہ کسی کو اہل انصاف سے اس کے جھٹلانے کی تمحاش باقی نہ رہے، گو معاندین اپنے عناد سے باز نہ آئیں، مگر جس کلام الہی اور کتاب ربانی کی تصدیق فقط اس نبی کے معجزوں اور اس کے صادق الکلام ہونے پر موقوف ہوگی، مگر وہ کلام محفوظ اور مقبول اور قابل ہدایت اس وقت تک ہی رہ سکتا ہے، جب تک اس کے معجزوں کی شہرت ہزاروں لاکھوں راویوں کے ذریعہ سے علی سبیل الیقین باقی رہے اور جب اس کی شہرت اس کے ماننے والوں سے ہی مٹ جائے اور اس کلام الہی کی عظمت اس نبی کے پیروؤں کے دلوں سے نکل جائے، ضرور ہے کہ وہ کلام الہی بوجہ خود غرضی اور اتباع خواہشات اس کے تابعین کے بالکل ہی مٹا دیا جائے یا رہے تو بوجہ گمراہ اور خود رو ہو جائے، اس کے تابعین کے اصلی صورت میں باقی نہ رہے بلکہ اس کے خالص تر جسے برائے نام باقی رہ جائیں تاکہ اصل کلام الہی سے ملا کر ان کی تحريفات اور خود غرضیوں پر کوئی واقف نہ ہو سکے۔ لامحالہ اس نبی

کے بعد جب اس کی ہدایت کا اثر قریب الزوال ہو، اسی قسم کی قوت اور معجزات کے ساتھ دوسرے نبی کا آنا ضرور ہے، خواہ وہ اپنے معجزوں کی قوت کے ساتھ پہلے ہی نبی کی شریعت کو زندہ کرے، خواہ حسب تقیرو تبدیل مزاج اہل زمانہ منجانب اللہ نئی شریعت اور نئے احکام لے کر آئے تاکہ اس حکیم مطلق سے ایسی صورت میں بمقامائے حکمت کاملہ اپنی مخلوقات ذی شعور کو معطل اور بیکار چھوڑنا اور پھر ان نادانوں کو نادانی سے خطا کرنے پر دنیا یا عقبی میں خلاف شان حکمت معذب کرنا لازم نہ آئے اور ضرور ہے کہ اس خالق برحق حکیم مطلق کی طرف سے بعد میں آنے والے نبی کا پہلے نبی کے ماننے والوں میں چرچا باقی رہے اور پہلے نبی کی کتاب اللہ اصلی صورت میں باقی رہے، نہ رہے مگر اس کے بعد آنے والے نبی کی بشارت اور اس کے اتے پتے اور علامات اور نشانیاں ضرور پہلے نبی کی کتاب میں باوصف تحریقات چند در چند کچھ نہ کچھ باقی رہتی چلی آئیں اور اگر وہ نبی اس امر کا دعویٰ ہو کہ میرے بعد کسی نبی کے آنے کی حاجت نہیں اور نہ اب کوئی نیا نبی آئے اور جو آئے وہ جھوٹا سمجھا جائے، اس واسطے کہ مجھ کو اللہ کی طرف سے وہ کتاب ملی ہے جو باوصف اختلاف طبائع اور اختلاف زمانہ اور اختلاف لیل و نہار کے مختلف ولایتوں کے اعتبار سے تمام دنیا کے انتظام اور ہدایت کو قیام قیامت اور رہتی دنیا تک کو کافی ہے تو ایسی کتاب کو گو ابتداء میں اس کی صداقت اس کے لانے والے نبی کے معجزات مشہورہ سے ظاہر ہوئی ہو اور اس کا ابتداء دنیا ہی میں ظہور ہوا ہو، خواہ آخر دور دنیا میں اس کتاب کو بعد وفات اپنے لانے والے کے اپنی صداقت میں اپنے لانے والے نبی کے معجزوں کا ہرگز محتاج نہ ہونا چاہیے، بلکہ اس کی صفات معجزہ خود اس کی صداقت کی دلیل ہوں اور وہ کتاب مثل اپنے لانے والے کے دوسرے معجزوں کے اپنے لانے والے کا ایسا دائم قائم معجزہ ہو کہ ان صفات کا جو اس کتاب میں ہوں، آج تک کوئی مقابلہ کر سکا ہو، نہ کر سکے اور ان صفات معجزہ کا ہر ناظم و ناثر کو اپنے کلام میں، خصوصاً ایسے شخص کو جو پڑھا لکھا بھی نہ ہو، اپنے کلام میں جمع کر کے دکھانا بجاہتِ محال ہو۔

صداقت کے لیے ایک میزان اور معیار کی ضرورت ہے:

لہذا ان صفات کے مجموعہ سے ایک ایسی ترازو اور میزان بنانے کی ضرورت ہے کہ جس کے ذریعہ سے ہر شخص کو، اگر ذرا بنظر انصاف اس قسم کی کتاب اور کلام کو، اس میزان پر تول کر دیکھے، یقین کامل ہو جائے کہ فی الواقع ایسے کلام اور ایسی کتاب کا ظہور ایسے آدمی سے تو کماں ممکن کہ جو پڑھا لکھا ہے، نہ پڑھے لکھا، کا حصہ افتاء الہیہ کتاب اور اسے کام کا نظم و توڑے بڑے عالم اور حکیموں سے بھی غیر ممکن اور

حال ہے۔ لہذا بعد دیکھ بھال ہر مذہب اور ملت اور اس قسم کی کتابوں کے اور باہمی مناظرات اور اس قسم کے مدعیوں کے حالات کے ایسے نمبوں کے حالات اور اذکار تو بہت نظر سے گزرے کہ جن کے معجزات مشہورہ کا ذکر مختلف کتابوں میں دیکھ کر گو ان کے نام کے پیروان کی تاویلیں کر کے گمراہ ہو گئے، یقین کامل ہو گیا کہ بلاشبہ یہ سچے پیغمبر تھے۔

قرآن میزان صداقت ہے:

ایسی کتاب بجز قرآن مجید کے کوئی نظر سے نہیں گزری کہ جو اس امر کی مدعی ہو کہ میں اپنی صداقت کے لیے فقط اپنے لانے والے کے معجزات کی ہی محتاج نہیں ہوں بلکہ میں خود اپنے لانے والے کا معجزہ ہوں اور اپنی صداقت کی اپنی صفات معجزہ کے ساتھ خود دلیل ہوں۔ اگرچہ میرے لانے والے کے بے شمار معجزے جو باعتبار الفاظ مخصوصہ کے خبر احادیث اور ظنی الثبوت۔ مگر باعتبار معنی کے ہر زمانے میں میرے لانے والے کے زمانے سے آج تک مثل معجزات حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے ایک زمانے خاص تک مشہور و متواتر چلے آتے ہیں اور وہ معجزے اگرچہ میرے اور میرے لانے والے کی صداقت کی دلیل تھے اور ہیں، مگر میں بھی خود اپنی صفات معجزہ کے ساتھ اپنی صداقت اور اپنے لانے والے کے سچے نبی ہونے کی دلیل ہوں، اس واسطے کہ میرا دعویٰ ہے کہ میں ہر ملک اور ہر ولایت کے لیے تاقیام قیامت ہدایت نامہ الہی ہوں اور میرا اور میرے لانے والے کا دعویٰ ہے کہ ہماری ہدایت کا پھر ہر عالم پر رہتی دنیا تک لہرانا رہے گا اور میرا دعویٰ ہے کہ کسی امر میں اپنے ماننے والوں کو باد صاف اختلاف لیل و نهار اور اختلاف طبائع اور قوت مخلوقات کے، میں نے کسی دوسرے کا محتاج چھوڑا ہے نہ چھوڑوں گی اور پھر اپنے دعووں کو ثابت کر کے دکھا دے اور دکھاتی رہے۔

ایسا دعویٰ اگرچہ ویدانتی بہ نسبت وید بھی کرتے ہیں، مگر ابھی تک با اتفاق یہ نہیں بتا سکتے کہ وید کتنے تھے اور اب کتنے رہ گئے اور کس پر بطریق الہام ظاہر ہوئے یا بطریق وحی یا شاعروں کے کلام ہیں اور وہ محرف رہ گئے یا اصلی حالت میں اور ساری حاجتوں کو اپنے تابعین کے کافی بھی ہو سکتے ہیں۔ اگر ایسے ہوتے ان کے پیرو احکام میں منوسرتی کے کیوں محتاج ہوتے اور یہودیوں کے اس قسم کے دعوے کو خود توریت کی پیشین گوئیاں ہی جھٹلا رہی ہیں۔ علیٰ ہذا عیسائیوں کو انجیل کی پیشین گوئیاں بہ نسبت آنے والے رسول کے، جس کا نام احمد اور محمد تک صلی اللہ علیہ وسلم بعض انجیل میں بیان کیا گیا ہے، لہذا مناسب معلوم ہوا کہ کتاب کے مقدمہ کا نام ”میزان

الادیان" رکھا جائے اور اس کو تین بابوں پر تقسیم کر کے باب اول میں ان اعتراضوں کو مع ان کے جوابات ثانی کے بیان کیا جائے جو بعد غور و تامل اس تمہید کے بعض مقدمات پر واقع ہوتے ہیں اور باب دوم میں اس نجی امی میں کی نسبت پیشین گوئیاں کتب سابقہ اور کتب معتبرہ یہود سے اور زبان جنوں اور بچوں سے ان کے بعض معجزات بطریق اختصار اور بعض وہ معجزے بھی نقل کیے جائیں جو بواسطہ بعض افراد کامل اس پیغمبر میں کی امت کے اب تک باقی ہیں۔ اور نیز ان کے ابتدائے سن تمیز سے تا وفات سچائی میں مشہور ہونے کے احبار اور زمانہ حال اور ماضی کے ذی علم اور ماہران فن یہود اور نصاریٰ اور یہود کی شاد تمیں مثل جامع احکام ہونے قرآن اور صادق البیان اور منتظم دوران ہونے حامل قرآن کے چند فصلوں میں بیان کی جائیں۔ باب سوم میں ان قوتوں کو بیان کر کے، جن کا ظہور بحیثیت کلام ہر متکلم کے کلام میں بد اہتا، محال و ممتنع ہے، ان کا ظہور بالبد اہت قرآن مجید میں دکھلایا جائے اور حصہ دوم میں فقط تفسیر سورہ فاتحہ سے سینکڑوں مسائل مع الدلائل موافق مذہب حنفیہ بیان کر کے حصہ دوم کا نام "تفسیر الفاتحہ فی ادلہ الحنفیہ بخلاصہ صحاح الستہ" رکھا جائے۔ وہاں انا اشعر فی المقصود بتوفیق الملک المعبود۔



باب اول

ان اعتراضات کے جوابات جو سابقہ صفحات پر وارد ہوتے ہیں

اعتراض اول: ابتداء مقدمہ میں دعویٰ یہ کیا گیا ہے کہ وہ مقبول بندہ جو مدعی پیغمبری ہو، جس کتاب کو اللہ کی طرف سے لایا ہو، اس کی نسبت اس امر کا مدعی ہو کہ یہ بعینہ اللہ کا کلام ہے اور آخر مقدمہ میں صاف اقرار ہے کہ جس مرتبہ میں انسان کو حادث اور آدمی مانا جائے، اس کلام خدا کو بھی حادث اور آدمی مانا جائے، یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ جس مرتبہ میں اس کو حادث مانا جائے، اس کلام کو خدا کا کلام اور قدیم بالذات بھی تسلیم کر لیا جائے قدیم بالذات حادث نہیں ہو سکتا اور حادث کو قدیم بالذات نہیں کہہ سکتے اور قدیم بالذات کا حادث میں حلول کرنا بھی محال ہے، اس واسطے کہ بصورت تسلیم کرنے حلول کے لازم آتا ہے کہ قدیم کا حاصل حادث پر صحیح ہو اور یہ کہنا تسلیم کر لیا جائے کہ یہ حادث قدیم ہے اور یہ قدیم حادث ہے، حالانکہ یہ امر ہر عاقل کے نزدیک بدلتہ محال ہے اور جب یہ قرآن اس مرتبہ ظہور میں نہ کلام اللہ ہو سکتا ہے، نہ قدیم بالذات اور نہ ان حرفوں میں جو صحیفوں میں درج ہیں، نہ قاری کی آوازیں، جو ہر وقت قرات ظاہر ہوتی ہے، کلام اللہ کا حلول قابل تسلیم، پھر اس مقبول بندے، مدعی رسالت نبوت کا یہ قول کہ یہ کلام اللہ ہے، کیسے مانا جائے اور باجماع اہل اسلام اس کی اتنی تعظیم کیوں کی جاتی ہے کہ بے وضو قرآن کو چھونا بھی حرام ہے اور جنبی، جنبیہ،

جواب اعتراض اول:

ہم تمام اہل اسلام کا یہ عقیدہ ہے کہ قرآن مجید کے اوراق اور صحیفوں میں اللہ کا کلام لکھا ہوا ہے جو قدیم بالذات کلام نفسی آواز، حروف، ترکیب اور تقدم و تاخر سے پاک ہے اور وہی کلام اللہ دلوں میں محفوظ ہے اور زبانوں سے پڑھا جاتا ہے اور کانغذ، روشنائی، لکھنا، حروف اور آواز جو پڑھنے والے سے وقت پڑھنے کے ظاہر ہوتی ہے اور سنی جاتی ہے، یہ سب حادث ہیں اور ہمارے اس عقیدہ سے کہ کلام الہی، جو قدیم بالذات نفسی ازلی صفت جناب باری ہے، وہ قرآن مجید کے ورقوں میں لکھا ہوا دلوں میں محفوظ زبانوں سے پڑھا جاتا ہے۔ یہ لازم نہیں آتا کہ نفس ذات کلام الہی، جو قدیم بالذات ہے، بعینہ قرآن مجید میں اور دلوں میں اور زبانوں میں پڑھنے کے وقت موجود ہے یا حروف میں بعینہ وہ کلام الہی یا ہمارے دلوں میں حلول کی ہوئی ہے اور وقت پڑھنے کے بعینہ ہماری زبانوں پر موجود ہے، بلکہ یہ حروف جو قرآن مجید میں لکھے ہوئے ہیں، اور وہ الفاظ جو دلوں میں محفوظ اور زبانوں سے پڑھے جاتے ہیں، اس کلام نفسی ازلی پر دلالت کرنے والے ہیں جیسے آگ یا آتش یا نار کے حروف۔ اور یہ تینوں الفاظ حسب اختلاف زبانوں کے کانغذ پر لکھے ہوئے دلوں میں محفوظ ہیں، زبانوں سے پڑھے جاتے ہیں اور نفس ذات آگ پر، جو ایک جسم گرم جلا دینے والا ہے، دلالت کرتے ہیں حالانکہ یہ الفاظ اور حروف نہ خود آگ ہیں نہ آگ ان میں حلول کیے ہوئے ہے ورنہ وقت لکھنے اور دل میں رکھنے اور پڑھنے لفظ آگ یا آتش یا نار کے زبان اور دل اور کانغذ سب جل جاتے اور جب معلوم ہو گیا کہ ہماری آواز، جو وقت تلاوت قرآن مجید کے نکلتی ہے اور وہ کلمات جو وقت تلاوت کے سنے جاتے ہیں، یہ دلالت کرنے والے ہیں بدلات مطابقتی کلام الہی قدیم بالذات نفسی ازلی پر نہ نفس کلام الہی جو ذات جناب باری تعالیٰ کے ساتھ قائم ہے۔ علیٰ ہذا وہ حروف جو اوراق قرآن مجید میں لکھے ہوئے ہیں اور دلالت کرنے والی اشیاء اگرچہ عین مدلول نہیں ہوتی مگر اپنے مدلول سے جدا بھی نہیں ہوتی۔ چنانچہ جب ہم کہتے ہیں آگ، اگرچہ لفظ آگ کا عین آگ نہیں، نہ وہ لکھنے سے کانغذ کو جلائے نہ دل میں خیال کرنے سے اور زبان سے کہنے میں دل اور زبان کو جلنے کی ایذا پہنچائے۔ مگر یہ ممکن نہیں کہ وقت کہنے سننے لفظ آگ کے آگ کا تصور کہ وہ ایک جسم روشن جلا دینے والے کا نام ہے، دل میں نہ آئے، اسی طرح لفظ والد ماجد یا پیر و مرشد بعینہ اگرچہ نفس وجود والد اور وجود پیر و مرشد نہیں مگر نفس وجود والد اور پیر و مرشد سے جدا بھی نہیں۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ وقت بولنے لفظ والد

کا ادب نہ سمجھا جائے اور ان کی توہین والد ماجد اور پیر و مرشد کی توہین نہ مانی جائے۔ مثلاً اگر کوئی اپنے والد ماجد یا اپنے پیر و مرشد کہہ کر پکارے یا لفظ والد ماجد یا پیر و مرشد لکھ کر ان لفظوں پر تھو کے یا ان پر جوتی لگائے، کوئی عاقل نہیں کہہ سکتا کہ اس کو بے ادب، گستاخ، بے دین نہ کہا جائے۔

قرآن کریم کے الفاظ اور اوراق کی تعظیم و تکریم بھی واجب ہے:

اس واسطے عقلاً و شرعاً تعظیم اور اوراق اور حروف کلام اللہ واجب ہے اور کلام اللہ کو ٹھکرانا یا اس کو پھینک دینا کفر سمجھا جاتا ہے۔ اس واسطے کہ حروف والدہ علی کلام اللہ انفسی کی توہین بعینہ کلام اللہ نفسی ازلی کی توہین ہے، جو ذات جناب باری کے ساتھ قائم ہے، بلکہ تمام حروف حجتی الف سے یا تک چونکہ بعض کے نزدیک بعینہ اللہ کے نام ہیں اور جمہور کے نزدیک اللہ کے ناموں کے جز جیسے الف لام الف باللفظ اللہ کے جز ہیں اور راحا یا یم لفظ رحیم کے جز۔ ان حروف کی تعظیم بھی واجب ہے، چنانچہ ”فناؤی عالمگیریہ“ وغیرہ میں ہے کہ شدا قارون وغیرہ کفار کی نفس ذات اگرچہ واجب التوہین ہے اور ان کا مردود ہونا ظاہر مگر ان کے نام لکھ کر ان ناموں پر بھی جوتی لگانا یا پیشاب کرانا یا تیر لگانا ہرگز جائز نہیں۔ اس واسطے کہ ان کے ناموں میں بھی یہی حروف حجتی موجود ہیں جو اللہ کے نام ہیں یا اللہ کے ناموں کا جز اور دلالت ان الفاظ قرآن کی کلام نفسی ازلی پر چونکہ دلالت مطابقتی ہے، لہذا ان الفاظ کے وال ہونے کی حیثیت سے کلام نفسی ازلی پر ان الفاظ قرآن میں امکان کذب کا قائل ہونا کلام نفسی ازلی میں امکان کذب کا قائل ہونا ہے جو کفر ہے البتہ خلف وعید کے بعض اشعری قائل ہیں مگر وہ خلف وعید کو عقلاً و نقلاً کرم کہتے ہیں، جو صفات حسنہ سے ہے، بخلاف کذب کے جو بالاتفاق صفات قبیحہ سے ہے، جس سے بالاتفاق ذات جناب باری پاک و منزہ ہے۔ ہاں پیغمبر کی زبان پر بحیثیت مخلوق ہونے کے پیغمبر کی ذاتی باتوں میں کذب پیدا کرنے پر اللہ قادر ہے۔ مگر چونکہ پیغمبر کی زبان پر کذب پیدا کرنے میں پیغمبر کی بے اعتباری ہوتی ہے، لہذا پیغمبر کی باتوں میں کذب پیدا کرنا معتن بالغیر ہے اور بحیثیت کلام الہی ہونے کے محال اور منتعہ بالذات۔ مگر معتزلہ کے نزدیک کلام الہی ہونے کی حیثیت سے بھی منتعہ بالذات نہیں، اس واسطے کہ وہ کلام نفسی ازلی کے منکر ہیں اور وہ اللہ کو متکلم اس معنی کے مانتے ہیں کہ وہ زبان جبرئیل علیہ السلام یا رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کلام کا پیدا کرنے والا ہے نہ یہ کہ صفت کلام اس کی ذات پاک کے ساتھ قائم ہے، لہذا معتزلہ کے مقابلہ میں کتب عقاید میں بھی لکھا ہے کہ کذب کلام باری میں بموجب اصطلاح معتزلہ ممکن ہے۔ آج دیوبندی بھی اسی موقع کی عبارتمیں دکھلا رہے

لوگوں کو برکاتے ہیں مگر جہاں کلام نفسی ازلی کی بحث ہے، وہاں کذب ممتنع بالذات ہی لکھتا ہے۔

اعتراض دوم:

یہ بات تو ہم ہر کلام کی نسبت، جو کسی بھی انسان سے ظہور میں آئے اور دن رات تمام آدمی اس کے ساتھ بات چیت کرتے ہیں، کہہ سکتے ہیں کہ یہ بھی کلام نفسی ازلی پر دال ہے اور ہر مدعی اس امر کا کہہ سکتا ہے کہ میرے پاس کتاب اللہ ہے خواہ وہ وید ہو یا ژند پاژند، خواہ سریانی یا عبرانی زبان میں توریت و انجیل و زبور، جن میں ان کا نزول بیان کیا جاتا ہے، خواہ کسی زبان میں توریت اور انجیل اور زبور کا ترجمہ، خواہ قرآن مجید کا ترجمہ، پھر ہر مدعی یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ قرآن مجید، جو مخصوص زبان عربی میں ہے، اس کی کیا خصوصیت ہے کہ اسی کو کلام الہی بتایا جائے اور کلام الہی نفسی ازلی پر دال کہا جائے بلکہ یہ سب ترجمہ اور یہ سب کتابیں، جن کو الہامی کتاب کہا جاتا ہے، کلام الہی نفسی ازلی پر دال ہیں اور اسی واسطے واجب التعظیم ہیں بلکہ ان سب کے ساتھ اور سب نہیں تو ترجمہ قرآن مجید کے ساتھ تو بلاشبہ کسی بھی زبان میں ہو، نماز بھی جائز ہونا چاہیے۔ اگر نہیں تو اس قرآن مجید میں جو زبان عربی میں سات (ہفت) قراتوں مشہورہ کے ساتھ ہمارے پاس موجود ہے اور دوسری کتابوں اور ان کے ترجموں میں، جو الہامی کہے جاتے ہیں، وجہ فرق بیان کرنا ضروری ہے کہ جس دلیل سے یہ امر ظاہر ہو جائے کہ یہی ایک کتاب الہی ہے کہ جس کو اپنے تلفظ مخصوصہ کے ساتھ کلام الہی نفسی ازلی پر دال کہہ سکتے ہیں، نہ کہ دوسری کتابوں اور ترجموں کو۔

جواب اعتراض دوم:

اس امر کا اشارہ پہلے بھی گزر چکا ہے مگر اب پھر مفصلاً بیان کر دیا جاتا ہے، وہ یہ ہے کہ جو شخص اس امر کا مدعی ہو کہ یہی کلام، جو میں لایا ہوں، بوجہ دال ہونے کے کلام اللہ نفسی ازلی پر حکماً، کلام اللہ ہے نہ کہ اور دوسرے کلام، ضرور ہے کہ مثل موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کے ایسے معجزوں کے ساتھ کہ ان فنون کے ہزاروں ماہر اس کے مقابلہ سے عاجز رہ جائیں، اپنے دعوے کو پایہ ثبوت تک پہنچا دے اور اگر اس کا یہ دعویٰ ہو کہ یہ کلام الہی، جس کو میں لایا ہوں، قیام قیامت تک کے واسطے تمام دنیا کو کافی ہے، اس کے بعد نہ کسی ہی کے آنے کی ضرورت اور نہ کسی کتاب اللہ کے نازل ہونے کی حاجت تو لامحالہ مثل قرآن کے اس کلام دال علی کلام اللہ نفسی ازلی کو من حیث الکلام ایسا معجز ہونا ضروری ہے کہ بذاتہ وہ کلام خود معجزہ ہو اور اس پیغمبر کے زمانہ سے قیامت تک ایسا کلام کوئی نہ لاسکا ہو، نہ لاسکے۔

اسی امر کی تحقیق کی غرض سے ہم کو عقلاً ایسی میزان کے امور بدیہ سے بنانے کی ضرورت پڑی ہے کہ یہ قرآن مجید، جو اس تلفظ مخصوصہ عرس کے ساتھ ہمارے پاس موجود ہے اور ان کتابوں اور ترجموں سے

جو نئی کتاب اور ترجمہ اور اس کالانے والا جو اس میزان پر پورا ترے، اس کے سچا ماننے والوں کو اپنے دعوے میں سچا ماننا چاہیے اور جو مدعی نبوت اور جو کتاب مدامت کی مدعی اور جو ترجمہ اس میزان پر پورا نہ اترے، اس کو اور ان کے کلام الہی ہونے کے مدعیوں کو حسب ہدایت نامہ دائمی ہونے کے جھوٹا جاننا ضروری ہے، جس میزان کا ذکر باب سوم میں آنے والا ہے۔ البتہ اگر وہ کتاب فقط کتاب اللہ ہونے کے دوسرے پیغمبر کے زمانہ سے پہلے تک کی مدعی ہے، تو اس کا فقط موید اپنے لانے والے کے معجزات کے ساتھ ہونا ضرور ہے نہ کہ اس میزان پر اس کا پورا اترنا۔ خیر یہ امر تو بعد دیکھنے میزان اور تولنے ان کتابوں کے، جن کو کتاب اللہ اور ہدایت نامہ قیامت تک کے لیے کہا جاتا ہے، اس میزان پر تولنے کے بعد طے ہو رہے گا، مگر اول تو یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے:

اعتراض سوم: کہ یہ الفاظ دلالت کرنے والے کلام الہی نفسی ازلی پر پیغمبر کی زبان پر کس طرح پیدا ہوتے تھے اور وہ کلام نفسی ازلی کو، جو حروف اور آواز سے پاک ہے، کیسے سنتے تھے۔ اگر کوئی طریق خاص تھا تو بتلانا چاہیے تاکہ وحی اور الہام میں فرق معلوم ہو جائے ورنہ الہام کا مدعی تو ہر کافر و مومن ہو سکتا ہے اور کہہ سکتا ہے کہ میرے دل میں یہ بات پیدا ہوئی ہے اور مجھ کو اس طرح الہام ہوا ہے۔ پھر اگر وہ نیک سیرت عابد زاہد ہو تو اس کو الہام کہا جاتا ہے اور اس کی بات قابل تسلیم ہوتی ہے۔ اسی واسطے ویدانتی اور نصاریٰ حال وغیرہ جس کو کتاب اللہ کہتے ہیں، الہامی کتاب مانتے ہیں، یہ نہیں مانتے کہ فرشتہ اس کلام کو لے کر آیا تھا اور فرشتہ کالانامان بھی لیا جائے تو اس کو فرشتہ کا الہام کہا جائے گا، جس کا سب دعویٰ کر سکتے ہیں اور اگر فرشتہ یا پیغمبر پر کلام الہی ظاہر ہونے کا کوئی اور طریقہ ہے تو بیان کیجئے۔ اسی طرح کوہ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کلام نفسی کو بلا حروف و آواز بلا واسطہ فرشتہ کے کیسے سنتے تھے اور اللہ سے باتیں کرتے تھے اور وقت تجلی جو اللہ سے بات چیت کی، اس کا کیا طریق تھا۔

جواب اعتراض سوم: اس اعتراض کی مثال بعینہ ایسی ہے جیسے کوئی مادر زائد اندھا سوال کرے کہ تمام دنیا کی مختلف رنگوں کی چیزوں کو لوگ کس طرح دیکھا کرتے ہیں، تو کیا کوئی اس کو بتا سکتا ہے کہ اس طرح دیکھا کرتے ہیں اور سبز رنگت ایسی ہوتی ہے اور کالا رنگ ایسا اور پیلا ایسا۔ کیا انسان کے پاس بجز بینا آنکھوں کے کوئی اور ایہ آلہ ہے کہ اس سے دکھا کر اس کو بتا دے کہ سبز رنگ ایسا ہوتا ہے اور کالا ایسا۔ ہرگز نہیں۔

ایسے سنا کرتے ہیں اور خوش آواز ایسی ہوتی ہے اور بد ایسی۔ علیٰ ہذا القیاس پیغمبروں اور فرشتوں کو علاوہ ان کانوں کے اللہ جل شانہ نے ایسے کان باطنی عطا فرمائے ہیں کہ وہی اس کلام نفسی ازلی کو جب ارادہ اللہ کا اس کلام کے شانے کی نسبت کسی پیغمبر یا فرشتہ کے متعلق ہوتا ہے، وہ اپنے باطنی کانوں سے سنتے ہیں اور سمجھ لیتے ہیں اور پھر بیان کرنے کے لیے وہ قوت تکلم انہیں میں ہوتی ہے کہ اس کلام نفسی پر دلالت کرنے والا تلفظ ان کی زبان پر پیدا ہو جاتا ہے اور اس سننے کی کیفیت کو بے انتہا مسلسل بلا تھم و تاخر ہونے کی وجہ سے حضور نے ہمارے سمجھانے کے لیے اس طرح ارشاد فرمایا کہ زنجیر گھینے کی سی کیفیت مسوع ہوتی ہے جس سے میں کلام نفسی ازلی کو سمجھ لیتا ہوں اور اس کے بیان کرنے پر قادر ہو جاتا ہوں۔ یہ نہیں فرمایا کہ وہ آواز بعینہ زنجیر گھینے کی آواز کے مشابہ مقدم موخر بھی ہوتی ہے اور بعض روایات میں آیا ہے کہ زنجیر کی سی آواز میں بھی ظہور جبرئیل علیہ السلام ہی کا ہوتا ہے۔ اس واسطے کہ کلام نفسی تو شائبہ آواز سے بھی پاک ہے اور یہ فرمانا ایسا تھا جیسے کوئی اندھے مادر زاد کو سمجھائے کہ جیسے تو کانوں سے بری بھلی آواز کو سمجھ لیتا ہے اور زبان سے مختلف مزے میٹھے، کھنکے، پھیکے وغیرہ کا ادراک کر لیتا ہے، ایسے ہی سرخ، مہر و غیرہ کا ادراک آنکھوں سے کر لیتے ہیں، حالانکہ دیکھنے اور سننے اور چکھنے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ وہی قوت سماعت خاص جس کا تعلق قطعاً ان کانوں سے نہیں ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی تھی، جس سے وہ بلا آواز اور حروف کے اور الفاظ کے کلام الہی کا ادراک کر لیتے تھے۔ اور وہ قوت سماعت ان کانوں سے بھی جداگانہ ہی تھی، جس سے ہم دل کی باتوں کو سنتے رہتے ہیں اور جس سننے کو اگر وہ شخص ولی کامل یا نیک آدمی ہے، اللہ مام کہتے ہیں۔ اسی طرح جیسے آواز اور حروف اور الفاظ سننے کے کان اور ہیں اور دل کی بات سننے کے اور کلام نفسی ازلی سننے کے کان بھی اور ہوتے ہیں، جو پیغمبروں کو ہی عطا کیے جاتے ہیں یا خاص ملائکہ مقربین کو اور اس دعوے کی صداقت کے لیے بھی اس پیغمبر کے معجزے ہی ہوتے ہیں یا وہ کلام خود معجزہ ہوتا ہے جیسے کہ قرآن مجید۔

اعتراض چہارم: کیا خدا کا کلام، خدا کی کتاب، خدا کا قانون جو تمام بندوں کی ہدایت کے واسطے خاص کسی مقبول بندہ کے ذریعہ سے دنیا میں ظاہر کیا جائے، یہ ضرور ہے کہ اسی مقبول بندہ کے ملک خاص کی زبان میں ظاہر فرمایا جائے۔ متفقہاً عدالت اور رحمت عادل مطلق اور رحیم پر حق تو یہ ہے کہ یا تو برابر ہندس سے تمام ملکوں کے مختلف زبانوں میں، ظاہر ہو، یا الگ الگ ایک ہی زبان میں، ظاہر ہو جو تمام دنیا کی زبانوں سے

زبانی ہی زبان ہو تاکہ سب اس کے بندے محنت کیجئے سکھانے سمجھانے میں برابر رہیں اور ایک ملک خاص کی زبان میں اگر تسلیم بھی کر لیا جائے، وجہ ترجیح اور فوقیت اس ملک والوں کی، جن کی زبان میں ظاہر کیا جائے دوسرے ملک والوں پر، جب سب ملک کے آدمی اس کے بندے ہونے میں برابر ہیں، کیا بیان کر سکتے ہیں۔ مجبور آیا تو اس کتاب کو، جو ایک ملک خاص کی زبان میں ظاہر کی گئی ہے، خدا کی کتاب نہ مانا جائے گا یا خدا کو متسم، ظلم کرنا لازم آئے گا کہ بلا وجہ ایک ملک والوں پر اپنے ہدایت نامہ کو ایسا آسان کر دیا کہ گویا ان کی زبان ہی ہے اور دوسرے ملک والوں پر ایسا دشوار کہ بالکل وہ اس زبان سے آشنائی نہیں اور پھر دونوں گروہ جزا و سزا میں برابر، ثواب اور عقاب، نیکی اور بدی میں مساوی۔

جواب اعتراض چہارم: کیا کسی سمجھدار کو اس ایک ملک خاص کی زبان میں ظاہر ہونے کے کلام الہی کو وجہ ترجیح اور فوقیت بیان کرنے میں یہ نسبت دوسرے ملک والوں کے یہ کہنا دشوار ہے کہ وجہ ترجیح ظاہر ہونے، کلام الہی قانون خدا کی اس ایک ملک خاص کی زبان میں یہ نسبت دوسرے ملک والوں کے یہی ہے کہ وہ شخص مقبول اس ملک والوں کا ہم زبان تھا، جس ملک کی زبان میں وہ کتاب ظاہر فرمائی گئی، خواہ یوں کہ کو کہ نازل کی گئی۔ اس واسطے کہ جس شخص مقبول کے ذریعہ سے وہ کتاب دنیا میں ظاہر فرمائی گئی، اگر ایسی زبان میں ظاہر کی جائے گی کہ جو اس شخص مقبول کی بول چال سے بھی زبانی ہی زبان، نئی ہی بول چال میں ہو، نہ وہ سمجھے، نہ دوسروں کو سمجھا سکے، جب تو اس کا ظاہر ہوتا، نہ ہوتا برابر۔ اس مقرب بندہ کو سمجھ جب اس سے کچھ نفع نہیں، دوسروں کو کیا نفع ہو گا اور اگر یہ مان لیا جائے کہ فقط اس مقرب بندہ کو ضرور ہے کہ خداوند کریم اس کی سمجھ عطا فرمائے، وہ سمجھ کر اوروں کو بتدریج سمجھاتا سکھاتا رہے۔ سمجھائے سکھائے تو اس صورت میں اس الہامی کتاب کی نسبت ایک ملک خاص کی زبان میں ہونے سے جو خرابیاں سوال میں ظاہر کی گئی تھیں، یہاں اس سے بڑھ کر لازم آئیں گی۔ اس واسطے کہ جب کوئی وجہ ترجیح اور فوقیت کی بہ نسبت عطا فرمادینے خداوند کریم کے اپنی کتاب کی سمجھ اس شخص خاص کو نہ بیان کر سکیں گے، لاچار یا اس کتاب کے الہامی ہونے سے انکار کرنا پڑے گا یا خدا کو پہلی صورت سے زیادہ متسم، ظلم کرنا لازم آئے گا۔ اس واسطے کہ اس صورت میں اتمام ظلم فقط بہ نسبت دوسری ولایت والوں کے تھا۔ اس صورت میں ولایت کی ولایت میں مع باقی رہنے اتمام ظلم کے بہ نسبت دوسری ولایت والوں کے ایک شخص خاص کو

آئے گا۔ عربی مثل ہے فر من المطر و وقف تحت المیزاب یعنی منہ سے چھپ کر بھاگا اور پر نالہ کے نیچے جا کھڑا ہوا۔ یہ کونسی عقل کی بات ہے، شاید کوئی صاحب، جن کے نزدیک یہ بات سچی ہوئی ہے کہ آدمی نت نئے جنم اسی دنیا میں بموجب اپنے بھلے برے عملوں کے لیتا رہتا ہے، کبھی کتے سے نیک عمل کتے کی شکل میں کر کے مر کر آدمی کی شکل میں پیدا ہو جاتا ہے، کبھی آدمی کی شکل میں برے عمل کرنے سے مر کر فوراً یا بعد مدت کتے کی شکل میں خود بخود پیدا ہو جاتا ہے یا پیدا کر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح ہمیشہ نت نئے جنم بھوگتا رہتا ہے۔ یہ فرمائیں کہ وجہ ترجیح اس شخص کی خاص ہونے کی تمام دنیا سے خدا کی کتاب کی سمجھ کے ساتھ اس شخص کے پہلے جنم کے عمل ہیں۔ اسی طرح شاید وہ صاحب فرمائیں جن کو یہ بات قول ہوئی ہے کہ کئی ہزار برس کے بعد یہی دنیا ایسے جزیروں میں، جو نظر نہ آئیں، ٹکھر جاتی ہے یا بکیر دی جاتی ہے، اسی کو وہ قیمت جانتے ہیں اور پھر وہی اجزاء باریک باریک مدت بعد بموجب اس لیاقت اور قابلیت کے، جو اس سے پہلے دنیا میں برے یا بھلے عملوں سے ان جزوں میں پیدا ہو گئی تھی، اچھی بری مخلوق میں ظاہر ہو کر دوبارہ ایسی ہی دنیا کی شکل میں ظاہر ہو جاتے ہیں، وہی رچنا پھر رچ دی جاتی ہے اور بے ساختہ کہہ دیں کہ اس شخص کے مقبول ہونے کی وجہ ترجیح کتاب خدا کی سمجھ کے ساتھ اس کی پہلی دنیا کے ایسے ہی عمدہ عمل ہیں کہ جن کی وجہ سے اس کو لازم تھا کہ یہ شرف دیا جائے۔ بھلا صاحب اگر یہ مسئلہ فی الواقع صحیح مان بھی لیا جائے تو اس صورت میں، جب خدا کی کتاب ایک ملک خاص کی زبان میں تسلیم کر لی جائے، بیان وجہ ترجیح اور فوقیت اس ملک والوں میں ساتھ مخصوص ہونے کتاب اللہ کے ان کی زبان میں یہ نسبت دوسرے ملک والوں کے یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس ساری ولایت والوں کی پہلی دنیا کے یا پہلے جنم کے ایسے ہی نیک عمل تھے کہ کتاب اللہ انہی کی زبان میں ظاہر کی جائے اور وہ شخص مقبول ان سب میں اس درجہ بڑھ کے نیک عمل رکھنے والا تھا کہ اس کتاب اللہ کے ظہور کے واسطے ان سب میں خاص کیا جائے۔ جب دونوں صورتوں میں یہی ایک جواب بن سکتا ہے پھر کیا ضرور ہے کہ کتاب اللہ کو تمام دنیا سے زالی زبان میں مان کر علاوہ اس خرابی کے، جس کا جواب بصورت فی الواقع صحیح ہونے سلسلہ نت نئے جنم لیتے رہنے ساری دنیا کے بہت سی مدتوں کے فاصلہ سے یکدم یا اسی دنیا میں نو بنو جنم لیتے رہنے مخلوق کے ابھی دیا گیا ہے اور کئی خرابیاں بے فائدہ سر لی جائیں اور کئی اعتراض لا جواب نئے نئے لازم آئیں، کیا اس صورت میں جب اسی ایک شخص کو بوجہ اس کے پہلی دنیا کے نیک عملوں کے اور بچانے خدا کے اہتمام ظلم سے خدا کی کتاب کی سمجھ کے ساتھ

ذات و صفات خداوندی کا عرفان:

اول یہ کہ فرض کیا کہ بیشک اس شخص میں اسی دنیا سے پہلی دنیا اس جنم سے پہلے جنم کے نیک عملوں کی وجہ سے یہی قابلیت تھی کہ اس کو یہ مرتبہ دیا جائے گا مگر یہ سلسلہ غیر متناہی تسلسل کا سلسلہ بند کہ جس کی ابتدا نہ انتہا اور صفات خدا کے اعتبار سے بیشک ایسا ہی ہے کہ جس کی ابتدا نہ انتہا نہ خدا کی ابتدا انتہا نہ اس کی تمام صفات کی ابتدا انتہا۔ جب سے خدا جب سے ہی اس کی سب صفاتیں۔ اس کی تحقیق میں بے چارے انسان کی کیا طاقت کہ اس کی ذات و صفات میں کچھ دم مار سکے۔ جہاں تک گفتگو ہے وہاں تک خدا کے پانے میں قصور ہے اور جہاں خدا کو پایا، دریائے حیرت میں غرق ہوا۔ سبحان اللہ سعدی علیہ الرحمۃ کا کلام کیا جامع کلام ہے۔ اشعار۔

بسے بر نشستم دریں سیر گم کہ حیرت گرفت آستینم کہ قم
دریں ورطہ کشتی فرو شد ہزار کہ پیدا نشد تختہ بر کنار
اب تو غزل احقر کے ایک دو شعر بھی حسب مقام بے اختیار زبان قلم سے نکلے جاتے ہیں۔

یہ دریا بحر حیرت ہے، یہاں حیرت کو حیرت ہے یہ یارب کیسی حیرت ہے کہ جس حیرت میں حیرت ہے
نہ لہروں کی نہایت ہے، نہ پاں موجوں کی غایت ہے ہزاروں غوطہ زن ہیں اور نہایت بے نہایت ہے
لیکن صفات خدا کی بے ابتدا انتہا ہونے کو یہ تو ضرور نہیں کہ ظہور بھی ان صفات کا یا ان کے اثر کا
بے ابتدا و بے انتہا ہو۔ دیکھو آگ جب سے آگ ہے، جلانا جو اس کی صفت ہے، اس کے ساتھ ہے مگر اس
کے جلانے کی صفت کا ظہور ہو یا نہ ہو، فی الواقع وہ تو ہر وقت جلانے کی صفت کے ساتھ متصف ہے۔ علی
ہذا التیاس خداوند کریم اور اس کی صفت خالقیت یعنی پیدا کرنے کی صفت جیسا وہ بے نہایت ہے، یہ صفت
بھی مثل اس کی دوسری صفات کے بے نہایت ہے۔ مگر اس صفت کے ظہور کے واسطے تو ضرور کہیں نہ
کہیں نہایت ہے، ورنہ لازم آئے گا کہ یہ عالم بھی بغیر پیدا کیے ہمیشہ سے خدا کے ساتھ اسی طرح موجود تھا
اور موجود ہے، مگر جو چیز متغیر متبدل یعنی بدل سدل ہوتی رہے، وہ ہمیشہ سے خدا کی طرح موجود نہیں
ہو سکتی۔ چنانچہ وہ حکیم بھی جن کے نزدیک تمام دنیا اسی کیفیت کے ساتھ قدیم ہے، قدیم بالذات نہیں کہتے بلکہ
قدیم بالزمان کہتے ہیں۔ یہ نہیں کہتے کہ عالم بھی ایسا ہی قدیم ہے جیسا خداوند کریم قدیم ہے کہ جس کا

وقت اور زمانہ مقدار دورہ چاند سورج کا نام ہے نہ لفظ قدم تھا نہ حدوث۔ قدم کے معنی حدوث کے معنی پر موقوف ہیں اور حدوث کے قدم پر اندھیرا اجالے سے پہچانا جاتا ہے۔ جب اندھیرے کا وجود نہیں، اجالا کس کو بتائیں گے۔ فی الواقع جو بھی ہے اسی طرح ہے۔ جب حادث نہیں قدیم کس طرح بتایا جائے گا بلکہ یہ کہتے ہیں کہ قدیم بالزمان ہیں یعنی جب سے زمانہ اور وقت ہے کہ جو سورج چاند کی مقدار دور کا نام ہے، جب ہی سے عالم ہے۔ مگر یہ قول مخالف عقل ہے نہ نقل، اسی طرح اگر مادہ اور روح کیا اگر لاکھوں چیزوں کو قدیم مانو، نہ عقلاً حرج ہے نہ نقلاً۔ جب ظہور صفت خالقیت کے لحاظ سے ضرور ان تمام دنیاؤں میں جو کئی دفعہ پیدا ہوئے اور کئی دفعہ مٹ گئے، کوئی دنیا اول ایسے ماننا ضروریات سے ہے کہ جس کے اعتبار سے اس کی پیدائش یعنی پیدا کرنے کی صفت کا ظہور اور اس کا خالق ہونا ثابت ہو جائے۔ لامحالہ اب وہ سوال وارد ہو گا کہ جس کی تمہید شروع کی گئی تھی۔ یعنی یہ کہا جائے گا کہ ہم نے مانا اس دنیا والے پیغمبر یا رشی کو اس کتاب کی سمجھ پہلی دنیا کے نیک عملوں کی وجہ سے عطا کی گئی اور اس دنیا والے کو بوجہ نیک اعمال اس دنیا کے جو اس سے پہلے گزری۔ اسی طرح چلے چلو۔ مگر جب آخر میں پہلی ہی پہلی دنیا کی باری آئے گی، اس دنیا میں جس شخص کو کتاب اللہ کی سمجھ دی گئی ہوگی، اس کی وجہ ترجیح اس خصوصیت کے ساتھ دوسرے آدمیوں کی نسبت کیا بیان کرو گے۔ مجبوراً یہی کہنا پڑے گا کہ مالک اپنے ملک میں مختار ہے یعنی اپنے ملک میں مختلف تصرف کا۔ حسب مصلحت سب سے زیادہ ہوشیار ہے۔ جس تیل کو اپنے بیلوں میں سے چاہے اپنے رتھ خاص کے لیے کو رکھے، جس کو چاہے چھکڑے میں جتو ادے، جس کو مناسب سمجھے ہل میں چلائے، جس سے چاہے چرسہ کھنچو ادے، مالک کو کوئی ظالم نہیں کہتا کیونکہ وہ اپنی چیز کی قابلیت اس کے برتاؤ کے موقع محل، ان چیزوں کی حیثیت، ان کی عادت خاصی کو جس قدر جانتا ہے، دوسرا نہیں جانتا۔ وہ خوب جانتا ہے کہ یہ تیل گو خوبصورت تو مند ہے مگر رتھ میں اگر جوتا گیا عجب نہیں کہ رتھ ہی کو توڑ دھرے، لہذا مصلحت یہی ہے کہ ہل میں چلایا جائے یا چھکڑے میں لگایا جائے، مالک پر سچے طور سے اطلاق ظلم اور عدل وہی کر سکتا ہے جو ان چیزوں کی حقیقت مالک کے برابر یا مالک سے زیادہ جانتا ہو۔ جب دنیا کے مالکوں کی جو چیز ان کی ملک میں ہے، ان کی حقیقت کیفیت ان کا موقع محل ہر کوئی نہیں جان سکتا تو خدا جو ایسا مالک ہے کہ سب چیزیں اسی کی پیدا کی ہوئی ہیں جو اس کے برابر ہر چیز کی حقیقت اور موقع محل ان کے برتاؤ گمے لیے جانے ممکن ہے کہ اس کی نسبت اطلاق عدل اور ظلم کرے۔ ورنہ جو کچھ اس کا کام ہے، اس کے عدل کی حقیقت

بلوچہ ایک آدمی کو اس کتاب کی سمجھ کے واسطے مخصوص مان لیا جائے اور اس خصوصیت سے اس کو خدا کا مقرب اور ہادی تصور کیا جائے۔ کیا کوئی یہ سوال نہیں کر سکتا کہ اگر اس شخص کے مقرب اور ہادی ہونے کی دلیل اس کا اس زبان کی کتاب کا ہی سمجھنا ہے تو اندریں صورت ممکن ہے کہ سینکڑوں طبیعت دار آدمی نئی نئی زبان گھر کر ان میں کچھ ادھر ادھر کے نصائحِ قیمتی فیصلے لکھ کر ہادی اور مقرب ہونے کا دعویٰ کر سکیں، پھر اس کا زلی زبان میں ماننا کیا فائدہ دے سکتا ہے۔ فائدہ مند تو یہاں وہ بات ہے کہ جو قوتِ معجزہ اس کتاب میں ہو، جو خدا کی کتاب مانی جائے، کوئی آدمی وہ قوتِ معجزہ اپنی کتاب میں، اپنے کلام میں نہ پیدا کر سکے۔

علاقائی زبان میں وحی کا نزول:

تیسری جب باوجود کہہ سکنے اس بات کے کہ بوجہ ہونے اس شخص کے کسی ولایت خاص کا ہم زبان، اسی ولایت کی زبان میں وہ کتاب ظاہر فرمائی گئی تاکہ اس ملک خاص کے رہنے والوں میں تو مرتبہ تعلیم و محکم یعنی سیکھنے سکھانے میں مساوات اور برابری رہے اور باوجود ہونے اس بات کے سالم اعتراض سے اگر خدا کی کتاب زلی زبان میں تمام دنیا سے بغرض بچانے خدا کے اتمامِ ظلم سے مان بھی لی جائے اور پھر اس کا نام عدل رکھا جائے، کیا کوئی منصف مزاج اس صورت میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ جس کام کو چالیس آدمی بہ آسانی کر سکتے ہیں اور سو آدمی بدقت و دشواری، لہذا ان چالیسوں کو بھی دشواری میں ڈال دینا، یہ کون سا عدل ہے۔ ایک شخص من بھر بوجھ کو بہ آسانی اٹھا کر بیس کو س تک ایک بار لے جا سکتا ہے اور دوسرے دو آدمی اسی قدر بوجھ کو آٹھ دفعہ میں۔ کیا یہ بھی عدل ہے کہ ان دو کی خاطر سے اس ایک کو بھی آٹھ بار بیس کو س کی منزل طے کرنے کا قاعدہ جاری کیا جائے۔ دس طالب علم ایسے ہیں کہ بوجہ اپنی قابلیت اور لیاقت کے ایک کتاب کو، جس کا امتحان درپیش ہے، اس کتاب کے احکام کے عملدرآمد کی ضرورت پیش از پیش ہے، اچھے امتحان والوں کو امیدوار انعام کیا جا رہا ہے اور ناکامیابوں کو مستحقِ سزا۔ دس بیس روز میں اس کتاب کا مطالعہ کر کے بخوبی امتحان دے سکتے ہیں اور سو پچاس ایسے ہیں کہ باوجود شرکتِ امتحان کے اسی کتاب میں بغیر دو چار مہینہ کی محنت اور کوشش کے اس کتاب میں امتحان نہیں دے سکتے۔ کیا شفقت اور رحمت کا مقتضا اور عدالت کا تقاضا یہی ہے کہ ان دسوں کو بھی ان سو پچاس کے لحاظ سے اسی کتاب میں جھلاتے رہیں، پھر حکیم مطلق عادل برحق کی طرف یہ گمان کیونکر ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں کہ وہ اپنے ہدایت نامہ کو اس ولایت والوں پر بھی ناجائز، کو اس شخص کے ہرگز نہ لکھا جائے۔ ہرگز نہ لکھا جائے کہ اس کتاب کو اس زبان میں

نے دنیا میں ظاہر فرمائی، دوسرے ملک والوں کے لحاظ سے ایسا دشوار کر دے کہ بوجہ نئی اجنبی زبان ہونے کے، وہ بھی چند مدت تو پریشان ہی رہیں، پھر دوسرے ملک والوں کا تو ذکر ہی کیا ہے۔

عامیانہ زبان غیر موثر ہوتی ہے:

ہم دن رات دیکھتے ہیں کہ جو ہدایتیں ہماری ہی زبان میں خدا کی طرف سے رائج کی جاتی ہیں اور حق ہونے ان ہدایتوں کا لوگوں کو یقین بھی ہے، عموماً آدمی نہیں سمجھتے۔ جو ہدایت نامہ نیانی زبان میں رائج کیا جائے، اس کی طرف شاید وہی لوگ رجوع کریں جو اس سے پہلے سے ملے ہوئے ہوں۔ اس کے نفع نقصان میں شریک ہوں یا کسی وجہ سے اول سے اس کے معتقد ہوں یا اس کی حکومت سے مجبور ہوں۔ ہاں البتہ مقتضائے شفقت اور عدالت اور ہدایت چٹک یہ ہو سکتا ہے کہ ایسی زبان میں یا ایسی طرح وہ ہدایت نامہ ظاہر فرمایا جائے کہ بہ آسانی تمام ہی دنیا میں سب لوگوں کو اپنی اپنی زبان میں برابر اس کے سمجھنے کا موقع کامل مل جائے یا اس طرح کہ وہ قانون یک ساتھ تمام ہی دنیا کی زبان میں ظاہر فرمایا جائے یا اس ایک اجنبی نئی زبان کی سمجھ اپنی اپنی زبان کے سمجھنے کے برابر تمام دنیا والوں کو یک ساتھ عطا کر دی جائے۔ مگر ان دونوں صورتوں میں سے ایک بات بھی کسی کتاب میں، جو خدا کی کتابیں مشہور ہیں، نہیں پائی جاتی۔ گویا عادت اللہ ہی اس طرف نظر نہیں آتی۔ لامحالہ اس شفقت کا ظہور، بجز اس شکل کے تصور میں نہیں آتا کہ تمام ملک والوں کے دل میں اللہ اس کے ترجمہ کی محبت ایسی ڈال دے کہ تمام ہی دنیا کی زبانوں میں اس کے مختلف ترجمے ایسے شائع ہو جائیں کہ دوست دشمن سب برابر اگر اس کو سمجھنا چاہیں سمجھ سکیں اور بلا تکلف اس کے سمجھنے کا موقع پائیں۔ اگر کسی ترجمہ کے سمجھنے میں یا فی نفسہ اسی ترجمہ میں کسی قسم کی غلطی واقع ہو جائے، وہ اصل زبان، جس میں وہ کتاب ظاہر کی گئی تھی، اس کو اپنا حکم اور منصف بنا سکیں اور بنائیں۔ چنانچہ یہی امر ممکن ہے اور بعض کتابوں میں پایا بھی جاتا ہے اور قانون قدرت خداوندی اس کی کتابوں کی نسبت بعض کتاب میں اسی طرح نظر بھی آتا ہے فافہم و تدبر۔

نتیجہ : واضح ہو کہ اس امر کی تحقیقات مد نظر تھی کہ خدا کی کتاب کس قسم کی زبان میں ہونا چاہیے، لہذا اس سے علاوہ اس امر کی تحقیقات کہ دنیا کا بار بار پیدا ہونا یا اسی دنیا میں ایک ہی آدمی کا مختلف شعلوں میں پھر پھر بار بار جنم لینا نئی شعلوں میں ظاہر ہونا، اگر یہ مسئلہ فقط بغرض ثابت کرنے جزا سزا پر بھلے علموں کے ہے، جب تو اس کا خلاف عقل اور بے سود ہونا اعتراض اول میں اچھی طرح ظاہر کر دیا گیا اور ان شاء

کے بیان کا موقع نہیں۔ علاوہ بریں چونکہ یہ مسئلہ ایک امر غیبی ہے اور حواس خمسہ ظاہری اس کے دریافت اور ادراک سے بری لہذا اس کی تحقیق میں قول ان لوگوں کا قابل اعتبار ہو سکتا ہے جن کی باطنی قوتیں پوشیدہ اور غیبی چیزوں کے دیکھنے کی روحوں سے ملاقات کرنے کی قوت رکھتی ہیں اور چونکہ یہ امر ضروری اور لازمی ہے کہ خدا کی کتاب بحکم مقدمہ اول دینی اور دنیوی ظاہری اور باطنی زندگی اور موت تمام ہی قسم کی عمدہ اور شائستہ ہدایتیں کرنے والی ہو، سب قسم کی ہدایتوں میں تمام تعینات عالم سے فوقیت رکھنے والی اور بے مثل ہو اور اسی طرح اس کالانے والا جس کے واسطے سے خداوند کریم اس ہدایت نامہ کو دنیا میں شائع فرمائے، تمام دنیا کے آدمیوں سے بے مثل قوت رکھنے والا ہو۔ لہذا جو امور غیبی ہیں، ان کا جواب بھی عقلاً اور نقلاً، عیاناً اور بیاناً اسی کتاب سے لینا چاہیے اور اس کے جواب کو قابل اعتبار سمجھنا چاہیے جو کتاب حقیقتاً خدا کی کتاب ثابت ہو جائے۔ فقط واللہ اعلم۔

اعتراض پنجم: کیا یہ بھی ضرور ہے کہ خداوند کریم کی کتاب کسی مقبول آدمی کے ذریعہ اور واسطے سے دنیا میں ظاہر فرمائی جائے۔ کیا خدا خود بذاتہ نہیں ظاہر کر سکتا۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ خداوند کریم ایک غیبی آواز بہ نسبت ہر حکم کے عند الضرورت یا یکدم ہر ایک کے کانوں میں یکساں پہنچا دے اور سب دنیا کے لوگ اپنی اپنی زبان میں اس کو سمجھ کر اپنی اپنی زبانوں میں اس کو لکھتے رہیں اور جب محبت مصلحت ہر زمانہ یا ایک ہی زمانہ معین کے کامل طور سے ظاہر ہو چکے، سب کے پاس بلا اختلاف مختلف زبانوں میں رہے یا ایک ہی شہر والوں کے پاس بدستور قائم رہے اور اس شہر والوں کے ذریعہ سے تمام دنیا میں شائع ہوتی رہے یا خود خداوند کریم بذاتہ آدمی کی شکل میں مجسم ہو کر بقدر ضرورت دنیا میں رہ کر سب کو سمجھا جائے اور ان مضامین ضروری کو لکھ کر سب کو لکھوا تا جائے یا خود لکھ کر شائع کر جائے یا اپنی کسی صفت خاص کو مجسم کر کے دنیا میں بھیج دے اور اس کے ذریعہ سے تمام دنیا میں شائع کر دے یا کسی فرشتہ کو بشکل آدمی چند روز کو پیدا کر کے یا ظاہر فرما کے یہ سب کام بقدر ضرورت لے لے۔

جواب اعتراض پنجم: ذات پاک خداوند کریم سے علی العموم تمام دنیا کو یا علی السواء یعنی برابر ایک شہر والوں کو اپنا کلام پاک بلا واسطہ کسی کے غیبی طور سے سنا دینا ہی ممکن نہیں بلکہ اس قادر مطلق کی قدرت کاملہ سے یہ بات بھی ممکن ہے کہ سب کو ہدایت یافتہ، مطیع اور فرمانبردار، سب کو دولت مند و دولت مند یا فقیر ہی فقیر برابر یکساں ہدایت کر دے، مگر اس امر پر عادت اللہ جاری نہیں۔ اگر ہو تو عطا اور اس

ہم کی کتاب کہ 'جو غیبی طور سے برابر سن کر لکھی ہو یا اس طور پر شائع ہوئی ہو مع ثبوت اس دعوے کے لازم۔ کوئی بھی نہیں لاسکتا۔ وہ کون آدمی ہے کہ اس دعویٰ ہی کو فضول اور لغو نہیں سمجھتا ہو اور یہ بات کہ خدا نے مختلف طور پر کسی کو فقیر، کسی کو غنی اور امیر، کسی کو کافر، کسی کو مومن کیوں بنایا اور پھر بنایا تو پیغمبروں اور ہادیوں کو کیوں بھجوا یا۔ کیا کوئی پیغمبر جس کو خدا نے کافر بنایا، اس کو مومن بنا سکتا ہے۔ اس کا جواب ظاہر ہے کہ اللہ کے بنائے ہوئے کافر کو تو کوئی مومن نہیں بنا سکتا اور نہ اس غرض سے پیغمبر بھیجے گئے بلکہ پیغمبروں کے بھیجنے سے مقصود یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کے علم میں مومن ہیں اور اللہ نے ان کو مومن بنایا ہے، مگر محبت کفار حقیقی سے وہ مثل فولادی تلوار کے مٹی میں ایک مدت پڑی رہنے سے زنگ خوردہ مثل مٹی کے ہو جاتی ہے، کافر ہو گئے ہیں۔ وہ پیغمبروں اور ہادیوں کے صیقل نصائح سے مثل اس تلوار زنگ آلودہ کی، جو صیقل سے صاف ہو جاتی ہے، زنگ کفر سے پاک صاف ہو کر مومن کامل حسب مشیت ایزدی نکل آئیں اور ان کے ایمان کے جو ہر ظاہر ہو جائیں۔

رہا دوسرا امر یعنی خدا کا جسم ہو کر دنیا میں آنا، جب حدوث اور احتیاج کا اپنی ذات بے مثل پر لگانا اور بے مثل بھی رہنا ایسی بات ہے کہ دن دن بھی رہے اور رات بھی۔ ایک ایک بھی رہے اور دو بھی۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ خدا خالق بھی رہے اور مخلوق بھی۔ جس طرح تمام عقلاء کے نزدیک خدا کو اپنے جیسے دوسرے خدا کے پیدا کرنے پر قادر ماننا خدا کو اپنے مارنے پر قادر سمجھنا عقل سے کوسوں دور ہے اور موجب نقصان ذات پاک خداوند غیور اسی طرح بلکہ اس سے زیادہ خدا کو آدمی جیسا جسم ماننا اس غنی اور بے پروا، بے احتیاج کو محتاج فرض کرنا بالکل محال اور عقل سے بہت ہی دور ہے اور قوت اور صفت خاص خداوند کریم کے مجسم ہونے کے اگر یہ معنی ہیں کہ جس طرح اس کی صفت خالقیت کا ظہور یہ تمام عالم ہے، وہ بھی ایک ظہور ہے، جب تو مسلم مگر بے سود اور محض بے بہود، جیسے اور آدمی اس کی قدرت کا مظہر ہیں، وہ بھی مثل ان کی اس کی قدرت کاملہ کا مظہر ہوں گے، بلکہ مظہر اتم اور بہ نسبت دوسرے آدمیوں کے تاج قبولیت کے ساتھ ممتاز۔ اور اگر یہ معنی ہیں کہ ایک صفت اور قوت خاص نے خدا سے جدا ہو کر اس شخص خاص کی شکل میں ظہور کیا ہے، لامحالہ خدا کو ایسی صفتوں سے مرکب ماننا پڑے گا اور یہ امر سب کا مسلم ہے جو محتاج ہے، خصوصاً ایسا محتاج کہ اپنے وجود ہی میں محتاج، وہ خدا نہیں۔ علاوہ بریں جب وہ صفت خدا سے جدا ہو کر بشکل انسان ظاہر ہوگی، اس وقت خدا کو اس صفت کے اعتبار سے ناقص ماننا پڑے گا اور خدا کی ذات

بشكل آدمی ہی مان لیا گیا، نتیجہ کیا نکلا۔ ہر شخص دعویٰ کر سکتا ہے کہ میں فرشتہ ہوں۔ البتہ اگر یہ مانا جائے کہ اس کو دوسرے آدمیوں کی نسبت یہ بات بھی حاصل ہو کہ صورت بھی فقط آدمیوں کی رکھتا ہو نہ کہ خاصیت بھی آدمی کی سی رکھے، بلکہ نہ کھائے، نہ پئے، نہ سوئے اور پھر تو اتنا رہے تاکہ ہر کوئی لاکھالہ اس کا معتقد بن جائے۔ مگر اس قسم کا دعویٰ اول تو کسی رشی یا پیغمبر نے، جن کے ذریعے سے اللہ کی کتابیں دنیا میں مشہور ہیں، معتبر طور سے جس کا ثبوت یقینی کوئی دے سکے، کیا ہی نہیں، گویا اس طریق پر عادت اللہ جاری ہی نہیں ہوئی اور اگر بغرض محال مان بھی لیا جائے جب بھی زمانہ کھانا نہ پینا محتاج جماع وغیرہ نہ ہوتا پھر ان تین باتوں کے ساتھ اس شخص کا مرد یا عورت ہونا یا نہ مرد نہ عورت بلکہ خود مادر زاد ہونا بھی مفید ہدایت خاص و عام نہیں ہو سکتا۔ ہدایت کے واسطے تو وہی قوتیں کام آئیں گی جن کا تعلق عقلاً ہدایت اور رہنمائی کے ساتھ ہو۔

الور کی ایک ضعیف برہمن عورت:

قصبہ تھانہ علاقہ الور میں ایک برہمنی ضعیف العمر موجود ہے۔ (اس کا بیان ہے کہ میں بھوک پیاسی رو رہی تھی۔ ایک مسلمان بزرگ مجھ کو دعا دے گئے۔ زان بعد نہ مجھ کو بھوک لگتی ہے نہ پیاس۔ ۱۲ عرصہ چودہ برس سے نہ کھاتی ہے نہ پیتی ہے۔ ہمارے یہاں کے راجہ نے پہرا دو تین روز بٹھا کر اس کا امتحان بھی کیا مگر سانچ کو کہاں آنچ، ہندی نقل مشور ہے۔ عیاں راجہ بیاں۔ جس کا مٹی چاہے دیکھ لے مگر قوت ہدایت نہیں۔ چند جملاء اس کو کچھ مانتے ہیں۔ عقلاء تو پوچھتے بھی نہیں اور جو دن رات کھائیں اور کچھ باتیں بتانا جانیں، ان کے اکثر معتقد ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ قوت ہدایت اور ہے اور نہ کھانا نہ پینا اور۔ اگر خدا کا رسول کل یا بعض صفات انسانی سے جدا ہو تو انسانوں کو اسی قدر اس سے موافقت میں بوجہ اجنبیت کے کی ہوگی اور اس کی ہدایت میں بھی خلل اور نقصان رہے گا، لہذا اس کا شکل ہمارے ہی اوصاف بشری کے ساتھ متصف ہونا ضروری ہے۔

اعتراض ششم: خیر یہ سب کچھ مسلم مگر عقلاً "خدا کا قانون جیسا وہ قائم دائم ہے، ویسا ہی ہمیشہ رہتا" چاہے اس واسطے کہ بصورت تجویز نسخ لازم آتا ہے کہ خدائے کریم اپنے پہلے حکم کے انجام سے ناواقف تھا۔ لہذا بعد تجربہ اس کو منسوخ کرنا پڑا۔

حالا اعتراض ششم

اور رہے گی۔ جیسا وہ بے مانند غیر متغیر و بے مثل ہے، اس کا قانون بھی غیر متغیر یکساں ہی رہنا چاہیے مگر چونکہ دنیا اور دنیا والے 'زمانہ' اور اہل زمانہ ہمیشہ بدلتے رہتے ہیں باعتبار اختلاف ہمارے تغیر تبدل کے ہم پر ظاہر ہونے کے اعتبار سے قانون خدا بھی ضرور بدلتا رہنا چاہیے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ہر شخص جانتا ہے کہ باعتبار اختلاف زمانہ کے اور اختلاف ہر شہر و دیار کے ہر زمانہ والوں اور ہر شہر والوں کی طبیعتیں اور قوتیں مختلف ہوتی ہیں بلکہ باعتبار ارضانی اور گرانی عدیم الوجود اور کثیر الوجود ہونے کے ہر شے کا اختلاف ظاہر ہے۔ لامحالہ ضرور ہے کہ مدبر عالم منتظم بنی نوع آدم کے قوانین اور احکام بھی محسب تغیر و تبدل زمانہ ہر زمانہ کے لیے مختلف ہوں۔ ہر شہر و دیار کی طبیعتوں اور قوتوں کا بموجب ہر زمانہ کے اس میں لحاظ ضرور ہے جس طرح مختلف قوت مختلف طبیعت کے آدمی باعتبار اختلاف زمانہ کے ہمیشہ پیدا ہوتے رہتے ہیں اور پردہ علم اللہ سے ہمیشہ ظاہر ہوتے ہیں۔ ان قوانین کا بھی پردہ علم اللہ سے محسب ضرورت بموجب طبائع اور قوت ان لوگوں کے محسب مصلحت و قافاً فوقاً ظاہر ہوتا رہنا چاہیے۔ اگرچہ وہ سب قوانین مثل جمیع موجودات اور تمام مخلوقات کے اللہ جل شانہ کے مرتبہ علم میں بلا تغیر اور بے کم و کاست ہمیشہ سے موجود ہیں اور ہمیشہ موجود رہیں گے مگر تمام موجودات کا یکدم ایک وقت میں ظہور ہو تو سب قوانین کا بھی یکدم ایک وقت میں ظہور ہو۔ جب تک موافق مصلحت طبیعت اور قوت مریض کے دوا نہیں ہوتی، شفا نہیں ہوتی۔

علیٰ ہذا احکامات اور قوانین کا موافق مصالح اہل زمانہ بدلتا رہنا اصلاح اہل زمانہ کے لیے شان حکیم مطلق کے لائق ہے اور قانون قدرت خداوندی کے موافق، بلکہ جس طرح بموجب کم و بیش تغیرات زمانہ دراز کے تغیر ہونا چاہیے، محسب تھوڑے سے تغیر دن رات کے تھوڑا سا دن رات کے برتاؤ کے احکام میں بھی تغیر ہونا چاہیے۔ رات کے احکام اور ہونا چاہئیں اور صبح کے وقت کے قوانین اور شام کے وقت کے احکام اور، اور دوپہر کے احکام اور، خواہ اس تغیر اور تبدل کو، جو ہمارے اعتبار سے روشنی آفتاب وغیرہ اور زمانہ اور اہل زمانہ میں ظہور میں آتا رہتا ہے تغیر و تبدل کو یا نہ کو، ناخ منسوخ کے لفظ سے تعبیر کر دیا کسی اور لفظ سے، بہر نفع معنی اور مقصود وہی رہے گا جو ہر فرد بشر ہر امر میں ظاہر ہے۔ یہاں تک صبح سے شام تک فقط آفتاب کی روشنی میں بھی محسب مصلحت تغیر و تبدل تدریج ظاہر ہے اور وہ بھی اس درجہ مختلف کہ روزانہ تغیر اور ہے اور ماہانہ اور، سالانہ اور، اس واسطے کہ اختلاف طبیعت اور قوت اہل زمانہ کا

۔۔ رات کی مقدار پر سو بھی لے، جب بھی رات کا جاگنا عام طبیعتوں پر شاق ہوتا ہے۔ بہ مقتضائے اسی حکمت کاملہ کے، 'وقت مقررہ دن میں آفتاب پر اس حکیم مطلق نے اپنا پرتو نورانیت ڈال کر دیا۔ جس طرح بھی ہو بقدر ضرورت طبائع آدمیوں کے دن میں آفتاب کا چراغ روشن کر دیا۔ بقدر ضرورت دن کی کارروائیوں کے اس روشنی کو گرمی کے ساتھ ملا کر اناج وغیرہ اکثر چیزوں کی پختگی اور پکنے اور خشکی اور سوکنے کا سبب بنا دیا۔ حسب تغیر طبائع اہل زمانہ کے رات کو بھی فقط ستاروں کے چراغوں پر کفایت کی، 'کبھی حسب ضرورت چاند کی مشعل مختلف طور سے روشن کر دکھائی۔ کبھی آدمی رات تک، 'کبھی چوتھائی رات، 'کبھی ساری رات۔ کبھی کم، کبھی زیادہ۔ کبھی حسب ضرورت اور حاجت طبائع انسانی جسم لطیف آگ کو ایک روشنی عطا کر کے مختلف طور سے حسب ضرورت اوقات اس سے کارروائی کے طریقے حضرت انسان کو تعلیم فرما دیے۔ کبھی شمع بنا کر کبھی بطریق مشعل، کبھی بصورت لیپ، کبھی گیس کی روشنی سے، کبھی بجلی کی روشنی علاوہ حصول روشنی سے مختلف کام لینے کے طریقے سکھائے اور کبھی بصورت جھاڑ اور فانوس۔ کبھی بغیر ان تمام روشنیوں کے۔ آنکھ کی روشنی ہے پر کہ جس کا کام فقط اجالا اور اندھرا دیکھنا ہے، حضرت انسان کو عطا کر کے اسی پر کفایت کی۔ کبھی بطریق صمیریم بغیر مدد سورج چاند وغیرہ کے روشنی کو بتصور آفتاب ماہتاب بڑھانے کا طریق تعلیم فرما کر اندھیری رات میں سورج کے اور چاند کی سی روشنی یا کم و بیش عطا فرما کر حسب طبیعت اور مزاج اس انسان کے اس کی اکثر کارروائیوں کا سلسلہ اس طریق سے بھی وابستہ کر دیا باوجودیکہ سورج ستارے آگ وغیرہ یہ تمام روشنیاں قبل پیدائش اور ظہور اور بعد معدوم ہونے ان سب روشنیوں کے مع کیفیت تغیر و تبدل شبانہ روزی کے مرتبہ علم خداوندی میں ہمیشہ سے موجود ہیں اور ہمیشہ موجود رہیں گے، جس طرح عالم کو ہم دیکھتے ہیں، کبھی کچھ موجود ہوتا ہے، کبھی کچھ معدوم۔ کبھی کچھ ہے کبھی کچھ۔ مگر مرتبہ علمی میں باعتبار اس کی صفت دانا اور عالم ہونے کے کہ جو قدیم ہے مع جمیع تغیرات ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ علیٰ ہذا اویہ، تورات، انجیل، زبور، ژند پازند، فاروق، قرآن مجید وغیرہ ان سب کا مجموعہ اگر فی الواقع سب کلام الہی ہیں یا ان میں سے ان بعض کا مجموعہ جو واقعی خدا کا کلام ہے، مرتبہ علم خداوند کریم میں عنشاء اس کی صفت قدیم متکلم دانا اور عالم ہونے کے ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا مگر باعتبار ظہور کے جس طرح تمام عالم اور بنی نوع آدم میں باعتبار اختلاف قوت، ضعف، صحت، مرض قوی الہیکل، صغیر الجسد، چھوٹائی، بڑائی وغیرہ وغیرہ کے ہمیشہ نئے نئے تغیر تبدل ظہور میں آتے رہتے ہیں، ضرور ہے کہ اس مجموعہ علمی میں سے باعتبار اختلاف زمانہ حسب مصلحت قوانین، کاہن، تغیرات، ظاہر ہوتا رہے۔ اور واسطہ کار

حقیق امام غزالی ونسفی وغیرہ رحمہم اللہ اپنی کتب عقاید میں تحریر فرماتے ہیں کہ نسخ یاں انتہاء حکم کو کہتے ہیں یعنی نسخ اس بات کے بیان کر دینے کا نام ہے کہ یہ حکم مع عبارت اس وقت تک کے زمانہ والوں کے موافق تھا۔ اس کے بعد والوں کو یہ حکم اور یہ عبارت دونوں مضربیں اور یہ جواب نازل ہوا نافع یا یہ الفاظ تو ہمیشہ کے لیے نافع ہیں مگر جو حکم ان سے ثابت ہوتا ہے، وہ قطعاً مضرب ہے یا یہ حکم تو ہمیشہ کے لیے نافع ہے مگر یہ عبارت آئندہ کے لیے ہرگز نافع نہیں بلکہ مضرب ہے۔ قسم اول کو منسوخ التلاوت والکلم کہتے ہیں اور قسم دوم کو منسوخ الکلم اور قسم سوم کو منسوخ التلاوت اور مفصل اس امر کی بحث مع امثلہ ان شاء اللہ العزیز تحت آیہ کریمہ مانسوخ من ایہ الایۃ کے کی جائے گی اور اشارہ ”کچھ پہلے ہی ہو چکی ہے۔“

اعتراض ہشتم:

بعد تسلیم ان تمام امور کے اب یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ اول یہ جتنی بھی کتابیں خدا کی طرف منسوب ہیں، بطریق وحی خواہ الہام ان کو اور ان کے لانے والوں کو ایک زمانہ دراز گزر گیا، پھر ہم کس ذریعہ سے اس امر کو یقین کر لیں کہ فی الواقع یہ کتابیں یا ان میں سے فلاں فلاں کتاب وہی کتاب ہے جو اپنی اصلی حالت پر موجود ہے۔ جو فلاں نبی یا رشی کو بطریق وحی یا الہام دی گئی تھی یا اس پر نازل ہوئی تھی۔ ممکن ہے کہ یہ اپنی حالت پر نہ رہی ہوں اور ان میں بہت کچھ تغیر و تبدل ہو گیا ہو یا سرے سے وہ کتاب ہی نہ ہو اور کسی دوسرے شخص نے خود بنا کر اپنے احکام خود تراشیدہ کے چلانے کی غرض سے اس کو کسی مشہور نبی یا رشی کی طرف نسبت کر دیا ہو۔ چنانچہ دنیا میں اس وقت کوئی ایسی کتاب نظر نہیں آتی، جس میں ان احتمالوں سے کوئی بھی احتمال نہ پایا جاتا ہو۔ دیکھو ویدوں کو تو کوئی یقینی طور سے بتایا نہیں سکتا کہ یہ کس کے ذریعہ سے دنیا میں ظاہر ہوئے اور سب کے سب موجود ہیں یا بہت کچھ گم ہو گئے یا اصلی وید بالکل ہی نہ رہے۔

ہندوؤں کی الہامی کتابوں پر ایک نظر:

شپتہ برہمن سے معلوم ہوتا ہے کہ پر جاپتی یعنی برہمانے آگ، ہوا اور سورج کو تپا کر ان تینوں سے رگ وید، یجورید، سام وید کو نکالا۔ دوسری جگہ اسی شپتہ میں لکھا ہے کہ اگنی سے یعنی آگ سے رگ وید وایو یعنی ہوا سے یجورید اور سورج سے سام وید کو نکالا۔ اتھرو وید سے صاف ظاہر ہے کہ اتھرو وید پر م ایثور کے منہ سے نکلا اور گرید پر م ایثر سے کاٹا گیا اور یجورید اس سے چھپا گیا اور سام وید پر م ایثور کے سر کے بال

ایک جگہ یہ بھی لکھا ہے کہ اچھشت نام پر میثور سے یہ چاروں وید پیدا ہوئے، پھر بھاگوت پران، مارکنڈی پران، وشنو پران سے ثابت ہوتا ہے کہ برہما کے چار منہ تھے۔ ہر منہ سے ایک ایک وید نکلا۔ بعض کا قول ہے اور اس قول کا پتہ ژند پازند آتش پرستوں کی کتاب سے بھی چلتا ہے کہ یہ چاروں وید بیاس جی کی تصنیف شدہ ہیں۔ پنڈت اور وشنو کی رائے ہے کہ اصلی وید مدت سے گم ہو گئے، جن میں بہت کچھ تھا۔ وہ کہتے ہیں مہابھارت میں صاف لکھا ہوا ہے کہ جن دیوؤں نے دنیا کے پیدا کرنے میں برہما جی کی مدد کی تھی، وہ ویدوں کو چرا کر لے گئے تھے۔ تیزیا برہمن سے پتہ چلتا ہے کہ وید بے شمار تھے۔ جتنا رشیوں نے مناسب سمجھا، ظاہر کیا، باقی کو چھپا دیا۔ وشنو پران میں لکھا ہے کہ چار گیوں کے آخر میں وید سب گم ہو گئے تھے۔ پھر قطع نظر ان تمام روایتوں کے یہ تو ظاہر ہے کہ ایک مدت دراز سے یہ سب وید بنارس کے مندروں میں ایسے چھپے ہوئے تھے کہ سوائے پنڈتوں بنارس کے، کسی کو ان کی ہوا لگنا بھی محال تھا اور دوسری قوموں کو ان کا سکھانا اور پڑھانا بہت بڑا گناہ سمجھتے تھے اور جو کہیں اکبر بادشاہ کے مرتب کرائے ہوئے ترجمے پائے بھی جاتے تھے، تو وہ غیر معتبر اور محرف کھلائے جاتے تھے۔ اب تھوڑے دنوں سے دیانند جی نے خدا کو خبر اصلی ویدوں کو ظاہر کیا ہے یا نقلی ویدوں کو یا اپنے من گھڑت ویدوں کو اور اکثر پرانے پنڈتوں کی تو یہی رائے ہے کہ یہ وید اصلی نہیں۔

سوامی دیانند نے وید کی شرح لکھی:

سوامی دیانند نے جب اپنی شرح وید پنجاب گورنمنٹ کے پاس محکمہ تعلیم کے کورس میں داخل کرنے کی غرض سے بھیجی اور پنجاب گورنمنٹ نے اس پر رائے طلب کی تو اس پر پنڈت گورو پرشاد بیڈ پنڈت اور ٹیل کالج لاہور اور پنڈت رکھی گنیش سیکنڈ میجر کالج مذکور، مسٹر ٹائی ایم۔ اے پرٹیل پریزیڈنسی کالج کلکتہ، مسٹر ایف کرفتہ ایم۔ اے مترجم ہرچمار وید پرٹیل ہند کالج بنارس وغیرہ نے بلا اتفاق یہ رائے ظاہر کی کہ دیانند کا من گھڑت ترجمہ ہے، ویدوں کا ترجمہ نہیں ہے، بلکہ دیانند نے نئے وید بنائے ہیں، اس لیے دیانندی درخواست داخل دفتر کر دی گئی۔ علاوہ بریس اگر دوسرے پنڈتوں کی رائیں نقل کی جائیں تو ایک دفتر ہو جائے۔ اسی طرح تو ریت، زبور، انجیل جس زبان میں نازل ہوئی تھیں، اس زمان میں تو ان کا ملنا تقریباً محال ہی ہو گیا اور ان زبانوں کے جاننے والے بھی عفا صفت رہ گئے مگر ان کے ترجمے جو عربی، فارسی،

کے چپے ہوئے دوسرے مطبع کے چپے ہوؤں سے نہیں ملتے اور مولانا رحمت اللہ مرحوم سماجر کی نے اپنی کتاب "مستند التحریف" میں اثبات تحریف انجیل میں وہ تحقیقات کی ہے کہ آج تک کوئی پادری اس کا جواب نہیں دے سکا اور نہ دے سکتا ہے۔

پارسیوں کی ژند پائژند:

ژند پائژند جو پارسیوں کی مسلمہ الہامی کتاب ہے، اس کا تو بجز چند خاص لوگوں کے یا خاص پارسیوں کے کوئی نام بھی نہیں جانتا مگر ان کتابوں کے ماننے والے، جو فی زمانہ موجود ہیں، ان کتابوں کو وحی آسمانی مانتے بھی نہیں، نہ وہ وحی کے بذریعہ جبریل علیہ السلام یا بطریق سلسلۃ الجبرس مثل مسلمانوں کے قائل ہیں بلکہ سب ان کتابوں کو الہامی کتاب مانتے ہیں، لہذا ان کا اعتراض ہے کہ الہام کا دعویٰ جو چاہے ہو سکتا ہے، پھر انہی کتابوں کو الہامی کتاب واجب الاماعت کیوں کہا جاتا ہے۔

قرآن کریم کی امتیازی حیثیت:

اعتراضات مذکورہ دوسری کتابوں پر عاید بھی نہیں ہوتے البتہ بموجب بعض اقوال کے، جو دید کی نسبت ذکر کیے گئے، اگر ان کو باوجود اختلاف اقوال صحیح مان لیا جائے، بعض اعتراض ہو سکتے ہیں مگر قرآن شریف کی نسبت چونکہ یہ دعویٰ ہے کہ یہ کلام اللہ قدیم ہے۔ قرآن مجید پر یہ سب اعتراض وارد ہوتے تھے اور ان سب کے جواب شافی دے دیے گئے مگر یہ اعتراض قرآن شریف پر اب بھی باقی ہے کہ یہ کیونکر مانا جائے کہ یہ قرآن شریف وہی قرآن شریف ہے، جو جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر بواسطہ جبریل علیہ السلام یا بطریق سلسلۃ الجبرس نازل ہوا تھا بلکہ شیعوں کی معتبر کتاب کافی کلینی خصوصاً جلد اول، اصول کافی سے تو صاف ظاہر ہے کہ اس قرآن موجودہ میں بہت کچھ تحریف کی گئی ہے اور "تفسیر صافی" کے چھٹے مقدمے میں ملا حسن مجتہد معتبر شیعوں نے تو صاف لکھ دیا ہے کہ بلاشبہ ہمارے حجت الاسلام یعقوب کلینی اور اس کے استاذ قی کے نزدیک تو یہ قرآن وہ قرآن ہرگز نہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا، البتہ شریف رضی اور ابن بابویہ نے بصورت ماننے روایات معتبرہ کافی کلینی کے بہت کچھ نقصانات دینی محسوس کر کے پچھلے شیعوں سے بہ مصلحت غالباً بطور تقیہ یہ کھلوادیا کہ بلاشبہ کم و کاست اور بلا تحریف لفظی و معنوی

اس امر کے ثبوت میں لکھے تھے، ان سب پر ملاحسن نے اپنی تفسیر صافی میں بہت کچھ اعتراضات جڑ دیے۔ علاوہ بریں یہ تو تمام شیعوں کا عقیدہ ہے کہ اصل قرآن مجید کو تو امام موعود امام مہدی علیہ الرحمۃ سرمن رائے کے سردارہ میں لیے ہوئے چھپے بیٹھے ہیں اور اس قرآن کو نماز وغیرہ میں اس واسطے پڑھتے ہیں کہ اس میں کچھ حصہ صحیح ہے اور بعض آئمہ معصوم نے امام مہدی علیہ الرحمۃ کے ظہور تک اسی قرآن سے کام چلانے کی اجازت دے دی ہے اور قرآن مجید سے بہت کچھ کم ہو جانے کی روایتیں تو بعض کتب مجتہدہ اہلسنت میں بھی موجود ہیں، لہذا بصورت ہونے ناخ منسوخ آیتوں کے، قرآن میں جس کا ذکر ابھی جواب اعتراض ششم میں ہو چکا ہے، یہ کیونکر معلوم ہو کہ جو حصہ کم ہو گیا، وہ حصہ ناخ الحکم والاتوات آیتوں کا تھا یا منسوخ الحکم والاتوات کا۔ لہذا شیعہ سنی وغیرہ تمام ہی مسلمانوں کے نزدیک یہ قرآن قائل عمل نہ رہا۔ (نحوذ باللہ منها)

پھر بعد تسلیم قرآن علی سبیل الفرض ترجموں کا اتنا اختلاف ہے کہ اگر عربی نہ جانے والا، درکنار جاننے والا بھی اگر مسلمان ہونا چاہے، حیران رہ جاتا ہے کہ کون سے ترجمے کو اور کس کی تحقیق کو تمام فرقوں اہل اسلام سے راست اور صحیح مانا جائے۔ لامحالہ دو باتوں سے ایک بات ضرور کھٹا پڑتی ہے کہ یا تو یہ سب مسلمان، جو ایک دوسرے کو کافر کہہ رہے ہیں، سبھی ناحق پر ہیں اور نحوذ باللہ دین اسلام کوئی دین قائل حلیم ہی نہیں ہے یا یہ سب ایک دوسرے کو ضد سے کافر کہہ رہے ہیں ورنہ فی الواقع سب حق پر ہیں۔ مگر اس شق دوم کو کوئی عاقل تسلیم نہیں کر سکتا کہ باہم ایک دوسرے کو کافر بھی کہیں اور پھر سب حق پر ہوں۔ اس واسطے کہ کافر کہنے میں بھی جب سب حق پر ہوئے تو سب کافر ٹھہرے۔ لامحالہ تمام مبلغین اسلام پر لازم ہے کہ یا تو تبلیغ اسلام سے ہاتھ اٹھالیں یا ان سب اسلامی فرقوں سے، جو سافرۃ اور ان کا کیا ہوا ترجمہ قرآن کا حق ہو، اس کی پہچان کی سبیل بنادیں۔ فقط۔

جواب اعتراض ہفتم: تمام وید اور ژند پانڈ کی نسبت جو کچھ بھی کہا جائے، وہ بجا و درست ہے۔

علیٰ ہذا القیاس توریت اور انجیل و زبور کی نسبت بعد منسوخ ہو جانے ان کتابوں کے، قرآن مجید کے ساتھ یعنی ختم ہو جانے اس زمانہ کے، جب تک ان پر عمل کرنا خدا کے علم میں اس زمانے والوں کے لیے مفید تھا، جو بھی کہو وہ کم ہے۔

قرآن پاک کے متعلق شیعہ روایات کی کوئی حقیقت نہیں:

قرآن مجید کی نسبت بعض روایات، بعض کتب شیعہ سنی کو دیکھ کر یہ گمان کرنا کہ اصلی قرآن مجید باقی نہ رہا یا محرف ہو گیا، محض بے علمی پر مبنی ہے یا تعصب پر۔ اس واسطے کہ جب آیہ کریمہ ما نسخ من ایه او ننسها فانت بخیر منها او مثلها اور آیہ کریمہ انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون بلا تغیر و تبدل و تحریف لفظی و معنوی تمام فرقوں اہل اسلام خصوصاً شیعہ اور سنیوں کے نزدیک بلاشبہ کلام ربانی ہے تو بلاشبہ جس قدر بھی قرآن کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا بھول جانا مروی ہے کہ پھر وہ یاد ہی نہ آئے یا یاد بھی رہا یا یاد آگیا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قصداً ان کا پڑھنا اور پڑھوانا تلاوت قرآن مجید کے وقت اور نماز میں چھڑوا دیا۔ اس قدر قرآن کا منسوخ اتلاؤا ہوتا آیہ مذکور مسلمہ جمہور کے ساتھ ثابت ہو گیا اور دوسری آیت سے یہ امر یقیناً ثابت کہ محافظت قرآن کا کی بیشی اور تغیر و تبدل سے خود اللہ تعالیٰ صراحتاً وعدہ فرماتا ہے اور جمہور اہلسنت کے نزدیک یہ امر بالاتفاق ثابت ہے کہ قرآن مجید کے مخالف، بجز مشہور اور متواتر کے کوئی حدیث احاد قابل عمل نہیں ہوتی، مگر باعتبار سند کے وہ حدیث کیسی ہی صحیح ہو اور عقل بھی یہی چاہتی ہے کہ لاکھوں کروڑوں بے گنتی آدمی جس امر کو صحیح کہیں، جیسے بے شمار آدمی اللہ اور غیر اللہ قرآن مجید کو بلا کم و کاست وہی قرآن جانتے ہیں اور سلف سے وہی قرآن جانتے چلے آئے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا۔ پھر اس کے مقابل دو چار کی خبر، جس کو حدیث احاد کہتے ہیں، اعتبار کر کے اہلسنت پر محرف یا غیر معتبر ہونے قرآن کا اعتراض کرنا کیا کسی عاقل کے نزدیک صحیح ہو سکتا ہے اور قابل تسلیم، حالانکہ بایں ہمہ اہلسنت کی کسی معتبر کتاب میں ایسی ایک بھی روایت نہیں کہ جس سے تحریف قرآن مجید یا بجز منسوخ اتلاؤا آیتوں کے کسی ایک بھی آیت کا کم ہونا ثابت ہو۔

اس واسطے کہ اس قسم کی موضوع روایتیں جو شیعوں کی معتبر کتابوں اصول کافی وغیرہ میں منقول ہیں، ان کی ندامت اتارنے کو بڑی کوشش کر کے بعض شیعوں نے جو روایتیں سنیوں کی غیر معتبر و غیر مشہور کتابوں سے ”تذریۃ القرآن“ اور ”ناصر الایمان“ وغیرہ اپنی کتابوں میں نقل کی ہیں، ان سے کہیں یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعد نزول قرآن بہت کچھ قرآن کو بھلا دیے گئے تھے۔ بعض

میں بہت آیتیں موجودہ قرآن سے زیادہ یاد کی تھیں، جن کو ہم بھلا بیٹے گئے اور وہ قرآن سے بہ مشیت ایزدی اٹھالی گئیں یا بحکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باوصف یاد رہنے کے ہم نے ان کا قرآن میں لکھنا پڑھنا چھوڑ دیا، یہاں تک کہ بوجہ باقی رہنے حکم کے اور منسوخ ہو جانے تلاوت بعض آیات کے، اس خیال سے کہ بعد زمانہ دراز بوجہ نہ پانے اس حکم کے قرآن مجید میں اس حکم ضروری پر عمل کرنا اہل اسلام چھوڑ نہ دیں، بعض صحابہ کو خیال ہوا کہ ان منسوخ اتلاوة آیات کو، جن کا حکم باقی ہے، بعد جمع ہو جانے قرآن موجودہ کے با اتفاق صحابہ کرام اس ترتیب خاص پر، جس ترتیب پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبریل علیہ السلام سے دور کیا کرتے تھے اور حضرت زید بن ثابت جیسے بعض معتبر صحابہ کو اسی ترتیب پر یاد تھا اور دو دو صحابہ کی گواہی ہر آیت پر لے لے کر انہوں نے اپنے یاد کردہ قرآن کو اور مضبوط کر لیا تھا، قرآن مجید میں لکھ دیں۔ مگر اللہ جل شانہ نے جو حفاظت کا وعدہ فرمایا تھا پورا کر دیا اور ان کو اس ارادہ سے پھیر دیا۔

وہ روایت موضوعہ جس کو صاحب "ناصر الایمان" رافضی نے بغرض الزام الہنت لکھا تھا، محفوظ رہنے قرآن کے بموجب عقیدہ الہنت موید بن گئی۔ وہ روایت یہ ہے جو "ناصر الایمان" میں بلاحوالہ الہنت کی طرف منسوب کی گئی ہے اور واقع میں موضوعات روافض سے ہے۔

روی ان عمر مرضی اللہ عنہ قال لو لان یقال زاد عمر فی کتاب اللہ لا ثبت فی المصحف الشیخ والشیخہ اذا زنی فارجموها البتہ نکالاً من اللہ واللہ شدید العقاب۔
 مروی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر اس بات کا خوف نہ ہو تاکہ عمر نے قرآن میں بڑھا دیا تو آئیہ رجم الشیخ والشیخہ کو میں قرآن میں لکھ دیتا۔ ۱۲

حالانکہ سند صحیح بخاری شریف میں یہ حدیث اس طرح منقول ہے:

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال عمر رضی اللہ عنہ لقد خشیت ان یطول بالناس زمان حتی یقول قائل لا نجد الرجم فی کتاب اللہ فیضلوا بترک فریضة انزلہ اللہ الا وان الرجم حق علی من زنی وقد احصن اذا قامت البینة وکان الحبل او الاعتراف قال وکذا حفظت الا وقد رجم رسول اللہ صلی

ابن عباس فرماتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں ڈرتا ہوں کہ بعد گزرنے زمانہ دراز کے لوگ کہنے لگیں کہ رجم لینے پتھر سے مار ڈالنے کا ذکر بیوی والے مرد زانی اور شوہر والی عورت زانیہ قرآن میں نہیں اور یہ سمجھ کر رجم کو چھوڑ نہ دیں اور فرض خدا کو چھوڑ کر گمراہ ہو جائیں، بیشک رجم حق ہے جب زنا گوہوں سے ثابت ہو جائے یا اقرار سے اور حمل ظاہر ہونے سے۔ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا اور آپ کے بعد ہم نے کیا۔ ۱۲

قرآنی احکام ناقابل تحریف ہیں:

جس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ آیت رجم، جس کا حکم باقی تھا اور اس کا پڑھنا قرآن مجید میں بموجب فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منسوخ ہو گیا تھا، باوجود یاد رہنے اس آیت کے حضرت عمر نے اس کے حکم پر عمل کرنے کی بار بار تاکید فرمائی۔ مگر باوجودیکہ اول قرآن کی جمعیت کے باعث حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی تھے۔ آپ نے مخالف فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مخالف مشیت ایزدی قرآن مجید میں اس آیت اور اس قسم کی دوسری آیات منسوخ التلاوت کے نہ لکھوانے کا قصد کیا، نہ ان کو کبھی ایسا خیال ہوا اور تمام صحابہ کرام و اہل بیت عظام منسوخ التلاوت آیتوں کا علیٰ ہذا منسوخ التلاوت والحکم اور فقط منسوخ شدہ آیتوں کا ذکر کرتے رہے اور پچھلے راوی ان کے اقوال کو روایت کرتے چلے آئے۔ مگر بموجب فرمان جناب باری انما نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون نہ کسی کو ان آیتوں کے قرآن میں لکھ دینے کا خیال آیا اور بمقابلہ حفاظت الہی نہ کسی کو یہ خیال آسکتا تھا۔ البتہ بعض احادیث ضیفہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعض صحابہ کرام اور اہل بیت عظام نے مخالف اس ترتیب موجودہ کے اپنی اپنی سمجھ کے موافق قرآن مجید مرتب کر لیے تھے اور کسی نے متقاضی خطاء اجتہادی بعض سورتوں کو دعا سمجھ لیا تھا اور بعض دعاؤں کو مثل دعاء قنوت کی قرآن اور بعض نے بوجہ نہ پہنچنے حکم نسخ کے بعض منسوخ التلاوة آیتوں کو بھی لکھ لیا تھا۔ لہذا اول تو جمہور اہلسنت کے نزدیک یہ ضعیف روایتیں قابل اعتبار نہیں، اس واسطے کہ جمہور اہلسنت کے نزدیک مخالف فواء آیہ کریمہ انما نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔ ”ہم نے ہی اس قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی تحریف وغیرہ سے اس کے محافظ ہیں۔“ اگر ایسی کوئی صحیح حدیث بھی ہو، جس سے حفاظت ایزدی کا نقصان ثابت ہو اور مخالفت آیہ کریمہ انما نحن نزلنا الذکر

بالفرض والتقدير ایسی روایتوں کو اگر معتبر مان بھی لیا جائے تو ظاہر ہے کہ قادر مطلق نے اپنی قدرت کاملہ سے جیسے بھی چاہا، بجز اس قرآن موجودہ محفوظہ کے مع ان سات قراتوں مشورہ کے دوسری تراکیب غیر محفوظ پر جمع کیے ہوئے معضوں کا دنیا میں مشرق سے مغرب تک نام و نشان بھی باقی نہ رہا اور وعدہ انما نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحاظ فظون علی وجہ الکمال پورا کر کے دکھادیا اور بغرض تصدیق اس امر کے کہ جیسے ہم نے ہر زمانہ والوں کی طبیعتوں اور مزاجوں کو مختلف پیدا کیا ہے، ان کے علاج بھی حسب مصلحت ایک زمانے اور مختلف زمانے والوں کے مختلف رکھے ہیں۔ منسوخ اتلاۃ آیتوں کا ہر چار دنیا میں باقی رکھا تاکہ قیامت تک ہر مسلمان پر یہ امر واضح رہے کہ امت مرحومہ میں چار اماموں کے اجتہاد میں اختلاف واقع ہونے کا یہی باعث ہے کہ ہر ولایت کے لوگوں کے مزاج مختلف، طبیعتیں جداگانہ، لہذا ہر ولایت کا علاج بھی جداگانہ ہی شایان شان حکیم مطلق تھا۔ اس واسطے اس حکیم مطلق خالق برحق نے جس ولایت کے مزاج کے موافق جس مجتہد کا اجتہاد تھا، اسی مجتہد کی تحقیقات کے موافق قرآن و حدیث پر عمل کرنے کی طرف وہاں کے لوگوں کے دلوں کو مائل کر دیا اور حقانیت انہی چاروں مذہب پر اور پیروی ہر ایک کی پران میں سے بتقلید شخصی تمام امت کا اجماع ہو گیا بموجب اس حدیث کے جو باعتبار معنی کے متواتر ہے۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تجتمع امتی علی الضلالۃ فاذا رایتم اختلافاً فعليکم بالسواد الاعظم ومن شذذ فی النار۔ (اس حدیث اور اس آیت کا ترجمہ صفحہ اور میں دیکھئے۔ ۱۲) اور آیہ ولو لا فضل اللہ علیکم ورحمته لا تبعتم الشیطان الا قلیلاً کے اور بڑی جماعت اہل اسلام کی مخالفت کرنے والے جنہی اور گمراہ اور ان کا اختلاف بموجب قاعدہ مقررہ مدعیان عقل زمانہ حال کے بھی کہ کثرت رائے پر فیصلہ دیتے ہیں عقلاً و نقلاً بموجب آیت اور احادیث مذکورہ متواترۃ المعنی قابل اعتبار نہ رہا۔ اس سے زیادہ اس امر کی تحقیق منظور ہو تو ہماری کتاب ہدایہ الطریق فی بیان التعلیل والتحقق اور مختصر میزان اللادیان کو، جس میں اس مضمون کی تقریباً چالیس حدیثیں نقل کی گئی ہیں، دیکھنا اور بغور ملاحظہ کرنا چاہیے۔ فقط۔

حالات کے مطابق اجتہاد قرآن کے احکام کے تابع ہوتا ہے:

اور چونکہ ہر ولایت میں اعتبار ایک زمانہ کے بھی امراتہ اور مزاج لوگوں کے مختلف تھے، ایک مجتہد

سے بموجب اپنی تحقیق اور اختلاف طبائع افراد انسانی اور مراتب بشری کے مختلف اقوال ایک ہی مسئلہ میں ظاہر کر دکھائے اور ان کے شاگردوں نے اپنے زمانہ کے لوگوں کے مزاج اور مرتبہ کے موافق جس قول کو اقوال مجتہد مطلق سے پسند کیا، وہ قول اسی شاگرد کی طرف منسوب ہو گیا۔ اور جن بے سمجھ لوگوں نے اس کو پاہی اختلاف استاد شاگرد سمجھ لیا، اپنی بے سمجھی سے گمراہ ہو گئے۔ لہذا دو چار مثال اس قسم کے مسائل (یہ مسائل کتاب ہذا کے آخر ضمیمہ میں ملاحظہ ہوں) کی مہینہ میں بغرض ہدایت ایسے بے سمجھوں کے نقل کر کے اب اس بات کا دکھانا منظور ہے کہ ایسی کتاب اللہ جس کی ہدایت عالمگیر ہو اور ہر ملک اور ہر قسم کے لوگوں کا ظاہری و باطنی علاج کر سکے اور ہر شخص اس کو ہر جگہ حاصل کر سکے اور بذریعہ ترجمہ و تفسیر معتبرہ بقدر ضرورت ہر شخص سمجھ سکے اور تمام دنیا میں جو کوئی بھی اس سے نجات ابدی کا طریقہ حاصل کرنا چاہے اور بموجب سمجھانے علمائے دین اور مجتہدین اس کی پیروی کرے، منزل مقصود کو پہنچ جائے اور واصل الی اللہ ہو جائے۔ دنیا میں اگر ہے تو ایک قرآن شریف ہی ہے جو اپنی اصلی حالت پر لاکھوں بے گنتے راویوں کے ذریعہ سے ہر زمانہ میں محفوظ چلی آتی ہے اور کتب صحاح ستہ کی تو بغرض توثیق ہر شخص کو اپنے استاد سے سند لینے کی بھی ضرورت پڑتی ہے مگر قرآن مجید کے پڑھنے والے اور ایک دوسرے سے تازمانہ صدیق اکبر ﷺ نقل کرنے والے مع سات قرأتوں مشورہ کے ہر زمانہ میں اس کثرت سے پائے جاتے ہیں کہ باہم کسی کو اپنے استاد سے سند لینے کی بھی حاجت نہ رہی۔ مگر تاہم ایک دو سند ہم اپنے موقع پر نقل کر دیں گے، یہاں تک کہ تاریخ سے واقفیت رکھنے والے غیر متعصب اور غیر معاند کافروں سے بھی کوئی ایسا نظر نہیں آتا جو یہ کہتا ہو کہ یہ وہ قرآن نہیں ہے جو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا اور جس کو تمام دنیا میں صحابہ کرام کے زمانہ سے آج تک مسلمان پڑھتے رہتے ہیں اور زمانہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے آج تک برابر اسی کی تفسیریں شیعہ سنی اور ہر فرقہ کے مسلمان لکھتے رہے اور لکھتے رہتے ہیں۔ ایسی صورت میں ایسے مذہب فرقا کا قول کیا کسی عاقل کے نزدیک قابل اعتبار ہو سکتا ہے جو کبھی کہے کہ یہ قرآن بلا کم و کاست اور تغیر و تبدل بعینہ وہی قرآن ہے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا۔ مثل شریف رضی اور ابن بابویہ اور ان کے مقلد شیعوں کے، جو ہماری طرف آلور اور آگرہ لکھنؤ وغیرہ میں پائے جاتے ہیں اور پھر یعقوب کلینی اور اس کے استاد قتی کو منکر قرآن مان کر اپنا ثقہ الاسلام بھی مانتے ہیں اور کبھی کہے کہ یہ وہ قرآن ہی نہیں ہے، کبھی کہے کہ تو وہی مگر بعض لفظوں میں (نحوذ باللہ) تحریف ہو گئی ہے۔ کبھی کہے کہ یہ آیت کریمہ بلا تحریف و تغیر شیعہ سنون کے نزدیک مسلم ہے کہ نسخہ نزل لانا

الذکروا ناله لحافظون پھر اس میں کی بیشی یا تحریف کیسے ہو سکتی ہے۔ ہرنج جب کثرت رائے پر فیصلہ جمور کے نزدیک مسلم ہے اور قرآن اور حدیث سے بھی ہر امر دینی میں اجماع سوا اعظم (بڑی جماعت) کا لازم تو ہر نو مسلم اب بہ آسانی دیکھ سکتا ہے کہ ترجمے اور تفسیریں قرآن مجید کے کونے فرقہ اسلامی کے کیے ہوئے قابل اعتبار اور موجب نجات ہیں اور تمام فرقوں اسلام سے کونسا فرقہ فی الواقع تابع قرآن ہے۔ نقطہ۔

اعتراض ہشتم: اعتراض ہفتم فقط اس امر کے متعلق تھا کہ ہم کو یہ یقین کیسے ہو کہ یہ قرآن مجید وہی قرآن مجید ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا، پھر اس کے ترجمے اور تفسیر مختلف اور اس کے ماننے والوں کے مذاہب یہاں تک مختلف کہ باہم ایک دوسرے کی تکفیر کی جاتی ہے لہذا اس کے پیروؤں میں سے کس کو سچا مانا جائے اور کس کے ترجموں اور تفسیر کو معتبر تصور کیا جائے، لہذا اس کا جواب بھی بخوبی واضح کر کے دے دیا گیا، مگر یہ جواب اس وقت تک مفید تھا جب سوا اعظم کے صدق مذاہب اربعہ کے مقلد تھے۔ کیا آج کل بھی آپ بتا سکتے ہیں کہ مقلدین مذاہب اربعہ کی جماعت، مقلدہ شخصی تمام فرقوں اسلامی سے بڑی اور زیادہ ہے۔ اب تو جہر دیکھتے ہیں، آزادی کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ ترکوں کو دیکھئے، علمائے مقلدین کو انہوں نے قتل کروادیا۔ امیر کابل نے پردہ عورتوں سے انٹادیا۔ قاضی القضاۃ اور شیخ الاسلام اور اکثر مقلدین کو قتل کر دیا۔ عام مسلمانوں کو آزادی کا سبق پڑھایا جاتا ہے۔ خاص حرمین میں غیر مقلدین وہابیہ کا زور شور ہے۔ یہاں ہندوستان میں امیروں کا طبقہ اور ان کے متعلقین باعتبار اکثر کے ایسے آزاد ہو گئے کہ تقلید شخصی تو کہاں، متفق علیہ احکام شریعت کو خود ہی نہیں چھوڑ بیٹھے بلکہ دوسروں سے پابندی شریعت چھڑوا رہے ہیں۔

دیوبندی توہین رسالت میں شرہ آفاق ہیں:

دیوبندیہ توہین سرور عالم فضلہ اللہ علیہ وسلم میں شرہ آفاق ہو گئے اور خود ان عبارتوں کے ظاہر معنوں پر، جو تمام دنیا کے عام و خاص کی سمجھ میں آتے ہیں، خود اپنے اوپر آپ کفر کے فتوے دے رہے ہیں مگر ان عبارتوں کو تو بہ کر کے اپنی کتابوں سے نہیں نکالتے اور ان کے نئے معنی بعید از فہم سلیم گھر کے اپنی برات ظاہر کرتے ہیں اور آریہ اور مرزائی انہی کی عبارتوں سے مدد لے رہے ہیں۔ لہذا بموجب آپ کے جواب ہفتم کے، اب ان آزاد منش مسلمانوں کو اہل حق سمجھنا چاہیے۔ اس واسطے کہ اس وقت صدق

سواد اعظم بھی معلوم ہوتے ہیں۔ دوسرا یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بجز اس نئے فرقے کے، جس کو چکڑالوی یا اہل قرآن کہتے ہیں، مقلدوں میں سے کوئی بھی ایسا مسلمان زمان سابق میں گزرا، نہ اب موجود جو مدعی خالص قرآن مجید کی پیروی کا ہو، بلکہ عموماً تمام دنیا کے اکثر مسلمان اپنے اپنے مجتہدوں کے اقوال کی چاروں مجتہدوں سے پیروی کرتے رہے ہیں اور کر رہے ہیں، جس کا نام فقہ ہے اور یہ بھی برائے نام، اس واسطے کہ کوئی بڑے سے بڑا مقلدوں کا عالم بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ میرے امام مجتہد کے تمام اقوال کا مجموعہ میرے پاس ہے۔ اگرچہ حنفیوں میں یہ امر مشہور ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے تمام اقوال معتبرہ کے مجموعہ کو ظاہر الروایت کہتے ہیں، جن کو چند کتابوں، مبسوط زیادات، جامع صغیر، جامع کبیر، صغیر صغیر، میر کبیر میں امام محمد رحمہ اللہ نے جمع کیا تھا مگر بطریق مشہور کیا کوئی حنفی ان تمام کتابوں کو دکھا سکتا ہے اور اگر بغرض محال کسی کے پاس ایک دو کتاب ان میں سے بطریق غیر مشہور نکل بھی آئے تو اس کا کیا ثبوت کہ یہ وہی کتاب ہے جس کو امام محمد رحمہ اللہ نے جمع کیا تھا۔ اب تو جہاں تک دیکھا جاتا ہے، ہدایہ، فتح القدیر، در مختار، شامی، بحر الرائق وغیرہ انہی کتب فقہ پر حنفیوں کا دارومدار ہے، جو بعد برسوں کے زمانہ نزول قرآن مجید سے لکھی گئی ہیں اور یہی حال ہے مالکی، حنبلی، شافعیوں کا۔ فقط۔

جواب اعتراض ہشتم: امیر کابل اور ترک اور فرقہ دہاویہ ہند اور نجد اور نجدی اور پنجری اور ہندوستان کے آزاد خیال ائمہ اور جہلمین اگر فی الواقع بوجہ انکار ضروریات دین اور ادنیٰ توہین سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وجہاً علیہن یا توہین اور کسی پیغمبر کی پیغمبروں علیہم السلام سے مثل مرزائی اور چکڑالوی اور سر سید احمد خان کے، جس نے اپنی تفسیر میں انبیاء علیہم السلام کو ریفارمر لکھا ہے اور پھر خود ریفارمر ہونے کا دعویٰ کیا ہے، کافر و مرتد ہو چکے، تو ان سب کو زمرہ اسلام سے سمجھ کر اور ان سب کو عقاید میں متفق مان کر یہ کہنا ہی بے سمجھی اور بے وقوفی پر ہی ہے کہ ان تمام آزاد خیالوں کو ملا کر دیکھا جاتا ہے تو آج کل یہ نسبت مقلدین مذاہب اربعہ ان کی جماعت بڑی معلوم ہوتی ہے اور یہی لوگ مصداق سواد اعظم معلوم ہوتے ہیں۔

سواد اعظم کا صحیح العقیدہ مسلمان ہونا ضروری ہے:

اس واسطے کہ اتباع السواد الاعظم میں مسلمانوں کی اس بڑی جماعت کے اتباع کا حکم فرمایا ہے، جو ہر گز فرقہ جدید اہل اسلام سے بڑی جماعت ہو، اس جماعت کی نسبت جو کافر، ان کی نسبت

بڑی جماعت ہو اور اگر یہ آزاد خیال ترک، امیر کابل اور نیچری وغیرہ فی الواقع منکر ضروریات دین اور موہن سید المرسلین یا کسی پیغمبر کی توہین کرنے والے پیغمبروں برحق سے نہیں بلکہ مثل دیگر فرقہ ہائے اسلامی مراد ہیں، نہ کہ مرتد اور کافر تو باوجود مختلف العقیدہ ہونے، ان سب فرقہ بند اور تفرقہ انداز فرقوں کے سب کو ایک فرقہ کیوں سمجھ لیا اور اگر ان کو ایک فرقہ سمجھ لیا تو رافضی، خارجی، جبرئہ، قدریہ، مرجئیہ وغیرہم پرانے فرقوں نے کیا قصور کیا تھا، جو ان کو ان آزاد خیالوں اور نئے فرقہ بند تفرقہ انداز فرقوں کے ساتھ ملا کر نہ دیکھا، ان سب کو ملا کر دکھانے سے تو یہ ایک بہت بڑا فرقہ مصداق احادیث سواد اعظم ہے سمجھوں کے خیال میں بن جاتا ہے مگر یہ امر بالکل انصاف سے کوسوں دور ہے۔ انصاف تو یہ ہے کہ اول غریب مسلمانوں کے ساتھ، جو اپنے پرانے عقاید اہلسنت کے پابند اور مقلد مذہب اربعہ بتقلید شخصی ہیں، ہر گمراہ اور بدعتی فرقے کو ملا کر دیکھتے تو ان شاء اللہ مقلدین مذہب اربعہ بتقلید شخصی ہی کی جماعت بڑی اور مصداق سواد اعظم نکلتی۔

اہلسنت ایک عالمگیر مذہب ہے:

اب بھی تمام دنیا کے غریب مسلمانوں کو اگر متبعین فرق ضالہ اور امراء دنیاہلبوں کے ساتھ ملا کر دیکھو گے تو جماعت مقلدین ہی مصداق سواد اعظم نکلتی گی۔ علیٰ ہذا التیاس ان تمام تفرقہ انداز فرقہ بند گمراہ یا مرتد فرقوں کے ساتھ، جو مدعی اسلام کے ہیں، اگرچہ تمام امراء نہ سہی، مگر بعض امراء اور اکثر غیاء اہل اسلام کو سچا مقصد کسی مذہب کا ان مذہب اربعہ سے پاؤ گے اور انہی مقلدوں کی جماعت ان شاء اللہ بڑی جماعت اور مصداق سواد اعظم نکلتی گی۔ بلکہ مقلدین مذہب اربعہ بتقلید شخصی جس قدر بھی دنیا میں غیاء اسلام ہیں، ان کے مقابلہ میں اگر ان تمام نئے پرانے فرقوں کو ملا کر بھی دیکھو گے تو ان شاء اللہ باوجود پھیل جانے اس قدر گمراہی کے، مقلدوں ہی کی جماعت بڑی رہے گی۔ اور بعض کو مثل وہابیہ دیوبندیہ کے بلکہ مثل غیر مقلدین چھکے بھی پاؤ گے کہ تقیہ کر کے خفی بن کر لوگوں کو گمراہ بناتے ہیں اور اپنے آپ کو اور اپنی جماعت کو اصلی خفی کہہ کر اصلی خفی ہونے پر قسمیں کھا کھا کر لوگوں کو برکاتے ہیں اور پردہ، منیعت میں اپنے بد عقیدوں کو پھیلاتے ہیں۔ یہ بھی ایک دلیل حق پر ہونے مقلدین کی ہے، اس واسطے کہ باطل بغیر چھپانے کے حقانیت کے پردہ میں نہیں چلتا۔ کھوٹا مال اچھے مال میں چھپا کر اگر بیچا جائے، چل جاتا ہے، بغیر کمرے مال کے پردہ کے ہرگز نہیں چلتا۔ اس امر کے سمجھنے کے لیے ایک سچا واقعہ ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔ ان شاء اللہ

دیوبندیوں کا ایک تبلیغی انداز:

مولانا نعیم الدین صاحب مراد آبادی مد اللہ غلہ فرماتے تھے کہ مرزا پور میں مولانا احمد اشرف صاحب قادری اشرفی گیلانی مغفور مرحوم اپنے مریدوں میں تشریف لے گئے۔ مریدوں نے بغرض خوش کرنے اپنے پیر کے جو عالم تبحر اور علم دوست تھے، عرض کیا کہ ہم نے یہاں ایک مدرسہ دینی بھی جاری کر رکھا ہے، جس میں تعلیم علوم دینی ہوتی ہے۔ فرمایا مدرس کون ہے۔ عرض کیا حضور مدرس تو قسمت سے ایک ایسا عالم ربانی قطب وقت ملا ہے، جو اللہ واسطے دن رات پڑھاتا ہے۔ بمشکل ہم ان کو دس روپیہ ماہوار دیتے ہیں ورنہ وہ تو یہی کہتے ہیں کہ برس دن میں دو جوڑے کھدر کے اور صبح شام کل دو روٹی جو کی مجھ کو کافی ہیں اور ایک درویش کامل آئے تھے جن کے یہاں مرید بھی بہت ہو گئے ہیں۔ وہ تو ان کا نام سن کر ان سے برہنہ پالنے کو گئے اور فرماتے تھے کہ مدت سے مجھ کو ان کی تلاش تھی۔ میاں یہ تو قطب وقت ہیں، تمہاری قسمت سے نہیں معلوم یہاں کیسے آٹھرے۔ مولانا اشرف صاحب نے فرمایا، بھائی مجھ کو تو یہ مولوی صاحب اور وہ درویش دونوں ہی مخالفین اہلسنت سے معلوم ہوتے ہیں اور مصرعہ ”من ترا حاجی بگویم تو مرا حاجی بگو“ کا جلوہ تمہارے بیان سے جلوہ گر ہے۔ مریدوں نے عرض کیا، حضور بلاوجہ ایک بے لوث عالم صالح و عالم دین کا ایسے لفظوں سے یاد کرنا نمایاں شان عالی نہیں۔ آپ کے ان سخت لفظوں سے ہم کو سخت صدمہ ہوا اور دو جہلمیں جو مدرس صاحب کے بہت ہی معتقد تھے، وہ تو یہاں تک بگڑے اور کہہ بیٹھے کہ مولانا اشرفی صاحب جو آپ فرما چکے خیر فرما چکے، مگر اب آپ نے اگر ہمارے مدرس صاحب کی نسبت کچھ کہا تو پھر ہم مجبور ہیں۔ عجب نہیں آپ کی جناب میں پھر ہم سے کوئی گستاخی ہو جائے۔ مولانا اشرفی صاحب مغفور مرحوم نے فرمایا، صاحبزادو! میں آپ کے مدرس صاحب سے اگر اپنے کلمات کی معافی طلب کر لوں، جب تو تم خوش ہو جاؤ گے۔ جہلمینوں نے کہا مناسب تو یہی ہے۔ مولانا اشرفی صاحب نے فرمایا، بہت اچھا مگر ایک شرط ہے کہ ان کے جو خطوط محفوظ بستہ میں رہتے ہیں، ان کو اپنے گھر لا کر پڑھو، اگر ان سے میرے کلمات کی سچائی ثابت ہو، اس مدرس کو شہید کر دینا ورنہ میں ان کے پاس چل کر اپنے کلمات کی معافی طلب کر لوں گا۔

ایک جہلمین نے تو کہا، ہم ایسا نہیں کر سکتے۔ دوسرے نے کہا، کیوں نہیں کر سکتے ہیں۔ ہم ضرور ان کے خطوط محفوظ کہ جو ہماری ہی تحویل میں رہتے ہیں، دیکھیں گے۔ جب جہلمینوں نے مدرس صاحب کے خطوط کو گھر لا کر پڑھنا شروع کیا تو ان ہی خط کا، جو بعض اشخاص دیوبند کی طرف سے مدرس صاحب کے نام

تھا، یہ مضمون نکلا کہ:

”مولانا صاحب‘ آپ کی سخت بے انصافی ہے۔ پچاس روپیہ ماہوار آپ کو ہماری طرف سے اسی دینی خدمت کے سلسلے میں کہ لوگوں کو وہابی بناؤ اور یہاں کی امداد کراؤ۔ قربانی کی کھالوں کے اور آمدنی فطرہ رمضان اور گیارہویں بند کر کے گیارہویں کے پیسے اور روپیہ جو آپ بھیجتے ہیں‘ اس سے آپ کو معقول کمیشن ملتا ہے۔ پھر بھی آپ کو قلت تنخواہ کی شکایت ہے۔ مگر خیر‘ آپ کام چوں کہ بہت ہوشیاری سے کر رہے ہو‘ آپ کی درخواست اب کے مجلس شورائی میں پیش کر دی جائے گی۔ ممکن ہے کہ کچھ اور ترقی کر دی جائے۔“

اور اسی قسم کے اور دو چار خط پڑھ کر جنظلیں صاحب دم بخود رہ گئے اور مدرس کے دجال ہونے کا یقین کر کے مولانا شرفی صاحب کے زمرہ معتقدین میں داخل ہوئے اور حجہ کے دن مکار مدرس کے نام کے خط‘ جو دیوبند سے آئے تھے‘ تمام مسلمانوں کو سنا کر مدرس صاحب کو‘ جو دجال کے بھی استاد تھے‘ شرمندہ کیا اور وہ سارا گاؤں وہابی ہو جانے سے بچ گیا۔ الحمد للہ‘ ثم الحمد للہ۔ اب دوسرے سوال کا جواب ثانی سن لیجئے۔

شریعت کے چار اصول:

اس سوال کی بنا محض جمالت اور نادانی پر مبنی ہے۔ کتب فقہ اور اصول فقہ سے تمام کتب اصول فقہ میں ہمارے تمام فقہائیں تحریر فرماتے ہیں کہ اصول شریعت‘ جن پر تمام احکام شرعی کی بنا ہے‘ چار ہیں: قرآن‘ حدیث‘ اجماع‘ قیاس۔ اور اجماع اور قیاس کا حجت شرعی ہونا قرآن اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے بلکہ بالعموم احادیث متواترہ سے دیکھو‘ پارہ المصنعات‘ میں بیان حالات منافقین میں ہے کہ افلا یتدبرون القرآن ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً۔ واذا جائہم امر من الا من او الخوف اذا عواہہ ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منہم لعلہ الذین یستنبطونہ منہم ولو لا فضل اللہ علیکم ورحمتہ لا اتبعتم الشیطان الا قلیلاً۔ یعنی کیا وہ سوچتے سمجھتے نہیں قرآن کو جو کہتے ہیں کہ مضامین قرآن میں اختلاف بہت ہے‘ اگر یہ قرآن اللہ کی طرف سے نہ ہو تا تو بہوجب ان کے کہنے کے اس میں بہت ہی اختلاف ہوتا۔ بات یہ ہے کہ جب ان کے پاس کوئی

امن یا خوف کی بات قرآن سے آتی ہے تو بن سوچے سمجھے جو ان کی سمجھ ناقص میں آیا، اسے پھیلا دیتے ہیں۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سمجھ لیتے یا امر شریعت کے والی راست رو عالموں سے تو ان عالموں میں سے وہ عالم جو قوت استنباط مسائل اور اجتہاد کی رکھتے ہیں، وہ اس امر کی حقیقت جان لیتے (اور پھر کسی کو ان مجتہدوں کی پیروی کرنے والوں سے یہ موقع نہ ملتا کہ قرآن مجید میں اختلاف بتلا دیں اور تم میں ایسے مجتہدوں کا ہونا اللہ کا فضل ہے) اگر تم میں ایسے عالم اور مجتہد نہ ہوتے تو تم بھی مثل دوسرے پیغمبروں کے امتیوں کے قبیح شیطان ہو جاتے مگر بہت کم (لیکن تم مجتہدوں کی پیروی سے شیطان کے پیرو نہ ہو گے مگر کم)۔

امت کا اجماع کبھی گمراہی پر نہیں ہوتا:

اس آیت کریمہ سے ظاہر ہے کہ اجماع امت مرحومہ کا کبھی گمراہی پر نہ ہو گا اور جو اجماع امت کی مخالفت کرے گا اور کسی بھی مجتہد کی امت کے مانے ہوئے مجتہدوں سے پیروی نہ کرے گا تو قبیح شیطان ہو گا اور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہی مضمون اس قدر حدیثوں سے ثابت ہے، جن کو بالمعنی مثل قرآن مجید کی متواتر کہہ سکتے ہیں۔ چنانچہ اس مضمون کی تقریباً چالیس حدیثیں تو مجھ جیسے بے بضاعت کم مایہ نے اپنے رسالہ "مختصر المیزان" میں جمع کی ہیں، جو مدت ہوئی چھپ کر شائع ہو چکا ہے اور بنظر اختصار بطریق مشے نمونہ از خردارے یہاں بھی کچھ نقل کیے دیتا ہوں۔

جلد اول، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ منتخب کنز العمال میں ہے بروایت ابن ماجہ: عن انس رضی اللہ عنہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان امتی لم تجتمع علی ضلالۃ فاذا رایتم اختلافا فعلیکم بالسواد الاعظم وفیہ من مسند احمد ابن حنبل رضی اللہ عنہ عن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اثنتان خیر من واحد وثلاثہ خیر من اثین واربعۃ خیر من ثلاثۃ فعلیکم بالجماعۃ فان اللہ لن یجمع امتی الا علی ہدی وفیہ من سنن النسائی وصحیح ابن حبان عن عرفجہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ عز وجل یجمع امتی الا علی ہدی

فمن رايتموه فارق الجماعة ويريد ان يفرق امراته محمد
صلى الله عليه وسلم كائنا من كان فاقتلوه فان يد الله على
الجماعة وان الشيطان مع من فارق الجماعة ومن تاريخ
ابن عساكر عن البحنزي بن عبيد عن ابيه عن ابي هريره رضى
الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اثنان خير
من واحد وثلاثة خير من اثنين واربعة خير من ثلاثة فعليكم
بالجماعة فان يد الله على الجماعة ولن يجمع الله تعالى
امتى الا على هدى واعلموا ان كل شاطن هوى فى النار ومن
كبير الطبرانى وابانه ابن السجزي عن معاذ رضى الله عنه
قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الشيطان ذئب
الانسان كذئب الغنم ياخذ الشاذة والقاصيه والناحيه
فعليكم بالجماعة والالفه والعامة والمساجد واياكم
والشعاب ومن مستدرك الحاكم عن ابن عمرو بن عباس
واخرج الحكيم وابن جرير عن ابن عمر نقلا قال رسول الله
صلى الله عليه وسلم لا يجمع الله عز وجل امراتى على
ضالته ابدا يتبعوا السواد الاعظم يد الله على الجماعة
من شذ شذ فى النار ومن كبير الطبرانى عن ابن عباس رضى
الله عنهما قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من عمل
لله فى الجماعة فاصاب قبل الله منه وان اخطا غفر له ومن
عمل يبتغى الفرقه فاصاب لم يتقبل الله منه وان اخطا
فليتبوا مقعده من النار وفيه عن سليم ابن قيس العامري
قال سال ابن الكواء عليا من السنه والبدعة وعن الجماعة
والفرقه فقال يا بن الكواء حفظت المسئلة فافهم الجواب

فارقتها والجماعة والله مجامعة اهل الحق وان قتلوا والفرقة
مجامعة اهل الباطل وان كثروا۔ فیہ من ابن ابی عاصم عن بن
عمر عن علی رضی اللہ عنہما قال تفرقت اليهود علی احدى
وسبعین فرقة والنصارى علی ثنتين وسبعین فرقة وانتم
علی ثلثة وسبعین وان من اضلہا واخبثہا من یتشیع اول
الشیعة۔

(ترجمہ) جلد اول، باب الاعتصام بالکتاب والسنة منتخب کنز العمال میں ہے، انس رضی اللہ عنہ
فرماتے ہیں: فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیشک میری امت کا اجتماع اور اتفاق گرا ہی پر نہ ہو گا۔
لہذا جب تم دیکھو کہ میری امت میں اختلاف واقع ہو تو تم لازم پکڑ لو بڑی جماعت اہل اسلام کو
تمام دنیا کے مسلمانوں کے اعتبار سے۔ اور مسند امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ میں ہے، ابی ذر
رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بہتر ہیں ایک سے اور تین
بہتر ہیں دو سے اور چار بہتر ہیں تین سے۔ پس تم لازم پکڑ لو جماعت کو اس واسطے کہ اللہ نہ جمع
کرے گا امت میری کو مگر ہدایت پر۔ پھر منتخب میں سنن نسائی اور صحیح ابن حبان سے منقول ہے،
حضرت عرفہ فرماتے ہیں کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے بعد قریب ہے کہ بلا اور سختی
آئیں گی جس کو تم دیکھو کہ جماعت سے جدا ہوتا ہے اور امت مرحومہ کے اسلامی کام میں تفرقہ
ڈالنا چاہتا ہے، ایسا شخص کوئی بھی ہو، اس کو قتل کر دو۔ اس واسطے کہ اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہوتا
ہے اور جماعت سے جدا ہو جانے والے کے ساتھ شیطان ہوتا ہے اور تاریخ ابن عساکر میں ہے
مختاری بن عبید سے وہ روایت کرتے ہیں اپنے باپ سے کہ فرمایا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بہتر ہیں ایک سے اور تین بہتر ہیں دو سے اور چار بہتر ہیں تین
سے۔ پس لازم پکڑو تم جماعت کو اس واسطے کہ ہاتھ اللہ کا جماعت پر ہے اور نہ جمع کرے گا اللہ
میری امت کو مگر ہدایت پر اور جان لو کہ ہر بد خو پلید جنم میں گرنے والا ہے اور کبیر طبرانی اور ابانہ
ابن سنبری میں ہے، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے،
شیطان بھڑکا ہے انسان کا۔ جیسے کبریوں کا بھڑکا ہوا چھٹی چھٹی اوپر چڑھ جانے والی یا گلہ سے کیسو
ہو جانے والا کہ کڑ لٹا ہے، شیطان بھی جماعت سے جدا ہو جانے والا کہ کڑ لٹتا ہے۔ لازم پکڑو تم

عن ابي ادريس الخولاني انه سمع حذيفه رضى الله عنه يقول كان الناس يسئلون رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الخير كنت اسأله عن الشر مخافا ان يذكرني فقلت يا

عن ابي ادريس الخولاني انه سمع حذيفه رضى الله عنه يقول كان الناس يسئلون رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الخير كنت اسأله عن الشر مخافا ان يذكرني فقلت يا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا کنا فی جاہلیتہ و شرف جائنا
 اللہ بہذا الخیر فهل بعد هذا الخیر من شر قال نعم وفيہ دخن
 قلت وما دخنتہ قال قوم یہدون بغير ہدی تعرف منهم و تنکر
 قلت یا رسول اللہ فهل بعد ذالک الخیر من شر قال نعم دعاہ
 علی ابواب جہنم من اجابہم الیہا قذ فوہ فیہا قلت یا رسول
 اللہ صفہم فقال ہم من جلدتنا و يتکلمون بالسنتنا قلت
 وما تأمرنی ان ادر کنی ذالک قال تلزم جماعۃ المسلمین
 و امامہم قلت فان لم یکن لہم جماعۃ و لا امام قال فاعتزل
 تلک الفرق کلہا و لو ان تعض باصل شجرہ حتی یدرکک
 الموت و انت علی ذالک۔

(ترجمہ) حضرت ابو ادریس خولانی رحمہ اللہ سے روایت ہے، وہ فرماتے تھے کہ میں نے
 حضرت حذیفہ بن الیمان رحمۃ اللہ علیہ سے سنا، وہ فرماتے تھے لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 سے آنے والی بھلائی سے پوچھا کرتے تھے اور میں آنے والی شر اور برائی نے پوچھا کرتا تھا اس
 خوف سے کہ میں کیسے اس شر میں مبتلا نہ ہو جاؤں اگر میں اس وقت کو پاؤں۔ لہذا میں نے
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ حضور ہم جہالت اور شرارت میں گرفتار تھے کہ اللہ
 ہم میں اس سراپا بھلائی کو لایا (جو آپ کی ذات مقدس کا ظہور ہے) کیا اس خیر کے بعد پھر بھی کوئی شر
 کا زمانہ آئے گا۔ فرمایا ہاں مگر (سرتاپا تاریک نہ ہو گا بلکہ) اس میں دھندلا پن ہو گا۔ میں نے
 عرض کیا وہ کیسے۔ فرمایا ایسی ایک قوم پیدا ہوگی کہ میرے طریقہ کے مخالف عمل پیرا ہوں گے۔
 کچھ ان سے پہلی باتیں میری سنت کے موافق پائی جائیں گی اور کچھ قابل انکار مخالف سنت۔ میں
 نے عرض کیا اس کے بعد کیا اس سے بھی زیادہ شر اور برائی کا وقت آئے گا۔ فرمایا ہاں جہنم کے
 دروازوں پر بلانے والے ہوں گے یعنی مخالفت سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر لوگوں کو
 بلائیں گے۔

مغربی تہذیب کو اپنانے والوں کے حامی علماء:

بادشاہوں کی دائرہی منڈوانے، انگریزی نوپہ پن کرانگریزوں کی صورت بنانے اور عورتوں کے کانوں تک بال کنوا کر مردوں کی شکل بنانے اور عورتوں کو مثل مردوں کی میوں کی طرح باہر پھیرنے اور لنڈن جا کر اسلام سے آزادی کے طریقے سکھنے کو دین بتا رہی ہے اور ایک جماعت بے دین دولت مندوں کی ان بے دینی کے مضامین کو چھو کر مفت بغرض بے دینی پھیلانے کے مختلف زبانوں میں عالم میں تقسیم کر رہی ہے) جو ان بے دین مولوی اور لیڈروں کی بات سنے گا (اس کو جہنم میں پھینک دیں گے)۔ میں نے عرض کیا، حضور وہ کس صفت کے واعظ اور بلائے والے ہوں گے۔ فرمایا، وہ ہمارے تیز طراروں سے ہوں گے۔ ہماری ہی زبان سے ملتی ہوئی باتیں کریں گے۔ (یعنی قرآن و حدیث ہی سے معافی بدل کر اپنے مقاصد باطلہ بیان کریں گے) میں نے عرض کیا، اگر وہ زمانہ مجھ کو پالے تو میرے لیے کیا حکم ہے۔ فرمایا، جماعت کثیر اہل اسلام اور ان کے امام کی اطاعت کو لازم پکڑنا (نہ جماعت قلیل اور ان کے امام کو) میں نے عرض کیا اگر نہ بڑی جماعت رہے اور نہ ان کا امام۔ فرمایا، پھر کنارہ کش ہو جاؤ ان تمام فرقوں سے گو تو کسی درخت کی جڑ میں دانت چھو لے، یہاں تک کہ اسی حالت پر تجھے موت پالے۔

اور ص ۲۷۵ سنن ابوداؤد میں ہے:

عن معاویہ ابن ابی سفیان انه قام فقال الا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قام فینا فقال الا ان من قبلکم من اهل الكتاب افترقوا علی ثنتين وسبعین مله وان هذه الملہ ستفترق علی ثلاث وسبعین - ثنتان وسبعون فی النار و واحدہ فی الجنہ و ہی الجماعۃ۔

(ترجمہ) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے درمیان کھڑے ہو کر فرمایا، خبردار رہو تم سے پہلے اہل کتاب بہتر فرقے ہو گئے تھے اور بلاشبہ تم بہتر فرقوں پر متفرق ہو جاؤ گے، جن میں سے بہتر جنسی ہوں گے اور ایک فرقہ جنتی۔ اور جنتی فرقہ سب سے بڑی جماعت والا ہو گا (اس واسطے کہ دوسری حدیثوں سے ثابت ہے کہ جماعت سے مراد تمام حدیثوں میں بڑی جماعت مراد ہے ورنہ چھوٹی چھوٹی جماعتوں

اور منتخب کنز العمال میں ہے:

عن ابی امامتہ و ابی الدرداء و انس و وائلہ بن معاذ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ذروا المرء فان بنی اسرائیل افرقوا علی احدی و سبعین فرقہ و النصری علی ثنتین و سبعین فرقہ و ان امتی ستفترق علی ثلاث و سبعین فرقہ کلہا علی الضلال الا السواد الاعظم من کان علی ما انا علیہ و اصحابی و من لم یما فی الدین دین اللہ۔

(ترجمہ) حضرت ابو امامہ اور ابو الدرداء اور وائلہ بن معاذ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ آپ نے فرمایا، چھوڑ دو بے سود جھگڑنے کو اس واسطے کہ انہیں بے سود جھگڑوں سے بنی اسرائیل کے اکثر فرقے ہو گئے تھے اور نصاریٰ کے بہتر فرقے اور میری امت کے تتر فرقے ہو جائیں گے۔ سب فرقے گمراہ ہوں گے مگر بڑی جماعت والا گروہ جو اس طریق پر ہوگا، جس پر میں ہوں اور میرے اصحاب اور وہ وہ لوگ ہوں گے، جو اللہ کے عطا کیے ہوئے دین میں نفسانی باہم جھگڑنے نہ پھیلائیں گے۔

اجتہاد کی اہمیت اور مجتہد کی غلطی:

آیہ مذکورہ پارہ والمصنات سے توجہ شرعی ہونا اجتماع اور قیاس کا اور واجب ہونا پیروی کسی ایک مجتہد کا مجتہدوں سے اچھی طرح ثابت ہو چکا مگر یہ سب حدیثیں فقط اتباع امت کے حجت ہونے کے متعلق تھیں، جو بنظر اختصار بطریق نمونہ یہاں تک بیان ہو چکیں، اب کسی قدر وہ آیتیں اور حدیثیں بھی قابل ملاحظہ ہیں جن کا تعلق اجتہاد اور قیاس کے حجت شرعی ہونے کے متعلق ہے اور وجوب پیروی کسی ایک مجتہد کے مجتہدین امت سے تعلق رکھتی ہیں اور جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مجتہد بصورت خطا بھی اپنی کوشش کا ثواب پاتے ہیں اور ایسے ہی ان کے پیرو اور مجتہد بصورت خطا بھی مستحق ملامت کے نہیں ہوتے۔

تفسیر سورۃ انبیاء در مشور میں ہے:

اخرج ابن جریر و ابن مردویہ و الحاکم و البیہقی فی سننہ

وابن المنذر وابن ابی حاتم عن مسروق ولفظه لمسروق قالوا
 الحرث الذی نفشت فیہ غنم القوم انما کان نفشت فیہ غنم
 القوم فلم تدع فیہ ورقہ ولا عنقوتاً من عنب الا اكلته فاتوا
 داود علیہ السلام فاعطاهم رقابها فقال سلیمان علیہ
 السلام ان صاحب الکرم قد بقی له اصل کرمہ واصل ارضہ بل
 توخذ الغنم فیعطیها اهل الکرم فیکون لهم لبنها وصوفها
 ونفعها ویعطی اهل الغنم الکرم فیعمرونہ ویصلحونہ حتی
 یعود کالذی کان لیلته نفشت فیہ الغنم ثم یعطی اهل
 الغنم غنمهم واهل الکرم کرمهم وفی روایتہ ابن جریر عن ابن
 عباس فقال داود قد اصبحت القضاء کما قضیت ففهمها اللہ
 سلیمان۔

(ترجمہ) تفسیر ابن جریر اور ابن مردویہ اور متدرک حاکم اور سنن بیہقی میں ہے کہ حضرت
 عبد اللہ بن مسعود نے فرمایا اور مسند عبد الرزاق اور ابن المنذر اور ابن ابو حاتم میں ہے کہ حضرت
 مسروق نے فرمایا کہ وہ کھیت جس کو ایک قوم کی بکریوں نے اجاڑ دیا تھا (جس کا ذکر سورہ انبیاء میں
 ہے) وہ انگوروں کا کھیت تھا۔ بکریوں نے اس میں ایک پتہ بھی نہ چھوڑا نہ ایک انگور۔ کھیت
 والے جب داؤد علیہ السلام کے پاس آئے آپ نے اپنے اجتہاد سے وہ سب بکریاں کھیت والے کو
 دلوا دیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ کھیت والے کی زمین اور انگور کے درخت باقی
 ہیں لہذا انگور والا بکریوں کے دودھ اور پال وغیرہ سے اس وقت تک نفع اٹھاتا رہے جب تک
 بکریوں والا پانی دے کر انگوروں کو دیا ہی کر دکھائے جیسے انگور وقت کھانے بکریوں کے تھے۔
 بعدہ بکریوں والے کو اس کی بکریاں دے دی جائیں اور انگور کے کھیت والے کو انگوروں کا
 کھیت۔ اور روایت ابن جریر میں ہے جو عبد اللہ بن عباس سے ہے کہ بعد روایت مذکور حضرت
 عبد اللہ نے فرمایا پس حضرت داؤد علیہ السلام نے سلیمان علیہ السلام سے کہا کہ تم اس امر میں
 صواب پر ہو۔ اسی واسطے اللہ جل شانہ فرماتا ہے کہ ہم نے اصل حقیقت سلیمان علیہ السلام کو

مضمون آیہ کریمہ سے ظاہر ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام اپنے اجتہاد میں خطاوار تھے اور حضرت سلیمان علیہ السلام مصیب۔ مگر داؤد علیہ السلام کو اس اجتہادی خطا پر کچھ تنبیہ بھی نہیں کی گئی بلکہ دونوں کی شان میں بعد بیان فرمانے کے اس قصد کو قرآن مجید میں اللہ جل شانہ نے فرمایا تو یہ فرمایا فقہمناہا سلیمان و کلا اتینا حکما و علما۔ کہ ہم نے سلیمان علیہ السلام کو اصل حقیقت سبجادی تھی اور علم اور حکمت تو ہم نے دونوں ہی کو عطا کی تھی۔
اور جلد دوم، صفحہ ۱۰۹۲ بخاری شریف میں اور نیز مسلم شریف میں ہے:

عن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اذا حکم الحاکم فاجتہد فاصاب فله اجران واذا حکم فاجتہد ثم اخطا فله اجر وھکذا رواہ البخاری عن ابی ہریرہ وابی سلمتہ رضی اللہ عنہم وکذا الکذا اخرجه الترمذی فی ابواب الاحکام عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ وقال و فی الباب عن عمر بن العاص و عقبته بن عامرو حدیث ابی ہریرہ حدیث حسن۔

(ترجمہ) عمرو ابن عاص اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب حاکم حکم کرے اور اپنے اجتہاد میں صواب کو پہنچ جائے تو اس کو دو گنا ثواب ہے اور اگر وقت حکم کرنے کے اپنے اجتہاد میں خطا کر بیٹھے تو اس کو اکرا ثواب ملے گا۔ اسی طرح ترمذی میں یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے اور یہ حدیث حسن ہے اور نیز عمرو بن عقبہ عامر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

اور نکوح شرح توضیح میں ہے کہ پیروی مجتہد اور حجت شرعی ہونے قیاس مجتہد میں اتنی صحیح حدیثیں بطریق احاد مروی ہیں جن کو بالمعنی متواتر کہہ سکتے ہیں منہل ان کے ایک یہ حدیث ہے جس کو تمام ہی کتب اصول فقہ میں علماء سلف و خلف نقل کرتے چلے آ رہے ہیں۔

باب العمل فی القضاء مشکوٰۃ شریف میں ہے 'ترمذی شریف اور سنن ابو داؤد اور داری سے:
عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ

لکھ قضا قال اقضى بكتاب الله قال فان لم تجد في كتاب
الله قال فبسنه رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فان
لم تجد في سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اجتهد
براي ولا الو فضر رسول الله صلى الله عليه وسلم على
صدره فقال الحمد لله الذي وفق رسول الله لما يرضى
به رسول الله - حفظ

(ترجمہ) معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
(حاکم یمن بنا کر) یمن کی طرف بھیجا۔ فرمایا جب تم پر کوئی مقدمہ پیش ہو گا تو تم اس کو کس طرح
فیصل کرو گے۔ میں نے عرض کیا کتاب اللہ (قرآن مجید) کے ساتھ۔ فرمایا اگر کتاب اللہ میں اس کو
تم نہ پاؤ تو کیا کرو گے۔ میں نے عرض کیا سنت رسول اللہ کے موافق فیصلہ کروں گا۔ فرمایا اگر سنت
رسول اللہ میں بھی تم کو نہ ملے۔ میں نے عرض کیا 'بلا خوف اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ آپ
نے میرے سینہ پر دست مبارک مارا اور فرمایا شکر ہے اس اللہ کا جس نے اپنے رسول کے قاصد اور
سفیر کو اس امر کی توفیق عطا فرمائی جس سے اللہ کا رسول راضی تھا۔ حفظ۔

احکام رسول کی پابندی:

اور جو عمل قول اور فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو، اس پر عمل کرنا مینہ قرآن پر
عمل کرنا ہے۔ اس واسطے کہ قرآن مجید میں اللہ جل شانہ ارشاد فرماتا ہے ما اتاكم الرسول
فخذوه و ما نهاكم عنه فانتهوا یعنی جو تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ و وجہ وسلم
دیں، اس کو لے لو اور جس امر سے منع فرمائیں، باز رہو۔ چنانچہ کتاب التفسیر بخاری شریف میں ہے:

عن عبد الله ابن مسعود رضى الله عنه قال لعن الله
الواشحات والمستوشحات والمتنمصات والمتفلجات
للحسن للغيرات خلق الله فبلغ ذالك امرأة من بنى اسد
يقال لها ام يعقوب فجاءت فقالت انه بلغني انك لعنت

عليه وسلم ومن هو في كتاب الله فقالت لقد قرأت ما بين اللوحين فما وجدت فيه ما تقول قال لمن كنت قرأته لقد وجدته اما قرأت وما اتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا قالت بلى قال فانه قد نهى عنه قالت مالي ارى اهلك يفعلونه قال فاذهبى فانظري فذهبت فنظرت فلم ترمي صاحبها شيئا فقال لو كانت كذا لك ما جامعتنا۔

(ترجمہ) عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے 'انہوں نے فرمایا' لعنت ہو اللہ کی گودنے والی اور گود دانی والیوں پر اور بالوں کو نچوانے والی اور دانتوں کو کشادہ کرانے والی اللہ کی پیدا کی ہوئی صورت کو بدلنے والیوں پر۔ بنی اسد کی ایک عورت مساة ام یعقوب اس بات کو سن کر حضرت ابن مسعود کے پاس آئیں اور کہا کہ میں نے سنا ہے آپ گودنے گودوانے وغیرہن پر لعنت کرتے ہیں۔ فرمایا جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعنت فرمادیں اور جن پر قرآن مجید میں لعنت ہے، میں کیوں نہ لعنت کروں۔ عرض کیا، میں نے تو سارا قرآن پڑھا ہے، کہیں ایسی عورتوں پر لعنت نہیں پڑھی۔ فرمایا اگر تو نے ہمارا قرآن پڑھا ہوتا ضرور اس مضمون کو قرآن میں پا لیتی۔ کیا تو نے نہیں پڑھا، اللہ جل شانہ، فرماتا ہے ما اتاکم الرسول الایہ۔ یعنی جو تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیں، لے لو اور جس سے منع فرمائیں، باز رہو۔ اور آپ نے ان امور مذکورہ سے منع فرمایا ہے۔ کہنے لگی، آپ کے اہل و عیال ایسا کیوں کرتے ہیں۔ فرمایا، جادکھ میرے اہل سے ایسا کون کرتا ہے۔ جب جا کر دیکھا تو ان امور سے کچھ نہ پایا۔ حضرت عبد اللہ نے فرمایا، اگر میرے اہل سے کوئی ایسا کرتا، ہرگز میرے ساتھ نہ رہتا۔

اسلام میں اجماع اور قیاس کی اہمیت:

ان احادیث صحیحہ اور آیات کریمہ سے صراحتاً ثابت ہو گیا کہ مسائل اجماعی اور قیاسی سب حکم میں ان مسائل کے ہیں جو قرآن و حدیث سے ثابت ہوں بلکہ جو مسائل فقط احادیث سے ثابت ہیں یا فقط اجماع یا فقط قیاس سے۔ اگر اجماع اور قیاس کا حجت ہو نا فقط احادیث ہی سے ہوتا، جب بھی وہ مسائل حکم میں انہی مسائل کے ہوتے جن کا ثبوت قرآن سے ہے۔ اس واسطے کہ جو اصولی فقہ اور مسائل فقہ کے احادیث

صحیح سے ثابت ہیں، وہ سب احکام قرآنی ہی ہیں اور انہی احکام کے مجموعہ کا نام علم فقہ ہے اور جملہ کتب فقہ مثلاً شامی در مختار ہدایہ بحر الرائق وغیرہ کتب فقہ اسی قسم کے احکام سے پر ہیں۔ کیا ان کتابوں کی بلکہ جملہ کتب فقہ حنفیہ کے بلکہ مذاہب اربعہ کی کتب فقہ کے ایک ہی مسئلہ کو کوئی بتا سکتا ہے کہ یہ مسئلہ ان چاروں دلیلوں سے ایک بھی دلیل کے نیچے داخل نہیں اور مخالف کتاب و سنت اور اجماع امت اور قیاس شرعی کے ہے، البتہ وہ فرقہ جس کو مدعی اس امر کا بتایا گیا ہے کہ فقہ وہ منبع قرآن گاہے اور اس واسطے اس نے اپنا نام اہل قرآن رکھا ہے، وہ فی الواقع منکر قرآن ہے، اس واسطے کہ صحابہ کرام اور اہل بیت عظام کو قرآن کا کلام خدا ہونا جہی ثابت ہوا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یہ بیان کیا کہ غار حرا میں میرے پاس جبریل علیہ السلام اس شان کے ساتھ نمودار ہوئے اور مجھ سے کہا اقرا باسم ربک الذی خلق الانسان من علق ○ اقراء وربک الاکرم الذی علم بالقلم ○ علم الانسان ما لم یعلم ○ اور جو کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یا جو کام آپ نے کیا، اس کا نام حدیث ہے، جس کا یہ فرقہ، جس نے لوگوں کو دھوکہ دینے اور منکر قرآن بنانے کی غرض سے اپنا نام اہل قرآن رکھا ہے، سرے ہی سے منکر ہے۔ جس شخص کو ذرا سی بھی سمجھ ہے، اس پر یہ امر آفتاب کی طرح روشن اور ہویدا ہے کہ جب تک قرآن مجید کے لانے والے سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی باتوں پر اور آپ کے قول و فعل کی صداقت اور خوبی پر اول یقین کامل نہ ہو، جس کو اصطلاح میں حدیث کہتے ہیں، قرآن مجید کا کتاب اللہ ہونا کیسے ثابت ہو سکتا ہے بلکہ تورات اور انجیل کی صداقت تو پیغمبروں کی صداقت ہی پر موقوف تھی اور پیغمبروں کی صداقت ان کے معجزوں پر۔

قرآن مجید کا کلام اللہ ہونا تو حدیث کے ذریعہ سے ہی تسلیم کرنا ہے:

اسی طرح قرآن مجید کا کلام اللہ ہونا اول مثل تورات و انجیل کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوائے نبوت اور اس کی تصدیق ہی پر موقوف تھا اور آپ کی نبوت کے دعویٰ کی تصدیق آپ کے بے شمار معجزوں پر جن کی خبر من حیث المجموع ہم تک مشہور نقل ہوتی چلی آئی ہے اور نیز ان معجزوں پر جو بصورت کرامت پردہ اولیاء امت میں اب تک پائے جاتے ہیں، جن کا مفصل ذکر ان شاء اللہ باب دوم میں کیا جائے گا۔ البتہ تمام پیغمبروں سے نرالے طریق پر قرآن مجید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اس طرح نازل کیا گیا ہے کہ وہ اپنی فصاحت اور بلاغت اور دیگر صفات معجزہ کے ساتھ خود اپنی صداقت اور کلام اللہ ہونے

پر آپ بھی دلیل ہے۔ اور چونکہ قرآن مجید قیامت تک کے لیے تمام دنیا کے آدمیوں کے واسطے ہدایت نامہ کافی شافی نازل کیا گیا ہے، قیامت تک اپنی صفات معجزہ کے ساتھ، جن کا مفصل بیان باب سوم میں کیا جائے گا، اپنی صداقت پر دلالت کرتا ہی رہے گا اور اولیاء اللہ کی کراتیں، جو فی الواقع قرآن مجید کے لانے والے نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے ہیں، جن کا ذکر بھی عنقریب باب دوم میں آتا ہے، اس کی صداقت کی تائید کرتے ہی رہیں گے اور اگر بفرض محال خلاف واقع یہ بھی مان لیا جائے کہ بغیر فرمانے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے، خود قرآن مجید نے اپنے کلام اللہ ہونے کا دعویٰ کیا اور اپنے دعوے کو اپنی صفات معجزہ کے ساتھ پایہ ثبوت کو پہنچادیا اور اس نے یہ بتلایا کہ میرے لانے والے نبی امی کا فقط اتنا ہی کام ہے کہ وہ مجھ کو پڑھ کر سنادے، سو میرے ان کا کوئی قول و فعل حجت نہیں یا۔ بجز قرآن مجید کو پڑھ کر سنادینے کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی قول و فعل ظہور میں نہیں آیا، جس کو شاید کوئی مجتہد الحواس دیوانہ ہی تسلیم کرے، بلکہ قرآن مجید میں مخالف اس مضمون کے بہت سی آیتیں اس امر پر دال ہیں کہ علاوہ قرآن مجید کے، جو بھی اقوال و افعال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں، وہ سب قابل تسلیم اور واجب العمل ہیں اور بہت سی آیات قرآنی کا سمجھنا بیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر موقوف ہے اور اقوال اور افعال اور بیان اور تفسیر مضامین قرآنی کا نام ہی حدیث ہے، لہذا اس تقدیر پر بھی فرقہ چکڑالوی کو اہل قرآن اور سر تیا فقط جمع قرآن مجید ماننا ایسا ہی ہے، جیسے کوئی رات کا نام دن رکھ دے اور کافر کا نام مسلمان۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔ ”برعکس نمند نام زنگی کا نور“۔

اب ان آیتوں کو سننے اور انصاف سے ملاحظہ فرمائیے کہ فرقہ چکڑالوی علیہ ما علیہ اہل قرآن ہے یا منکر قرآن اور اس فرقہ کو مسلمان سمجھنے والے مسلمان ہیں یا کافر۔

(پ ۲۸، ع ۳) قال اللہ تبارک و تعالیٰ ما اتکم الرسول فخذوه و ما نہکم

عنه فانتہوا (پ ۲۷، ع ۵) و ما ینطق عن الہوی ان ہوا لا وحی یوحی۔

و کذا قال صلی اللہ علیہ وسلم الا انی اوتیت القرآن

و مثله معہ۔ الا یوشک رجل شعبان علی اریکتہ یقول

علیکم بهذا القرآن فما وجدتم فیہ من حلال فاحلوه و ما

وجدتم فیہ من حرام فحرموہ فما حرم رسول اللہ صلی اللہ

عليه وسلم كما حرم الله - الا لا يحل لكم الحمار الا هلي ولا كل ذى ناب من السباع ولا لقطة معاهد الا ان يستغنى عنها صاحبها ومن نزل بقوم فعليهم ان يقروه فان لم يقروه فله ان يعقيم بمثل قراه - رواه ابو داود - وروى الدارمي نحوه - وكذا ابن ماجه الى قوله كما حرم الله عن المقدام بن معدى كرب رضى الله عنه - واخرج العلامة ولى الدين فى المشكوه عن العرياض بن ساريت - قال قام رسول الله صلى الله عليه واله وصحبه وسلم فقال يحسب احدكم متكئا على اريكته يظن ان الله لم يحرم شيئا الا ما فى هذا القرآن - الا وانى والله قد امرت ووعظت ونهيت عن اشياء انها كمثل القرآن او اكثر وان الله لم يحل لكم ان تدخلوا بيوت اهل الكتاب الا باذن ولا ضرب لنسائهم ولا اكل وثمارهم اذا اعطوكم الذى عليهم رواه ابو داود وقال الله تعالى ومن يطع الرسول فقد اطاع الله - (پ ۵ ع ۸) واطيعوا الله واطيعوا الرسول واولى الامر منكم - (پ ۵ ع ۵)

(پارہ اٹھائیس، رکوع چارم) جو تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیں، لے لو اور جس امر سے منع فرمائیں، باز رہو۔ (اور رکوع پنجم ستائیسویں پارہ میں ہے) ہمارے محبوب اپنی خواہش سے کوئی بات نہیں کرتے۔ جو کچھ وہ فرماتے ہیں، بموجب اس کے ہے جو کچھ ان کو وحی کیا جاتا ہے۔

حضور قرآن کریم کے علاوہ بھی بے شمار علوم سے واقف تھے:

اس واسطے سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، خبردار رہو میں قرآن مجید دیا گیا ہوں اور مثل قرآن کی قرآن کے ساتھ اور علوم بھی دیا گیا ہوں (جن کے ساتھ بموجب آیہ کریمہ ان علینا بیاناہ۔ قرآن مجید کے مطالب کو میں واضح کر کے بیان کرتا ہوں، جس بیان کا نام

حدیث ہے۔ خبردار رہو قریب ہے کہ ایک پیٹ بھرا اپنی چارپائی پر بڑا ہوا کتا ہو گا لازم پکڑو تم اس قرآن کو۔ جو اس میں حلال ہے، اس کو حلال جانو اور جو حرام ہے، اس کو حرام اور سو اس کے نہیں کہ جیسے اللہ نے بہت چیزوں کو حرام کیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی میں نے بھی بہت کو حرام کیا ہے۔ تم پر پلاؤ گدھا حرام ہے اور کل درندے دانتوں سے پھاڑنے والے شکاری بھی تم پر حرام ہیں اور جو کافر معاہدہ یا ذی ہو، اس کی گری چیز بھی تم کو مثل مسلمان کی چیز کے جائز نہیں۔ مگر اگر وہ چیز ایسی ہے جس سے اس کا مالک بے پرواہ ہو اور اگر تم کسی ذی یا معاہدہ قوم پر جا کر اترو، ان پر لازم ہے کہ وہ تمہاری ضیافت کریں اور اگر وہ ضیافت نہ کریں تو تم کو جائز ہے کہ بہ جبران سے بقدر ضیافت لے لو۔ روایت کیا اس حدیث کو ابو داؤد اور دارمی نے اور ابن ماجہ نے کما حرم اللہ تک مقدم بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے اور علامہ ولی الدین، مشکوٰۃ شریف میں عریاض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، فرمایا انہوں نے کھڑے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، پھر فرمایا آپ نے کیا اپنی چارپائی پر تکیہ لگائے ہوئے ایک تمہارا گمان کرے گا یہ کہ اللہ نے جو کچھ حرام کیا ہے، اس کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ خبردار رہو بیشک میں نے بہت باتوں کا حکم دیا اور نصیحت کی اور بہت باتوں سے منع کیا ہے کہ وہ سب باتیں مقدار میں اور پیروی میں مثل قرآن کی ہیں یا اس سے زیادہ اور بیشک اللہ نے نہیں حلال کیا ہے تم کو یہ کہ داخل ہو اہل کتاب کے گھروں میں مگر اذن طلب کر کے اور نہیں جائز تم کو ان کی عورتوں کو مارنا اور ان کے پھلوں کا کھانا جب وہ جزیہ ادا کرتے رہیں اور ذمی بن کر تمہارے ملک میں سکونت کریں۔ روایت کیا اس کو ابو داؤد نے اور رکوع ہشتم پارہ والحصنات میں اللہ جل شانہ، فرماتا ہے، جس نے ہمارے رسول کی اطاعت کی، بیشک اس نے اللہ کی اطاعت کی اور رکوع پنجم اسی سپارہ میں ہے۔ اطاعت کرو اللہ کی اور اللہ کے رسول کی اور اس کی جو تم میں سے کوئی صاحب حکم شریعت کا ہو۔

حضور کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے:

ان دونوں آیتوں سے ظاہر ہے کہ علاوہ احکام قرآن مجید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور بھی احکام فرمائے ہیں کہ جن کی اطاعت کو بعض لوگ اطاعت احکام الہی نہیں سمجھتے ہیں، لہذا فرمادیا کہ احکام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت بعینہ ہماری ہی اطاعت ہے اور فرمایا ہمارے احکام کی بھی اطاعت

کرو جو قرآن میں ہیں اور ہمارے رسول کے احکام کی بھی اطاعت کرو جس کو وہ فرمائیں، اس واسطے کہ ان کی ہر بات خواہ قرآن میں ہو یا نہ ہو، وہ ہماری ہی مرضی اور ہماری وحی کے مطابق ہوتی ہے بلکہ جب تک مخالف قرآن و حدیث نہ ہو، اولی الامر صحابہ کرام اور اہل بیت عظام اور امراء اسلام اور علماء دین اور مجتہدین امت کا فرمان اور اس کی اطاعت بھی جب بموجب ہمارے فرمانے کے ہے، ہماری ہی اطاعت ہے بلکہ اس سے بڑھ کر دوسری جگہ تو بہت ہی صراحتاً فرمادیا کہ منافقوں کے قرآن مجید میں اختلاف بتانے کی علت یہ ہے کہ اپنی ناقص سمجھ کے موافق (مثل مرزائی اور چکرا لوی دہلی وغیرہم گمراہ فرقوں کے) قرآن مجید پر عمل کرتے ہیں اور انہی اپنے غلط معنی اور مطالب سمجھے ہوؤں کی طرف دوسروں کو بلاتے اور ہمکاتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا مجتہدین امت کے مانے ہوئے اور سمجھائے ہوئے مطالب کو نہیں مانتے۔ اگر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یا مجتہدین دین تین کی طرف قرآن مجید کے معنی اور مطالب سمجھنے میں رجوع کرتے تو کبھی گمراہ نہ ہوتے۔

(پ ۵، ع ۷) میں ہے:

افلا يتدبرون القرآن ولو كان من عند غير الله لوجدوا فيه
اختلافا كثيرا فاذا جاءهم امر من الامن او الخوف ازاعوا به
ولو ردوه الى الرسول والى اولى الامر منهم لعلهم الذين
يستنبطونه منهم. وقدم بيانه في بيان الاجماع والقياس
مستوعبا فانظر ثمة.

(ترجمہ) کیا سوچتے سمجھتے نہیں قرآن کو اور اگر ہو تا وہ کسی غیر کا کلام سوا اللہ کے تو البتہ بموجب اپنے گمان کے اس میں بہت کچھ اختلاف پاتے۔ باعث اختلاف یہ ہے کہ جب ان کے پاس کوئی بات امن کی یا خوف کی من جانب اللہ آتی ہے تو وہ بن سوچے سمجھے اس کو پھیلا دیتے ہیں۔ لاچار اپنے بے سمجھے پر پردہ ڈالنے کو ان کو کہنا پڑتا ہے کہ قرآن میں اختلاف بہت ہے اور اگر وہ اول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس کو پھیر کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سمجھ لیتے یا مالکان احکام شریعت علما کی طرف رجوع کر کے اس کو سمجھ لیتے تو جن کو ان علاقے قوت اجتہاد و استنباط حاصل ہے، وہ جانتے۔ (کہ ان آیتوں میں باہم موافقت کی کیا صورت ہے)

اور سورۃ قیامہ کے رکوع ۱۱ میں ہے:

لا تحرك به لسانك لتعجل به ان علينا جمعه وقرانه ثم ان
علينا بيانه -

قال العلامة جلال الدين السيوطي رحمه الله في تفسيره
الدر المنثور اخرج الطيالسي واحمد و عبد ابن حميد
والبخاري و مسلم و الترمذي و النسائي و ابن جرير و ابن
المنذر و ابن ابي حاتم و ابن الانباري في المصاحف
و الطبراني و ابن مردويه و ابو نعيم و البيهقي في الدلائل عن
ابن عباس رضي الله عنه قال كان رسول الله صلى الله عليه
وسلم يعالج و من التنزيل شده و كان يحرك به لسانه
و شفتيه مخافته ان ينفلت منه ما يريد ان يحفظه فانزل الله لا
تحرك به لسانك لتعجل به ان علينا جمعه وقرانه قال يقول
ان علينا ان نجمعه في صدرك ثم تقرأه فاذا قرأناه يقول اذا
انزلناه عليك فاتبع قرانه فاستمع له و انصت ثم ان علينا
بيانه بيناه بلسانك فكان رسول الله صلى الله عليه وسلم
بعد ذلك اذا اتاه جبريل اطرق و في لفظ استمع فاذا وهب قرأه
كما وعده الله عز وجل و اخرج عبد بن حميد و ابن المنذر عن
قتاده لا تحرك به لسانك لتعجل به قال كان رسول الله صلى
الله عليه وسلم يحرك لسانه بالقران مخافه النسيان فانزل
الله تعالى بالتسمع ان علينا جمعه وقرانه يقول ان علينا
حفظه و تأليفه فاذا قرأناه فاتبع قرانه يقول اتبع حلاله
واجتنب حرامه ثم ان علينا بيانه قال بيان حلاله و حرامه
وطاعته و معصيته و قال جل مجده في سورة النحل في ركوع
الثاني عشر و انزلنا الـ حريتين للناس ما نزل اليهم قال
رحمه الله في تفسير الدر المنثور اخرج ابن ابي حاتم عن

مجاهد فی قوله لتبين للناس ما نزل اليهم قال ما احل لهم
وما حرم عليهم۔

(ترجمہ) نہ حرکت دیجئے آپ اپنی زبان کو تاکہ جلدی سے یاد کرلو۔ بیشک ہمارا ذمہ ہے کہ ہم
اس کو تمہارے سینہ میں جمع اور پھر اس کو تم سے پڑھو اداں، پھر ہمارے ہی ذمہ پر ہے کہ اس کے
مضامین مشکل تم سے بیان کرا دیں۔

علامہ جلال الدین سیوطی اپنی تفسیر ”در مشور“ میں فرماتے ہیں کہ طرابلسی اور امام احمد اور عبد
بن حمید اور بخاری اور مسلم اور ترمذی اور نسائی اور ابن جریر اور ابن منذر اور ابن ابی حاتم اور
ابن انباری اپنے مصاحف میں اور طبرانی اور ابن مردویہ اور ابو نعیم اور بیہقی دونوں دلائل میں
عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ وقت نزول وحی کے یاد کرنے میں حضور
بہت تکلیف اٹھاتے تھے اور اس کے یاد زبان اور ہونٹ ہلاتے جلاتے، اس خوف سے کہ کبھی یاد
سے کچھ چھوٹ نہ جائے اور اچھی طرح یاد ہو جائے۔ اللہ جل شانہ نے یہ آیت کریمہ نازل کی لا
تحرک بہ لسانک الایہ۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں، اللہ جل شانہ فرماتا ہے، ہمارا
ذمہ ہے کہ قرآن کو تمہارے سینہ میں جمع کر دیں، پھر تم سے اس کو پڑھو اداں۔ اس واسطے جب
ہم بواسطہ جبریل اس کو پڑھیں یعنی تم پر وحی نازل ہو، اس کے پیچھے لگے رہو اور کان لگا دو اور
چپ رہو، پھر ہمارے ذمہ پر ہے کہ اس کا مفصل بیان تمہاری زبان سے کرا دیں، چنانچہ اس کے
بعد جب حضرت جبریل وحی لے کر آتے، حضور گردن جھکا لیتے اور کان لگا لیتے۔ جب حضرت
جبریل چلے جاتے بموجب وعدہ خداوند کریم آپ بلا تکلف پڑھتے اور عبدالبن حمید اور ابن منذر
حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اپنی سند کے ساتھ راوی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھول
جانے کے ذرے وقت نازل ہونے وحی کے اپنی زبان کو ساتھ ساتھ پڑھنے کے ساتھ حرکت دیتے۔
جاتے تھے، لہذا اللہ جل شانہ نے یہ آیت کریمہ نازل کی لا تحرک بہ لسانک الایہ
یعنی جو کلام وقت وحی کے تم سنتے ہو، اس کا تمہارے سینہ میں جمع کر دینا یعنی یاد کرا دینا اور اس کا تم
سے پڑھو ادا دینا ہمارا ذمہ ہے، اس واسطے بواسطہ وحی جب ہم پڑھیں تم کان لگا دو اور امر حلال کی
پیروی کرو اور امر حرام سے بچو ثم ان علینا بیانہ پھر اس کے حلال حرام کا تم سے بیان

پھر سورہ نحل کے بارہویں رکوع میں اللہ جل شانہ فرماتا ہے: **وَاَنْزَلْنَا الْيَكُوْلَ الَّذِي كَرِهْتُمْ** لِّلنَّاسِ مَا نَزَّلَ الْيَهُودَ۔ اس کی تفسیر میں بھی صاحب تفسیر ”در مشور“ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے یہی نقل فرماتے ہیں کہ معنی اس آیت کے یہی ہیں کہ تمہاری طرف ہم نے قرآن مجید نازل کیا، اس غرض سے کہ تم اس میں جو کچھ حلال حرام کا ذکر ہے، اس کو خوب ظاہر کر کے دکھا دو۔

”اہل قرآن“ کہلانے والے منکران قرآن ہیں:

جب تقریر مذکورہ سے یہ امر بالصریح ثابت ہو گیا کہ تمام مسائل کتب فقہ بعض فقہ قرآن مجید سے بلا واسطہ ثابت ہیں اور بعض جو بواسطہ احادیث صحیحہ اور اجماع اور قیاس کے ثابت ہیں۔ وہ حکم میں انہی مسائل کے ہیں جو قرآن مجید سے ثابت ہیں تو ہر اس شخص پر جو ذرا سی بھی سمجھ رکھتا ہے، ظاہر ہو گیا کہ جملہ مقلدین چاروں مذہبوں کے حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی فی الواقع پیرو اور تابع قرآن مجید کے ہیں اور علاوہ چاروں مذہبوں کے مقلدوں کے بتعلیل شخصی سب فرقہ گراہ اور بدعتی۔ بلکہ درپردہ منکر قرآن خصوصاً چکڑالوی تو صراحتاً منکر قرآن اور مرتد ہیں اور لوگوں کو دھوکہ دینے کی غرض سے اپنے فرقہ کو اہل قرآن کہتے ہیں۔

فقہ قرآن سے ماخذ ہے:

لہذا اب اس امر کے بیان کرنے کی ہم کو ضرورت ہی نہ رہی کہ تمام کتب ظاہر الروایت ہمارے پاس موجود ہیں اور بطریق شہرت ہم تک پہنچی ہیں۔ اس واسطے کہ کتب فقہ کے تمام مسائل زبان حال سے اہل علم و فہم کو بتلا رہے ہیں کہ ہمارا ماخذ من اولہ الی آخرہ قرآن مجید ہی ہے اور علاوہ ان مسکوں کے جو عبارت النص یا دلالت النص یا اشارۃ النص یا اقتضاء النص آیات قرآنی سے ثابت ہیں۔ جتنے بھی مسئلے ہیں، اسی طریق پر یا عبارت النص حدیث سے ثابت میں یا اشارۃ النص اور دلالت النص اور اقتضاء النص حدیث علی ہذا اجماع سے یا قیاس سے جن کا حجت شرعی ہونا قرآن مجید سے ثابت ہے تو لامحالہ سارے ہی مسائل قرآن مجید سے ثابت ہوئے اور فی الواقع ان مسائل پر حسب منشاء قرآن کے بتعلیل شخصی عمل کرنے والے سب متبع قرآن رہے اور باقی سب منکر اتباع قرآن قصد انا ان غلط فہم سے۔ تاہم بغیر من تفسیر

دیتے ہیں تاکہ ہر شخص پر واضح ہو جائے کہ ان کتابوں کے مصنفوں نے جتنے بھی مسائل لکھے ہیں، وہ قرآن و حدیث اور اجماع و قیاس سے وہ ترتیب وار انہیں قواعد کے موافق لکھتے ہیں، جس کی سمجھ انہوں نے اپنے اساتذہ سے حاصل کی تھی اور انہوں نے اپنے استاذوں سے یہاں تک کہ انہوں نے تابعین سے اور انہوں نے صحابہ کرام سے اور انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

فقہاء کی سندیں رسول کریم تک ملتی ہیں:

دیکھو سیدنا و مولانا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی سند جو جامع ہیں۔ مسائل مستخرجہ (ان مسائل کے مجموعہ کا نام ظاہر روایت ہے اور اس مجموعہ کے مختصر کا نام کافی حاکم شہید۔ وہ مع شرح مبسوط شمس الائمہ سرخسی بہت مستند طریق سے ہمارے پاس موجود ہے ۱۲ منہ غفر اللہ لہ و لوالدیہ) امام اعظم ابو حنیفہ النعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے۔ آپ نے فقہات قرآن و حدیث حاصل کی۔ حضرت حماد بن سلیمان سے اور حضرت حماد نے حضرت امام ابراہیم نخعی سے اور انہوں نے سیدنا سودا اور سیدنا طلحہ سے اور ان دونوں نے سیدنا عبد اللہ بن مسعود سے رضی اللہ عنہم اور انہوں نے جناب مآب حبیب کبریا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بوساطت سیدنا جبرئیل اور نیز بلا واسطہ بطریق مختلفہ جناب باری تعالیٰ عز اسمہ سے۔

اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ تک سند صاحب ہدایہ اور اس کے تینوں شارح صاحب ”عنایہ“ صاحب ”نہایہ“ اور صاحب ”معراج الدرایہ“ کے فوائد ”بیہ“ مولانا عبدالحی مرحوم سے یہ ہے مع سند صاحب جامع الفصولین یہ ہے۔ عمر بن اسرائیل صاحب جامع الفصولین نے صاحب عنایہ علامہ اکمل الدین محمد بارتی سے انہوں نے علم فقہ حاصل کیا۔ صاحب معراج الدرایہ قوام الدین کالی سے اور انہوں نے صاحب نہایہ حسام الدین حسن سفناتی سے اور انہوں نے حافظ الدین محمد بخاری سے اور انہوں نے شمس الائمہ محمد کردری سے اور انہوں نے صاحب ہدایہ برہان الدین علی بن ابوبکر مرغینانی سے۔ اور انہوں نے صدر الشہید عمر بن عبد العزیز بن عمر بن بازہ سے۔ انہوں نے اپنے والد ماجد عبد العزیز سے اور انہوں نے شمس الائمہ محمد سرخسی صاحب مبسوط سے۔ انہوں نے شمس الائمہ عبد العزیز حلوائی سے۔ انہوں نے ابو علی حسین نسفی سے۔ انہوں نے ابوبکر محمد بن الفضل سے۔ انہوں نے عبد اللہ سید موانی سے۔ انہوں نے ابو عبد اللہ محمد بن ابو حفص کبیر سے۔ انہوں نے

سند صاحب فتح القدير

شارح ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ از فتح القدير و صاحب کفایہ و صاحب کشف و تحقیق و کنز الدقائق، امام کمال الدین محمد بن عبد الواحد معروف بابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ صاحب فتح القدير نے علم فقہ حاصل کیا علامہ سراج الدین عمر بن علی سے۔ انہوں نے بہت سے مشائخ عظام خصوصاً شیخ الاسلام علاء الدین سیرامی سے اور انہوں نے علامہ جلال الدین خوارزمی صاحب کفایہ شرح الہدایہ سے۔ انہوں نے صاحب کشف و تحقیق علاء الدین عبد العزیز بخاری سے۔ انہوں نے علامہ حافظ الدین نسفی صاحب کنز الدقائق سے۔ انہوں نے شمس الدین محمد بن علی بن عبد الستار بن محمد کروری سے۔ انہوں نے علامہ برہان الدین صاحب ہدایہ سے۔ رحمہم اللہ تعالیٰ۔ اور سند صاحب ہدایہ کی امام محمد رحمۃ اللہ تک سند صاحب عنایہ میں گزر چکی۔

سند علامہ ابن عابدین

المشہور بالشافی کی منقول ان کی کتاب ”رد المحتار“ سے جو بنام ”شافی“ مشہور ہے۔ مشتمل سند در مختار اور سند فتاویٰ خیریہ و نہر الفائق اور در غرر و شرح نظم الکنز و شرح معیہ و شرح اشباہ و النظائر و تہذیب و بحر الرائق و شرح وہابیہ۔ علامہ محمد امین مشہور بابن عابدین نے علم فقہ حاصل کیا اور در مختار کو پڑھا شیخ سعید علی سے، پھر دوبارہ انہی سے در مختار کو مع اس کے دونوں حاشیوں کے پڑھا، جو ابراہیم علی رحمہ اللہ کے در مختار پر ہیں اور بحر الرائق کو بھی بہت غور و تأمل سے انہی سے پڑھا اور انہی نے آپ کو اجازت عام اپنی تمام مرویات کی عطا فرمائی اور انہوں نے فتاہت حاصل کی شیخ علامہ سید محمد شاکر عقاد سالمی سے۔ انہوں نے فقیہ زمانہ ملا علی ترکمانی مفتی شام سے۔ انہوں نے شیخ صالح علامہ عبد الرحمن مجلد سے۔ انہوں نے علامہ علاء الدین مولف در مختار سے اور آپ نے در مختار کا کچھ حصہ بلا واسطہ شیخ شاکر عقاد سے بھی پڑھ کر ان سے اجازت حاصل کی تھی اور شیخ شاکر رحمہ اللہ کو شیخ مصطفیٰ رحمتی سے اجازت تھی، جو محشی در مختار ہیں اور نیز ملا علی ترکمانی سے اور ان دونوں کو محدث اور فقیہ شام شیخ صالح حسینی سے۔ انہوں نے اپنے والد ماجد علامہ شیخ ابراہیم جامع فتاویٰ خیریہ سے۔ انہوں نے شیخ الفیاض علامہ خیر الدین ربلی سے۔ انہوں نے شمس الدین محمد عانوتی سے۔ انہوں نے علامہ احمد بن یونس شلمی سے اور آپ شیخ شاکر در مختار کو محشی در مختار علامہ علی مداری اور فقیہ زمانہ شیخ ابراہیم غزی ساجانی مفتی شام سے بھی روایت کرتے ہیں اور علامہ احمد بن یونس اور علامہ ابراہیم غزی دونوں نے فتاہت و اجازت روایت مسائل فقہی کی حاصل کی

شرنبلانی صاحب ایضاح اور اس کی شرح مراقی الفلاح اور صاحب تالیفات مشہورہ سے۔ انہوں نے محمد نجفی سے۔ انہوں نے ابن شلی سے اور آپ کو اجازت روایت مسائل فقہ کی دونوں بھائی معرشی عبد القادر اور شیخ ابراہیم لوبتون عبد الغنی نابلسی شارح عمیہ وغیرہ سے بھی حاصل ہے اور ان کو اپنے دادا عبد الغنی نابلسی سے اور ان کو اپنے والد شیخ اسماعیل شارح درر وغیرہ سے۔ ان کو شیخ احمد شوہری سے۔ ان کو بہت سے مشائخ اسلام خصوصاً شیخ عمر بن نجیم صاحب النہر اور علامہ شمس الدین حاتمی صاحب فتاویٰ مشہورہ اور نور علی مقدسی شارح نظم الکنز سے۔ ان کو ابن شلی سے اور نیز اجازت روایت مسائل فقہ نعمانی کی حاصل ہے۔ محقق بہ اللہ علی شارح اشباہ والنظائر سے اور ان کو شیخ صالح حسینی سے۔ ان کو شیخ محمد بن علی کسبی سے۔ ان کو شیخ عبدالغفار مفتی قدس سے اور ان کو شیخ عبداللہ غزی صاحب تنویر اور منہج الفائق سے۔ ان کو علامہ شیخ ابن نجیم صاحب تنویر الابصار و فتاویٰ ترمذی و منہج الغفار شرح تنویر الابصار شاگرد علامہ زین الدین ابن نجیم صاحب بحر الرائق رحمہ اللہ سے۔ ان کو علامہ ابن الشلی صاحب فتاویٰ مشہورہ و شارح کنز سے۔ ان کو سری عبدالبر بن الثمہ شارح وہابیہ سے۔ ان کو محقق کمال الدین ابن ہمام صاحب فتح القدیر سے۔ ان کو سراج عمر قاری الہدایہ صاحب فتاویٰ مشہورہ سے۔ ان کو علاء الدین سیرامی سے۔ ان کو سید جلال الدین شارح ہدایہ سے۔ ان کو صاحب الکشف و تحقیق عبدالعزیز بخاری سے۔ ان کو استاذ حافظ الدین سنی صاحب کنز الدقائق سے۔ ان کو شمس الائمہ کردری سے۔ ان کو برہان علی مرغینانی صاحب ہدایہ سے اور سند صاحب ہدایہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ تک اور امام محمد رحمہ اللہ سے جناب رسالت ماب صلے اللہ علیہ وسلم بلکہ جناب باری تعالیٰ عزاسمہ تک اوپر گزری ہو چکی۔

سند فتاویٰ قاضی خان حسن بن منصور بن محمود فخر الدین قاضی خان الاذہندی رحمہ اللہ نے

فقہائے حاصل کی۔ ظہیر الدین حسن بن علی مرغینانی سے۔ انہوں نے برہان الدین کبیر عبدالعزیز بن عمر بن بارہ سے۔ انہوں نے محمود بن عبدالعزیز اذہندی جد قاضی خان علیہ الرحمہ سے۔ انہوں نے شمس الائمہ سرخی رحمہ اللہ صاحب مبسوط سے جو شرح ہے کافی حاکم شہید کی جو جامع تھے۔ تمام مسائل ظاہر الروایت کی کتابوں کے جن کا نام جامع صغیر، جامع کبیر، صغیر، کبیر، مبسوط اور زیادات ہے اور جن کے جامع امام محمد رحمہ اللہ ہیں اور شمس الائمہ سرخی کی سند پوری امام محمد رحمہ اللہ تک بیان سند صاحب ہدایہ وغیرہ میں گزر چکی۔

سند فصل الخطاب

خواجہ محمد پار سار رحمہ اللہ و شرعۃ الاسلام۔ محمد بن محمد الحنفی البخاری الشیر
خواجہ محمد پار صاحب فصل الخطاب رحمہ اللہ نے علم فقہ حاصل کیا خواجہ ابوالطاہر سے۔ انہوں نے محمد بن
محمد بن حسن طاہری سے۔ انہوں نے صدر شریعہ عبید اللہ بن مسعود بن تاج الشریعہ مولف شرح وقایہ
سے۔ انہوں نے اپنے دادا مولف وقایہ الروایت و مختصر الوقایہ تاج الشریعہ محمود رحمہ اللہ سے (جن کو
برہان الشریعہ بھی کہتے ہیں) انہوں نے اپنے والد ماجد احمد صدر الشریعہ سے۔ انہوں نے اپنے والد ماجد
عبید اللہ جمال الدین محبوبی سے۔ انہوں نے امام زادہ محمد صاحب شرعۃ الاسلام سے۔ انہوں نے علامہ عماد
الدین زر نجری سے۔ انہوں نے اپنے والد شمس الائمہ بکر زر نجری سے۔ انہوں نے شمس الائمہ سرخی
سے۔ رحمہم اللہ اجمعین۔ جن کی سند امام محمد رحمہ اللہ تک بیان سند مبسوط میں گزر چکی۔

سند احکام القرآن

شرح معانی الآثار و مشکل الآثار و مختصر شرح جامع کبیر و جامع صغیر و کتاب
الشروط الکبیر و الصغیر و اوسط و محاور و حکایات و وصایا و قرآن و کتاب مناقب ابی حنیفہ رضی اللہ عنہ و تاریخ
نوادر الفقیہ و حکم اراضی مکہ و قسم الفتن و الغنائم و غیر ذالک تالیفات امام لمحادی رحمہ اللہ۔ احمد بن محمد ابو جعفر
المحادی الازدی نے علم فقہ حاصل کیا ابو جعفر رحمہ اللہ، پھر شام میں جا کر فقہ نعمانیہ حاصل کیا ابو حازم
عبد الحمید قاضی القضاۃ شام سے اور انہوں نے فقہیت حاصل کی تھی عیسیٰ بن ابان سے اور انہوں نے
فقہیت حاصل کی امام محمد بن حسن شبانی شاگرد امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے و قد مرئہ۔

سند فتاویٰ عثمانیہ

و اجناس (واقعات جن کے اکثر فتاویٰ عالمگیر) میں ہیں۔ احمد بن محمد صاحب
فتاویٰ عثمانیہ نے فقہ حاصل کیا ابو عبد اللہ جرجانی سے، جو شاگرد تھے ابو بکر جماس کے، وہ شاگرد تھے علامہ
کرخنی کے، وہ شاگرد تھے علامہ بروعی کے، وہ شاگرد تھے قاضی ابو حازم کے اور وہ عیسیٰ بن ابان کے اور وہ
امام محمد رحمہ اللہ شاگرد امام اعظم رضی اللہ عنہ کے۔

سند قدوری:

احمد بن محمد بن احمد ابو الحسن البغدادی القدوری نے علم فقہ حاصل کیا ابو عبد اللہ فقیہ محمد
بن یحییٰ جرجانی سے جو شاگرد قاضی خان علیہ الرحمہ ہیں۔ باقی سند علامہ قدوری اور صاحب فتاویٰ عثمانیہ ایک

الدین کبیر بن عبد العزیز مرغینانی مکتب ظہیر الدین ابوالحسن سے اور انہوں نے فقہ حاصل کیا برہان الدین کبیر عبد العزیز بن عمر بن مازہ اور شمس الدین محمود اوزجندی صاحب فتاویٰ اوزجندی اور ولی الدین خلیب مسعود بن حسن کشانی سے اور ان سب نے شمس الائمہ سرخی سے رحمہم اللہ اجمعین اور ان کے ہی شاگرد ہیں ظہیر الدین محمد بن احمد صاحب فتاویٰ ظہیریہ اور فخر الدین حسن اوزجندی اور سند شمس الائمہ سرخی رحمہم اللہ سند مبسوط میں امام محمد رحمہ اللہ تک پہلے نقل ہو چکی۔

سند کامل الفتاویٰ: جس کا حوالہ اکثر کتابوں میں ہے۔ حسام الدین علیا بادی صاحب کامل الفتاویٰ نے علم فقہ حاصل کیا محمد الدین محمد بن محمود استروخنی سے۔ انہوں نے ظہیر الدین محمد بن احمد بخاری سے۔ انہوں نے ظہیر الدین حسن بن علی مرغینانی سے۔ انہوں نے برہان الکبیر عبد العزیز بن عمر بن مازہ سے۔ انہوں نے شمس الائمہ سرخی سے رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین۔ باقی سند مبسوط میں گزر چکی۔

سند بدائع: ابوبکر ابن مسعود بن احمد علاء الدین کشانی ملک العلماء صاحب بدائع شرح تحفۃ الفقہاء نے علم فقہ حاصل کیا علاء الدین محمد سمرقندی صاحب تحفۃ الفقہاء سے۔ انہوں نے احمد بن محمد ابوالیسر صدر الاسلام بن محمد عبدالکریم بن موسیٰ بن عیسیٰ صدر الائمہ ابوالمعانی بزدوی سے۔ انہوں نے فقہات حاصل کی اپنے والد ماجد محمد بن عبدالکریم رحمہ اللہ سے اور ابوالعین میمون بن محمد نسفی سے اور علامہ محمد بن عبدالکریم صدر الاسلام خوارزمی نے علم فقہ حاصل کیا اسماعیل بن عبدالصادق سے۔ انہوں نے علم فقہ حاصل کیا علامہ عبدالکریم دادا علامہ ابوالیسر سے۔ انہوں نے محمد بن محمد بن محمود ابوالنعمان ماتریدی رحمہ اللہ سے۔ انہوں نے ابوبکر جرجانی سے۔ انہوں نے ابوسلمان سے۔ انہوں نے امام محمد رحمہ اللہ شاگرد امام الائمہ ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے۔

اور باقی تمام کتب فقہ کی اگر سندیں جمع کی جائیں تو ایک بڑی ضخیم کتب فقط سندوں کی بن جائے اور بوجہ کثرت سے ہونے فقہ کی کتابوں کے، سندیں ختم نہ ہوں۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ فقہ کی تمام کتابوں میں وہی مسئلے ہیں، جن کو امام محمد رحمہ اللہ نے بعد استنباط کرنے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے، ان مسائل کو قرآن و حدیث سے ظاہر الروایت کی چھ کتابوں میں درج فرمائے تھے یا کتب نوادر سے جو مسائل قوی نظر آئے یا بحسب ضرورت اور واقع ہونے نئے نئے واقعات کے، پچھلے فقہانے بموجب اصحاب، قواعد امام

مثال اسی سوال ہشتم کے جواب کے تحت میں گزر چکی۔ اپنے زمانہ یا زمانے والوں کی حالت کے موافق جن قولوں کو مختار فرمایا لہذا جو کتابیں فقہ کی ہمارے زمانہ میں معتبر و مشہور پائی جاتی ہیں اور ان کے مصنفوں کی سندیں امام اعظم رحمہ اللہ تک بلکہ جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم تک کتب معتبرہ میں مسلسل ملتی ہیں، ان سے فتویٰ دینا بعینہ قرآن و حدیث کے موافق فتویٰ دینا ہے اور ان کی مخالفت قرآن و حدیث کی مخالفت۔ اس واسطے کہ مسائل مستبدہ ائمہ اربعہ ان کے زمانہ سے ہم تک بطریق تواتر اور شہرت منقول ہوتے چلے آئے ہیں اور ان پر بتعلیل شخصی عمل کرنے والے اور ان مسائل کو اپنی کتابوں میں یکے بعد دیگرے نقل کرنے والے ہر زمانہ میں ان کے زمانہ سے اب تک لاکھوں پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ ہر زمانہ کے فقہاء کی تالیف کی ہوئی ہزاروں کتب فقہ بطریق مشہور و غیر مشہور موجود ہیں، چنانچہ نسخے کتب ظاہر الروایت کے بحسن اگرچہ ہمارے زمانہ میں عزیز الوجود ہو گئے اور بہت کم نسخے بعض بڑے کتب خانوں میں ملتے ہیں مگر ان کے مسائل ایسی مشہور کتابوں میں منقول ہوتے چلے آئے ہیں کہ جن کے اعتبار پر مسائل نوادر جو امام رحمہ اللہ سے بطریق شہرت نقل نہیں کیے گئے، وہ بھی قابل اعتبار ہو گئے۔

چنانچہ عقد المجدد میں مولانا شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ فصل تبصر فی المذہب میں بحر الرائق اور نہر الفائق اور امام رازی علیہ الرحمہ سے نقل فرماتے ہیں کہ جو عالم اپنے مذہب کے مسائل کا حافظ اور فقہاء کے طرز کلام کو جاننے والا اور ان کے سمجھنے کی صحیح سمجھ رکھنے والا ہو، اس پر واجب ہے کہ جب تک طریق معتبر اور سند صحیح سے نہ معلوم ہو کہ یہ قول اور مسئلہ میرے ہی امام کا ہے، جس کا میں مقلد ہوں یا اس مسئلہ کو مشہور اور معتبر کتابوں میں نہ دیکھ لے، مثل ہدایہ، مبسوط، در مختار کی اور مسائل ظاہر الروایت کتب ستہ امام محمد رحمہ اللہ کی روایات، نسخوں، نوادر پر فتویٰ نہ دے، ہاں روایات نوادر کو کتب معتبرہ ہدایہ وغیرہ میں اگر منقول پائے تو ان پر بھی فتویٰ دینا جائز ہے، اس واسطے کہ معتبر اور مشہور کتابوں کی روایتوں کا ثبوت ہر مذہب کے ائمہ مجتہدین تک مثل ثبوت خبر متواتر ہے، جو فائدہ یقین کا دیتی ہے، انتہا خلاصہ ترجمہ اور ائمہ مجتہدین کے تمام قولوں کا قرآن اور حدیث کے مطابق ہونا معتبر اور مشہور تاریخ اور تذکروں سے اظہر من الشمس ہے۔

چار اماموں کا طرز عمل معتبر ہے:

چنانچہ حارثی امام جو نکہ انہارے جو حد کثرت کے اعتبار سے اہل امام بریقین رکھتے ہیں کہ ہم نے حتیٰ

المقدور کوئی قول مخالف قرآن اور حدیث اور قول و فعل صحابہ کرام نہیں کیا، بار بار اپنے شاگردوں کو جو پایہ تحقیق رکھتے تھے، فرماتے ہیں کہ اگر ہمارا کوئی قول مخالف قرآن یا حدیث یا قول و فعل صحابہ کرام پاؤ، اس کو پتھر سے پھینک کر مارو اور ہرگز اس پر عمل نہ کرو اور جب تم کو کوئی حدیث یا قول صحابی اس حدیث اور قول سے زیادہ صحیح مل جائے، جس کے موافق میں نے کوئی مسئلہ لکھا ہے یا میری معمول بہ حدیث کی کوئی ناخ حدیث صحیح سند سے ملے تو اس کو میرا ہی مذہب جاننا نہ کہ عموماً پچھلی۔ خصوصاً ہمارے زمانہ کے مولویوں کو جن کا کل سرمایہ مشکوٰۃ شریف اور کتب صحاح ستہ بخاری شریف، مسلم شریف، ترمذی شریف، سنن ابو داؤد اور نسائی اور ابن ماجہ شریف وغیرہ ہیں، جن کا ان کے زمانہ سے اب تک بطریق متواتر و مشہور منقول منقول ہوتے چلا آتا یقینی ہے مگر زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان جملہ کتب احادیث کے جمع کرنیوالوں کے زمانے تک کیا کوئی ایک بھی حدیث بتا سکتا ہے کہ ان کتابوں کے مولفوں تک یہ حدیث لفظاً اور معناً بطریق متواتر منقول پائی جاتی ہے۔ بخلاف ان حدیثوں کے جو امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو پہنچی تھیں کہ جو بوجہ قرب زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اکثر حدیثیں تو مثل متواتر مرتبہ یقینی ہی کو پہنچی ہوئی تھیں اور پھر اس درجہ کی احتیاط تھی کہ علامہ ابن حجر خیرات الحسان میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب تک اپنے استادوں سے، جو علم حدیث کے چار ہزار تابعی اور بقول مختلف فیہ سات صحابہ کرام اور بلا اختلاف بقول متفق علیہ تین صحابہ ذوی الاقتسام تھے، یہ دریافت نہ فرمالیتے تھے کہ یہ وہی لفظ ہیں، جو زبان فیض ترجمان حبیب الرحمن صلی اللہ علیہ وسلم سے نکلے تھے یا بالمعنی کسی کی حدیث کو قبول نہیں فرماتے تھے اور اپنے شاگردوں سے وقت بیان حدیث یہ عہد لے لیتے تھے کہ میرے بیان کیے ہوئے الفاظ حدیث کے اگر تمہارے یاد نہ رہیں تم پر حرام ہے کہ تم اس حدیث کو میری طرف نسبت کرو اور ”حدیث ابو حنیفہ“ کہو۔ اسی وجہ سے کسی بڑے سے بڑے محدث کی ہمت نہیں پڑتی کہ حدیث ابو حنیفہ کہے۔ ہاں آپ کے زمانہ سے آج تک آپ کے مسائل مستنبہ کے اپنی کتابوں میں نقل کرنے والے ہزاروں فقہاء اور ان پر عمل کرنے والے بے انتہا آدمی ہر زمانے میں پائے جاتے ہیں اور موجود ہیں، خصوصاً بخارا، ماوراء النہر، ترکستان، ہندوستان میں۔ اسی طرح دوسرے اماموں کے مقلد بھی بے حد تھے اور اب عرب، مغرب، شام و عراق و کوکن میں موجود ہیں

چار اماموں کے مقلد دنیا بھر میں موجود ہیں:

اس واسطے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میرے قرآن و حدیث سے استنباط کیے ہوئے مسئلہ کے بیان کرنے میں اگر کسی سے غلطی ہو جائے، وہ بہت آسان ہے بہ نسبت اس کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے بیان کرنے میں غلطی کرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنا، بہ نسبت اس کے کہ کوئی میرے اوپر جھوٹ باندھے، آسان ہے۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من کذب علی متعمداً فلیتبعوا مقعدہ من النار یعنی ”فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: جو کوئی جان بوجھ کر میرے اوپر جھوٹ باندھے، اس کو چاہیے کہ اپنی جگہ جہنم میں تلاش کر لے۔“ لہذا جب یہ ثابت ہو گیا کہ مسائل مستنبذہ امام یقیناً قرآن اور حدیث کے مطابق ہیں اور وہ تمام مسائل بطریق یقین قرآن و حدیث پر بلکہ فقط قرآن مجید پر عمل کرتا ہے اور ان کتب بتعلیل شخصی عمل کرنا بلاشبہ بطریق یقین قرآن و حدیث پر بلکہ فقط قرآن مجید پر عمل کرنا ہے اور ان کتب احادیث پر باوصف حاصل ہونے قوت اجتہاد کے بھی جو فی زمانہ عقاصفت ہے، قرآن و حدیث پر عمل کرنا بطریق قن ہے نہ کہ بطریق یقین۔ اور ان کتابوں کی روایتیں بالمعنی ہیں نہ کہ باللفظ والمعنی۔ اور بلا حصول قوت اجتہاد عوام الناس تو درکنار، اس وقت کے مولویوں کو بھی قرآن و حدیث پر اپنی سمجھ اور خواہش کے موافق عمل کرنا اپنے آپ کو گمراہی کے گڑھے میں ڈالنا ہے اور اپنے اوپر بوجب خواہش نفسانی کفر و الحاد کا دروازہ کھول لینا۔ چنانچہ مرزائی، چکراوئی، نیچری، دہلوی، غیر مقلد جتنے مرتد یا گمراہ فرتے پائے جاتے ہیں، سب کی بنا ترک تقلید ائمہ مجتہدین ہے اور اپنی سمجھ اور خواہش نفسانی پر عمل کرنا۔

مولف کتاب اور ان کے بیٹے علامہ ابوالبرکات کی فقہ میں سند:

جب اس جواب اعتراض ہشتم سے اچھی طرح ظاہر ہو گیا کہ تمام مسائل کتب فقہ بیئہ حکم میں انہی مسائل کے ہیں، جن کا ثبوت قرآن مجید سے ہے اور تمام کتب فقہ کے تالیف کرنے والوں کی سند فقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک جا ملتی ہے، تو اب کاتب الحروف کو یہی لازم ہوا کہ اپنی سند فقہ و حدیث کو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم تک بلکہ جناب باری عزاسمہ، تک لکھ کر دکھادے اور یہ ثابت کر دکھائے کہ ہر سنی، خلیفہ، عالم معتمد، سند اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک برابر پہنچتی ہے اور ہر مسئلہ فقہ کی

سند امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ تک اور امام سے جناب باری عز اسمہ تک برابر جاتی ہے۔

اسانید قرآن و حدیث و فقہ اور جملہ اعمال و اذکار کے جو کاتب الحروف نے بہرہی اپنے تحت بحر سعادت مندا زلی مقبول بارگاہ صد مولوی سید احمد (ابو البرکات قادری) کے مولانا احمد رضا خان صاحب قدس سرہ اللہ سرہ العزیز سے حاصل کی اور اپنے تمام اعمال اور اذکار اور جملہ مردیات فقہ و حدیث کے روایت کرنے کی اجازت عطا فرمائی۔

مولانا و سیدنا قانع بدعت محی السنہ جامع علوم ظاہری و باطنی مولانا احمد رضا خان صاحب قدس اللہ سرہ نے مجھ کو اور میرے قرۃ العین مولوی سید احمد زاد اللہ علمہ و علمہ و شوقہ الی اللہ و فی اللہ و باللہ کو اجازت روایت جمیع کتب فقہ حنفیہ کی عطا فرمائی اور مولانا ممدوح نے اجازت روایت مسائل فقہ حاصل کی۔ مفتی مکہ معظمہ مفتی احتاف مولانا علامہ شیخ عبدالرحمن سراج سے۔ انہوں نے سیدی جمال بن عبداللہ بن عمر سے۔ انہوں نے شیخ وقت علامہ محمد عابد انصاری مدنی سے۔ انہوں نے شیخ یوسف بن محمد بن علاء الدین مزجاجی سے۔ انہوں نے علامہ شیخ عبدالقادر بن خلیل سے۔ انہوں نے شیخ اسماعیل بن عبداللہ مشہور بعلی زادہ بخاری سے۔ انہوں نے عارف باللہ شیخ عبدالغنی بن اسماعیل بن عبدالغنی نابلسی سے جو مصنف حدیقہ ندیہ اور مطالب و فیہ اور دیگر تصانیف مشہورہ ہیں۔ انہوں نے اپنے والد ماجد اسماعیل بن عبدالغنی نابلسی سے جو مولف شرح درر غرر ہیں۔ انہوں نے شیخ وقت احمد شومیری اور حسن شرنبلالی سے جو بحثی درر غرر اور مولف نور المایضاح اور اس کی شرح مراقی الفلاح اور امداد الفلاح اور دیگر تصانیف مشہورہ کے ہیں اور انہوں نے اولاد عمر بن نجیم صاحب نہر الفائق اور شمس علانوی صاحب فتاویٰ اور شیخ علی مقدسی شارح نظم الکفر سے اور بروایت ثانی شیخ عبداللہ نحریری اور شیخ محمد بن عبدالرحمن میری اور شیخ محمد بن احمد الحموی اور شیخ احمد محی سے اور ان ساتوں مشائخ وقت نے شیخ احمد بن یونس شبلی صاحب فتاویٰ سے اور انہوں نے سری الدین عبدالبر بن شحہ شارح وہبانیہ سے۔ انہوں نے کمال ابن ہمام صاحب فتح القدیر سے۔ انہوں نے سراج قاری الہدایہ سے۔ انہوں نے علاء الدین سیرانی سے۔ انہوں نے سید جلال الدین خبازی شارح ہدایہ سے۔ انہوں نے شیخ عبدالعزیز بخاری صاحب کشف و تحقیق سے۔ انہوں نے جلال الدین کبیر سے۔ انہوں نے امام عبدالستار بن محمد کردری سے۔ انہوں نے امام برہان الدین صاحب ہدایہ سے۔ انہوں نے امام فخر الاسلام بزدوی سے۔ انہوں نے شمس الاسمرہ حلوانی سے۔ انہوں نے قاضی ابو علی نسفی سے۔

انہوں نے ابوبکر محمد بن فضل بخاری سے۔ انہوں نے امام ابو عبداللہ بن مہدی سے۔ انہوں نے امام عبداللہ بن

۱
 بن ابو حفص بخاری ہے۔ انہوں نے اپنے والد ماجد احمد بن حفص مشہور بامام ابو حفص کبیر سے۔ انہوں نے
 امام جتہ اللہ ابو عبد اللہ محمد بن حسن شیبانی سے۔ انہوں نے امام اعظم ابو حنیفہ سے رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ اور
 سند فقہات امام اعظم رحمہ اللہ، اللہ جل شانہ، تک اول بیان ہو چکی۔

اور سند کتب فقہ اور حدیث اور حدیث سے مسائل فقہ مطابق کرنے کے کہ جو تمام کتب احادیث قرا
 ة و سماعہ حضرت سید پیر مرعلی شاہ صاحب مد اللہ ظلہ العالی مسند آراء گوڑہ شریف ضلع راولپنڈی اور مولانا
 وصی احمد صاحب مرحوم مغفور صورتی ثم پبلی مہستی اور تقریباً بیس پچیس طلبہ کے ساتھ حرفاً، حرفاً، مولانا احمد
 علی صاحب سہارنپوری مرحوم مغفور پر ۱۲۹۲ھ میں پیش کر کے خاکسار نے حاصل کی تھی، وہ یہ ہے: مولانا احمد
 علی مرحوم و مغفور سہارنپوری نے مولانا قاری عبد الرحمن صاحب پانی پتی کے ساتھ تمام کتب صحاح ستہ وغیرہا
 معہ طریق استنباط مسائل ضروریہ اور طریق موافق کرنے روایات فقہی کے قرآن اور احادیث کے ساتھ
 پیش کی مولانا شاہ محمد اسحاق علیہ الرحمہ پر اور مولانا شاہ محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے اسی طرح تمام احادیث
 کی مولانا شاہ عبد العزیز علیہ الرحمہ پر اور مولانا شاہ عبد العزیز علیہ الرحمہ اپنے رسالہ ”عجالتہ نافعہ“ میں اپنی
 تمام سندیں اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔

اسانید شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ

اس فقیر نے علم حدیث اور باقی جملہ علوم اپنے والد ماجد سے لیے ہیں اور بعض کتابیں حدیث کی مثلاً
 مصابیح و مشکوٰۃ و موسیٰ شرح موطا (جو کہ انہی کی تصنیفات میں سے ہے) اور حصن حصین اور شمائل ترمذی
 تحقیق و تفتیش کے ساتھ قراۃ و سماعاً ان سے حاصل کیں اور اوائل بخاری سے بھی کسی قدر بطریق
 درایت ان سے سنا ہے اور صحیح مسلم اور دیگر کتب صحاح ستہ کو غیر منتظم طریق پر بدیں نوع ان سے سنا ہے کہ
 دوسرے طلباء آپ کی خدمت میں پڑھتے تھے تو یہ فقیر بھی حاضر رہتا اور ان کی تحقیقات و تحقیقات کو سن رہتا
 تھا۔ یہاں تک کہ خدا کے فضل و کرم سے اور اک و قائق اسانید و معانی احادیث میں کافی سمجھ اور ملکہ
 حاصل ہو گیا۔ بعد ازاں آپ کے قابل اعتماد احباب شاہ محمد عاشق پچلتی و خواجہ محمد امین دلی الہی سے بطور
 رسم اجازت بھی حاصل کی اور شاہ محمد عاشق پچلتی سماع و قراۃ میں شیخ ابوطاہر قدس سرہ، اور دیگر مشائخ
 محترم سے شریک اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے رفیق تھے اور حضرت شاہ صاحب بعض حدیث

کی کتابیں مثل مشکوٰۃ و صحیح بخاری پر پہلے اپنے ملک میں اپنے والد بزرگوار کے حضور میں عبور کر کے بطریق درایت ان سے یہ علم حاصل کر چکے تھے اور سند آپ کی محمد زاہد مرحوم کے واسطے ملا جمال الدین دوانی تک پہنچتی ہے اور آپ کی حدیث کی سند انموذج العلوم کی ابتداء میں مفصل مذکور ہے اور فقیر کے والد بزرگوار نے حاجی محمد افضل صاحب سیالکوٹی سے بھی اجازت حاصل کی تھی جو کہ ان ممالک میں صاحب سند تھے، ان کی سند بھی آپ کے رسائل میں مذکور ہے۔

بالآخر والد ماجد بزرگوار نے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ میں اجلہ مشائخ حرمین شریفین سے انس علم کی بالاستیعاب تکمیل کی اور آپ نے زیادہ تر استفادہ حضرت شیخ ابوطاہر مدنی قدس سرہ سے کیا جو اس علم میں اپنے زمانہ کے یگانہ و فرید العصر تھے رحمۃ اللہ علیہ و علی اسلافہ و مشائخہ اور یہ عجب حسن اتفاقات سے ہے کہ شیخ ابوطاہر قدس سرہ، صوفیاء کرام و عرفاء عظام سے شیخ زین العابدین زکریا انصاری تک مسلسل سند رکھتے ہیں اور انہوں نے سند حاصل کی تھی اپنے باپ شیخ ابراہیم کردی سے اور انہوں نے شیخ احمد کاشانی سے اور انہوں نے شیخ احمد شادی سے اور انہوں نے اپنے والد شیخ عبدالقدوس شادی سے اور شیخ محمد بن ابی الحسن بکری اور شیخ محمد بن احمد رملی اور شیخ عبدالرحمن بن عبدالقادر بن فہد سے بھی اور یہ سب لوگ جلیل القدر مشائخ اور عارفین باللہ ہیں اور شیخ عبدالقدوس نے سند حاصل کی شیخ ابن حجر کی اور شیخ عبدالوہاب شعراوی سے اور ان دونوں سے شیخ الاسلام ابن زین الدین زکریا انصاری اور شیخ محمد بن بکری سے۔ انہوں نے اپنی والد عارف باللہ ابی الحسن بکری سے اور انہوں نے شیخ زین الدین زکریا سے اور ایسے ہی شیخ محمد رملی نے اپنے باپ اور زین الدین زکریا سے، لیکن شیخ عبدالرحمن بن عبدالقادر بن فہد نے اپنے چچا جابر اللہ بن فہد سے اور انہوں نے شیخ جلال الدین سیوطی سے اور شیخ ابوطاہر قدس سرہ نے شیخ حسن عجمی سے بھی استفادہ کیا ہے اور شیخ حسن عجمی شیخ عیسیٰ مغربی کے شاگرد تھے۔ وہ شیخ محمد بن الطلاء باملی کے، وہ شیخ سالم سنوری کے اور سالم نے شیخ نجم الدین غیبی سے حاصل کیا اور نجم الدین غیبی نے شیخ الاسلام زین الدین زکریا انصاری سے حاصل کیا اور شیخ عیسیٰ مغربی نے بہت سے واسطوں سے شیخ جلال الدین سیوطی سے بھی حاصل کیا اور شیخ ابوطاہر نے شیخ احمد غفلی سے بھی حاصل کیا جو اپنے زمانہ میں مکہ مکرمہ کے سب سے بڑے عالم تھے اور شیخ احمد غفلی نے سلطان مزاجی سے اور انہوں نے شہاب الدین غلیل بسکی سے اور انہوں نے شیخ محمد مقدسی سے اور انہوں نے شیخ زین الدین زکریا سے اور حضرت شیخ ابوطاہر نے شیخ عبداللہ بن سالم بصری سے بھی حاصل کیا تھا اور وہ شیخ احمد غفلی کے ہم عصر تھے اور شیخ احمد غفلی کے اساتذہ سے بھی تلمذ رکھتے تھے اور شیخ ابوطاہر نے

شیخ محمد بن محمد بن سلیمان مغربی سے۔

الغرض ان عزیزوں میں سے ہر ایک نے دو یا تین واسطوں سے بہت سے طرق پر حاصل کیا اور شجرہ ان کا شیخ زین الدین ذکر کیا اور شیخ جلال الدین سیوطی اور شمس الدین سخاوی اور عبدالحق سنہاطی اور سید کمال الدین محمد بن حمزہ حسینی تک پہنچتا ہے اور ہر ایک ان میں سے صاحب سند اور اپنے وقت کا حافظ تھا اور ان کی تصنیفات ملک میں جاری و ساری اور ان کی اسانید اکثاف و آفاق عالم میں مشہور و معروف ہیں۔ اس وقت چند ایک کتابوں کا بطور نمونہ ذکر کیا جاتا ہے اور باقی ہر کتاب کے کئی کئی طرح کے اسانید و جواہر کثیرہ کے ساتھ حضرت والد ماجد قدس سرہ کی مصنفہ کتاب ”الارشاد الی مسامات الاسناد“ پر ملتوی کی جاتی ہیں۔

کتاب موطا

کو والد ماجد نے شیخ محمد وند اللہ مکی پر بالتمام پیش کیا اور انہوں نے اپنے باپ شیخ محمد بن محمد بن سلیمان پر۔ اور سند شیخ ابن سلیمان کی کتاب ”مکمل الخلف“ میں مذکور ہے۔ نیز شیخ محمد وند اللہ نے اس کتاب کو شیخ حسن مجہبی سے حاصل کیا اور شیخ عبد اللہ بن سالم بصری سے بھی۔ اور ان دونوں بزرگوں نے شیخ مغربی سے اور انہوں نے شیخ سلطان محمد بن احمد مزاجی سے (اور مزاج تشدید زاسے دیہات متعلقہ مصر کے ایک گاؤں کا نام ہے) اور شیخ سلطان نے شیخ احمد بن ظلیل مکی سے (بکہ مصر میں ایک گاؤں ہے) اور انہوں نے شیخ محمد نجم الدین بن احمد غمیلی سے (غید بھی مصر میں ایک گاؤں ہے) اور انہوں نے شیخ شرف الدین عبدالحق بن محمد السنہاطی سے اور انہوں نے شیخ ابو محمد الحسن بن محمد بن ایوب الحسنی اعلم علم الانساب سے اور انہوں نے اپنے چچا حسن بن ایوب نسبہ سے اور انہوں نے ابو عبد اللہ محمد بن جابر الوادیثی سے (وادیش دیار مغرب میں ایک شہر کا نام ہے) انہوں نے شیخ ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن ہارون قرطبی سے (قرطبہ قاف مضموم اور طائے مملہ اور پائے موحده سے اندلس میں ایک شہر ہے) اور انہوں نے قاضی ابوالقاسم شیخ احمد بن یزید قرطبی سے اور انہوں نے شیخ محمد بن عبد الرحمن بن عبدالحق الخزرجی القرطبی سے اور انہوں نے شیخ محمد بن فرح مولیٰ ابن الطالع سے اور انہوں نے قاضی ابو الولید یونس بن عبد اللہ بن مغیث الصغار سے اور انہوں نے ابو عیسیٰ یحییٰ بن عبد اللہ بن یحییٰ بن یحییٰ سے اور انہوں نے اپنے باپ کے چچا عبد اللہ بن یحییٰ سے اور انہوں نے اپنے باپ یحییٰ بن یحییٰ مصمودی اندلسی سے جو حضرت امام مالک کے جلیل القدر شاگردوں سے تھے اور دیار مغرب میں ان کے مذہب کے رواج پانے کا باعث بنی ہیں اور یحییٰ بن یحییٰ نے امام مالک سے اس کتاب کو حاصل کیا اور یہ نسخہ موطا کا انہی سے مروی ہے۔ (مسمودہ دیار

مغرب میں قوم بربر کے ایک قبیلہ کا نام ہے) اور اس کتاب کی سند ہذا کے علاوہ اور بہتری سندیں ہیں جو کتاب ”الارشاد الی سمات الاسناد“ میں مذکور ہیں لیکن یہ سند سماع اور قرات میں مسلسل ہے، بخلاف دوسری سند کے کہ ان میں اکثر مقامات پر محض اجازت پر اکٹفا کیا گیا ہے۔

صحیح البخاری: حضرت شیخ ابو طاہر نے اپنے والد شیخ ابراہیم کردی سے پڑھی اور انہوں نے شیخ احمد قشاشی سے اور انہوں نے شیخ ابو المواہب احمد بن عبد القدوس اشنادی سے اور انہوں نے شیخ شمس الدین محمد بن احمد بن محمد رملی سے اور انہوں نے شیخ الاسلام ابو یحییٰ احمد زکریا بن محمد الانصاری سے اور انہوں نے شیخ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر کنانی عسقلانی سے (جو صاحب ہیں فتح الباری شرح صحیح بخاری کے) اور انہوں نے شیخ زین الدین ابراہیم بن احمد توفی سے اور انہوں نے ابو العباس احمد بن ابی طالب الحجازی (یعنی حجر فردش) سے۔ اور انہوں نے شیخ سراج الدین حسین بن مبارک جبلی زبیدی سے۔ (زبیدین میں دریائے شور کیکنارہ پر ایک مشہور شہر ہے) اور انہوں نے ابو الوقت عبدالاول بن عیسیٰ بن شعیب البحر جہوی سے اور انہوں نے ابو الحسن عبدالرحمن بن مظفر بن محمد بن داؤد الداؤدی سے اور انہوں نے ابو محمد عبداللہ بن احمد سرخسی سے اور انہوں نے ابو عبداللہ محمد بن یوسف بن مطہر بن صالح بن بشر القریری سے (قریر بکمر فاروق راو سکون بائے موحہ حوالی بخارا میں ایک گاؤں ہے) اور یہ محمد بن یوسف ارشد تلامذہ بخاری سے ہیں اور انہی کی طرف سے نسخہ بخاری نے شہرت پائی ہے اور انہوں نے صاحب کتاب ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن المغیرہ بن یزید البخاری الجعفی مولیٰ الجعفین بالولاء سے (اور بروز ساتھ فتح بائے موحہ اور سکون راو کسروال ممتلین اور سکون زائے معجم و فتح بائے موحہ بعد بائے قدیم پہلوی زبان میں کارندہ اور مزارع کو کہتے ہیں۔ جعفی بنم جیم و سکون مین مملہ وفا) اور یہ سند بھی اول سے آخر تک مسلسل سماع ہے۔

صحیح مسلم: حضرت شیخ ابو طاہر نے اسے اپنے والد بزرگوار شیخ ابراہیم کردی سے حاصل کیا اور انہوں نے شیخ سلطان مزاحی سے اور انہوں نے شیخ شہاب الدین احمد بن خلیل سکی سے اور انہوں نے نجم الدین غیبی سے اور انہوں نے شیخ زین الدین زکریا سے اور انہوں نے شیخ ابن حجر عسقلانی سے اور انہوں نے شیخ صلاح بن ابی عمر المقدسی سے اور انہوں نے شیخ فخر الدین ابو الحسن علی بن احمد بن عبدالواحد المقدسی معروف بابن البخاری سے اور انہوں نے شیخ ابو الحسن موید بن محمد طوسی سے اور انہوں نے فقیہ الحرم ابو

عبداللہ محمد بن فضل بن احمد الفرادی سے اور انہوں نے امام ابو الحسن عبدالغافر بن محمد الفارسی سے اور انہوں نے ابو احمد بن عیسیٰ الجلودی نیشاپوری سے اور انہوں نے ابو اسحق ابراہیم بن محمد بن سفیان الفقیہ جلودی سے (جلودی منسوب ہے طرف جمع جلد کی، اس لیے کہ وہ نیشاپور میں کوچہ چرم فروشوں میں رہتے تھے) اور انہوں نے مولف کتاب ابو الحسن مسلم بن الحجاج القشیری نیشاپوری سے۔

سنن ابی داؤد: شیخ ابو طاہر نے اسے شیخ حسن عجمی سے حاصل کیا اور انہوں نے شیخ عیسیٰ مغربی سے اور انہوں نے شیخ شہاب الدین احمد بن محمد خفاجی سے اور انہوں نے بدر الدین حسن کرخی سے، جو اپنے وقت کے متقدم تھے اور انہوں نے حافظ ابو الفضل جلال الدین سیوطی سے اور انہوں نے شیخ محمد بن مقبل حلبی سے اور انہوں نے شیخ صلاح بن ابی عمر المقدسی سے اور انہوں نے ابو الحسن فخر الدین علی بن محمد بن احمد ابن البغاری سے اور انہوں نے مسند الوقت ابو حفص عمر بن محمد بن طبرز و بغدادی سے اور انہوں نے دو شیخوں بزرگوار ابراہیم بن محمد بن منصور الکرخنی اور ابو الفتح ملغ بن احمد بن محمد الدودی سے (جو منسوب تھے طرف دومہ الجندل سے اور وہ شام و عراق کے درمیان ایک موضع بطور حد فاصل کے واقع ہے) اور ان ہر دو شیوخ نے حافظ ابو بکر احمد بن علی بن ثابت خطیب بغدادی مولف ”تاریخ بغداد“ سے، جن کی علم حدیث میں بے شمار تصانیف ہیں، انہوں نے ابو عمر قاسم بن جعفر بن عبدالواحد ہاشمی سے اور انہوں نے ابو علی محمد بن احمد لولوی سے اور انہوں نے صاحب کتاب علامہ ابو داؤد سے اور سلیمان بن اشعث بجمستانی سے۔

جامع ترمذی: حضرت شیخ ابو طاہر نے حضرت شیخ ابراہیم کردی سے اور انہوں نے شیخ سلطان مزانی سے اور انہوں نے شیخ شہاب الدین احمد بن خلیل بکی سے اور انہوں نے شیخ نجم الدین محمد غیبی سے اور انہوں نے شیخ زین الدین زکریا بن محمد الانصاری سے اور انہوں نے شیخ عز الدین عبدالرحیم بن محمد بن انصرات القاہری حنفی سے اور انہوں نے عمر بن ابی الحسن مراغی سے (مراغہ مفتوح مہم ملک ایران میں ایک مشہور شہر کا نام ہے) اور انہوں نے شیخ فخر الدین ابن البغاری سے اور انہوں نے شیخ عمر بن طبرز و بغدادی سے اور انہوں نے شیخ ابو الفتح عبدالملک بن عبداللہ بن ابی سل الکروخی سے (کروخ - فتح کاف اور ضمہ رائے مملہ محففہ کے ساتھ نواح ہرات میں ایک گاؤں کا نام ہے) اور یہی شیخ ابو الفتح صاحب نسخہ ترمذی ہیں۔ اور انہوں نے قاضی ابوعامر محمود بن القاسم بن محمد ازدی سے اور انہوں نے شیخ ابو محمد عبدالجبار بن محمد

بن عبد اللہ بن ابی الجراح الجرجانی مروزی سے (اور وہ مروشا جہان کی طرف منسوب ہے جو خراسان میں ایک مشہور گاؤں ہے) اور انہوں نے ابو العباس محمد بن محبوب المجوبی المروزی سے اور انہوں نے صاحب کتاب ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ بن موسیٰ ترمذی رحمہ اللہ سے۔

سنن صغریٰ نسائی: حضرت شیخ ابو طاہر نے شیخ ابراہیم کردی سے اور انہوں نے شیخ احمد کاشی سے اور انہوں نے شیخ احمد بن عبد القدوس شادی سے اور انہوں نے شیخ شمس الدین محمد بن احمد بن محمد رملی سے اور انہوں نے شیخ زین الدین زکریا سے اور انہوں نے شیخ عز الدین عبد الرحیم بن محمد بن القرات سے اور انہوں نے عمر بن ابی الحسن الراعی سے اور انہوں نے فخر الدین بن البجاری سے اور انہوں نے ابی الکاسم احمد بن محمد البان سے (جو عمل بالست کی طرف منسوب ہے) اور انہوں نے ابو علی حسن بن احمد حداد سے اور انہوں نے قاضی ابو نصر احمد بن الحسن الکسار سے اور انہوں نے حافظ ابو بکر المعروف بابن السنی احمد بن محمد بن اسحاق الدنوری سے (جو معتمد محدثین میں سے ہیں اور کتاب ”مجالستہ للدنوری“ آپ ہی کی تصنیفات سے ہے) اور انہوں نے مولف کتاب حافظ ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب بن علی نسائی سے (جو منسوب ہے ”بلدۃ نسا“ کی طرف اور وہ خراسان میں ایبورو کے قریب مشہور شہر ہے)۔

سنن ابی ماجہ: شیخ زین الدین زکریا تک اس کی وہی سند ہے جو سنن نسائی کی بیان ہو چکی اس کے بعد یعنی شیخ زین الدین زکریا نے ابن حجر عسقلانی سے اور انہوں نے ابو الحسن علی بن ابی الجہد دمشقی سے اور انہوں نے ابو العباس الحجازی سے اور انہوں نے انجب بن ابی العادات سے اور انہوں نے حافظ ابو ذرہ طاہر بن محمد بن طاہر المقدسی سے اور انہوں نے فقیہ ابی منصور محمد بن الحسن بن احمد المتوہی القزوینی سے اور انہوں نے ابو طلحہ قاسم بن المنذر خطیب سے اور انہوں نے ابو الحسن علی بن ابراہیم بن سلمہ بن بحر القطان سے اور انہوں نے مولف کتاب ابو عبد اللہ محمد بن یزید المعروف بابن ماجہ القزوینی (قزوین) فتح قاف و سکون زائے معجم سے ایک مشہور شہر کا نام ہے جو عراق عجم میں واقع ہے اور ماجہ اس کے دادا کا نام بلکہ باپ ابو عبد اللہ کا لقب ہے اور اس کی والدہ کا نام) اور اسے جہم کی تشدید سے بلکہ تحفیف سے پڑھنا چاہیے۔ اس میں بہت سی غلطیاں واقع ہوئی ہیں۔

مشکوٰۃ المصابیح: حضرت شیخ ابو طاہر نے شیخ ابراہیم کردی سے۔ انہوں نے شیخ احمد کاشی سے اور

نے شیخ محمد سعید معروف بہرکلاں سے، جو اپنے وقت میں مکہ مکرمہ کے شیخ تھے اور انہوں نے سید نسیم الدین میرک شاہ سے اور انہوں نے اپنے والد بزرگوار سید جمال الدین عطاء اللہ بن سید غیاث الدین فضل اللہ بن سید عبدالرحمن سے اور انہوں نے اپنے عالی قدر چچا سید اصیل الدین عبداللہ بن عبدالرحمن بن عبداللطیف بن جلال الدین یحییٰ شیرازی حسینی سے اور انہوں نے مسند وقت اور محدث عصر خود شرف الدین عبدالرحیم بن عبدالکریم الجربلی الصدیقی سے اور انہوں نے علامہ عصر امام الدین مبارک شاہ ساوجی صدیقی سے اور انہوں نے مولف کتاب ولی الدین محمد بن عبداللہ بن خطیب تبریزی سے۔

حصن حصین: حضرت شیخ ابو طاہر نے شیخ ابراہیم کردی سے اور انہوں نے شیخ احمد قشاشی سے اور انہوں نے شیخ احمد بن عبدالقدوس شادوی سے اور انہوں نے شیخ شمس الدین محمد بن احمد بن محمد رملی سے اور انہوں نے شیخ زین الدین زکریا انصاری سے اور انہوں نے حافظ وقت تقی الدین محمد بن محمد بن فندہ ہاشمی مکی سے اور انہوں نے مولف کتاب ہذا ابو الخیر محمد بن محمد بن محمد الجریزی شافعی سے۔ خدا ان کے درجات بڑھائے اور بہائے ہم پر ان کی برکتیں۔ آمین۔

مولف کتاب سنہ احادیث کے دوسرے ذرائع:

پھر خاکسار نے بعد بیعت ہونے کے حضرت قطب الوقت مقبول بارگاہ یزدان مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی قدس سرہ سے خاندان نقشبندیہ اور قادریہ میں کچھ بخاری شریف اور موطا امام مالک اور کچھ شرح وقایہ حضرت مولانا شمس الدین احمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ صاحبزادہ حضرت مولانا مدوح کے ساتھ حضرت مولانا قدس سرہ، پر پیش کر کے آپ سے بھی اجازت حاصل کی اور حضرت مولانا قدس سرہ نے اجازت روایت احادیث مع مطابقت مسائل فقیہ حاصل کی تھی۔ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہ سے پھر ایام قیام باندی کوی میں مولانا عبدالغنی ہماری مہاجر مدنی سے بھی، جو حسن اتفاق سے باندی کوی تشریف لے آئے تھے، جملہ سلسلات مولانا شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ اور کچھ مشکوٰۃ شریف سنا کر اجازت فقہ و حدیث ان سے بھی حاصل کی اور انہوں نے سند روایات احادیث و فقہ چالیس اکابر علماء مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ سے حاصل کی تھی اور نیز مولانا مقتدانا مجمع البحرین الجامع بین الدلتین حضرت مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی قدس سرہ، اور مولانا عبدالرحمن صاحب مرحوم پانی پتی سے اور وہ اپنی ثبت بھیجے کا وعدہ فرما گئے تھے، جس

نہ پہنچ سکے اور اثناء راہ ہی میں انتقال فرما گئے۔ پھر سند فقہ اور اصول فقہ توضیح و تلمیح حضرت قطب العارفین عمدۃ علماء الراغبین حضرت مولانا ارشاد حسین قدس سرہ، رامپوری سے پڑھ کر اور ہدایہ حضرت مولانا عمدۃ الفضل زبدۃ الکلمہ مولانا حافظ عنایت اللہ خان صاحب "رامپوری سے" جو خلیفہ اور شاگرد رشید حضرت مولانا ارشاد حسین صاحب قدس سرہ، تھے "سند فقہ اور اصول فقہ وغیرہ ان سے حاصل کی اور حضرت مولانا نے خلافت اور اجازت روایت فقہ و احادیث حاصل کی تھی۔ حضرت سید الفاضل مرشد الکلمہ حضرت مولانا شاہ احمد سعید دہلوی قدس سرہ، سے اور انہوں نے سند فقہ و احادیث حاصل کی تھی حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ سے اور حضرت مولانا ممدوح کی سندیں "عجلالہ نافہ" سے اول ہی نقل ہو چکیں اور دوسری سند فقہ و حدیث و تفسیر و اصول فقہ وغیرہ حضرت شاہ احمد سعید قدس سرہ، نے حاصل کی تھی اپنے والد ماجد کے ماموں شیخ اجل محدث و فقیہ حضرت مولانا سراج احمد عمری مجددی سرہندی ثم رامپوری سے۔ انہوں نے اپنے والد ماجد زاہد و متورع حضرت شیخ محمد مرشد عمری مجددی سرہندی رامپوری سے۔ انہوں نے اپنے والد ماجد امام ہمام مولانا محمد ارشد عمری مجددی سرہندی سے۔ انہوں نے اپنے والد ماجد امام الجبہ مولانا فرخ شاہ عمری مجددی سرہندی سے۔ انہوں نے اپنے والد ماجد خازن الرحمۃ خواجہ محمد سعید عمری مجددی سرہندی سے۔ انہوں نے اپنے والد ماجد امام ہمام امام احمد العالی غوث صدیقی حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے۔ انہوں نے حضرت عمدۃ الاولیاء زبدۃ العلماء والکلماء حضرت یعقوب محدث صرنی کبیر کشمیری حنفی ابن شیخ حسن عامی سے۔ انہوں نے شیخ ابن حجر کی بیٹی سے۔ انہوں نے زین الدین زکریا حافظ ابن حجر عسقلانی مصری سے اور سند ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ "عجلالہ نافہ" سے یہ سلسلہ ذکر سند نسائی، بخاری و ابن ماجہ وغیرہم گزر چکیں۔

مولف کتاب کی سند قرآن:

اب بعد نقل اسانید متداولہ فقہ و حدیث مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک دو سند قرآن مجید کی بھی نقل کردی جائیں تاکہ ہر فرد بشر پر واضح ہو جائے کہ اگرچہ بوجہ کثرت شہرت کے تمام دنیا میں زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آج تک قرآن مجید محتاج سند نہیں، مگر پھر بھی اکثر اہل علم قرآن مجید کی سندیں بھی ساتوں قرات کے ساتھ اپنے پاس محفوظ رکھتے ہیں، چنانچہ میں نے اپنی سند قرآن و حدیث وقفہ "جو عظیم

دوسری سند قرآن مجید کی یہ ہے جو خاکسار نے سید الاولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی مارہروی مد اللہ غلہ سے حاصل کی تھی، محمد میاں صاحب سید اولاد رسول صاحب نے اجازت قرآن مجید حاصل کی حجۃ الہدٰی والملت حافظ حاجی سید شاہ ابوالقاسم محمد اسماعیل حسن قطب بشاہ جی رحمۃ اللہ علیہ سے۔ انہوں نے اپنے برادر کرم سید شاہ ابوالحسن احمد نوری سے۔ انہوں نے اپنے جد اکرم شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ سے۔ انہوں نے مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی علیہ الرحمہ سے۔ انہوں نے اپنے والد ماجد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے۔ وہ فرماتے ہیں: میں نے تمام قرآن مجید من اولہ الی آخرہ بروایت حفص، جو عاصم سے روایت کرتے ہیں، پڑھا شیخ صالح اور ثقہ محمد فاضل سندھی سے ۱۱۵۴ھ میں۔ وہ فرماتے ہیں: میں نے اسی طرح سارا قرآن مجید پڑھا شیخ عبدالخالق شیخ القزاد دہلوی سے خاص شہر دہلی میں۔ وہ فرماتے ہیں: کل قرآن میں نے ساتوں قراۃ کے ساتھ پڑھا شیخ احمد بقری سے اور اسی طرح علامہ احمد بقری نے پڑھا شیخ القزاد عبدالرحمن یعنی سے اور انہوں نے اسی طرح اپنے والد ماجد شیخ سجادہ یعنی سے اور شیخ سجادہ نے اسی طرح پڑھا شیخ ابونصر ہلاوی سے اور علامہ ہلاوی نے اسی طرح پڑھا شیخ الاسلام زکریا سے۔ انہوں نے اسی طرح برہان الدین قلقلی اور رضوان ابو نعیم عقبی سے اور ان دونوں نے سیدنا ابوالخیر امام القراء والمحدثین محمد بن محمد بن علی بن یوسف الجزری صاحب کتاب النشر سے اور انہوں نے بہت سے مشائخ اور قاریوں سے، جن کا مفصل ذکر کتاب نشر میں کیا ہے مگر ان کا خاص طریق، جو تمام طریقوں سے ممتاز ہے، بہ تسلسل تلاوت اور قرات اور ضبط کے ساتھ صاحب کتاب النشر تک یہ ہے۔ علامہ محمد بن محمد جوزی فرماتے ہیں: میں نے تمام قرآن مع کتاب التیسیر کے پڑھا شیخ امام قاضی المسلمین ابوالعباس احمد بن امام ابو عبد اللہ حسین بن سلیمان بن فزارہ خنی سے شہر دمشق میں۔ فرمایا انہوں نے، پڑھائیں نے تمام قرآن اپنے والد ماجد سے۔ انہوں نے امام ابو محمد قاسم بن احمد موفق ورتی سے۔ فرمایا انہوں نے، پڑھائیں نے تمام قرآن مجید مع کتاب التیسیر کے بہت سے امام اور مشائخ اور قاریوں سے، جن کے اسماء گرامی یہ ہیں: ابوالعباس احمد بن علی بن یحییٰ بن عون اللہ الحضارہ اور ابو عبد اللہ محمد بن سعید بن محمد المرادی اور ابو عبد اللہ محمد بن ایوب بن محمد بن نوح الغافقی، جو اندلسی ہیں، ان سب نے فرمایا کہ ہم سب نے مع کتاب التیسیر پڑھا تمام قرآن مجید امام علی ابوالحسن علی بن محمد بن ہذیل بلنسی سے۔ فرمایا انہوں نے، پڑھائیں نے مع کتاب التیسیر کے ابو داؤد سلیمان بن نجاہ سے۔ فرمایا انہوں نے، پڑھائیں نے مع کتاب التیسیر کے مولف تیسیر امام ابو عمروانی سے۔ فرمایا انہوں نے، پڑھا

قرات بعد ابو الحسن علی بن محمد بن صالح ہاشمی قادری ٹائپنا سے بصرہ میں۔ فرمایا انہوں نے 'پڑھائیں نے قرات
 بعد کے ساتھ احمد بن سہل اشٹانی سے۔ فرمایا انہوں نے 'پڑھائیں نے اسی طرح ابو محمد عبید بن الصباح سے۔
 فرمایا انہوں نے 'پڑھائیں نے اسی طرح حفص سے۔ فرمایا انہوں نے 'پڑھائیں نے اسی طرح امام عاصم سے
 اور عاصم رحمہ اللہ نے پڑھا ابو عبد الرحمن عبد بن حبیب سلمیٰ اور زہر بن حیش سے اور حضرت ابو
 عبد الرحمن نے پڑھا حضرت عثمان بن عفان اور حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت ابی بن کعب اور حضرت
 زید بن ثابت اور حضرت عبد اللہ بن مسعود سے۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ ان سب نے سرور عالم رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور حضرت زہر بن حیش نے پڑھا حفظ حضرت عثمان بن عفان اور حضرت عبد اللہ
 بن مسعود رضی اللہ عنہما سے اور ان دونوں حضرات نے سرور عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور وحید و
 ازواج و ذریات و اولیاء امت و جمیع امت و سلم سے۔ مولانا عبد الغنی مرحوم ہماری سے بھی کچھ قرآن مجید
 ان سے سن کر اور کچھ سنا کر خاکسار نے سند قرآن مجید حاصل کی اور انہوں نے سند قرآن مجید حاصل کی تھی
 مولانا قاری عبد الرحمن مرحوم پانی پتی سے اور مولانا عبد الرحمن مرحوم پانی پتی نے بروایت حفص سارا قرآن
 مجید من اولہ الی آخرہ پڑھا اپنے والد ماجد مولانا قاری محمد پانی پتی سے اور انہوں نے ساتوں قرات کے ساتھ
 تمام قرآن مجید پڑھا تھا قاری مصلح الدین پانی پتی سے اور انہوں نے قاری عبید اللہ مرحوم سے اور خاکسار
 نے تمام قرآن مجید من اولہ الی آخرہ پڑھا قاری قادری علی مرحوم سکنہ قصبہ رٹول سے بمقام ریاست الور اور
 کچھ ان کے شاگرد قاری عباد اللہ مرحوم الوری سے اور قاری قادری علی صاحب مرحوم نے پڑھا تھا قاری
 عبید اللہ مرحوم سے مگر مولانا قاری عبد الرحمن مرحوم نے قاری عبید اللہ مرحوم تک اپنی سند لکھ کر آگے یہ
 لکھ دیا کہ ان کی سند مشہور ہے۔ پھر میں نے بذریعہ خطوط مع جوابی لفاظ قاری محی الاسلام پانی پتی وغیرہ سے
 کئی خط بھیج کر سند قاری عبید اللہ مرحوم کو دریافت کیا مگر کچھ جواب نہ ملا۔ اگر بعد طبع مقدمہ ہذا کچھ پتہ مل
 گیا تو انشاء اللہ آخر مقدمہ میں بطریق ضمیمہ منہیات کتاب میں نقل کر دوں گا مگر قاری عبد الرحمن مرحوم
 پانی پتی نے اپنے والد مولوی محمد مرحوم کی دوسری سند اس طرح رقم فرمائی ہے کہ انہوں نے بقرات بعد
 مکررہ متواترہ بقاعدہ جمع الجمع تمام قرآن مجید پڑھا۔ حاجی عبد المجید مرحوم صوبہ ہند سے اور آج شجرہ قراۃ بعد
 قاری محی الاسلام پانی پتی سے معلوم ہوا کہ قاری قادری بخش صاحب مرحوم نے قاری محمد مرحوم کے ساتھ
 قاری عبد المجید صوبہ ہند سے بھی مع قرات بعد پڑھا تھا اور ان سے قاری قادری علی صاحب مرحوم نے اور

ابو الحسنات) نے اور اکثر اہل ریاست الور نے اور انہوں نے حافظ غلام مصطفیٰ سے اور انہوں نے مولوی محمد سبجراتی سے اور انہوں نے حافظ عبدالغفور دہلوی سے اور انہوں نے شیخ عبدالحق سے اور انہوں نے شیخ محمد بقری سے اور انہوں نے شیخ عبدالرحمن یمنی سے اور سند عبدالرحمن یمنی رحمہ اللہ سند اول سید الاولاد رسول مارہروی مرحوم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک گزر چکی۔

مولف کی تعلیم قرآن کی ایک اور سند:

اور خاکسار کاتب الحروف غفر اللہ لہ کی دوسری سند قرآن مجید کی یہ ہے کہ میں نے بعض قرآن مجید سنا اپنے شیخ طریقت و افتاء رموز شریعت عمدة الفضل سید الکملہ حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب نقشبندی گنج مراد آبادی قدس سرہ سے۔ انہوں نے حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ صاحب تفسیر عزیزی و تحفہ اثنا عشری سے۔ انہوں نے اپنی والد ماجد شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ سے۔ انہوں نے بروایت حفص حاجی صالح ثقہ محمد فاضل سندھی سے ۱۱۵۳ھ میں۔ انہوں نے شیخ القراء عبدالخالق مرحوم سے دہلی میں، انہوں نے شیخ احمد بقری سے۔ انہوں نے شیخ محمد بقری سے۔ انہوں نے شیخ عبدالرحمن یمنی سے۔ باقی سند، سند مولانا الاولاد رسول مارہروی سلمہ میں گزر چکی۔

مولف کتاب کے بعض نامور شاگرد:

اور خاکسار سے آج تک جنہوں نے تمام کتب صحاح ستہ وغیرہ پاڑھ کے سند احادیث حاصل کی اور مفید ان کا مختلف جگہ فیض جاری ہے، ان میں سے بعض مشاہیر کے اسماء گرامی یہ ہیں: مولانا ارشاد علی صاحب مرحوم الوری اور کچھ مولانا رکن الدین صاحب نقشبندی نے بھی اور میرے دونوں لخت جگر مولوی ابو الحسنات محمد احمد اور مولوی ابوالبرکات سید احمد اور انہوں نے مولوی نعیم الدین صاحب مراد آبادی سے بھی سند علوم معقول و منقول حاصل کی اور مولانا محمد اسلم صاحب جلال آبادی، جو عرصہ سے مقیم ٹونک ہیں اور مولانا عبدالحق صاحب ولایتی اور مولانا عبدالرحمن صاحب ولایتی، ہموطن مولانا عبدالحق مذکور اور مولوی سید فضل شاہ صاحب پنجابی، مولوی مردین صاحب پنجابی اور مولوی فیض اللہ خان صاحب سکنہ ہوتی مردان، مولوی محی الاسلام بہاولپوری، عبدالقیوم ہزاروی، مولوی محمد رمضان بلوچستانی، مولوی غلام محی الدین کاغانی مولوی ابوالخیر وغیرہم رزقہم اللہ علما، کلاما و عملا صالحا۔

باب دوم

ان پیشین گوئیوں کا بیان جو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت

توریت و انجیل و زبور میں باوصف تحریفات چند در چند اب تک موجود ہیں

ہم الہامی کتابوں کے علاوہ ان جوگیوں کی کتابوں میں بھی موجود پیشین گوئیاں جو صاحب استدراج گزرے ہیں بیان کریں گے مع بعض بشارتوں کے جو قبل نبوت جنوں اور کاہنوں سے ظہور میں آئی تھیں اور پھر بعض ان معجزات کے جو مثل معجزات انبیاء سابقہ اور ان سے زائد آپ کو عطا کیے گئے تھے اور اس بحث میں کہ آپ کی صداقت اور بے مثل دانائی پہلے سے عالم میں مشہور تھی اور اب تک مخالفین اور ہنود اور یہود و نصاریٰ قائل ہیں اور چونکہ یہ باب بعض قسم کے دلائل نبوت پر مشتمل ہے لہذا اس باب کو تین فصلوں پر منقسم کیا جاتا ہے۔

فصل اول

وہ پیش گوئیاں جو انبیاء سابقہ کی نبوت اور رسالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہیں اور پھر ان بعض بشارات میں جو جوگیوں اور استدراجیوں سے پہنچی ہیں اور ان بشارتوں کو قبل ولادت جنوں اور کاہنوں سے ظہور پذیر ہوئیں۔

توریت میں پیشین گوئی:

کتاب اہبار توریت اردو پرانا عہد نامہ مطبوعہ پرنٹر مسیحی پریس لاہور کی پانچویں کتاب ”مسیحی استثناء“ کے اٹھارہویں باب کی اٹھارہویں آیت سے اکیسویں تک میں ہے اللہ جل شانہ ’موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کر کے فرماتا ہے:

”میں ان کے لیے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے فرماؤں گا وہ سب ان سے کہے گا اور ایسا ہو گا کہ جو کوئی میری باتوں کو، جنہیں وہ میرا نام لے کر کہے گا، نہ سنے گا تو اس کا حساب اس سے لوں گا۔ لیکن وہ نبی جو ایسی گستاخی کرے کہ کوئی بات میرے نام سے کہے، جس کے کہنے کا میں نے اسے حکم نہیں دیا یا دوسرے معبودوں کے نام سے کہے تو وہ نبی قتل کیا جائے۔“ افسی بعینہ عبارت۔

اس پیش گوئی کے مصداق، جزو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے، نہ یوشع علیہ السلام بن سکتے ہیں جیسا کہ یہود کا خیال ہے، اس واسطے کہ یوشع علیہ السلام بموجب روایت توریت موجودہ تو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہی موجود تھے اور خود موسیٰ علیہ السلام نے بموجب فرمان خدا اپنی وفات سے چند روز پیشتر ان کو اپنا سجادہ نشین کار تبلیغ کا فرما دیا تھا۔ یہ امر دسویں آیت، چوبیسویں باب ”سفر استثناء“ سے، جو عنقریب نقل کی جائے گی، ظاہر ہے اور اس سے پہلے پاؤں میں بھی مفصل ذکر ہے۔ اور نہ یسوع یعنی عیسیٰ علیہ السلام اس واسطے کہ اخبار متواترہ اور تواریخ معتبرہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت تک اس نبی موعود کی، جس کی موسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی تھی اور جس کا ذکر ”سفر استثناء“ سے ابھی گزر چکا ہے، یہود منتظر تھے اور بموجب انہی پیشگوئیوں کے، بڑے بڑے علماء یہود مثل حضرت عبداللہ بن السلام رضی اللہ عنہ کے اور بہت سے منصف مزاج یہودی شرف اسلام سے مشرف ہوئے اور عہد نامہ قدیم کے چوبیسویں باب ”سفر استثناء“ کی یہ دسویں آیت خاص توریت سے ہے، جو ذکر وفات موسیٰ علیہ السلام میں ہے، ان کے اس دعویٰ کی تکذیب کر رہی ہے اور نون کا بیٹا (یوشع علیہ السلام) دانائی کی روح سے معمور ہوا تھا کیونکہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ہاتھ اس پر رکھے تھے اور بنی اسرائیل اس کے شنوا ہوئے اور جیسا خداوند نے موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا تھا انہوں نے ویسا ہی کیا اور اب تک بنی اسرائیل میں موسیٰ کی مانند کوئی نبی نہیں اٹھا، جس سے خداوند آئے سانسے آشنا کی کرتا۔

ان آیتوں سے صاف ظاہر ہے کہ بعد یوشع علیہ السلام کے، موسیٰ علیہ السلام کی مانند کسی نبی کے آنے کے بنی اسرائیل سے، یہود منتظر تھے۔ مگر یہ ان کی صریح غلطی تھی یا دانتہ خطا جو مخالف پیش گوئی مذکورہ باب ہیزدہم "کتاب استثناء" بنی اسرائیل سے ایسے نبی کی آمد کے منتظر رہے اور اسی غلطی میں پڑ کر بہت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لائے اور اب تک اسی غلطی کے میدان میں سرگرداں پھر رہے ہیں۔ اب بھی اگر تعصب چھوڑ کر خود غرضی اور خود پرستی سے منہ موڑ کر اس پیشین گوئی موسیٰ علیہ السلام کو بغور دیکھیں تو عیسائی اور یہودی تو بلاشبہ فوراً شرف اسلام سے مشرف ہو جائیں۔ اس واسطے کہ پیشین گوئی مذکورہ کے یہ لفظ ہیں (میں ان کے لیے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا) اور ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل، جن کی نسبت موسیٰ علیہ السلام کا جناب باری کا یہ ارشاد ہوتا ہے، وہ سب بنی اسحاق تھے اور بنی اسحاق کے بھائی بنی اسماعیل تھے لہذا بنی اسرائیل یہود و نصاریٰ اگر بموجب پیشین گوئی مذکورہ بنی اسماعیل میں اس نبی موعود کو تلاش کرتے تو بجز محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کو نہ پاتے۔ اس واسطے کہ یوشع اور عیسیٰ علیہما السلام دونوں بنی اسرائیل یعنی بنی اسحاق سے گزرے نہ بنی اسماعیل سے، جو بنی اسحاق کے بھائی مشہور ہیں۔

علاوہ بریں جب پیشین گوئی مذکورہ میں اس امر کی تصریح ہے کہ جو نبی میرے حکم کے خلاف اپنی طرف سے کہے اور دوسرے معبودوں کے نام سے کہے، وہ قتل کیا جائے گا اور بالاتفاق عیسائیوں کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام، جن کو وہ یسوع کے نام سے پکارتے ہیں، سولی دیے گئے اور قتل ہوئے۔ چنانچہ اس امر کی تصریح انیسویں باب "یوحنا" کی انجیل کی آیت سولہ سے آیت اٹھارہ تک میں موجود۔ لہذا پیشین گوئی مذکورہ کے اعتبار سے عیسائیوں کے نزدیک یسوع بچے پیغمبری نہیں ہو سکتے، لامحالہ اس پیشین گوئی کا مصداق بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی نبی ہوا، نہ ہو سکتا ہے۔ اس واسطے کہ موسیٰ علیہ السلام کی مانند نہ عیسیٰ علیہ السلام ہوئے نہ یوشع علیہ السلام، نہ کوئی اور بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ دیکھو:

(۱) موسیٰ علیہ السلام (رسالہ "پیغمبر عالم" میں یہ مضمون مفصل لکھا ہے اور تورات کے باب اول "کتاب استثناء" کی شروع آیتوں سے اس مضمون کا کچھ سراغ چلتا ہے۔۔ منہ) نے کافروں اور دشمنوں کے خوف سے شریثہ کی طرف، جو اس وقت اپنے پانی بیڑوں کے نام سے شرب مشہور تھا، جس کا نام اب مدینہ طیبہ ہے، ہجرت کی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بحکم خدا مشرکین مکہ کی شرارتوں سے اجار

شہر مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی اور

(۲) حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جو کلام خدا یعنی دال علی کلام اللہ نازل ہوا، جس کو احکام عشرہ سے تعبیر کرتے ہیں، اسی طرح بیینہ کلام اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا مگر اتنی بات اس میں زاید ہے کہ یہ کلام بشان اعجاز نازل ہوا کہ وہ خود بھی معجزہ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہزاروں معجزے بھی اس کے مصدق ہوئے۔ اور موسیٰ علیہ السلام پر جو نازل ہوا تھا، اس کی صداقت فقط موسیٰ علیہ السلام کے معجزوں ہی پر موقوف تھی۔

(۳) موسیٰ علیہ السلام کو کفار سے جہاد کا حکم دیا گیا تھا، چنانچہ کتاب خروج کے سترہویں باب کی آٹھویں آیت میں ہے (تب موسیٰ نے یثوع سے کہا کہ ہم میں سے لوگ چن اور نکل اور جا کر عمالیق سے جنگ کر اور جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم کا تو کفار کے ساتھ مامور جہاد کے ساتھ ہونا شرعاً آفاق ہے۔ قرآن مجید میں ہے وقاتلوہم حتی یؤتوا الجزیہ عن ید و ہم صاغرون۔ یعنی کافروں سے قتل قتال کرتے رہو یہاں تک کہ وہ ذلت کے ساتھ جزیہ دیں اور ذی بن کر سلطنت اسلامی میں رہنا قبول کر لیں۔ اور حدیث صحیح میں ہے امرت ان اقاتلہم حتی یقولوا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کافروں سے لڑتے رہنے کے ساتھ میں مامور ہوں، یہاں تک کہ وہ کلمہ کادل سے اقرار کر لیں۔

(۴) موسیٰ علیہ السلام نے منتشر اور ذلیل قوم کو مصر سے نکال کر ایک جگہ جمع کر کے باہم شہر و شکر کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اوس اور خزرج جیسے باہمی بے حد عداوت رکھنے والوں کو اور نیز اہل مکہ کے مہاجرین کو مکہ مکرمہ اور مختلف مقامات سے نکال کر مہاجرین و انصار کو باہم شہر و شکر کر کے متحد بنا دیا۔

(۵) موسیٰ علیہ السلام کو توریت شرائع جدیدہ کے ساتھ من جانب اللہ ملی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی قرآن مجید شریعت جدیدہ کے ساتھ عطا کیا گیا اور دلائل مذکورہ کے علاوہ مماثلت موسیٰ کی نسبت علامہ یوسف نبائی مد اللہ غلہ نے حجتہ اللہ علی العالمین میں اور مولوی رحمت اللہ صاحب مرحوم نے اپنی کتاب ”اظہار الحق“ عربی میں بہت کچھ دلائل لکھے ہیں، جن کے بیان کی بخیال اختصار یہاں مختصراً نہیں۔ بشارت دوم بطریق پیشین گوئی ”سفر استثناء“ کے ۳۳ باب، آیت دوم میں ہے اور ”اس نے موسیٰ علیہ السلام

قدوسیوں کے ساتھ آیا اور اس کے دہنے ہاتھ ایک آتشی شریعت ان کے لیے تھی۔ اور ظاہر ہے کہ فاران مکہ مکرمہ کے جنگل اور پہاڑوں کا نام ہے، اس واسطے کہ اکیسویں باب ”سفر کھون“ میں ہے کہ اسماعیل علیہ السلام نے فاران کے جنگل میں سکونت اختیار کی اور بالافاق ثابت ہے کہ آپ نے مکہ مکرمہ کے پہاڑوں میں سکونت اختیار کی تھی اور وہ جنگل بنی جرہم سے، جو آپ کے سرال والے تھے اور آپ کی اولاد سے آباد ہو کر مکہ مکرمہ کے نام سے مشہور ہوا اور آتشی شریعت، جو عبارت ہے احکام حدود و قصاص اور جہاد سے، اس کا آپ کو ملنا ظاہر ہے اور کوہ سینا سے خداوند کے آنے سے مراد بالافاق موسیٰ علیہ السلام کا ظہور ہے اور بلاشبہ بوجہ مشتمل ہونے کے حدود و قصاص و جہاد پر ان کی شریعت بھی آتشی ہو سکتی ہے۔ مگر شعر سے طلوع ہونے سے مقصود ظہور عیسیٰ علیہ السلام کا اگرچہ ہو سکتا ہے مگر ان کی شریعت بوجہ نہ ہونے کے مامور جہاد وغیرہ کے ساتھ آتشی نہیں، لہذا ان کے حق میں یہ پیشین گوئی نامتام ہے، البتہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت بوجہ مشتمل ہونے کے حدود و قصاص و جہاد پر مثل شریعت موسیٰ علیہ السلام کے بلاشبہ آتشی شریعت ہے اور فاران سے بنی اسرائیل کے بھائیوں سے، جو بنی اسماعیل ہیں، آتشی شریعت والا مثل موسیٰ علیہ السلام کی اولاد اسماعیل علیہ السلام سے بہت برکت والا اور فضیلت والا کوئی اور نبی آیا ہو تو بتاؤ۔ اس واسطے کہ کتاب پیدائش پہلی کتاب موسیٰ علیہ السلام کے سترہویں باب آیت ۲۰ کا یہ مضمون ہے اللہ جل شانہ، ابراہیم علیہ السلام کو فرماتا ہے (میں نے تیری دعا اسماعیل کے حق میں قبول کر لی) یعنی اسے برکت دی اور بار آور کیا اور اسے بہت فضیلت دی۔ یہ عبرانی توریت کا ترجمہ ہے مگر بہت فضیلت دی کہ جگہ توریت مطبوعہ لاہور میں اسے بہت بڑھاؤں گا لکھ دیا ہے، جس سے ظاہر ہے کہ باوصف اس قدر تحریفات کے پھر بھی اسماعیل علیہ السلام کی برکت کا مصداق بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کون ہو سکتا ہے، بلکہ بموجب توریت عبرانی بہت فضیلت کا بھی مصداق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ و صہ وسلم کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

حضرت داؤد علیہ السلام پیش گوئی فرماتے ہیں:

بشارت سوم۔ زبور پینتالیسویں باب میں داؤد علیہ السلام بطریق پیشین گوئی فرماتے ہیں:

”میرے دل میں اچھا مضمون جوش مارتا ہے۔ میں ان چیزوں کو، جو مجھ کو بادشاہ کے حق میں

بنی آدم سے کہیں زیادہ ہے۔ تیرے ہونٹوں میں لطف بٹھایا گیا ہی، اس واسطے کہ خدا نے تجھ کو ابد تک مبارک کیا۔ اے پہلوان اپنی تلوار کو جو تیری حشمت اور بزرگواری کی ہے، حاصل کر کے اپنی ران پر لگا اور اپنی بزرگواری سے سوار ہو اور سچائی اور طماننت اور صداقت کے واسطے اقبال مند، اے آگے بڑھ اور تیرا دہنا ہاتھ تجھ کو بہت کام سکھائے گا۔ تیرے تیرے ہیں، لوگ تیرے نیچے گرے پڑتے ہیں۔ وہ بادشاہ کے دشمنوں کے دل میں لگ جاتے ہیں۔ تیرا تخت اے خدا ابد الابد ہے۔ تیری سلطنت کا عصا اسی کا عصا ہے۔ تو صداقت کا دوست اور شرارت کا دشمن ہے۔ اس سبب سے تیرے خدا نے تجھ کو خوشی کے تیل سے تیرے مصاحبوں سے زیادہ ملج کیا۔ تیرے سارے لباس سے مراد، عود اور تاج کی خوشبو آتی ہے کہ جس سے ہاتھی دانت کے محلوں کے درمیان انہوں نے تجھ کو خوش کیا ہے۔ بادشاہوں کی بیٹیاں تیری عزت کرنے والیوں میں ہیں۔ ملکہ آفریقیہ سونے سے آراستہ ہو کے تیرے دہنے ہاتھ کھڑی ہے۔ اے بیٹے (حضرت داؤد علیہ السلام) اپنے بیٹے سلیمان علیہ السلام کو بہ نسبت آنے والے نبی کے وصیت فرما رہے ہیں۔ ۱۲ منہ رحمہ اللہ) سن لے اور سوچ اور اپنے کان ادھر لگا اور اپنے لوگوں اور اپنے باپ کے گھر کو بھول جا تاکہ بادشاہ تیرے (یہاں لفظ تیرے کا غلط معلوم ہو تا ہے بلکہ لفظ اس کے چاہیے تاکہ مضمون خط نہ ہو) جمال کا نہٹ مشتاق ہو کہ وہ تیرا (یہاں بھی تیرا کی جگہ اس کے چاہیے یا یوں سمجھنا چاہیے کہ دونوں جگہ بطریق صنعت التفات کے داؤد علیہ السلام آنے والے بادشاہ کا ذکر بصیغہ غائب بیان کرتے ہیں اور کہیں خود بادشاہ کو مخاطب بنا کر۔ ۱۲ منہ رحمہ اللہ) خداوند ہے، تو اسے سجدہ کر اور صور کے بیٹے ہدیہ لائیں گے، قوم کے دولت مند بڑی خوشامد کریں گے، شاہزادی مگر کے اندر کل جلوہ گر ہے، اس کا لباس سرا سرتاش کا ہے۔ وہ سوزنی کپڑے پہن کر بادشاہ کے پاس لائی جاتی ہے۔ کنواری عورتیں جو اس کی سیلیاں ہیں، اس کے پیچھے پیچھے تیرے پاس پہنچائی جاتی ہیں۔ وہ بادشاہ کے محل میں داخل ہوتی ہیں۔ تیرے بیٹے تیرے باپ دادوں کے قائم مقام ہوں گے۔ تو انہیں تمام زمین کے سردار مقرر کرے گا۔ میں ساری پشتوں کو تیرا نام یاد دلاؤں گا، پس سارے لوگ ابد الابد تیری ستائش کریں گے۔“

اور تمام اہل کتاب کے نزدیک یہ امر مسلم ہے کہ داؤد علیہ السلام کی اس پیشین گوئی میں مراد آنے

بموجب الہام یا وحی کے ہونے والا تھا اور ظاہر ہے کہ ایسا نبی جو صفات مذکورہ کے ساتھ موصوف ہو، یہود کے نزدیک اب تک ظہور پذیر نہیں ہوا۔ البتہ نصاریٰ اس پیشین گوئی کا مصداق عیسیٰ علیہ السلام کو مانتے ہیں اور پہلے پچھلے تمام مسلمانوں کے نزدیک اس پیشین گوئی کے مصداق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ مگر غور طلب یہ امر ہے کہ یہ صفات، جن کا ذکر اس پیشین گوئی میں ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں علیٰ وجہ الکمال پائی جاتی ہیں یا عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ جب ہم نے غور کیا تو وہ صفات یہ ہیں، جن صفات کالمہ کو بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی کسی بھی پیغمبر میں، جو بعد داؤد علیہ السلام کے آئے، اگر دکھائے، میدان میں آئے اور دکھا دے، لو ہم تو علیٰ وجہ الکمال ان تمام اوصاف کو حضور میں بالقرین دکھائے دیجے ہیں۔ دیکھو جتنے صفات اس پیشین گوئی میں ہیں، ان کا خلاصہ یہ ہے:

صفت اول: اس آنے والے بادشاہ کا صاحب حسن و جمال اور حسن و جمال میں افضل البشر با برکت ہونا ہے۔ اور دوسری صفت: اس کے ہونٹوں کا لطف و مہربانی سے بھرا ہونا اور تیسری صفت: کھوار کے ساتھ اپنے آپ کو مزین کر کے سوار ہونا۔ چوتھی صفت: صداقت اور نرمی کے ساتھ آگے بڑھنا۔ پانچویں صفت: دہنے ہاتھ سے بہت کام کرنا۔ چھٹی صفت: تیز تیر رکھنے والا ہونا جو دشمنوں کے لگنے والے ہیں۔ ساتویں صفت: حضرت داؤد علیہ السلام فرماتے ہیں، اے خداوند یعنی اے آنے والے نبی تیرا تخت ابد الابد رہنے والا ہے۔ تیری لکڑی بعینہ خدا کی لکڑی ہے۔ آٹھویں صفت میں فرماتے ہیں، اے آنے والے تو صداقت کا دوست اور شرارت کا دشمن ہے، اسی واسطے تیرے خدا نے بہ نسبت تیرے مصاحبوں یعنی دوسرے نبیوں کے تجھ کو خوشی یعنی کامیابی کے تیل سے زیادہ حصہ ملا ہے۔ نویں صفت: اے آنے والے، تیرے سارے لباس سے مراد، عود اور تاج کی خوشبو آتی ہے۔ دسویں صفت: بادشاہوں کی بیٹیاں تیری عزت کرنے والی ہوں گی یعنی تیری لونڈی بن کر خدمت کریں گے۔ بادشاہ تیری خدمت میں تجھے بھیجیں گے۔ الی آخرہ۔

سابقہ انبیاء کی پیش گوئیاں احادیث رسول کی روشنی میں:

اب ان احادیث صحیحہ کو، جو بہت سی سندوں سے مروی ہیں، ملاحظہ کیجئے اور صفات مذکورہ بالا کے ساتھ مطابق کر کے دیکھئے کہ یہ تمام صفات علیٰ وجہ الکمال آنحضرت میں پائی جاتی ہیں یا عیسیٰ علیہ السلام میں۔ صفحہ ۲، ”شامل ترمذی“ میں ہے، جس سے آپ کا حسین ترین مخلوقات ہونا ظاہر ہے۔

في ليلته اضحيان وعليه حله حمراء فجعلت انظر اليه والى
 القمر فلهو عندي احسن من القمر وعن ابي هريره رضى الله
 عنه قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ابيض كانما
 صيغ من فضته وعن حسن بن على قال سالت خالى هند (هو
 ابن خديجه الكبرى ربيب النبي صلى الله عليه وسلم) ابن
 ابي هاله و كان وصافا عن حليته رسول الله صلى الله عليه
 وسلم وانا اشتهى ان يصف الى شيئا اتعلق به فقال كان
 رسول الله صلى الله عليه وسلم فخما فخما يتلالا
 وجبهه تلالو القمر ليله البدر اطول من المرلوع واقصر من
 المشذب عظيم الهامته رجل الشعران الفرق عقيقته فرق
 والا فلا يجاوز شعره شحمته اذنيه اذا هو وفره ازهر اللون واسع
 الجبين انج الحواجب سوابغ من غير قرن بينهما عرق يدر
 الغضب اقنى العينين له نور يعلوه يحسبه من لم يتامله اشم
 كث اللحيه سهل الخدين ضليع الفم مفلح الاسنان دقيق
 المسربه كان عنقه جيد ميه فى صفاء الفضة معتدل الخلق
 بادن متماسك سواء البطن والصدر عريض الصدر بعيد ما
 بين منكبين ضخيم الكراديس انور المتحرد موصول ما بين
 اللبه والبسر بشعر يجرى كالخط عار الشدين والبطن مما
 سوى ذلك اشعر الذراعين والمنكبين واعالى الصدر طويل
 الزندين رحب الراحة شثن الكفين والقدمين سائل الاطراف
 او قال سائل الاطراف خمسان الاخمسين مسيح القدمين
 ينبو عنهما الماء اذا زال زال قلعا يخطو تكفا ويمشى هونا
 ذريع المشيه اذا مشى كانما يحظ من صبيب واذا التفت
 التفت حذره واخافه الطيف نظره الى الارض اكثر من نظره

الى السماء جل نظره الملاحظه يسوق اصحابه يبدء من لقي
بالسلام۔

جابر بن سرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، 'فرماتے ہیں، میں نے چاندنی رات کی روشنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سرخ جوڑا پہنے دیکھا، کبھی میں آپ کے رخ انور کو دیکھتا تھا اور کبھی چاند کو مگر میری نگاہ میں چاند نہیں سماتا تھا اور چہرہ انور اس سے بہتر نظر آتا تھا۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں، 'آپ کا جسم اطہر ایسا گورا چٹا تھا جیسے چاندی سے ڈھلا ہوا ہو۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ کے بیان میں ماہر تھے اور مجھ کو آپ کے حلیہ کے سننے کا شوق تھا، جب حضور کے حلیہ سے سوال کیا تو فرمایا کہ آپ صاحب عظمت تھے، جس کا اثر دوسروں پر پڑتا تھا۔ آپ کا چہرہ انور چودھویں اہلکات کے چاند کی طرح چمکتا تھا۔ آپ کا قد مبارک میانہ قد سے کچھ دراز تھا مگر بہت لمبا نہ تھا۔ سر مبارک بڑا تھا۔ بال سیدھے تھے، اگر شانہ سے چیرے جاتے تو جدا جدا ہو کر لے ہو جاتے ورنہ کانوں کی لو سے تجاوز نہیں کرتے تھے۔ خلاصہ یہ ہے کہ پیچیدہ یعنی پرشکن تھے نہ کہ مثل حبشیوں کے گھوگر لالے۔ جب شانہ کیا جاتا کانوں سے نیچے تک آ جاتے جس کو عربی میں جہہ کہتے ہیں اور کبھی کندھے کے قریب پہنچ جاتے جن کو لمہ کہتے ہیں ورنہ شکن کھا کر کانوں کی لو تک رہتے، جن کو دفرہ کہتے ہیں۔ اسی وجہ سے بیان رواۃ میں اختلاف ہے۔ کسی نے کہا دفرہ تھے، کسی نے کہا جہہ یا لمہ تھے۔ رنگ گورا بہت کھلا ہوا تھا۔ پیشانی فراخ تھی۔ دونوں ابرو پورے مثل کمان کے تھے جن کے بیچ میں نورانی رگ تھی۔ جو غصہ کے وقت ابھر آتے تھے۔ بنی مبارک لمبی اور پتلی، درمیان سے ذرا نیچی تھی مگر نیچائی میں ایسا نور چمکتا تھا کہ نہ جاننے والے جانیں کہ بیچ سے اونچی ہے۔ ریش مبارک کے بال گھنے تھے، جن سے خط بھرا ہوا تھا۔ رخسار سے ہلکے صاف اور دہن مبارک کشادہ، دندان مبارک چھدرے، سینہ مبارک پر باریک بال، گردن مبارک تصویر کی سی گردن مثل چاندی کی صاف اور ہر عضو مبارک اعتدال پر تھا۔ جسم مبارک بھرا ہوا اور گنھا ہوا تھا۔ سینہ اور شکم مبارک برابر تھا مگر سینہ مبارک کشادہ اور چوڑا تھا اور دونوں کندھوں کے درمیان بوج فراخی کے بعد تھا اور تمام اعضا کے جوڑ بھاری اور مضبوط تھے۔ جسم مبارک کی نورانیت کہ وہاں سے چمکتے تھے، ان سے نافہ تک بالوں کے طرز پر مشابہ تھا، ان کے چھدرے تھے۔

دونوں چھاتی اور پیٹ بالوں سے صاف تھے۔ بازو اور کندھوں پر بیشک بال تھے۔ سینہ برابر اور ابھرا ہوا تھا۔ بازو لمبے تھے۔ ہتھیلی چوڑی اور بھاری تھی اور دونوں قدم شریف بھاری اور چھوٹے تھے۔ انگشت مبارک لمبی تھیں اور دونوں ٹکڑے اٹھے ہوئے اور اول آخر حصہ قدم کا زمین سے لگا ہوا جس سے پسینہ اکثر جاری رہتا تھا۔ پاؤں اٹھا کر چلتے تھے اور قدم ہمارے رکھتے تھے۔ آہستہ چلتے تھے اور قدم کشادہ رکھتے تھے گویا اوپر سے نیچے اترتے ہیں اور کسی کی طرف التفات فرماتے تو ہم تن اس کی طرف ہو جاتے۔ نگاہ مبارک اکثر نیچے زمین کی طرف رہتی تھی بہ نسبت اوپر دیکھنے کے۔ اکثر راستہ میں کن اکھیوں سے دیکھتے تھے نہ گھور کر۔ اصحاب کرام کے ساتھ چلتے اور جو ملتا اس کو اول السلام علیک فرماتے۔

اور بخاری شریف اور مسلم شریف میں براء ابن عازب رضی اللہ عنہ سے ہے: قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احسن الناس وجہا واحسنہم خلقا لیس بالطویل البائن ولا بالقصیر۔ (ترجمہ) فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام آدمیوں سے زیادہ خوبصورت اور خوش خلق تھے۔ نہ بہت لمبے تھے نہ بہت قد۔ صفت دوم: آپ کے لب مبارک اس درجہ لطف و مہربانی سے بھرے ہوئے تھے کہ آپ کی ایک ایک بات امت کے حق میں لطف و مہربانی سے بھری ہوئی ہے۔ دیکھو

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الراحمون یرحمہم الرحمن ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء وقال صلی اللہ علیہ وسلم المؤمن من یرحب لاخیه ما یرحب لنفسه وقال صلی اللہ علیہ وسلم المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ وقال صلی اللہ علیہ وسلم من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ۔ وقال صلی اللہ علیہ وسلم من لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیرنا فلیس منا وعن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ ان رجلا قال یا رسول اللہ صلی اللہ علیک ان لی قرابہ اصلہم ویقطعوننی واحسن الیہم ویسینون الی

فكانما تنسفهم المل ولا يزال معك من الله ظهير عليهم ما
دمت على ذلك رواه مسلم وعنه قال رجل يا رسول الله من
احق بحسن صحابتي قال امك قال ثم من قال امك قال ثم من
قال امك قال ثم من قال ابوك وفي روايته قال امك ثم امك
ثم امك ثم اباك ثم ادناك وادناك وادناك متفق عليه وقال
صلى الله عليه وسلم رغم انفه رغم انفه رغم انفه قيل من
يا رسول الله صلى الله عليك قال من ادركك والديه عند
الكبر احدهما او كلاهما ثم لم يدخل الجنة رواه مسلم وقال
صلى الله عليه وسلم من الكبائر شتم الرجل والديه قالوا
يا رسول الله هل يشتم الرجل والديه قال نعم يسب ابا الرجل
فيسب اياه ويسب امه فيسب امه متفق عليه وقال صلى الله
عليه وسلم ان الله حرم عليكم عقوق الامة واد البنات
ومنع وهات وكره لكم قيل وقال وكثره السؤال واضاعته
المال متفق عليه وقال صلى الله عليه وسلم ان من ابر البر
صله الرجل اهل ودايه بعد ان توفي رواه مسلم وقال رسول
الله صلى الله عليه وسلم المسلم اخو المسلم لا يظلمه ولا
يسلمه ومن كان في حاجته اخيه كان الله في حاجته ومن
فرج عن مسلم كربته فرج الله عنه كربته من كربات يوم
القيامته ومن ستر مسلما ستره الله يوم القيامة متفق عليه
وقال على الله عليه وسلم بحسب امرء من الشر ان يحقر اخاه
المسلم وقال صلى الله عليه وسلم لا يدخل الجنة من لا
يامن جاره بوائقه رواه مسلم وقال صلى الله عليه وسلم قال
الله تعالى وجبت محبتي للمتحابين في وللمتجالسين
فم وللمتزاورين فم رواه مالك في الموطأ

فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رحم کرنے والوں پر اللہ رحم فرماتا ہے۔ تم زمین والوں پر رحم کرو، تم پر وہ رحم کرے گا جس کی حکومت آسمانوں میں ہے اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے، مومن وہ ہے جو اپنے مومن بھائی کے لیے وہ دوست رکھے جو اپنے واسطے رکھتا ہے اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے، مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان سلامت رہیں اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے، جس نے آدمیوں کا شکر نہ کیا، وہ اللہ کا بھی شکر گزار نہیں ہو سکتا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور بڑوں کی تعظیم نہ کرے وہ ہم سے نہیں ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے رشتہ دار ہیں۔ میں ان سے سلوک اور میل جول کرتا رہتا ہوں اور وہ مجھ سے قطع تعلقی ہی کرتے رہتے ہیں۔ میں ان کے ساتھ احسان کرتا رہتا ہوں اور وہ برائی کرتے رہتے ہیں۔ میں بردباری سے پیش آتا ہوں اور وہ جہالت سے۔ فرمایا اگر ایسا ہی ہے، جیسا تم کہتے ہو تو تم ان کے منہ میں بھوبھل ڈال رہے ہو اور ہمیشہ تمہارے ساتھ اللہ کی طرف سے مددگار ہے جب تک تم اس پر قائم ہو۔ یہ روایت مسلم شریف کی ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ ہی فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ حقدار میرے سلوک کا کون ہے۔ فرمایا تیری ماں۔ عرض کی پھر کون۔ فرمایا تیری ماں۔ عرض کی پھر کون۔ فرمایا تیرا باپ۔ پھر جو قریب تر رشتہ دار ہو، پھر جو قریب تر رشتہ دار ہو، پھر جو قریب تر ہو۔ یہ حدیث مرویہ بخاری و مسلم ہے اور تین دفعہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، گرد آلود ہونا ک اس کی۔ عرض کیا گیا کس کی۔ فرمایا، جس نے اپنے والدین کو یا ایک کو بوڑھا پایا اور پھر وہ جنت میں داخل نہ ہوا۔ یہ روایت مسلم کی ہے۔ اور بخاری شریف اور مسلم شریف میں ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، کبیرہ گناہوں سے ہے اپنے ماں باپ کو گالی دینا۔ لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کوئی اپنے ماں باپ کو بھی گالی دیتا ہے؟ فرمایا، ہاں۔ فرمایا، دوسرے کے باپ کو جب کسی نے گالی دی اور اس نے اس کے جواب میں اس کے باپ کو گالی دی تو اس نے ہی اپنے باپ کو گالی دی۔ اے نبی، جب تم نے کسی کو گالی دی، پھر اس نے تمہاری گالی کو گالی

دی تو حقیقتاً تم نے ہی اپنی ماں کو گالی دی اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، بیشک اللہ نے حرام کیا ہے ماؤں کی نافرمانی کو اور لڑکیوں کے زندہ دفن کرنے کو اور دوسروں سے مانگنے اور خود بخلی کرنے اور نہ دینے سے اور مکروہ ہے اللہ کے نزدیک قتل و قاتل اور کثرت سوال اور ضائع کرنا مال کا۔ یہ حدیث بھی متفق علیہ بخاری و مسلم ہے اور مسلم میں ہے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے، بعد مرجانے اپنے باپ کے، باپ کے دوستوں کے ساتھ سلوک کرنا بڑھ کے صلہ رحمی ہے اور بخاری شریف اور مسلم شریف میں ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ دوسرے مسلمان پر ظلم نہ کرے اور اس کی صحت و سلامتی زائل نہ کرے اور جو کسی مسلمان کی حاجت میں رہتا ہے، اللہ جل شانہ، اس کی حاجت روائی میں رہتا ہے اور جو مسلمان کسی کی کوئی سختی دور کر دے، اللہ اس کی سختی قیامت کی سختیوں سے دور کرے گا اور جو مسلمان کے عیب چھپائے، قیامت کے دن خدا اس کی عیب پوشی فرمائے گا اور کافی ہے آدمی کو اتنی شرارت کہ اپنے مسلم بھائی کو نظر حقارت سے دیکھے اور اس کی تحقیر کرے اور نہیں داخل ہوگا جنت میں وہ شخص، جس کے شر سے پڑوسی مومن نہ ہوں۔ اور موطا امام مالکؒ میں ہے، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، جو دو شخص میرے واسطے آپس میں محبت رکھیں یا میرے واسطے مل کر بیٹھیں یا میرے واسطے آپس میں ملیں، ان سے محبت رکھنا میں نے اپنے اوپر واجب کر لیا ہے۔

اہل ایمان کے لیے خصوصی احکامات:

بطریق نمونہ یہ تو وہ احکام تھے جن کا تعلق بادشاہ سے ادنیٰ غریب تک تھا اور جو تعلق سیاست من سے رکھتے تھے اور آپ کی مہربانی اور آپ کے مہربانی اور لطف کے بھرے ہوئے ہونٹوں سے نکلے۔ اب شتہ نمونہ از خروارے کچھ وہ احکام الطاف و شفقت بھی سن لیجئے جو ہمارے دین و دنیا کی بہتری کے واسطے آپ کی مہربانی بھرے ہونٹوں سے نکلے۔ سنو اور بغور سنو اور ان پر عمل کر کے بہودی دین و دنیا حاصل کرو اور غور سے دیکھو کہ آپ کے لب مبارک کس درجہ لطف و مہربانی سے بھرے ہوئے تھے۔

اخرج العلامة ولى الدين فى المشكوه بروايته النسائي

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم للمؤمنين

ست خصال يعودہ اذا مرض ويشهده اذامات ويجيبه اذادعاه
ويسلم عليه اذالقيه ويشمته اذاعطس وينصح له اذاغاب او
شهد قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يسلم الراكب
على الماشى والماشى على القاعد والقليل على الكثير
متفق عليه قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان اولى
الناس من بد بالسلام رواه احمد والترمذى وابوداود عن جرير
ان النبى صلى الله عليه وسلم مر على نسوة فسلم عليهن
عن انس قال ان رسول الله صلى الله عليه وسلم مر على
غلمان فسلم عليهم متفق عليه عن على رضى الله عنه
يجزى عن الجماعة اذا مروا ان يسلم ويجزى عن الجلوس ان
يرد احدثهم رواه البيهقى وابوداود وقال رفعه حسن بن على
عن رجل قال حدثنى ابنى عن جدى قال بعثنى ابنى الى رسول
الله صلى الله عليه وسلم فقال ائتہ فاقراء منى السلام قال
فاتيتہ فقلت ابنى يقرئك السلام فقال عليك وعلى ابيك
السلام رواه ابوداود عن ابنى هريره ان رسول الله صلى الله
عليه وسلم قال لاخير فى الجلوس فى الطرقات الا لمن هدى
لسبيل ورد التحيته وغض البصرواغان على الحملته رواه
فى شرح السننه وعن ابنى سعيد الخدرى قال اتانا ابو موسى
قال ان عمر ارسل الى ان اتيتہ فاتيت بابہ فسلمت ثلثا فلم يرد
على فرجعت فقال ما منعك ان تاتينا فقلت انى اتيت
فسلمت على بابك ثلثا فلم تردوا على فرجعت وقد قال لى
النبى صلى الله عليه وسلم اذا ستاذن احدكم ثلثا فلم يؤذن
له فليرجع فقال عمر اقم عليه البيه قال ابو سعيد فقامت
معه فذهبت الى عمر فشهدت متفق عليه عن جابر قال اتيت

النبى صلى الله عليه وسلم فى دين كان ذا على ابى فدقت
 الباب فقال من فقلت انا فقال انا انا كانه كرهها عن عطاء ان
 رجلا سال رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال استاذن على
 امى فقال نعم فقال الرجل انى معها فى البيت فقال رسول
 الله صلى الله عليه وسلم استاذن عليها فقال الرجل انى
 خادمها فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم استاذن عليها
 اتحب ان تراها عريانه قال لا قال فاستاذن عليها رواه مالك
 عن عبد الله بن عمران رجلا سال رسول الله صلى الله عليه
 وسلم اى الاسلام خير قال تطعم الطعام وتقرأ السلام على
 من عرفت ومن لم تعرف متفق عليه قال رسول الله صلى الله
 عليه وسلم لا تبدوا اليهود والنصارى بالسلام واذا القيتم
 احدهم فى طريق فاضطروه الى اضيقه رواه مسلم وقال رسول
 الله صلى الله عليه وسلم اذا سلم عليكم اهل الكتاب
 فقولوا وعليكم متفق عليه عن ابى سعيد الخدرى رضى الله
 عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم قال اياكم والجلوس
 بالطرقات فقالوا يا رسول الله ما لنا من مجالسنا بد
 نتحدث فيها قال فاذا ابستم الا المجلس فاعطوا الطريق
 حقه قالوا وما حق الطريق يا رسول الله صلى الله عليه وسلم
 غض البصرو كفى الاذى ورد السلام والامر بالمعروف والنهى
 عن المنكر متفق عليه وفى روايته ابى هريره رضى الله عنه
 وارشاد السبيل وفى روايته بن عمر قال وتعينوا الملهوف
 وتهدوا الضال وقال صلى الله عليه وسلم ليس منا من تشبه
 بغيرنا لا تشبهوا باليهود ولا بالنصارى فان تسليم اليهود
 الاشارة بالاصابع وتسليم النصارى الاشارة بالا كف رواه

الترمذى - وقال صلى الله عليه وسلم اذا دخلتم بيتا فسلموا
على اهله واذا خرجتم فاودعوا اهله بسلام وقال صلى الله
عليه وسلم تمام التحية المصافحته والسلام قبل الكلام -
وقال صلى الله عليه وسلم تصافحوا يذهب الغل وتهادوا
تحابوا تذهب الشحناء رواه مالك -

باب القيام للتعظيم او للمحبة للقادم - عن عائشة رضى
الله عنها قالت ما رايت احدا كان اشبه سمتا وهديا ولا وفى
روايته حديثا وكلاما برسول الله صلى الله عليه وسلم من
فاطمته كانت اذا دخلت عليه قام اليها فاخذ بيدها فقبلها
واجلسها فى مجلسه (اى محبته)

وكان اذا دخل عليها قامت اليه فاخذت بيده فقبلته
واجلسته فى مجلسها رواه ابو داود وعن ابى سعيد الخدرى
قال لما نزلت بنو قريظة على حكم سعد بعث رسول الله
صلى الله عليه وسلم اليه وان قريبا منه فجاء على حمار
فلما دنا من المسجد قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
للانصار قوموا الى سيدكم متفق عليه وعن ابى هريره قال
كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يجلس معنا فى
المسجد يحدثنا فاذا قام قمنا قياما حتى نراه قد دخل بعض
بيوت ازواجه رواه البيهقى فى شعب الايمان -

باب منع الوقوف بين ايدي الامراء كما يقومون الا عاجم -
عن ابى امامته قال خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم
متكئا على عصا فقمنا له (اى باراده الوقوف كما يدل عليه
سياق الحديث و يفسره الحديث الا ترى) لنلا تمنا قض
الاحاديث فقال لا تقوموا كما يقوم الا عاجم يعظم بعضهم

بعضا رواہ ابو داود و عن معاویۃؓ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سبرہ ان یتمثل لہ الرجال قیاما فلیتجوامقعدہ من النار رواہ الترمذی و ابو داود و عن انسؓ قال لم یکن شخص احب الیہم من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و کانوا اذا راوہ لم یقوموا (اے بارادہ الوقوف) لما یعلمون من کراہتہ لذلک رواہ الترمذی۔ و قال ہذا حدیث حسن صحیح و یمکن لن یكون المرء من کراہتہ من القیام لما یقوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بارادہ الرجوع کما اخرج ابو داود عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا جلس و جلسنا حوله فقام فاراد الرجوع نزع نعلہ او بعض ما یكون علیہ فیعرف ذلک اصحابہ فیثبتون۔

علامہ ولی الدین مشکوٰۃ میں تخریج فرماتے ہیں، نسائی شریف سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، ہر مومن کے دوسرے مومن پر چھ حق ہیں۔ جب وہ بیمار ہو، اس کی عیادت کرنا اور جب وہ مرنے اس کی تجینز و تکفین میں شریک ہونا اور جب وہ بلائے اور دعوت کرے اس کو قبول کرنا اور جب اس سے ملے سلام مسنون کرے اور جب وہ خضیجے اور الحمد للہ کے رکعت اللہ کے ساتھ اس کا جواب دے اور حاضر و غائب اس کا خیر خواہ رہے۔ اور بخاری و مسلم میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سوار کو چاہیے کہ پیدل چلنے والے مسلمانوں کو سلام کرے اور پیدل چلنے والا بیٹھے ہوؤں کو اور کم آدمی زیادہ آدمیوں کو اور مسند احمد اور ترمذی اور ابو داود میں ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، بہترین آدمیوں کا وہ ہے جو اول مسلمانوں کو سلام مسنون کرے اور بخاری شریف اور مسلم شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کی جماعت پر جو گزرے تو آپ نے ان کو سلام کیا اور ایسے ہی لڑکوں کو جب ان پر آپ تشریف فرما ہوئے اور فرمایا راستے چلتی جماعت میں سے ایک آدمی اگر سلام مسنون کرے تو سب بری ہو جاتے ہیں۔ ایسے ہی اگر مجلس میں ایک آدمی جواب سلام کا دے دے تو سب بری الذمہ ہو جاتے ہیں۔ روایت کیا اس حدیث کو بیہقی اور ابو داود نے اور مرفوع کر کے روایت کیا ہے اس حدیث کو

حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے، وہ ایک آدمی سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے کہا مجھے میرے باپ نے کہا اور میرے باپ نے میرے دادا سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا کہ میرے باپ نے مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا اور کہا حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر میرا سلام عرض کر دینا۔ میں نے ایسا ہی کیا تو حضور نے اس کے جواب میں فرمایا علیک وعلى ابیک السلام۔ یہ حدیث ابو داؤد سے مروی ہے اور شرح السنہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں فرمایا مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ شاہراہ عام پر بیٹھنے میں بھلائی نہیں ہے مگر اس شخص کو جو راستہ چلنے والوں کو عند الضرورت راہ بتا دے اور جو کوئی سلام علیک کرے اس کا جواب دے اور لغویات اور مستورات کے دیکھنے سے نگاہ نیچی رکھے اور جس بوجھ والے کو ضرورت پڑے اس بوجھ کے اٹھانے میں، اس کی اعانت کرے اور اٹھو اداے اور بخاری شریف اور مسلم شریف میں ہے، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے پاس ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ کو بلایا تھا۔ میں نے ان کے دروازہ پر حاضر ہو کر تین بار السلام علیک کہا مگر مجھ کو کچھ جواب نہ ملا۔ میں واپس چلا گیا۔ پھر جب ملاقات ہوئی تو فرمایا تم ہمارے پاس کیوں نہیں آئے۔ میں نے عرض کیا، میں حاضر ہوا تھا مگر میں نے (بادا ز بلند) تین بار السلام علیک کہا۔ جب جواب نہ ملا، میں واپس چلا گیا۔ اس واسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جب تین بار کسی کے دروازہ پر تم سے کوئی السلام علیک کے ساتھ اذن طلب کرے اور اس کو کچھ جواب نہ ملے، چاہے یہ کہ وہ واپس چلا جائے۔ لہذا حضرت عمر نے فرمایا کہ اس حدیث کی صداقت پر گواہ لاؤ۔ یہ سن کر ابوسعید فرماتے ہیں کہ میں ان کے ساتھ حضرت عمر کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے اس حدیث کی صحت پر گواہی دی اور نیز مشکوٰۃ شریف میں ہے موطا امام مالک رحمہ اللہ سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے والد کے ذمہ جو قرض تھا، اس کے متعلق حضور سے کچھ بات کرنے کو میں نے در اندس پر حاضر ہو کر جب دروازہ کھٹکھٹایا، آپ نے فرمایا کون ہے۔ میں نے عرض کیا، میں ہوں۔ اس میرے کہنے سے کراہت ظاہر فرمائی اور فرمایا میں میں۔ یعنی تم کو اپنا نام بتانا تھا جواب میں، میں نہ کہنا چاہیے۔ حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا میں اپنی ماں کے پاس جاؤں جب بھی اجازت طلب کر کے جاؤں۔ فرمایا ہاں۔ عرض کیا، حضور، میری ماں، میری والدہ کا رخاں، گلاہ ایک عورت ہے، مجھ بھی اذن طلب کرنے کی ضرورت

ہے۔ فرمایا، ہاں اذن کی ضرورت ہے۔ عرض کی، حضور میں تو ماں کا خادم ہوں۔ فرمایا ضرور اذن طلب کر کے پھر مکان میں داخل ہو۔ کیا تو چاہتا ہے کہ ماں کو برہنہ دیکھے۔ میں نے عرض کیا، نہیں۔ فرمایا، بس پھر اذن طلب کر کے جا۔ صحیحین میں ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، کونسا اسلام بہتر ہے یعنی اسلام کی باتوں سے کوئی بات بہتر ہے۔ فرمایا اول بات کھانا کھلایا کر اور جس مسلمان سے ملاقات کرے تو اس سے السلام علیک کہہ کر مل، خواہ اس سے تیری معرفت سابقہ ہو، خواہ نہ ہو۔ اور مسلم شریف میں ہے، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وجمہ وسلم نے یہود اور نصاریٰ کو تم سلام نہ کرو اور ان میں سے جب کوئی تم کو راستہ میں مل جائے تو سیدھے چلتے رہو اور ان کو تنگ راستہ کی طرف مجبور کر دو اور صحیحین میں ہے جب اہل کتاب تم کو سلام علیک کریں تو جواب میں فقط وعلیکم کہہ دو۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، پچو تم راستوں پر بیٹھنے سے۔ اصحاب کرام نے عرض کیا، برسر راہ جو ہماری نشست گاہ ہیں وہاں بیٹھنے کے سوا ہمیں کوئی چارہ نظر نہیں۔ وہاں بیٹھ کر ہم ضروری بات چیت کرتے رہتے ہیں۔ فرمایا، وہاں بیٹھنے کے سوا جب کوئی چارہ نہیں تو راستہ کا حق ادا کرتے رہو۔ عرض کیا، حضور راستہ کا کیا حق ہے۔ فرمایا نامحرموں سے اور بری باتوں سے بچنے نگاہ رکھنا اور ایذا کی چیز راستہ سے دور کرنا۔ سلام کا جواب دینا، بھلی بات کا حکم کرنا، بری بات سے منع کرنا اور ایک روایت میں ہے بھولے بھٹکے کو راستہ بتا دینا اور عاجز کی مدد کرنا اور بھولے ہوئے کو منزل تک پہنچا دینا اور ترمذی شریف میں ہے، فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے، جو شخص ہمارے غیروں کے ساتھ مشابہت حاصل کرے، وہ ہم سے نہیں ہے۔ مت مشابہت حاصل کرو یہود اور نصاریٰ کے ساتھ (یعنی انگلیوں اور ہتھیلیوں کے ساتھ سلام نہ کرو) اس لیے کہ سلام یہود کا انگلیوں کے اشارہ سے ہوتا ہے اور سلام نصاریٰ کا ہتھیلی کے اشارہ سے۔

غیروں کی اتباع نہ کرو:

جب سلام تک میں جو ادنیٰ سی مشابہت ہے، حضور نے مشابہت کفار کو پسند نہ فرمایا تو لباس میں خواہ وہ ٹوپی ہو یا کوٹ چٹون یا بوٹ سوٹ مشابہت کفار کب جائز ہو سکتی ہے، جیسے آج کل کے گرامر مولوی (بالعلماء سوء) منہ سے کہہ رہے ہیں اور رسالہ ایم، لکھ رہے ہیں، ایسا نہ ملاحظہ

قاری رحمہ اللہ نے پارسیوں کی ٹوپی پہننے کو شرح فقہ اکبر میں محیط وغیرہ کتب معتبرہ سے کفر لکھا ہے۔ اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے، جب تم کسی گھر میں داخل ہو تو گھروالوں کو سلام کرو اور جب وہاں سے رخصت ہو تو سلام کر کے اور بعد سلام کے آتے جاتے وقت مصلانہ بھی کرو۔ اس سے رنجش باہمی دل سے نکل جائے گی اور آپس میں ایک دوسرے کو ہدیہ دیتے رہا کرو، اس سے باہمی محبت پیدا ہوگی اور دل سے کینہ جاتا رہے گا۔ یہ حدیثیں موطا امام مالکؒ کی ہیں۔

قیام تعظیمی اور قیام محبت:

ابوداؤد میں ہے، حضرت صدیقہ فرماتی ہیں، آنحضرت کے ساتھ چال ڈھال انداز میں اور بات چیت میں زیادہ تر مشابہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ جب وہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوتیں، آپ بمقامائے محبت کھڑے ہو جاتے اور ان کا ہاتھ چوم کر اپنی جگہ بٹھالیتے۔ ایسے ہی جب حضور ان کے پاس تشریف لاتے، وہ تعظیماً کھڑی ہو جاتیں اور حضور کے دست مبارک چوم کر آپ کو اپنی جگہ بٹھالیتیں۔

اور صحیحین میں ہے، ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بنو قریظہ حضور سے امن لے کر اپنے معاملہ میں حضرت سعد کے حکم پر راضی ہو کر حضور کی خدمت میں آ گئے، حضرت سعد قریب ہی بیٹھے تھے۔ آپ نے ان کو جب بلایا، وہ گدھے پر سوار ہو کر خدمت اقدس میں جب حاضر ہوئے، آپ نے انصار کو فرمایا اپنے سردار کی تعظیم کے واسطے کھڑے ہو جاؤ اور شعب الایمان بیٹھی میں ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سردار عالم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں ہمارے ساتھ بیٹھ کر باتیں فرماتے رہتے۔ جب آپ تشریف بری کے ارادے سے کھڑے ہوتے، ہم کھڑے ہو جاتے اور جب تک ہم یہ نہ دیکھ لیتے کہ حضور کسی ازواج مطہرات کے حجرہ میں داخل ہو گئے، ہم تعظیماً کھڑے رہتے۔

امراء کے سامنے کھڑے ہونے کی ممانعت:

ابوداؤد میں ہے، حضرت ابو امامہ فرماتے ہیں کہ عصاء مبارک پر نیکی لگائے ہوئے حضور ہماری طرف تشریف لائے۔ ہم آپ کی تعظیم کے واسطے کھڑے ہو گئے اس

مثل غمیوں کے مت کھڑے رہو، جیسے آپس میں ان کے بعض اپنے بعض کی تعظیم کرتے ہیں۔ یہ
 سنے سیاق حدیث کے بھی مطابق ہیں، اس واسطے کہ مطلقاً قیام جو اہل عرب میں بطریق تعظیم مروج
 تھا، اس سے منع فرمانا مقصود ہو تا تو قیام کو غمیوں کے ساتھ متقید کر کے منع نہ فرماتے اور اس تقدیر
 پر قیام کی حدیثوں کے ساتھ تعارض نہیں ہوتا اور اگلی حدیثیں اس معنی کی تائید بھی کر رہی ہیں۔
 چنانچہ ترمذی اور ابوداؤد میں ہے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ ﷺ
 نے، جس شخص کو یہ بات خوش کرے کہ میرے سامنے آدمی تصویر کی صورت کھڑے رہیں، وہ
 اپنی جگہ جہنم سے ڈھونڈ لے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم سے زیادہ محبوب صحابہ کرام کو کوئی نہ تھا مگر جب وہ آپ کو دیکھتے کھڑے رہنے کے
 ارادے سے نہیں کھڑے ہوتے تھے، اس واسطے کہ جانتے تھے حضور کو ایسے قیام سے نفرت ہے۔
 یہ حدیث حسن صحیح ترمذی شریف کی ہے اور اس حدیث کے یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ بار بار جب
 آپ بارادہ واپسی مجلس سے کھڑے ہوتے بار بار نہیں کھڑے ہوتے تھے چنانچہ مصرح اس معنی کی
 یہ حدیث ابوداؤد کی ہے۔ حضرت ابوالدرداء فرماتے ہیں کہ جب حضور بیٹھے، ہم حضور کی گردا
 گرد بیٹھ جاتے۔ پھر جب آپ کسی ضرورت سے بارادہ واپسی کھڑے ہوتے تو نطقین مبارک یا اپنا
 کوئی کپڑا چھوڑ کھڑے ہوتے، جس سے ہم جان لیتے کہ آپ ابھی پھر واپس تشریف لاتے ہیں،
 لہذا ہم بدستور ادب سے ویسے ہی بیٹھے رہتے۔

باب استحباب المعانقۃ لظہار المحبہ۔ عن رجل من
 عنزہ انه قال قلت لابی ذرہل کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم یصافحکم اذا لقیتموہ قال ما لقیته قط الا صافحنی
 وبعث الی ذات یوم لم اکن فی اہلی فلما جئت اخبرت فاتیته
 وھو علی سریر فالتزمتنی فکان تلک اجود و اجود۔

اظہار محبت کے لیے معانقہ کرنا:

ایک شخص قبیلہ عنزہ کے فرماتے ہیں، میں نے ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے پوچھا، کیا رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تم سے ملنے مصافحہ کیا کرتے تھے۔ فرمایا، کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میں آپ سے

طا اور آپ نے مصافحہ نہ فرمایا ہو اور ایک دن مجھ کو طلب فرمایا۔ میں گھرنے تھا۔ جب میں آیا اور مجھ کو خبر ملی میں خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ چارپائی پر رونق افروز تھے، پس آپ مجھ سے چٹ گئے اور یہ امر مصافحہ اور معافہ سے بھی بڑھ کر ہوا۔

و عن اسید ابن حضیر رجل من الانصار قال بینما هو یحدث القوم و کان فیہ مزاح بینما یضحکهم قطعہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی خاصرۃ بعود و قال فقال اصبرنی اے اقدرنی و امکننی من القصاص قال صلی اللہ علیہ وسلم اصطبر اے امکنک المقصاص ۱۲ اسید دیدار علی غفر اللہ لہ و لوالدیہ و لمشاخہ، قال اصطبر قال ان علیک قمیصا و لیس علی قمیص فرفع النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن قمیصہ فاحتفنه و جعل یقبل کشحہ فقال انما اردت هذا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک رواہ ابو داود۔

اور اسید بن حضیر انصاری فرماتے ہیں کہ میں باہم خوش طبعی کی باتیں کر رہا تھا اور لوگوں کو ہنسا رہا تھا کہ ناگاہ حضور نے میرے پہلو میں کڑی سے کوچہ مارا۔ میں نے عرض کیا، حضور اس کوچہ کا بدلہ لینے پر مجھ کو اجازت دیجئے۔ فرمایا بہت اچھا۔ میں نے عرض کی حضور تو کرتے پنے ہوئے ہیں اور میں نہنگ تھا۔ آپ نے کڑی اٹھادیا اور میں حضور کے جسم اطہر سے جاچٹا۔ اور میں نے آپ کے پہلوئے مبارک پر بوسے دینے شروع کیے۔

باب جواز تقبیل ایدی و ارجل العلماء و الصلحاء۔ عن زارع و کان فی وفد عبد القیس قال لما قد منا المدینہ فجعلنا نتبادر من رواحلنا فنقبل ید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورجلہ رواہ ابو داود و غیرہ باجود الا سانید۔

بزرگوں کے ہاتھ پاؤں چومنے:

ابوداؤد میں ہے، 'حضرت زارع، جو شریک وفد عبد القیس تھے، فرماتے ہیں، جب ہمارا وفد

مدینہ طیبہ میں حاضر ہوا، ہم سب یکے بعد دیگرے حضور کی خدمت میں اپنے کباؤں سے جھپٹ جھپٹ کر حاضر ہوتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ اور پاؤں کو چومتے تھے۔ روایت کیا اس کو ابو داؤد وغیرہ نے معتبر سندوں سے۔

باب عن جابر بن سمرہ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلی الفجر ترربع فی مجلسہ حتی تطلع الشمس حسناء رواہ ابو داود وعن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ قال رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم رجلا مضطجعا علی بطنہ فقال ان ہذہ ضجعة لا یحبہا اللہ رواہ الترمذی وعن جابر قال نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ینام الرجل علی سطح لیس بمحجورہ علیہ رواہ الترمذی وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر المجالس او سعا رواہ ابو داود وقال صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان احدکم فی الفی فقلص عند الظل فصار بعضہ فی الشمس وبعضہ فی الظل فلیقم رواہ ابو داود وزاد فی شرح السنہ فانہ مجلس الشیطان عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی ان یمشی یعنی الرجل بین المرأتین رواہ ابو داود وعن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ یحب العطاس ویکره التثاوب فاذا عطس احدکم وحمد اللہ کان حقا علی کل مسلم سمعہ ان یقول یرحمک اللہ فاما التثاوب فانما هو من الشیطان فاذا تثاوب احدکم فلیردہ ما استطاع فان احدکم اذا تثاوب ضحک منہ الشیطان رواہ البخاری وفی روایتہ مسلم فان احدکم اذا قال ہا ضحک الشیطان منہ وفی روایتہ اخری من البخاری فاذا قال لہ یرحمک اللہ فلیقل یہدیکم اللہ ویصلح بالکم وفی روایتہ مسلم قال صلی اللہ علیہ وسلم اذا تثاوب احدکم

فليمسك بيده على فمه فان الشيطان يدخل وعن ابي هريره
 رضى الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اذا قام
 احدكم عن فراشه ثم رجع اليه فلينفذه يصفته ازاره ثلاث
 مرات فانه لا يدري ما خلفه عليه بعده فاذا اضطح فليقل
 باسمك ربى وضعت جنبى وبكى ارفعه فان امسكت نفسى
 فارحمها وان ارسلتها فاحفظها بما تحفظه عبادك
الصالحين فاذا استيقظ فليقل الحمد لله الذى عافانى فى
 جسدى ورد على روحى واذن لى بذكره رواه الترمذى وقال
 حديث حسن وقال النبى صلى الله عليه وسلم اذا استجبح
 الليل او قال كان جنح الليل فكفوا صبيانكم فان الشياطين
 تنشر حينئذ فاذا ذهب ساعه من العشاء فخلوهم واغلق
 بابك واذ كر اسم الله وطفى مصباحك واذ كر اسم الله واوك
 سقائك واذ كر اسم الله وخمر انائك واذ كر اسم الله ولو
 تعرض عليه شيئا رواه البخارى وفى روايته لمسلم قال
 رسول الله صلى الله عليه وسلم غطوا الاناء واوكوا السقاء
 واغلقوا الابواب واطفئوا السراج فان الشيطان لا يحل سقاء
 ولا يفتح بابا ولا يكشف اناء فان لم يجد احدكم الا ان يعرض
 على انائه عودا ويذ كر اسم الله فليفعل فان الفوسيقه تضرع
 على اهل البيت بيتهم وفى وايه له قال لا ترسلوا فواشيكم و
 صبيانكم اذا غابت الشمكس حتى تذهب فحمته العشاء
 فان الشيطان يبعث اذا غابت الشمس حتى تذهب فحمته
 العشاء وفى روايته له قال غطوا الاناء واوكوا السقاء فان فى
 السنه ليله ينزل فيها وباء ولا يمر باناء ليس عليه غطاء
 وسقاء ليس عليه وكاء الانزل فيه من ذالك الوناء.

وعن انس كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ينفس في
الشراب ثلثا متفق عليه ونهى رسول الله صلى الله عليه
وسلم عن الشرب من في السقاء متفق عليه ونهى رسول الله
صلى الله عليه وسلم اختناث الاسقيه وفي روايته
واختناثها ان يقلب راسها ثم يشرب منه متفق عليه وعن
النبي صلى الله عليه وسلم انه نهى ان يشرب الرجل قائما رواه
مسلم وعن ابن عباس قال اتيت النبي صلى الله عليه وسلم
يدلوم من ماء زمزم فشرب وهو قائم متفق عليه وعن جابر ان
النبي صلى الله عليه وسلم دخل على رجل من الانصار ومعه
صاحب له (ابوبكر) فسلم فرد الرجل وهو يحول الماء في
حائط فقال النبي صلى الله عليه وسلم ان كان عندك ماء
بات في شنته والا كرعنا فقال عندي ماء بات في شن فانطلق
الى العريش فسكب في قدح ماء ثم حلب عليه ما وجن فشرب
النبي صلى الله عليه وسلم ثم اغاد فشرب الرجل الذي جاء
معه رواه البخاري وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم الذي
يشرب في انيته الفضه انما يجرجر في بطنه نار جهنم متفق
عليه وفي روايته لمسلم ان الذي ياكل ويشرب في انيته
الفضه والذهب وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا
تلبسوا الحرير ولا الديباج ولا تشربوا في انيته الذهب
والفضه ولا تاكلوا في صحافها فانها لهم في الدنيا (اي
الفانيته) وهي لكم في الآخرة (الباقية) متفق عليه وعن سهل
بن سعد قال اتى النبي صلى الله عليه وسلم بقدح فشرب
منه وعن يمينه غلام اصغر القوم والاشياخ عن يساره فقال يا
غلام اتاذن لي ان اعطى الاشياخ فقال ما كنت لا وثر بفضل

منك احدا يا رسول الله فاعطاه اياه متفق عليه وعن ابى سعيد الخدرى رضى الله عنه قال نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن شرب من تلمه القدح وان ينفخ فى الشراب رواه ابو داود وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا كل احدكم طعاما فليقل اللهم بارك لنا فيه واطعمنا خيرا منه واذا سقى لنا فليقل اللهم بارك لنا فيه وزدنا منه فانه ليس شى يجزى من الطعام والشراب الا اللبن رواه الترمذى و ابو داود.

حضور مجلسی آداب کی تربیت دیتے ہیں:

اور جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ بعد نماز فجر اچھی طرح آفتاب کے روشن ہونے تک اپنی نماز کی جگہ چار زانو بیٹھے رہتے تھے۔ اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہترین نشست گاہ نشست گاہوں سے وہ ہے جس میں آنے والوں کو گنجائش دی جائے اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم میں سے کوئی سایہ میں بیٹھا ہو اور سایہ اس سے ہٹ جائے، اس کو نکال دیا ہے وہاں سے کھڑا ہو جائے اور آدھا دھوپ میں اور آدھا سایہ میں نہ بیٹھے۔ شرح سنہ میں یہ نسبت ابو داؤد اتنا زیادہ ہے کہ آدھا سایہ آدھا دھوپ میں بیٹھنا شیطان کی نشست گاہ ہے یعنی موجب مرض ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، منع فرمایا مردوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو عورتوں کے بیچ میں چلنے سے اور ترمذی شریف میں ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ایک شخص کو پیٹ کے بل اونڈھا پڑا ہوا دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس طرح لیٹنے کو اللہ دوست نہیں رکھتا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ایسی چھت پر، جس کی دیواریں نہ بنی ہوں اور صاف ہو، سونے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اور بخاری شریف میں ہے، فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے، بیشک اللہ دوست رکھتا ہے چھینک کو اور کمرودہ رکھتا ہے جمائی کو۔ اس واسطے کوئی تم میں سے چھینک اور الحمد للہ کہے تو ہر سننے والے پر حق ہے کہ یہ تمک اللہ کہے اور جمائی شیطان کی طرف سے ہے لہذا تم میں سے کسی کو جب

جہائی آئے، اپنی طاقت کے موافق اس کو روکنا چاہیے، اس واسطے کہ جہائی کی آواز سے شیطان ہنستا ہے (اور نہ روکنے سے بعض اوقات جزا اتر جاتا ہے) اور مسلم شریف کی بعض روایت میں ہے کہ جہائی لینے کی آواز سے شیطان ہنستا ہے اور بخاری شریف کی دوسری روایت میں ہے، جب چھینک کے جواب میں کوئی یر تمک اللہ کہے، چھینکنے والے کو چاہیے کہ اس کے جواب میں کہے یہدیکم اللہ ویصلح بالکم۔ اور ایک روایت مسلم میں ہے جہائی کو ہاتھ سے روکنا چاہیے ورنہ داخل ہو جاتا ہے شیطان اور موجب مرض ہو جاتا ہے اور ترمذی شریف کی حدیث حسن ہے، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، جب تم میں سے کوئی اپنے بستر سے اٹھ کر جائے اور پھر بستر پر آئے، اس کو چاہیے کہ بستر کو تہ بند کے دامن سے تین بار جھاڑ کر لے۔ اس کو کیا خبر ہے کہ اس کے اٹھ جانے کے بعد کوئی ایذا کی چیز بستر پر آ پڑی ہو۔ پھر لیٹ کر چاہیے کہ یہ دعا پڑھے: (جو خطوں کے نیچے ہے) پھر جب جاگے، چاہیے کہ یہ دعا پڑھے جس پر خط کھینچ دیے گئے ہیں۔ اور بخاری شریف میں ہے، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، دن چھپنے کے وقت جب رات اپنا بازو پھیلائے، اپنے بچوں کو باہر نہ پھرنے دو، اس واسطے کہ اس وقت شیاطین زمین پر پھیل جاتے ہیں۔ جب کچھ رات چلی جائے پھر باہر نکلیں تو مضائقہ نہیں اور جب سونے کا وقت آئے، بسم اللہ پڑھ کر مکان کا دروازہ بند کر دو۔ ایسے ہی بسم اللہ پڑھ کر چراغ گل کر دو اور بسم اللہ کے ساتھ پانی کی مشکوں کا منہ بند کر دو۔ اور کھانے پینے کے برتن بسم اللہ کہہ کر ڈھانک دو۔ کچھ بھی نہ ملے تو کھانے پینے کے برتن پر لکڑی ہی آڑی رکھ دو اور مسلم شریف کی روایت میں ہے، بعد مضمون مذکورہ بے شک شیطان بند برتن اور مشکیرہ اور دروازے کو نہیں کھولتا ہے اور چراغ جلتا چھوڑ دینے سے فاسق جانور چوہے وغیرہ جی گھسیٹ کر گھروں میں آگ لگا دیتے ہیں۔

کوئی بے سمجھ یہ خیال نہ کرے کہ آج کل تو بجلی اور لیپ ہیں، ان کے جلتے رہنے میں کچھ حرج نہیں، اس واسطے کہ بجلی اور لیپ کے جلتا چھوڑنے میں قطع نظر فضول خرچی سے چراغ سے زیادہ نقصان ہے۔ لیپ کے تیل میں آگ لگی نہیں بجھتی اور بجلی کا پور زیادہ آجائے تو ہم نے سمجھی میں مکان گر تا اور اس میں سخت آگ لگتے دیکھی ہے اور ایک روایت میں ہے غروب آفتاب سے اندھیری چھانے تک اپنے جانوروں (سویٹیوں) کو بھی باہر نہ نکالو اور ایک روایت میں

ہے کہ برس دن میں ایک رات وہ نازل ہوتی ہے۔ اگر کھلا برتن پانی ہے اس میں داخل ہو جاتی ہے۔ صحیحین میں ہے، 'رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین سانس میں پانی پیا کرتے تھے اور آپ نے منکیزہ سے منہ لگا کر پانی پینے سے منع فرمایا اور منک کا دھانہ لوٹا کر پانی پینے سے بھی منع فرمایا اور مسلم شریف میں ہے، 'حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا۔ مگر بیان جواز کو دوسری روایت میں ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، 'میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چاہ زمزم کا پانی کھڑے ہو کر پیتے دیکھا ہے۔ حضرت جابر فرماتے ہیں، 'رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر کو ساتھ لے کر ایک انصاری کے ہاں تشریف فرما ہوئے۔ آپ نے السلام علیک کہا۔ انصاری نے جواب دیا۔ اسی حالت میں کہ وہ اپنے باغ کو پانی دے رہے تھے، آپ نے فرمایا اگر تمہارے پاس رات کا ٹھنڈا پانی ہے تو لاؤ ورنہ ہم اس بے پانی سے منہ ڈال کر ہی پی لیں۔ انصاری نے عرض کیا، رات کا ٹھنڈا پانی موجود ہے۔ پھر وہ اپنے چھپر میں گئے اور پیالے میں ٹھنڈا پانی لے کر اس پر بکری کا دودھ دودھ کر خدمت میں حاضر کیا۔ آپ نے نوش فرمایا، باقی اپنے ساتھی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔ اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، جو شخص چاندی کے برتن سے کچھ پئے گا، جہنم کی آگ اس کے پیٹ میں جوش مارے گی اور دوسری روایت میں ہے، 'سونے چاندی کے برتن میں کھانے پینے کا یہی حکم بیان فرمایا۔

اور دوسری روایت متفق علیہ میں ہے، 'فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے، ریشم اور دیبامت پنوں اور چاندی سونے کے برتنوں میں نہ کھاؤ پیو، کافروں کے لیے یہ چیزیں فانی دنیا میں ہیں اور تمہارے لیے یہ نعمتیں آخرت میں عطا کی جائیں گی، اس طرح کہ ہمیشہ باقی رہیں۔ صحیحین میں ہے سل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، 'رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک پیالہ پیش کیا گیا۔ آپ نے اس سے پیا۔ آپ کی دہنی طرف ایک لڑکا تمام حاضرین جلسہ سے کم عمر تھا اور بائیں طرف بڑھے۔ آپ نے (بڑھوں کے مرتبہ کا لحاظ کر کے اگرچہ حقدار دہنی طرف والا ہوتا ہے) فرمایا، 'اے لڑکے اگر تو اجازت دے تو بچا ہو ا پیالہ بڑھوں کو دے دوں۔ لڑکے نے عرض کی، حضور آپ کے جھوٹے تبرک کو سوائے اپنے میں کسی کو دینا نہیں چاہتا۔ آخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دہنی طرف والے کو زیادہ حقدار سمجھ کر اسی کو دے دیا اور ابوداؤد میں ہے، 'حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ منع فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوٹے اور پیالے کے ٹوٹے کنارے سے پینے کو اور

پینے کی چیز میں پھونک دینے کو۔ ترمذی اور ابوداؤد میں ہے، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کھانا کھا چکو تو یہ دعا پڑھ لیا کرو۔ اللھم بارک لنا فیہ واطعمنا خیرا منہ اور بعد دودھ پینے کے یہ دعا پڑھے اللھم بارک لنا فیہ وزدنا منہ۔ اس واسطے کہ سوائے دودھ کے کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو کھانے اور پینے دونوں سے کافی ہو۔

آداب الطعام

عن عمرو بن ابی سلمتہ قال کنت غلاما فی حجر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکانت تطیش یدی فی الصحفۃ فقال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سم وکل یمینک وکل مما یمینک متفق علیہ۔ وعن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل الرجل بیتہ فذکر اللہ عند دخوله وعند طعامہ قال الشیطان (لذریۃ) لامبیت لکم ولا عشاء واذا دخل فلم یذکر اللہ عند دخوله قال الشیطان (لذریۃ) ادركتم المبيت واذا لم یذکر اللہ عند طعامہ قال ادركتم المبيت والعشاء رواہ مسلم۔ وعن بن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یاکلن احدکم بشمالہ ولا یشربن بها فان الشیطان یا کل بشمالہ ویشرب بها رواہ مسلم وعن کعب بن مالک قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا کل بثلاثۃ اصابع ویلعق یدہ قبل ان یمسحہا رواہ مسلم وعن جابر امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بلعق الاصابع والصحفۃ وقال انکم لا تدرؤن فی ایتہ البرکہ رواہ مسلم وعن جابر قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وصحبہ وسلم ان الشیطان یحضر احدکم عند کل شی من شأنہ حتی یسبح من عناد طعامہ فاذا قضا طعامہ یسبح من عناد کفہ فاعلم ان

ما كان بها من اذى ثم لياكلها ولا يدعها للشيطان وقال
 النبى صلى الله عليه وسلم لا اكل متكثرا رواه البخارى وعن
 قتاده عن انس قال ما اكل النبى صلى الله عليه وسلم على
 خوان ولا فى سكرجته ولا خبزله مرقق قيل لقتاده على ما
 ياكلون قال على السفرة رواه البخارى وعن ابى هريره قال ما
 عاب النبى صلى الله عليه وسلم طعاما قط ان اشتهاه اكله و
 ان كرهه تركه متفق عليه وكان النبى صلى الله عليه وسلم
 يحب الحلواء والعسل رواه البخارى وقال صلى الله عليه
 وسلم ان المؤمن ياكل فى معى واحد والكافر ياكل فى
 سبعته امعاء وقال صلى الله عليه وسلم نعم الادام الخل
 وقال صلى الله عليه وسلم الكماء من المن و مائها شفاء
 للعميم متفق عليه۔

آداب طعام

عمرو بن ابى سلمہ سے بھیجین میں ہے، وہ کہتے ہیں، میں لڑکپن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی
 گود میں بیٹھ کر آپ کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا اور میرا ہاتھ برتن میں چاروں طرف پھرتا تھا۔
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، 'میں بسم اللہ کہہ کر دہنے ہاتھ سے اپنے سامنے سے کھایا کرو
 یعنی چاروں طرف ہاتھ نہ پھراؤ۔ اور مسلم شریف میں ہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں
 کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، جب آدمی اپنے گھر میں داخل ہونے کے وقت ذکر اللہ
 کر لیتا ہے، ایسے ہی کھانے کے وقت یعنی بسم اللہ الرحمن الرحیم یا درود شریف پڑھ لیتا ہے،
 شیطان اپنی ذریات سے کہتا ہے یہاں تم کو کھانا ملے گا نہ شب باشی اور اگر وقت کھانے اور گھر میں
 جانے کے ذکر اللہ نہیں کرتا تو شیطان کہتا ہے اپنی ذریات سے، 'یہاں تم کو کھانا اور سونے کی جگہ
 دونوں مل گئے اور حضرت عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے،
 'بائیں ہاتھ سے نہ کھاؤ نہ پیو، اس واسطے کہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھانا پیتا ہے۔ حضرت کعب بن

فرماتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تین انگلیوں سے کھانا تناول فرمایا کرتے تھے اور دھونے پونچھنے سے پہلے انگلیوں کو چاٹ لیا کرتے تھے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلی اور برتن دونوں کو چاٹنے کا ارشاد فرمایا بن چائے فرمایا نہیں معلوم کون سے دانہ میں برکت تھی مبادا وہ گر جائے یا دھل جائے۔ بخاری شریف میں ہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وحبہ وسلم نے، تمہاری ہر شے کھانے پینے تک میں شیطان آ موجود ہوتا ہے لہذا اگر کوئی لقمہ تمہارے ہاتھ سے گرے تو اس کو پونچھ کر صاف کر کے کھا لو۔ اس کو شیطان کے لیے نہ چھوڑو اور بخاری میں ہے، فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے، میں تنکیہ لگا کر نہیں کھاتا اور نہ چوکی وغیرہ پر کبھی اونچا رکھ کر آپ نے کھانا تناول فرمایا اور نہ آپ نے ذرا ذرا سی پیالیوں میں مختلف کھانے رکھ کر کھائے۔ اس حدیث کے راوی قتادہ رضی اللہ عنہ سے جب پوچھا گیا کہ پھر کس چیز پر رکھ کر کھانا تناول فرماتے تھے۔ فرمایا دسترخوان پر۔ اور صحیحین میں ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، آپ نے کبھی کسی کھانے کو برا نہیں فرمایا، جس کو جی چاہتا تناول فرمالیتے اور اگر اس سے طبیعت کراہت کرتی تو چھوڑ دیتے اور آپ میٹھی چیز اور شہد کو زیادہ دوست رکھتے تھے اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے، مومن ایک انتزی میں کھاتا ہے یعنی کم کھاتا ہے اور کافرات انتزیوں میں کھاتا ہے یعنی بہ مقتضاء حرص کھاتا ہی چلا جاتا ہے اور فرمایا سرکہ اچھی ترکاری ہے جینی جو ہر وقت بہ آسانی مل جاتی ہے اور فرمایا کھنی قسم من سے ہے یعنی بے مشقت مل جاتی ہے اور پانی اس کا موجب شفا ہے امراض چشم کے لیے۔

آداب الخلاء

وعن سلمان رضي الله عنه قال نهانا رسول الله صلى الله عليه وسلم ان نستقبل القبلة لغائط او بول او ان نستنجي باليمين او ان نستنجي باقل من ثلثه احجار او ان نستنجي برجيع او بعظم رواه مسلم وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يبولن احدكم في حجر رواه ابو داود والنسائي وقال صلى الله عليه وسلم اتقوا الملاعن الثلاثة البزار في

الموارد وقارعتہ الطريق والظل رواہ ابو داود وابن ماجتہ و
 قال صلى الله عليه وسلم لا يخرج الرجلان يضربان الغائط
 كاشفين عن عوراتهما يتحدثان فان الله يمقت على ذلك
 رواہ احمد و ابو داود وابن ماجتہ وقال صلى الله عليه وسلم
 ان هذه الحشوش مختصره فاذا جاء احدكم الخلاء فليقل
 اعوذ بالله من الخبث والخبائث وقال صلى الله عليه
 وسلم ستر ما بين عين الجن وعورات بنى ادم اذا دخل احدہم
 الخلاء ان يقول بسم الله رواہ الترمذی عن عائشہ رضی
 الله عنها قالت كان النبی صلی الله عليه وسلم اذا خرج من
 الخلاء قال غفرانک رواہ الترمذی وابن ماجتہ والدارمی وفي
 روايتہ قال الحمد لله الذی اذهب عني الاذى وعافاني وعن
 عمر قال راني النبی صلی الله عليه وسلم وانا ابول قائما
 فقال يا عمر لا تبطل قائما رواہ الترمذی وعن ابی ہریرہ رضی
 الله عنه قال كان النبی صلی الله عليه وسلم اذا أتى الخلاء
 أتیتہ بماء فی توراة کوزه فاستنجی ثم مسح یدہ علی الارض
 ثم أتیتہ باناء اخر فتوضاء رواہ ابو داود و روى الدارمی و
 النسائی بمعناه۔

پاخانہ جانے کے آداب

مسلم شریف میں ہے سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں منع فرمایا ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم نے اس امر سے کہ ہم پیشاب پاخانہ کے واسطے قبلہ کی طرف منہ کر کے بیٹھیں اور اس امر
 سے کہ دبے ہاتھ سے استنجہ کریں یا تین ڈھیلوں سے کم کے ساتھ استنجہ کریں اور منع فرمایا گوبر
 وغیرہ نجس چیز کے ساتھ اور ہڈی کے ساتھ استنجہ کرنے سے اور ابو داود اور نسائی میں ہے کہ فرمایا

سورخ سے کوئی جانور نکل کر تم کو ستائے۔ ابو داؤد اور ابن ماجہ میں ہے بچہ تین لعنت کیے جانے کی جگہوں سے: مسافروں کے ٹھہرنے کی جگہ اور سایہ کی جگہ اور راستہ میں پاخانہ نہ پھرورنہ لوگ لعنت کریں گے اور نیز علاوہ ان کے مسند امام احمد میں بھی ہے، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، ایسا نہ کرو کہ باہم برہنہ بیٹھ کر پاخانہ کرنے جاؤ اور باتیں کرتے رہو۔ بے شک اللہ اس حرکت سے عذاب کرتا ہے۔ ترمذی میں ہے، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، بے شک نجس جگہ پاخانوں وغیرہ میں خبیث روہیں اور خبیث جن حاضر رہتے ہیں لہذا پاخانہ میں جانے کے وقت یہ پڑھ لیا کرو اللھم انی اعوذ بک من الخبث و الخبائث اور اس کے بعد بسم اللہ کہہ کر پاخانے میں جانے سے تمہاری شرم کاؤں اور بنوں کی آنکھوں سے درمیان پردہ حائل ہو جاتا ہے۔ ترمذی میں ہے، پاخانہ سے باہر آنے کے بعد حضور فرماتے غفرانک تجھ سے تیری بخشش طلب کرتا ہوں یا اللہ اور ایک روایت میں ہے یہ دعا پڑھے الحمد للہ الذی اذهب عنی الادی و عافانی ترمذی میں ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، مجھ کو کھڑے کھڑے پیشاب کرتے دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے منع فرمایا۔ ترمذی، نسائی، دارمی میں ہے، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں، جب حضور پاخانہ تشریف لے بات میں کسی برتن میں پانی لے کر حاضر ہوتا۔ آپ طہارت فرما کر ہاتھ کو زمین سے مل کر دھوتے۔ پھر دوسرے برتن میں پانی حاضر کرتا۔ اس سے حضور وضو فرماتے۔

اخلاق و شمائل نبوی کا یہ تھوڑا سا نمونہ تھا جو بقدر ضرورت بہت اختصار کے ساتھ یہاں تک آپ کی لطف و مہربانی بھرے، ہونٹوں کا جلوہ دکھایا گیا۔ اب اس ملامت سوم کو ملاحظہ کیجئے اور مطابق کر کے دیکھتے ہو حضرت داؤد علیہ السلام آنے والے نبی کے متعلق فرماتے ہیں کہ تموار کے ساتھ مزین ہو کر سوار ہونے والا اور چٹائی اور نرمی کے ساتھ آگے بڑھنے والا اور ظفریاب ہو گا۔ چنانچہ ان تینوں صفوں کے ساتھ آپ کا تصف ہوتا۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی مزید پیش گوئیاں:

فرت يميني عليه السلام كوكوار سے کام ہی نہیں پڑا۔

و فی روایتہ بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یومئذ
منادیا یا خیل اللہ ای فرسان خیل اللہ اربکی ثم سار الیہم
قال و قد لبس صلی اللہ علیہ وسلم السلاح و الدرع و المغفر
و البیضتہ و اخذ قناہ بیدہ الشریفۃ و تقلد السیف و ركب
فرسہ اللجیف و الناس حولہ قد لبسوا السلاح و ركبوا الخیل
و ہم ثلاثہ الاف و الخیل ستہ و ثلثون فرسانہ صلی اللہ
علیہ وسلم منها ثلاثہ و استعمل علی المدینتہ ابن ام
مکتوم رضی اللہ عنہ و قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ براءتہ الی بن قریظتہ و کان
اللواء علی حالہ لم یحل من مرجعہ من الخندق و مر صلی
اللہ علیہ وسلم بنفر من بنی النجار قد لبسوا السلاح فقال
هل مریکم احد قالوا نعم دحیتہ الکلبی مر علی بغلتہ و فی
روایتہ علی فرس ابیض علیہ السلاح و امرنا بحمل السلاح و
قال لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یطلع علیکم الان
فلبسنا سلا حنا و صفقنا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم ذاک جبریل علیہ السلام بعث الی بنی قریظتہ لیزلزل
حصونہم و یقذف الرعب فی قلوبہم الی اخر القصتہ حتی
ظفر اللہ نبیہ علیہم و نزلوا علی حکم سعد بن معاذ رضی
اللہ عنہ و فی المشکوہ عن انس رضی اللہ عنہ قال کان رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احسن الناس و اجود الناس و
اشجع الناس و لقد فزع اهل المدینتہ ذات لیلۃ و انطلق
الناس قبل الصوت فاستقبلہم النبی صلی اللہ علیہ وسلم

علی فرس لابی طلحتہ عربی ما علیہ سرج و فی عنقہ سیف
فقال لقد وجدته بحرامتفق علیہ۔

حضور اکرم میدان جنگ میں:

ایک روایت میں ہے کہ وقت چڑھائی کے بنی قریظہ پر غازیوں کی طرف آپ نے منادی روانہ فرمایا تاکہ وہ پکار دے اے اللہ کے راہ کے سوار و سوار ہو کر تیار ہو جاؤ۔ پھر حضور نے زرہ اور منہ پر چمکانے کی زنجیریں اور خود پہنا اور ہتھیار بدن پر سجائے۔ برچھا دست مبارک میں لیا اور لکوار زیب گلو فرمائی اور اپنے گھوڑے ”لحیت“ نامی پر سوار ہوئے اور تین ہزار پیادہ جان نثار ہتھیاروں سے سج کر (مثل ہالہ کی لڑ چاند کے) آپ کے گروا، اگروا، ہو گئے جن میں چھتیس سوار اور آپ کے خاص گھوڑے تین تھے اور حضرت عبداللہ بن ام مکتوم نابینا کو امیر مدینہ بنا کر انتظام مدینہ طیبہ کے لیے بھیج دئے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ میں رایت اسلامی دے کر بنو قریظہ کی طرف پہلے روانہ فرمایا۔ یہ جہذا جنگ خندق سے واپس آکر ابھی کھولای نہیں گیا تھا کہ اسی طرح حضرت شیر خدا کے ہاتھ میں دے دیا۔ جب حضور قبیلہ بنی النجار پر پہنچے اور ان کو جانثاری کے لیے مسلح تیار پایا، فرمایا کیا کوئی تم سے تیاری کے لیے کھتا ہوا گیا ہے۔ عرض کیا ہاں حضرت دیکھ کبھی سامان جنگ کے ساتھ آراستہ ٹھہریا۔ فید گھوڑے پر سوار ہم کو حکم تیاری جنگ کا سناتے ہوئے ابھی گئے ہیں اور کہہ لئے ہیں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ابھی تشریف لاتے ہیں تم سامان جنگ کے ساتھ تیار رہو۔ لہذا ہم ہتھیاروں سے آراستہ صف باندھ کر انتظاری میں تشریف آوری حضور کے تیار کھڑے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ جبریل علیہ السلام تھے۔ بنی قریظہ کی طرف پہلے سے منجاب اللہ اس واسطے بھیجے گئے ہیں کہ ان کے قلعوں کو ہلا دیں اور ان کے داؤں میں اہل اسلام کا رعب ڈال دیں۔ بعد تمام قصہ کے علامہ حلبی نقل فرماتے ہیں کہ اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو بنی قریظہ پر فتح یاب کیا اور ہتھیار ڈال کر اس امر پر راضی ہو گئے کہ حضرت سعد ہمارے معاملہ میں جو حکم فرمائیں، ہم اس پر راضی ہیں اور مشکوٰۃ میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب آدمیوں سے زیادہ حسین اور بخشش کرنے والے اور بہادر تھے۔ ایک رات مدینہ طیبہ داؤں میں لوگوں کو دشمن سے کچھ گھبراہٹ پیدا ہوئی

کہ آپ سب سے پہلے اس طرف پہنچ گئے تھے اور آپ فرماتے تھے 'مت گھبراؤ' مت گھبراؤ اور آپ حضرت ابو طلحہ کے گھوڑے کی ننگی پینہ پر بلا زین سوار تھے اور تلوار گردن سے لٹکا رکھی تھی۔ پھر آپ نے فرمایا 'میں نے اس گھوڑے کو مثل دریا کی تیز رفتار پایا۔ روایت کیا اس حدیث کو صحیحین میں شیخین نے۔

دائیں ہاتھ سے کام کرنے کا آغاز:

علیٰ ہذا القیاس صفت چوتھی یعنی دہنے ہاتھ سے بہت سے کام کرنا اور دہنے ہاتھ سے اچھے کاموں کا پسند کرنا بھی آپ کا شرعہ آفاق ہے۔

ہ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یحب الیامن حتی فی التسلع والترجل۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر اچھے کام کے دہنے طرف سے شروع کرنے کو دوست رکھتے تھے یہاں تک کہ نئی جوتی پہننے اور سر میں کنگھی کرنے میں بھی۔

تیروں والا نبی:

چھٹی علامت تیر رکھنے والے جو دشمنوں کے لگنے والے اور دشمنوں کو ہلاک کرنے والے ہوں وہ بھی مطابق کر کے ملاحظہ کیجئے۔ جلد سوم 'میرۃ علی کے باب بیان ہتھیاروں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے کہ آپ کی کمانیں پانچ تھیں۔ ایک کمان کا نام بیضاء تھا جو شوط نامی ایک پہاڑی درخت کی تھی کہ جس سے اکثر کمان بنائے جاتے ہیں اور زیادہ تر اس درخت کی کمان بنی قینقار رکھتے تھے اور دوسری کمان کا نام روجہ تھا اور تیسری کمان کا نام مقرا تھا جو درخت نفع سے تھی جس سے اکثر کمانیں بنائی جاتی ہیں اور اس کی شاخوں سے تیر۔ یہ کمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں پر بکثرت تیر چلانے سے احد کے دن ٹوٹ گئی تھی اور چوتھی کمان کا نام زورا تھا اور دوسرا نام کتوم۔ اس واسطے کہ وقت تیر چلانے کے آواز بہت پست دیتی تھی اور جنگ احد میں بعض کا قول ہے کہ اس کا ایک کونہ کپل گیا تھا اور پانچویں کمان کا نام سداوہ تھا۔

کیا اس روایت سے آپ کے تیروں کا تیز ہونا اور دشمنوں کا ان کے ساتھ ہلاک کیا جانا بموجب چشمہ گواہی علیہ السلام کے ظاہر نہیں رہتا۔ جن کے اتنے کمان ہوں ظاہر ہے کہ تیر کس قدر رکھتے

ہوں گے۔

حضور کا تخت ابد الابد تک رہے گا:

عامت ساتویں میں حضرت داؤد علیہ السلام کا یہ فرمانا ہے کہ اے آنے والی نبی، تیرا تخت ابد الابد رہے والا ہے اور تیری لکڑی بیضہ خدا کی لکڑی ہے۔ بموجب آیات کلام اللہ بلاخوش و فکر بالبدایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق ہے۔ قال اللہ تعالیٰ فی سورہ سبا و فی سورہ الاحزاب وما ارسلناک الا کافۃ للناس بشیرا ونذیرا۔ ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولكن رسول اللہ وخاتم النبیین۔ اور نہیں بھیجا ہم نے تم کو اے محبوب مگر تمام دنیا کے آدمیوں کی طرف جنت کی خوشخبری سنانے والا اور دوزخ سے ڈرانے والا۔ نہیں ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں سے کسی کے باپ مگر اللہ کے رسول ہیں اور تمام پیغمبروں کے دفتر پیغمبری کے اخیر مہر جس سے دفتر نبوت کا خاتمہ ظاہر کر دیا گیا۔

اور تفسیر ”در مشور“ کی جلد ۵، ص ۲۰۴ تحت تفسیر آیہ کریمہ مذکورہ لکھا ہے:

اخرج عبد الرزاق و عبد بن حميد وابن المنذر و ابن ابی حاتم عن قتاده قوله ولكن رسول الله وخاتم النبیین قال اخر نبی۔ و اخرج عبد ابن حميد عن الحسن فی قوله و خاتم النبیین قال ختم الله النبیین بمحمد صلی الله علیه وسلم و کان اخر من بعث و اخرج ابن مردويه عن ثوبان قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم انه سيكون فی امتی کذابون ثلثون کلهم یزعم انه نبی الله وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی۔ و اخرج احمد عن حذیفته رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال فی امتی کذابون دجالون سبعه وعشرون منهم اربع نسوه وانی خاتم النبیین لا نبی بعدی اقول لما کان معنی الحدیث ان لا یبعث بعدی احد یان

یتشرّف بالنبوہ بعد بعثنی ولكن الذی کان متشرفا بالنبوہ
 من قبل بعثنی کعیسی علیہ السلام ازال ذالک الشبہ
 عائشہ رضی اللہ عنہا وصرح قول عائشہ رضی اللہ عنہا
 مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کما روی السیوطی رحمۃ اللہ
 علیہ تفسیرہ الدر المنثور بعد الاحادیث المذکورہ عن
 عائشہ رضی اللہ عنہا قالت قولوا خاتم النبیین ولا تقولوا
 لا نبی بعده واخرج ابن ابی شیبہ عن الشعبی قال قال رجل
 صلی اللہ علی محمد خاتم الانبیاء لا نبی بعده فقال
 المغیرہ حسبک اذا قلت خاتم الانبیاء فانا کنا نتحدث ان
 عیسی علیہ السلام خارج فان هو خرج بعده کان قبلہ وبعده
 واخرج البخاری والمسلم والترمذی والنسائی والمالک
 فی موطاہ والامام احمد فی مسنده وابوداود الطیالسی وابن
 سعد والطبرانی والحاکم والبیہقی و ابو نعیم و غیرہم و
 لفظہ للبخاری والمسلم عن جبیر بن مطعم قال قال رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان فی اسماءنا محمدانا احمدوانا
 الماحی الذی یمحو اللہ بی الکفر وانا الحاشر الذی یحشر
 الناس علی قدمی وانا العاقب الذی لیس بعده نبی واخرج
 مسلم عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ عنہ قال کان رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسمی لنا نفسه اسماء فقال انا
 محمد انا احمد والمقفی والحاشرو نبی التوبۃ و نبی
 الرحمتہ۔

حضور خاتم النبیین ہیں:

جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ عبد الرزاق اور عبد بن حمید اور ابن المنذر اور ابن ابی

حاتم سے تخریج فرماتے ہیں کہ قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آیہ کریمہ ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین میں خاتم النبیین کے یہ معنی ہیں کہ آپ سب نبیوں سے پہلے نبی ہیں اور عبد بن حمید حسن بھری رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ خاتم النبیین کے معنی یہ ہیں کہ اللہ جل شانہ نے نبیوں کے سلسلہ کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ختم کر دیا اور سب سے آخر میں یہ بھیجے گئے اور ابن مردودہ ثوبان رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ حضرت ثوبان نے فرمایا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، میری امت سے تمیں آدمی کذاب ہوں گے۔ سب یہی گمان کریں گے کہ میں نبی ہوں اور اصل بات یہ ہے کہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا اور مسند امام احمد میں ہے، حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، میری امت سے ستائیس دجال اور کذاب ہوں گے، جن میں سے چار عورتیں ہوں گی اور حق یہ ہے کہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ کاتب الحروف ابن النجف رحمہما اللہ کہتا ہے، چونکہ اصل معنی ان حدیثوں کے یہی تھے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا مگر لفظ لا نبی بعدی وہم اس امر کا تھا کہ کوئی یہ معنی سمجھ لے کہ میرے بعد نہ کوئی نبی نہ ہو نہ کوئی ایسا نبی آئے جو میرے زمانہ سے پہلے زمانہ کا نبی تھا۔ جیسے عیسیٰ علیہ السلام اور حالانکہ عیسیٰ علیہ السلام کا تتبع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بن کر قرب قیامت میں آنا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ اس احتمال کو حضرت صدیقہؓ نے زائل فرمادیا اور حضرت مغیرہ بن شعبہ نے حضرت صدیقہ کے قول کی پوری تشریح کر دی۔ چنانچہ اسی تفسیر میں حضرت جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ بعد ان سب احادیث مذکورہ کے نقل فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، یہ ضرور کہو کہ حضور خاتم النبیین ہیں اور یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا۔ پھر اس کے بعد مصنف ابو بکر بن ابی شیبہ سے نقل فرماتے ہیں کہ شعبی فرماتے تھے، ایک شخص نے صلی اللہ علی محمد خاتم الانبیاء لا نبی بعدہ کہا۔ یہ سن کر حضرت مغیرہ بن شعبہ نے فرمایا، اتنا کہنا تم کو کافی ہے کہ آپ خاتم الانبیاء ہیں۔ اس واسطے کہ صحابہ میں یہ تذکرہ ہوتا رہا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام قرب قیامت میں خروج فرمائیں گے، لہذا جب وہ خروج فرمادیں گے پھر تو یہ کہنا صادق ہوگا کہ عیسیٰ، جو نبی برحق آپ سے پہلے بھی نبی تھے اور آپ کے بعد بھی ظہور فرما ہوں گے، اور امام بخاری اور مسلم اور ترمذی اور نسائی اور امام مالک اپنی مواہم میں اور امام احمد اپنی

مسند اور ابو داؤد طیالسی اور ابن سعد اور طبرانی اور حاکم اور بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ حمیز بن مطعم رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں مگر لفظ بخاری شریف کی نقل کیے جاتے ہیں۔ فرمایا حضرت حمیز نے 'فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے' میرے بہت سے نام ہیں۔ میں محمد ہوں۔ میں احمد ہوں۔ میں وہ ماجی ہوں کہ اللہ جل شانہ 'میرے ساتھ کفر کو مٹا دے گا۔ میں وہ حاشر ہوں کہ لوگ میرے قدموں پر حشر کے دن جمع کیے جائیں گے اور میں وہ پیچھے آنے والا نبی ہوں کہ میرے بعد کوئی نبی نہ آئے گا اور مسلم شریف میں ہے 'حضرت ابو موسیٰ اشعری فرماتے ہیں کہ حضور اپنے اسماء گرامی ہمارے سامنے بیان فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا 'میں محمد ہوں' میں احمد ہوں 'میں سب سے پیچھے آنے والا ہوں' میں حاشر اور نبی التوبہ اور نبی الرحمتہ ہوں۔

اقول واما الحديث الذي اخرجه مسلم قال النبي صلى الله عليه وسلم انا اخر الانبياء ومسجدي اخر المساجد. والحال انه قد بنى بعد مسجده مساجد فمعناه انا اخر الانبياء تكميلا لبناء الدين حيث اكمل الله بي دينه كما قال الله جل مجده اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الاسلام ديناً. وكذا مسجده باعتبار تكميل الدين اخر المساجد لئلا يعارض الاحاديث ولا يخبط المعنى.

کاتب الحروف (غفر اللہ لہ) والدیہ و مشائخ) کتاب ہے 'وہ جو حدیث مسلم شریف میں ہے۔ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے 'میں سب نبیوں سے پیچھا نبی ہوں اور میری مسجد سب مسجدوں سے پیچھلی مسجد ہے حالانکہ آپ کی مسجد کے بعد بے گنتی مسجدیں بن چکیں اور بن رہی ہیں۔ لہذا سمجھئے اس حدیث کے یہی ہو سکتے ہیں کہ نبوت کے محل کی آخری اینٹ میں ہوں کہ جس کے ساتھ محل اسلام کا مرتبہ کمال کو پہنچ گیا اور میرے ساتھ اللہ جل شانہ نے اسلام کو کمال کر دیا۔ چنانچہ مولیٰ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے: "آج کے دن ہم نے تمہارے واسطے تمہارے دین کو کمال کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں اور راضی ہو گئے ہم واسطے تمہارے اس امر پر کہ اسلام تمہارا دین رہے۔"

واخرج البخاری والنسائی وابن مردويه عن ابی هريره*
 والترمذی وصححه عن ابی ابن کعب واخرج احمد عن ابی
 سعید واخرج مسلم عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
 مثلی ومثل الانبیاء کمثل رجل بنی دارا فاتمها واکملها الا
 موضع لبنه فجعل الناس یدخلونها یتعجبون منها
 ویقولون لو لا موضع اللبنه قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم انا موضع اللبنه فختمت الانبیاء علیہم السلام
 کذا لک مسجدی اخر المساجد تکمیل للدين وتقویته الی
 ذروه الکمال فان الدین قبل بنائه کان ضعیفا وقبل الهجره
 وما کانوا یصلون مامونین وبعد بناء هذا المسجد کانوا
 یصلون بلا خوف وبلا اذان والاقامه وقد شرع الاذان بعد
 الهجره وبناء هذا المسجد وکذا لک الجهاد فرض بعد بناء
 هذا المسجد الی ان بلغ الاسلام الی جمیع اکناف العالم
 وذالک ظاهر لا ریب فیہ ویمكن ان یقال انا اخر الانبیاء
 باعتبار لقاء الدین والشریعہ فان ادیان الانبیاء وشرأ لعہم
 قد ضیعت بعدہم فی مدہ قلیلہ ودینی وملتی تبقی الی یوم
 القیمۃ کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یزال طائفۃ
 من امتی ظاہرین علی الحق حتی تقوم الساعۃ رواہ مسلم
 کذا لک مسجدی اخر المساجد بقاء کما قال النبی صلی
 اللہ علیہ وسلم اخر قریہ من قری الاسلام خرابا المدینتہ رواہ
 الترمذی وقال هذا حدیث حسن غریب۔ وان قیل انا اخر
 الانبیاء فیتم ذالک فی حقہ صلی اللہ علیہ وسلم ولكن
 لا یتم فی حق مسجده صلی اللہ علیہ وسلم۔

اور بخاری و نسائی اور ابن مردویہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور ترمذی صحیح بخاری

ابن کعب رضی اللہ عنہ سے اور امام احمد ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے اور امام مسلم جابر رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، میری اور تمام پیغمبروں کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے ایک مکان بنایا اور اس کو تمام کر کے مرتبہ کمال کو پہنچا دیا مگر ایک اینٹ کی جگہ ناقص رہ گئی لہذا جو لوگ اس میں داخل ہوتے تھے، تعجب کرتے تھے اور کہتے تھے کہ کاش! یہ ایک اینٹ کا نقصان بھی نہ رہتا۔ بعد اس مثال کے آپ نے فرمایا، اس نقصان کا پورا کرنے والا میں ہوں۔ میں نے تمام پیغمبروں کے سلسلے کو انتقام کو پہنچا دیا یعنی مکان نبوت کا اب اس مرتبہ کمال کو پہنچ گیا کہ قیامت تک کسی نئے نبی کے آنے کی حاجت مطلقاً نہ رہی۔ ایسی ہی میری مسجد نے اور مسجدوں کو مرتبہ کمال کو پہنچا دینے اور قوی کر دینے میں سب ایسی مسجدوں سے پچھلی مسجد ہے، اس واسطے کہ قدیم سے مسجد بیت المقدس بھی موجود ہے اور مسجد کعبہ بھی مگر مسلمانوں کو امن کے ساتھ نماز پڑھنا بھی میرے تھا اور ہجرت سے پہلے بے حد اسلام ضعیف تھا اور بعد ہجرت کے اور بن جانے میری مسجد کے بے خوف اذان اور اقامت کے ساتھ عموماً مسلمان نماز پڑھنے لگے اور اتنا اسلام قوی ہو گیا کہ اب کفار کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم بھی نازل ہو گیا اور تمام اطراف عالم میں اسلام پھیل گیا اور یہ امر ایسا ظاہر ہے کہ جس میں کوئی شک نہیں کر سکتا اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ میں سب نبیوں سے وہ پچھلا نبی ہوں جس کا دین اور جس کی شریعت قیامت تک باقی رہے گی۔ تمام پیغمبروں کے دین ان کے بعد تھوڑی ہی مدت میں ضائع ہو گئے مگر میرا دین قیامت تک باقی رہے گا۔ چنانچہ مسلم شریف میں ہے، ہمیشہ رہے گی ایک جماعت میری امت سے حق پر غلبہ کرنے والی یہاں تک کہ قیامت قائم ہو۔ ایسے ہی تمام مسجدیں خراب ہو جائیں مگر میری مسجد قیامت تک باقی رہے گی۔ چنانچہ ترمذی شریف میں ہے، سند صحیح۔ تمام اسلامی شہروں کے خراب ہونے سے آخر میں جو خراب ہو وہ مدینہ طیبہ ہے۔ اور اگر کہا جائے معنی حدیث کے یہ ہیں کہ میں باعتبار فضیلت اور بزرگی کے آخر الانبیاء ہوں کہ مجھ جیسا صاحب فضیلت اور بزرگی ابتداء سے قیامت تک کوئی پیغمبر ہے، نہ آئے گا، ایسے ہی میری مسجد جیسی صاحب فضیلت کوئی نبی نہ بنے۔

مسجد النبی کی فضیلت:

تو یہ معنی آپ کے حق میں تو صحیح ہو سکتے ہیں مگر آپ کی مسجد کے متعلق صحیح نہیں ہو سکتے اس واسطے کہ احادیث معتبرہ صحاح سے آپ کی مسجد کی فضیلت تمام ہی پہلی پچھلی مسجدوں پر حتیٰ کہ بیت المقدس تک پر ثابت ہے مگر کوئی ایسی حدیث نہیں پائی جاتی جس سے صراحتاً مسجد الحرام پر بھی فضیلت ثابت ہو بلکہ اس کے برخلاف صحاح ستہ بلکہ صحیحین کی حدیثوں سے ثابت ہے کہ سوا مسجد حرام کے آپ کی مسجد کو تمام مساجد دنیا پر فضیلت حاصل ہے۔ صحیحین سے مشکوٰۃ شریف میں ہے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلوه فی مسجدی هذا خیر من الف صلوه فیما سواہ الا المسجد الحرام۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اس مسجد میں ایک نماز کا ادا کرنا اس کے سوا باقی تمام ہی عالم کی مسجدوں میں ہزار نماز ادا کرنے سے بہتر ہے مگر مسجد الحرام سے البتہ اگر یہ معنی کیے جائیں کہ ایسی فضیلت والی قیامت تک کوئی مسجد نہ بنیگی تو مسجد کے متعلق تو یہ معنی صحیح ہو جائیں گے مگر باعتبار بعض وجوہ فاسدہ مردودہ بھی بوجہ مخالفت احادیث مذکورہ کے بالانصاف اہل علم کو وہم بھی نہیں ہو سکتا کہ مثل دیگر مساجد کے بعد آپ کے کوئی نبی غیر موصوف صفات مذکورہ ہو سکتا ہے اور آپ کی لکڑی کا بے خدہ کی لکڑی ہونا ان آیات سے ظاہر۔ قال اللہ تعالیٰ۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحبکم اللہ و قال
تعالیٰ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔

فرمادیجئے اے میرے پیارے! مومنوں سے اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔
اللہ تم کو اپنا محبوب بنالے گا اور فرمایا اللہ جل شانہ نے جس نے پیروی کی ہمارے رسول کی بلاشبہ اس نے اطاعت کی اللہ کی۔

سچائی کی حمایت اور برائی سے دشمنی:

آنھوں نے علامت آپ کا صداقت کا دوست اور شر کا دشمن ہونا اور یہ اس درجہ شہرہ آفاق ہے کہ کوئی انکار ہی نہیں کر سکتا اور قرآن مجید سے بھی ظاہر ہے اللہ جل شانہ فرماتا ہے:

محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء

المشكوه بروايته البيهقي في شعب الايمان عن ابن عباس
رضي الله عنهما قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
لابي ذر يا ابا ذر اى عرى الايمان اولى قال الله ورسوله اعلم
قال الموالاه فى الله والحب فى الله والبغض فى الله قال
تعالى له صلى الله عليه وسلم واخفض جناحك لمن اتبعك
من المؤمنين وان عصوك فقل انى يرى مما تعملون

محمد رسول اللہ اور ان کے ساتھی سختی کرنے والے ہیں کافروں پر معاملات کفر میں اور آپس
میں رحم کرنے والے ایک دوسرے پر۔ دیکھتے ہو تم ان کو رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے
ڈھونڈتے رہتے ہیں اللہ سے فضل و کرم کو اور اس کی رضا اور خوشنودگی کو۔ اور مشکوٰۃ شریف
میں ہے، شعب الايمان بیہقی سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، فرمایا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، حضرت ابوذر کو، اے ابوذر! ایمان کی دستگیوں سے کونسی دستگی زیادہ
مضبوط ہے۔ عرض کی، اللہ اور اس کا رسول خوب جانتا ہے۔ فرمایا، اللہ کے واسطے محبت رکھنا۔
محبت ہو تو اللہ کے واسطے اور بغض ہو تو اللہ کے واسطے۔ اور فرمایا اللہ جل شانہ، نے، بھکا دو بازو
اپنے اے پیارے ان مومنوں کے واسطے جو تمہاری پیروی میں سرگرم ہیں اور جو تمہاری نافرمانی
کریں، ان سے کہہ دو میں تمہاری کرنی سے بیزار ہوں۔

کامیابیاں اور مسرتیں:

ایسے ہی آپ کاسب نبیوں کی نسبت زیادہ کامیابی اور خوشی کے تیل سے ملا جانا بھی اظہر من الشمس
ہے۔ دیکھو باب فضائل سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم مشکوٰۃ شریف میں ہے:

عن جابر رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه
وسلم اعطيت خمساً لم يعطين احد قبلى نصرت بالرعب
مسيرة اشررو جعلت لى الارض مسجدا و ظيهورا فاما رجل من
امتى اذ ركته الصلوة فليصل واحلت لى المغانم ولم تحل
لاحد قبلى واعطيت الشفاعة و كان النبى تبعث الى قومه

خاصہ وبعثت الی الناس عامۃ متفق علیہ ورواہ مسلم
 بروایتہ ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم فضلت علی الانبیاء بست اعطیت جوامع
 الکلم وٹھرت بالرعب واحلت لی الغنائم وجعلت لی الارض
 مسجدا و طہورا وارسلت الی الخلق کافہ و ختم بی النبیون
 و عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بینا انا نائم
 زایتنی او تیت بمفاتیح خزائن الارض فوضعت فی یدی وعن
 ثوبان رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم ان اللہ زوی لی الارض فرایت مشارقہا و مغاربہا وان
 امتی سیبلغ ملکها ما زوی منها و اعطیت الكنزین الاحمر
 والابيض وانی سالت ربی لامتی ان لا تہلکها بسنہ عامتہ وان
 لا یسلط علیہم عدوا من سوی انفسہم فیستبیح بیفتہم
 وان ربی قال یا محمد انی اذا قضیت قضاء فانہ لا یرد وانی
 اعطیتک لا متک ان لا اہلکھم بسنہ عامتہ وان لا اسلط
 علیہم عدوا من سوی انفسہم فیستبیح بیضتہم
 ولو اجتمع علیہم من باقطارها حتی یکون بعضہم یہلک
 بعضا ویسبی بعضہم بعضا رواہ مسلم

مجھے پانچ نعمتوں سے نوازا گیا ہے:

صحیحین سے جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں 'فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے' میں وہ پانچ
 نعمتیں دیا گیا ہوں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں۔ میرے رعب ہی سے مجھ کو کافروں پر فتح
 یاب کیا ہے ایک مینے کے راستہ کے فاصلہ سے۔ اور ساری زمین میرے واسطے میری امت کے
 لیے سجدہ گاہ بنا دی گئی۔ جس بھی پاک جگہ پر وہ چاہیں 'نماز پڑھ سکتے ہیں بخلاف دوسری امتوں
 کے' اس واسطے کہ ان کی نماز ان کے نبی کی نماز پڑھنے کی جگہ سے جب تک مٹی یا کپڑا وغیرہ ان کی
 نماز کا آگاہ نہ ہو، نہیں ہو، آخری۔ اسے ہی اگر بائیں رطقت نہ ہو، میری امت کے لیے تمام

اقسام زمین مٹی پتھر چونہ وغیرہ پر تیمم غسل اور وضو کا جائز کر دیا اور زمین ہی کو موجب طہارت بنا دیا۔ لہذا جس جگہ پر جو بھی کوئی مسلمان نماز کا وقت پائے اور پانی پر قادر نہ ہو، تیمم کر کے نماز پڑھ لے اور مال غنیمت کو میرے یعنی میری امت کے لیے حلال کر دیا، بخلاف دوسرے پیغمبروں کے کہ ان کو مال غنیمت کے جلا دینے کا حکم تھا اور اس کا اپنے خرچ میں لانا ان پر حرام تھا۔ اور مجھ کو مرتبہ شفاعت عام کا بالخصوص عطا کیا گیا اور دوسرے نبی فقط اپنی قوم کی ہدایت کے لیے بھیجے جاتے تھے اور میں تمام دنیا کے آدمیوں کی ہدایت کے واسطے بھیجا گیا ہوں قیامت تک کے لیے

میرے بعد دفتر نبوت بند کر دیا گیا:

مسلم شریف میں ہے، حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، چھ نعمتوں کے ساتھ مجھ کو سب پیغمبروں پر فضیلت دی گئی ہے۔ چار وہی نعمتیں جو پہلی حدیث میں بیان کی گئی اور پانچویں نعمت یہ ہے کہ مجھ کو کلمات جامعہ عطا فرمائے گئے ہیں یعنی مختصر کلام، جس میں تمام دین و دنیا کا انتظام اور دائرۂ نبوت کو میرے ساتھ ختم کر دیا۔ یا انبیاء کے دفتر پر میرے وجود کی مرلگا کر دفتر نبوت بند کر دیا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں نے سوتے ہوئے دیکھا کہ خزانوں زمین کی کنجیاں لائی گئیں اور میرے ہاتھ میں دے دی گئیں (جس کی تعبیر یہی تھی کہ روئے زمین کی سلطنتیں آپ کے اور آپ کے غلاموں کے قبضہ میں آگئی تھیں اور آپ کا دین عالم میں پھیل گیا)

مجھے مشرق و مغرب کا مالک بنا دیا گیا:

مسلم شریف میں ہے، حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، بیشک اللہ نے ساری زمین لپیٹ کر مشرق سے مغرب تک مجھ کو دکھادی لہذا میری امت کی سلطنت جہاں تک مجھ کو دکھائی گئی، پہنچ جائے گی اور مجھ کو سرخ و سفید کربئی اور قیصر کے خزانے دیے گئے (چنانچہ ان دونوں باتوں کا ظہور ہو چکا) اور میں نے اپنی امت کے واسطے اپنے رب سے مانگا کہ قسط عام کے ساتھ میری امت ہلاک نہ کی جائے اور ان پر ان کا دشمن ایسا نہ مسلط کیا جائے، جو ان کے خون کو عام طور سے مہان سمجھ لے اور ان کو ہلاک کر دے۔ تو میرے رب نے فرمایا، اے میرے محبوب!

امت پر تمہاری امت کے سوا تمام روئے زمین کے دشمن تمام اطراف زمین سے بھی چڑھائی کریں گے تو ان کو ہلاک نہ کر سکیں گے، یہاں تک کہ امت ہی کے بعض گروہ بعض گروہ پر حملہ آور ہو کر آپس میں ایک دوسرے کو ہلاک کر دیں۔ (وفی المکتوۃ۔)

عن عمرو بن قیس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال نحن الاخرون ونحن السابقون يوم القيامة وانی قائل قولا غیر فخر ابراہیم خلیل اللہ (ثنا میں قاضی میاں رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں خلیل اس عاشق کو کہتے ہیں جو اپنے معشوق کی رضا جوئی میں جان دینے تک دریغ نہ رکھے اور حبیب اس عاشق کو کہتے ہیں جس کی رضا جو خود اس کا محبوب ہو پوری کر دے۔ مگر بموجب دوسری حدیثوں کے آنحضرت ﷺ حبیب تو ضرور تھے مگر خلیل اللہ بھی تھے اور مصطفیٰ یعنی معنی اللہ بھی۔ فقط منہ رحمہ اللہ غفر اللہ لہ 'والد یہ والمشاغذ) و موسیٰ صفی اللہ وانا حبیب اللہ ومعنی لواء الحمد يوم القيمة ان اللہ وعدنی فی امتی واجارهم من ثلث لا یجمعہم بسنہ ولا یستاصلہم عدو ولا یجمعہم علی الضلالۃ رواہ الدارمی و عن ابی ابن کعب عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا کان يوم القيامة کنت امام النبیین وخطیبہم وصاحب شفاعتہم غیر فخر رواہ الترمذی وعن جابر رضی اللہ عنہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ بعثنی لتمام مکارم الاخلاق وکمال محاسن الافعال رواہ فی المشکوہ عن شرح السنۃ ومن شاء ان ینظر اکثر من ہذا من خصائصہ صلی اللہ علیہ وسلم فلینظر الی خصائص کبریٰ والی حجتہ اللہ علی العالین۔

میں اول بھی ہوں اور آخر بھی:

اور مشکوٰۃ ہی میں ہے 'دارمی سے حضرت عمر بن قیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں 'فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے 'ہم باعتبار ظہور کے سب سے پہلے ہیں اور باعتبار مراتب اخروی اور جنت میں داخل ہونے کے قیامت کے روز سے سب سے پہلے ہوں گے اور بالآخر ہم ایک بات کہتا

ہوں، ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ ہیں اور موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ ہیں اور میں حبیب اللہ ہوں اور میرے ساتھ لواء حمہ ہوگا قیامت کے دن اور بیشک اللہ نے میری امت کے متعلق مجھ سے وعدہ کر لیا ہے کہ تین بلاؤں سے ان کو بیشک اپنے امن میں رکھے گا۔ اول وہ قحط عام کے ساتھ ہلاک نہ ہوگی۔ دوم ان کو کوئی غیر دشمن کبھی جڑ سے نہیں اکھڑے گا۔ سوم کبھی بھی میری ساری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی اور ترمذی شریف میں ہے، 'ابی بن کعب' سے، کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، 'میں بلا فخر کہتا ہوں کہ قیامت کے دن میں تمام پیغمبروں کا امام و خطیب ہوں گا اور ان کی شفاعت کا مالک۔ یعنی جب تک میں بہ مقتضاء اس مرتبہ شفاعت کے، جو اللہ مجھ کو عطا فرما چکا، شفاعت عامہ کے لیے سرسجدہ شفاعت میں نہ رکھوں گا اور شفاعت شروع نہ کروں گا، مجھ سے پہلے کوئی نبی ولی کسی کی شفاعت نہیں کر سکے گا۔ اور شرح السنہ سے مشکوٰۃ شریف میں ہے، 'حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، 'اچھے خلقوں کو اور نیک عملوں کو انتہا تک پہنچانے اور کامل کر دکھانے کے لیے اللہ جل شانہ، 'نے مجھ کو بھیجا ہے اور اس سے زیادہ تفصیل کے ساتھ جو شخص ان خصوصیتوں کو دیکھنا چاہے، جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب پیغمبروں میں مخصوص تھے، تو وہ "خصائص کبریٰ" اور "جنت اللہ علی العالمین" کا مطالعہ کرے۔

حضور کے بدن اور لباس سے خوشبو آتی تھی:

نویں صفت آپ کی لباس سے خوشبو آنا اور آپ کا معطر رہنا، جیسا کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا تھا، مشکوٰۃ کے باب "اسماء النبی وصفاته" میں ہے صحیحین سے۔

عن انس رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ازھر اللون کان عرقہ اللوء لوء واذا مشی تکفأ وما مسست دیباجتہ ولا حریرا البین من کف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا شملت مسکا ولا عنبرا اطیب من رائحة النبی صلی اللہ علیہ وسلم متفق علیہ۔

انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بلاشبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا (سرخ سفید) رنگ کھلا ہوا

قدم اٹھا کر چلتے تھے اور میں نے تو آپ کی ہتھیلیوں سے زیادہ نرم نہ دیا کو پایا نہ ریشم کو اور آپ کی خوشبوئے جسمانی سے زیادہ خوش نہ میں نے منک کی خوشبو کو پایا نہ عطر کی خوشبو کو۔

وعن ام سليم رضى الله عنها ان النبى صلى الله عليه وسلم كان ياتيهافي قبل عندها فبسط نطعا فيقبل عليه وكان كثيرا العرق فكانت تجمع عرقه فتجعله فى الطيب فقال النبى صلى الله عليه وسلم يا ام سليم ما هذا قالت عرقك نجعله فى طيبتنا وهو من اطيب الطيب۔

حضرت ام سليم رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، میرے یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے اور میرے ہی یہاں قیلولہ فرماتے۔ میں آپ کے آرام فرمانے کو ایک چمڑے کا ٹکڑا بچھا دیتی اور آپ کو پینا بہت آتا تھا۔ میں حضور کے پینا کو جمع کر کے اپنی خوشبو میں یعنی اپنے عطر میں ملا لیتی۔ یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا، یہ کیا بات ہے۔ میں نے عرض کیا، حضور کا پینا، جو سب خوشبوؤں سے زیادہ خوشبودار ہے، میں اپنی خوشبو میں ملا لیتی ہوں۔

بادشاہوں کی بیٹیاں حضور کی ازواج بنیں:

دسویں علامت: بادشاہوں کی بیٹیوں کا اس آنے والے نبی کی لونڈیوں میں یا بیویوں میں داخل ہونا اور بادشاہوں کا آپ کو تحفے بھیجنا، یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں ابن من الاس ہے۔ کتاب الکناج بخاری شریف اور مسلم شریف میں ہے۔

عن انس " فى حديث طويل انه صلى الله عليه وسلم بعد فتح خيبر جمع السبي فجاء دحيته فقال يا رسول الله اعطني جاريته من السبي فقال اذهب فخذ جاريته فاخذ صفيه بنت حى ابن اخطب فجاء رجل الى نبى الله صلى الله عليه وسلم فقال يا نبى الله اعطيت دحيته صفيته بنت حى ابن اخطب سيد قريظه والنضير ولا تصلح الا لك قال ادعوه بها قال فجاء بها فلما نظر اليها النبى صلى الله

و تزوجها وفي السيره النبويه للعلامته سيد احمد دحلان رحمته الله عليه في كتابه صلى الله عليه وسلم لسلطان المصري والاسكندريه المقوقس فكتب المقوقس في جوابه اليه صلى الله عليه وسلم لقد قرأت كتابك وفهمت ما ذكرت فيه وقد علمت ان نبيا قد بقي وقد كنت اظن انه يخرج بالشام وقد اكرمت رسولك ورفعت له مائته دينار و خمسته اثواب وبعثت لك بجاريتين لهما مكان عظيم في القبط وهما ماريته و سيرين وثياب وهي عشرون ثوبا من قباطي مصروفي روايه وارسل له عمائم وقباطي وطيبا وعودا وندا ومسكامع الف مثقال من الذهب ومع قدح من قوارير فكان صلى الله عليه وسلم يشرب فيه ثم قال واهديت لك بغلته لتركبها ولم تزد على ذلك ولم يسلم وفي روايته انه اهدى له مع الجاريتين جاريتيه اخرى اسمها قيس وهي اخت ماريته وفي روايته ذكر جاريتيه اربعته اسمها بريه كانت سوداء وفي روايته الهدى غلاما اسود ايضا يقال له المابور وفي روايته اهدى مع البغلته حمارا اشهب يقال له يعفور و فرسا يسمى نزار و كان اسم البغلته دلدل الخ.

خير اور مصر سے تحائف:

انس رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد فتح خیبر قیدیوں کو جمع کیا تھا۔ حضرت دجہ کلبی رضی اللہ عنہ نے حاضر ہو کر ایک لونڈی طلب کی۔ آپ نے فرمایا ان میں سے ایک لونڈی لے لو۔ حضرت دجہ نے حضرت صفیہ بنت جحش بن اخطب کو جو سردار خیبر کی بیٹی تھی لے لیا۔ ایک شخص نے صحابہ کرام میں سے عرض کیا، حضور! حضور! یہ منہ

قبیلہ قرینہ اور نصیر کے سردار کی بیٹی ہے، مناسب نہیں کہ سوائے حضور کے اس کو کوئی لے۔
(سرداروں کی بیٹیاں سرداروں ہی کے لائق ہوتی ہیں) حضور نے حضرت وحیہ کو بلا کر فرمایا کہ تم
حضرت صفیہ کے سوا اور کوئی لونڈی لے لو اور حضور نے حضرت صفیہ کو آزاد کر کے ان کو اپنے
عقد نکاح میں لے لیا۔ یہ واقعہ سیرت نبویہ سید احمد، طحان رحمہ اللہ میں ہے۔

شاہ مقوقس کو دعوت اسلام:

حضور نے جب سلطان مقوقس کو دعوت اسلام کا فرمان بھیجا، تو مقوقس نے اس کے جواب میں یہ
عریضہ لکھا:

میں نے آپ کے فرمان کو پڑھا اور خوب سمجھا۔ بے شک میں جانتا تھا کہ سلسلہ انبیاء میں دنیا میں
تشریف لانے والے ایک نبی آخر الانبیاء باقی ہیں مگر گمان یہ تھا کہ وہ ملک شام میں ظہور فرما ہوں گے۔
اب میں نے آپ کے قاصد کی بہت تعظیم کی ہے اور سودینار اور پانچ جوڑے کپڑے اس کو دیے ہیں
اور حضور کے واسطے بطریق ہدیہ دو لونڈیاں بھیجتا ہوں، جو قوم قبطہ میں نہایت قیمتی اور بہت عظمت
والی ہیں۔ ایک کانام ”ماریہ“ ہے اور دوسری کانام ”سیرین“۔ اور کچھ کپڑے، جن کو قباطلی مصر کہتے
ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ قباطلی مصر کے ساتھ عمائے اور خوشبو کی جنس سے عود اور عنبر اور
منک اور ایک ہزار مشقال سونا اور کانچ کاپالہ بھی بھیجتا تھا، جس میں حضور پانی نوش فرمایا کرتے تھے اور
آپ کی سواری کے واسطے ایک خچر بھی بھیجتا تھا، جس کانام ”دلدل“ تھا مگر مقوقس نے اسلام قبول نہ
کیا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ تیسری لونڈی حضرت ”ماریہ قبطی“ کی بہن ”قیس“ نامی کو بھی
بھیجتا تھا اور تیسری روایت میں ہے کہ چوتھی لونڈی ”بریرہ“ نامی اور ایک غلام حبشی سیاہ فام ”ماور“
نامی کو بھی بھیجتا تھا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ خچر کے ساتھ ایک سفید گدھا بھی بھیجا، جس کانام
”حفور“ تھا اور اسی نام سے پکارا جاتا تھا اور ایک گھوڑا بھیجتا تھا، جس کانام ”نزار“ تھا اور ایک خچر بھی
جس کو ”دلدل“ کہتے تھے۔

بشارت چارم، باب: یالیساواں۔ سیماء نبی لی کتاب میں ہے، دیکھو۔

”میرا بندہ جسے میں سنبھالتا ہوں، میرا برگزیدہ ہے، جس سے میرا جی راضی ہے، میں نے اپنی

کرے گا اور اپنی آواز بازادوں میں نہ سنائے گا۔ وہ ٹوٹی ہوئی سیٹیوں کو نہ توڑے گا اور دکھتی ہوئی جی کو نہ بجھائے گا۔ یعنی غریب اور ضعیفوں کو نہ ستائے گا۔ وہ عدل کو جاری کرائے گا اور دائم رہے گا۔ اس کا زوال نہ ہوگا اور نہ سلا جائے گا، جب تک راستی کو زمین پر قائم نہ کرے گا اور بحری ممالک اس کی شریعت کو تسلیم گے۔ خداوند خدا جو آسمانوں کو خلق کرتا اور انہیں تانتا اور زمین کو اور انہیں، جو اس میں سے نکلتے ہیں، پھیلاتا اور ان لوگوں کو، جو اس پر ہیں، سانس دیتا اور ان کو، جو اس پر چلتے ہیں، روح بخشتا ہے۔ یوں فرماتا ہے مجھ خداوند نے تجھ کو صداقت کے لیے بلایا۔ میں ہی تیرا ہاتھ پکڑوں گا، تیری حفاظت کروں گا اور لوگوں کے اور قوموں کے لیے نور تجھے دوں گا تاکہ تو اندھوں کی آنکھیں کھولے اور بندھے ہوؤں کو قید سے نکالے اور ان کو جو اندھیری قید میں ہیں، قید خانہ سے چھڑائے۔“

یہ پیشین گوئی غالباً خاصہ ہے اس پیشین گوئی کا جو مشکوٰۃ شریف میں توریت سے روایت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ”بخاری شریف“ سے منقول ہے اور غالباً بعد تحریف چند در چند اس قدر رہ گئی ہے۔

عن عطاء قال لقيت عبد الله بن عمرو ابن العاص قلت
اخبرني عن صفته رسول الله صلى الله عليه وسلم في التوراه
قال اجل والله انه لموصوف في التوراه ببعض صفته في
القران يا ايها النبي انا ارسلناك شاهدا ومبشرا ونذيرا وحرز
للاميين انت عبدى ورسولى سميتك المتوكل ليس بغظ
ولا غليظ ولا سخاب فى الاسواق ولا يدفع بالسيئه السيئه
ولكن يعفو ويغفر ولن يقبضه الله حتى يقيم به الملة
العوجاء بان يقولوا لا اله الا الله ويفتح به اعينا عميا واذانا
صما وقلوبا غلفا كذا رواه الدارمى عن عطاء عن عبد الله ابن
سلام نحوه وايضا فى المشكوه فى باب اسساء النبى عن
كعب رضى الله عنه يحكى عن التوراه قال نجد مكتوبا
محمد رسول الله عبد المتوا لافظ ولا غليظ ولا سخاب

فی الاسواق ولا یجزی بالسیئه السیئه ولكن یعفو ویغفر
مولده بمکته ہجرتہ بطیبہ و ملکہ بالشام و امتہ الحمادون
یحمدون اللہ فی السراء والضراء و یحمدون اللہ فی کل
منزلتہ و یکبرونہ علی کل شرف رعاه للشمس یصلون
الصلوہ اذا جاء وقتہا یتازرون علی انصافہم و یتوضون علی
اطرافہم منادیہم ینادی فی جنو السماء صفہم فی القتال
و صفہم فی الصلوہ سواء لہم باللیل دوی کدوی النخل
و عن عبد اللہ ابن سلام قال مکتوب فی التوراء صفۃ محمد
صلی اللہ علیہ وسلم و عیسے ابن مریم علیہما السلام یدفن
معہ قال ابو مودود و قد بقی فی البیت موضع قبر رواہ
الترمذی۔

تورات میں حضور کے اوصاف:

عطا فرماتے ہیں، میں نے جب عبد اللہ بن عمرو ابن عاص سے، جو عالم توریت تھے، مل کر پوچھا
کہ توریت میں جو صفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، ان سے مجھ کو خبر دو۔ فرماتے لگے،
واللہ انہی صفات کے ساتھ توریت میں بھی آپ موصوف تھے، جن میں سے بعض صفوں کے
ساتھ قرآن میں بھی اللہ نے موصوف فرمایا ہے۔ اے نبی ینک ہم نے بھیجا ہے تم کو شاہد اور
بشارت دینے والا اور ڈرانے والا اور امیوں کی پناہ۔ تم میرے بندے اور رسول ہو۔ تمہارا نام
میں نے متوکل رکھا ہے۔ تمہاری شان یہ ہے کہ نہ سخت مزاج ہو نہ تند خو، نہ شور مچانے والے
بازاروں میں، نہ برائی کا بدلہ برا دینے والے بلکہ معاف کرنے والے اور بخشنے والے اس شان کے
نبی کو اللہ دنیا سے نہ اٹھائے گا جب تک ان کے ساتھ مذہب کی کجی کو سیدھا نہ کر لے، پائس طور کہ
وہ سب کو موحد بنا ڈالے اور سب سے کھلوادے لا الہ الا اللہ اور جب تک اس کے ساتھ اللہ
اندھوں کی آنکھیں اور بہروں کے کان نہ کھول دے اور پردے پڑے ہوئے غافل دلوں کو نہ

النبی علیہ السلام مشکوٰۃ میں ہے، 'حضرت کعب احبار توریت سے حکایت فرماتے ہیں کہ ہم پاتے ہیں لکھا ہوا تورات میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ میرے بندے پسندیدہ ہیں، نہ سختی کرنے والے تہ خواہ نہ بازاروں میں شور مچانے والے اور نہ برائی کا بدلہ برادینے والے مگر معاف کرنے والے اور بخشنے والے۔ ولادت گاہ ان کی مکہ ہے اور ہجرت گاہ طیبہ اور ملک ان کا شام ہو گا اور امت ان کی حجاز کرنے والی ہوگی۔ رنج و راحت میں شکر کرنے والی اور ہر منزل اور ہر اونچائی پر تکبیر کہنے والی۔ انتظار نماز میں آفتاب کی نگاہ رکھنے والی۔ وقت پر نماز پڑھنے والی۔ آدمی پندلیوں تک تہجد رکھنے والی۔ بدن کے اعضاء منہ، ہاتھ، پاؤں دھو کر وضو کرنے والی۔ موزن باگی ان کے کشادگی آسمان میں آواز بلند کریں گے۔ جہاد اور نماز میں ان کی صفیں برابر ہوں گی۔ راتوں میں ذکر اللہ سے ان کی آواز خشوع و خضوع سے مثل جھنناٹ شہد کی مکھیوں کے ظاہر ہوگی اور عبد اللہ بن سلام، جو یہود کے بڑے عالم تھے، فرماتے ہیں کہ یہ بھی تورات میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول کے آسمان سے ان کے ساتھ مدفون ہوں گے۔ ابو مودود راوی حدیث فرماتے ہیں، 'حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں ایک قبر کی جگہ اب تک باقی ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

چنانچہ حضرت عبد اللہ بن سلام حضرت کعب احبار جیسے اکابر علماء یہود و نصاریٰ کے آپ کو ان صفات کا پورا مصداق پا کر آپ پر ایمان لائے تھے اور باوصف اس کے باقی ماندہ۔ سیاحہ نبی کی پیشین گوئی کی بہت سی باتیں تو حضرت کعب اور عبد اللہ رضی اللہ عنہما کے پیشین گوئی میں موجود ہی ہیں اور ان سب صفتوں کا ثبوت قرآن اور حدیث سے ملتا ہے اور سنو صفت اول پسندیدہ اور برگزیدہ خدا اس درجہ تھے کہ باب فضائل سید المرسلین مشکوٰۃ شریف میں ہے:

عن وائل بن الاسقع قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ان الله اصطفى كنانته من ولد اسماعيل عليه السلام واصطفى قريشا من كنانته واصطفى من قريش بنى هاشم واصطفاني من بنى هاشم رواه مسلم وبلغ في مرتبه الصفوة الى ان قال في حديث طويل ان ابراهيم خليل الله وهو كذا وكذا، وموسى نوح الله، وهما كذا وكذا، وعيسى بن مريم

و کلمتہ وهو کذا لک و ادم اصطفاه اللہ وهو کذا لک الا وانا
 حبیب اللہ ولا فخر وانا حامل لواء الحمد يوم القيامة تحته
 ادم فمن دونه ولا فخر وانا اول شافع واول مشفع يوم القيمة
 ولا فخر وانا اول من يحرك حلق الجنة فيفتح الله لي
 فيدخلنيها ومعى فقراء المؤمنين ولا فخر وانا اكرم الاولين
 والاخرين على الله ولا فخر رواه الترمذی والدارمی۔ قال
 القاضي عياض رحمه الله في النشفاء الخليل من يتغى
 رضاء المحبوب والحبیب من يتغى رضائه المحبوب۔

حضور کی خاندانی عظمت اور برتری:

واللہ بن اسحق رضى اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے
 کہ فرماتے تھے 'بیشک اللہ نے اولاد اسماعیل علیہ السلام سے کنانہ کو پسند کیا اور بنی کنانہ سے قریش
 کو اور قریش سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم سے مجھ کو۔ روایت کیا اس حدیث کو مسلم نے اور مرتبہ
 پسندیدگی خداوند کریم میں آپ یہاں تک پہنچے کہ دوسری حدیث طویل میں فرماتے ہیں کہ بیشک
 ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ ہی ہیں اور موسیٰ علیہ السلام طیم اللہ اور عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ اور
 کلمۃ اللہ اور آدم علیہ السلام صفی اللہ مگر خبردار رہو 'میں حبیب اللہ ہوں اور میں یہ فخر سے نہیں
 کہہ رہا ہوں (بلکہ مقصود اللہ کا شکر ادا کرنا ہے) ایسے ہی میں قیامت کے دن بلا فخر لواء حمد کا اٹھانے
 والا ہوں 'جس کے نیچے آدم علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک تمام پیغمبر کھڑے ہوں گے
 اور سب سے پہلے میں ہی شفاعت کرنے والا ہوں قیامت کے دن اور سب سے پہلے میری ہی
 شفاعت قبول کی جائے گی اور سب سے اول کنڈی جنت کی میں کھڑاؤں گا اور سب سے اول اللہ
 جل شانہ 'میرے ہی لیے دروازہ جنت کا کھولے گا اور مجھ کو جنت میں سب سے اول اس شان سے
 داخل کرے گا کہ تمام مومن محتاج میرے ساتھ ہوں لے اور میں اللہ کے تمام پہلے اور پچھلوں
 سے بزرگ ترین مخلوقات ہوں اور یہ سب باتیں میری فخریہ نہیں ہیں بلکہ مقصود ادا کرنا شکر کا
 ہے۔ یہ حدیث ترمذی اور دارمی سے منقول ہے۔

شفاء میر قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ غلط اس بات کو کہتے ہیں جو رضائے آراء محسوس

مستغرق ہو اور حبیب اس عاشق کو کہتے ہیں جس کا رضانہو 'خود اس کا معشوق ہو۔

حضور کا عدل:

صفت دوم: عدل تو پیدا کئی طور سے آپ میں اس درجہ تھا کہ اکثر کتب معتبرہ میر سے ثابت ہے کہ جب آپ کی وایہ حضرت حلیمہ سعدیہ نے آپ کو گود میں لے کر وہی چھاتی کاودھ پلا کر بائیں چھاتی کاودھ پلاتا تھا۔ بائیں چھاتی آپ نے منہ میں نہ لی۔ ہمیشہ اس کو اپنے بھائی رضاعی کے واسطے چھوڑ دیتے تھے اور سخت مزاجی اور تند خوئی کی نفی تو اللہ جل شانہ 'آپ سے خود قرآن کریم میں اس طرح فرماتا ہے: ولو كنت فظا غليظ القلب لانفضوا من حولك یعنی اے میرے محبوب "اگر تم سخت مزاج اور تند خو ہوتے تو لوگ تم سے اوجھٹ جاتے۔" علیٰ ہذا القیاس بازاروں میں شور کرنا تو درکنار پیازوں میں بھی شور کرنے سے ذکر اللہ کے ساتھ بھی آپ پسند نہیں فرماتے تھے۔ کتاب الحج بخاری شریف میں ہے کہ عرفات کو جاتے ہوئے جو اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ کی آواز کا حجاج صحابہ سے آپ نے شور مٹا، فرمایا اعتدال اختیار کرو اور درمیانی آواز سے تکبیر کو 'شور نہ مچاؤ۔ غریب اور ضعیف ہی پر آپ رحیم نہیں تھے بلکہ عام مخلوقات کے واسطے موجب رحمت بھیجے گئے تھے۔ قال اللہ تعالیٰ ما ارسلناک الا رحمة للعالمین یعنی "اے میرے محبوب نہیں بھیجا ہم نے تم کو مگر رحمت واسطے تمام مخلوقات کے" اور باب "الرحمة والشفقة علی الخلق" مشکوٰۃ شریف سے تو آپ کا عدل اور رحیم ہونا تمام دنیا پر 'تمام رحیموں سے اور عادلوں سے بے حد زیادہ قابل ملاحظہ ہے۔ دیکھو اور بغور دیکھو ترمذی شریف میں ہے:

عن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الراحمون یرحمہم الرحمن ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء وعن عائشة قالت ما ضرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدہ شیئا قط الا ان یجاہد فی سبیل اللہ ولا ضرب خادما ولا امراة رواہ الترمذی۔ وفی شمائل الترمذی عن عائشة انها قالت لم یکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاحشا ولا متفحشا ولا صخابا فی الاسواق ولا یجزی بالسیئة السیئة ولكن یعفو ویصفح واخرج الترمذی فی الشمائل عن حسین بن علی رضی اللہ عنہما قال سالت

ابی عن سیرۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی جلسائہ فقال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دائم البشر سہل الخلق لین الجانب لیس بفظ ولا غلیظ ولا صخاب ولا فحاش ولا عتاب ولا مشاح یتغافل عما لا یشتہی ولا یونس منہ ولا یخیب فیہ قد ترک نفسہ من ثلاث المرء ولا کبار وما لا یعنیہ وترک الناس من ثلاث کان لا یذم احدا ولا یعیبہ ولا یطلب عورته ولا یتکلم الا فیما رجا ثوابہ واذا تکلم اطرق جلسائہ کانما علی رؤسہم الطیر فاذا سکت تکلموا لا یتنازعون عنده الحديث ومن تکلم عنده انصتوا له حتی یفرغ حدیثہم عنده حدیث اولہم یضحک مما یضحکون ویتعجب مما یتعجبون ویصیر للغریب علی الجفوفہ فی منطقہ ومسلتہ حتی ان کان اصحابہ لیستجلبونہم ویقول اذا راہتم طالب حاجہ یطلبہا فارقدوہ ولا یقبل الشاء الا من مکافی ولا یقطع علی احد حدیثہ حتی یجور فیقطعہ بنہی او قیام۔

حضور کے اخلاق کریمہ کی ایک جھلک:

حضرت عبد اللہ بن عمر فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، رحم کرنے والوں پر رحمان رحم کرتا ہے۔ تم زمین والوں پر رحم کرو، تم پر وہ رحم کرے گا، جس کی حکومت آسمانوں میں ہے اور حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، اپنے ہاتھ سے کبھی کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں مارا تھا۔ نہ کسی بیوی کو نہ خادم کو مگر جہاد میں جو فی سبیل اللہ ہوتا ہے اور شامل ترمذی میں ہے، حضرت صدیقہ فرماتی ہیں کہ قصداً نہ بلا قصد کبھی آپ کے منہ سے فحش بات نہیں نکلتی تھی اور آپ بازاروں میں شور کرنے والوں سے نہ تھے اور آپ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں لیتے تھے بلکہ معاف کر دیتے اور درگزر فرما دیتے تھے اور شامل ترمذی میں ہے حسین بن علی رضی

اللہ عتہا سے، فرماتے ہیں، میں نے اپنے والد ماجد علی اسد اللہ کرم اللہ وجہہ سے پوچھا کہ آپ کا برتاؤ اپنے ہم نشینوں سے کیسا تھا۔ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہمیشہ کشادہ پیشانی رکھتے تھے۔ بہت خوش خلق تھے۔ ہر شخص سے نرمی سے پیش آتے۔ درشت خو، تیز مزاج نہ تھے اور نہ بازاروں میں شور کرنے والوں سے اور نہ قس بکنے والوں اور بات بات پر ناراض ہونے والوں سے اور نہ خشک مزاج۔ جس شے کی خواہش نہ ہوتی، اس سے تعاقب فرماتے، نہ نفرت ظاہر فرماتے اور نہ اس میں عیب نکالتے۔ اپنے نفس سے تین باتوں کو چھوڑ دیا تھا، جھگڑا کرنے کو اور طلب زیادتی کو دنیا سے اور بے سود باتوں کو۔ اور تین باتوں سے آدمیوں کو چھوڑ دیا تھا، کسی کی برائی کبھی نہ کرتے، نہ کبھی کسی عیب جوئی میں رہتے۔ اوقات مقررہ میں بات چیت فرماتے تھے اور جب آپ باتیں فرماتے اصحاب کرام ایسے گردنیں جھکا کر بیٹھتے جیسا کسی کے سر پر جانور بیٹھا ہو۔۔۔ یعنی ذرا سی بے ادبی سے ڈرتے تھے کہ رحمت کا پرندہ ہمارے سر سے نہ اڑ جائے۔ جب آپ بات ختم کر لیتے تب کچھ عرض کرتے۔ آپ کے حضور میں کسی بات میں نہ جھگڑتے اور باہم کسی بات کرتے ہوئے کی بات میں دخل نہ دیتے۔ بات ان کی آپ کے حضور میں سلف صالحین انبیاء علیہم السلام کے تذکرے ہوتے تھے۔ صحابہ کرام کے ساتھ ہنسی کی بات پر آپ ہنستے تھے اور تعجب کی بات پر تعجب بھی کرتے۔ اور مسافروں کے سوال اور ان کی بات پر آپ صبر فرماتے، اسی واسطے صحابہ کرام مسافروں کو حضور میں پہنچ لایا کرتے تھے (اس واسطے کہ صحابہ کرام کو زیادہ پوچھ گچھ کی اجازت نہ تھی اور مسافروں کو اجازت تھی، لہذا مسافروں کے ذریعہ سے بہت مسائل حل ہو جاتے تھے اور صحابہ کرام کو ممانعت سوال کی اس وجہ سے تھی کہ ان کی پوچھ گچھ سے کوئی سختی نہ نازل ہو جائے)

اور آپ فرماتے رہتے تھے کہ اگر تم کسی حاجت مند کو پاؤ، اس کی حاجت بر آری میں اس کے ساتھ نرمی کرو اور جو کوئی حضور کی تعریف حد شریعت سے زیادہ کرتا، اس کو آپ قبول نہ فرماتے اور آپ کسی بات کرنے والے کو جب تک وہ حد سے نہ گزر جائے، بات کرنے سے نہ روکتے مگر حد سے گزر جاتا تو منع فرما دیتے یا کھڑے ہو جاتے۔

وفی شمائل الترمذی عن جابر بن عبد اللہ یقول ما سئل

عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی شایء فقال لا۔ عن عمر

بن الخطاب رضی اللہ عنہ ان رجلا جاء الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فسأل ان يعطيه فقال النبي صلى الله عليه وسلم ما عندى شئى ولكن ابتيع على فاذا جاء نى شئى فقضيته فقال عمر يا رسول الله صلى الله عليك اعطيته فما كلفك الله تعالى ما لا تقدر عليه فكره النبي صلى الله عليه وسلم قول عمر رضی اللہ عنہ فقال رجل من الانصار يا رسول الله صلى الله عليك انفق ولا تخف من ذى العرش اقلا لا فتبسم رسول الله صلى الله عليه وسلم وعرف البشر في وجهه بقول الانصارى ثم قال بهذا امرت ومن شاء الزيادة فليظنر الى الشماثل الترمذى وحجة الله على العالمين۔

”نہیں“ سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا:

اور شامک ترمذی میں ہے، جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ نے کسی سائل کے جواب میں نہیں تو کبھی فرمایا ہی نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور میں حاضر ہو کر کچھ مانگا۔ آپ نے فرمایا میرے پاس اس وقت کچھ نہیں ہے، میری ضمانت پر خرید لے۔ جب میرے پاس کچھ آئے گا میں ادا کر دوں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، حضور جو موجود نہیں اس پر اور جس کے دینے کی اس وقت قدرت نہیں ہے، اس پر آپ کو اللہ نے تکلیف نہیں دی۔ اس قول عمر رضی اللہ عنہ پر آپ نے کراہت ظاہر فرمائی۔ ایک انصاری نے عرض کیا، حضور خوب خرچ کیجئے اور صاحب عرش سے تنگ دستی کا خوف نہ کیجئے۔ اس بات پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا اور انصاری کی بات پر خوشی کے آثار چہرہ مبارک سے ظاہر ہوئے۔ پھر آپ نے فرمایا، مجھ کو یہی حکم دیا گیا ہے جس کو اس سے زیادہ دیکھا ہو، چاہیے کہ ”شامک ترمذی“ اور ”حجتہ اللہ علی العالمین“ کو دیکھے۔

میدان جنگ میں ثابت قدمی:

بڑے بہادر بھاگ نکلے، جیسے جنگ ہو ازن وغیرہ میں صراحتاً قرآن مجید سے ثابت ہے اللہ جل شانہ، ارشاد فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ - (رکوع ۹، سورہ مائدہ)

اے پیارے نبی، جو کچھ تم پر تمہارے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے، وہ اپنے امتیوں کو پہنچا دو اور اگر تم نے یہ نہ کیا تو تم نے گویا اپنا کار رسالت ادا کیا ہی نہیں اور اللہ تمہاری جان کی لوگوں کے ارادوں سے حفاظت کرتا رہتا ہے۔

اور اس حفاظت کا ثبوت بہت سی حدیثوں سے ظاہر ہے۔ منجملہ ان کے ایک دو حدیثیں بطریق نمونہ لکھی جاتی ہیں۔ باب التوکل والبر مشکوٰۃ میں ہے:

عن جابر رضي الله عنه انه غزى مع النبي صلى الله عليه وسلم قبل نجد فلما قفل رسول الله صلى الله عليه وسلم قفل معه فادر كتهم القائلته في واد كثير العضاء فنزل رسول الله صلى الله عليه وسلم وتفرق الناس يستظلون بالشجر فنزل رسول الله صلى الله عليه وسلم تحت سمره فعلق بها سيفه ونمنا نومه فاذا رسول الله صلى الله عليه وسلم يدعوننا واذا عنده اعرابي فقال ان هذا اختر على سيفي وانا نائم فاستيقظت وهو في يده صلتا قال من يمنعك مني فقلت الله ثلثا ولم يعاقبه وحبس متفق عليه وفي روايته ابي بكر في صحيحه فقال من يمنعك مني قال الله فسقط السيف من يده فاخذ رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم السيف فقال من يمنعك مني فقال كن خيراخذ فقال تشهد ان لا اله الا الله واني رسول الله قال لا ولكني اعاهدك ان لا اقاتلك ولا اكون مع قوم يقاتلونك فخلي سبيله فاتي

صورت بیت ناک تھی۔ اس صورت کا سر خالص سونے کا تھا۔ اس کا سینہ اور اس کے بازو چاندی کے۔ اس کا شکم اور رانیں تانبے کے تھے۔ اس کی ٹانگیں لوہے کی اور اس کے پاؤں کچھ لوہے کچھ مٹی کے تھے اور تو اسے دیکھتا رہا، یہاں تک کہ ایک پتھر بغیر اس کے کہ کوئی ہاتھ سے کاٹ کر نکالے، آپ سے نکلا جو اس شکل کے پاؤں پر، جو لوہے اور مٹی کے تھے، لگا اور انہیں نکلے نکلے کیا۔ تب لوہا اور مٹی اور تانبا اور چاندی اور سونا نکلے نکلے کیے گئے اور تابستانی کھلیان کی بھوسی کی مانند ہوئی اور ہوا انہیں اڑا کر لے گئی، یہاں تک کہ ان کا پتہ نہ لگا اور پتھر جس نے اس صورت کو مارا، ایک بڑا پہاڑ بن گیا اور تمام زمین کو بھر دیا۔ وہ خواب فراموشیدہ یہ ہے اور اس کی تعبیر بادشاہ کے حضور میں بیان کرتا ہوں۔

تو ہی بادشاہ، بادشاہوں کا بادشاہ ہے۔ تو ہی وہ سونے کا سر ہے اور تیرے بعد ایک اور سلطنت برپا ہوگی جو تجھ سے چھوٹی ہوگی اور اس کے بعد ایک اور سلطنت تانبے کی ہوگی، جو تمام زمین پر حکومت کرے گی اور جو تھی سلطنت لوہے کی مانند مضبوط ہوگی اور جس طرح کہ لوہا توڑ ڈالتا ہے اور سب چیزوں پر غالب ہوتا ہے، ہاں لوہے کی طرح جو سب چیزوں کو نکلے نکلے کرتا ہے، اسی طرح وہ نکلے نکلے کرے گی اور پکل ڈالے گی اور جو کچھ تو نے دیکھا کہ اس کے پاؤں اور انگلیاں کچھ تو کمسار کی مائی کی اور کچھ لوہے کی تھیں، سو اس سلطنت میں تفرقہ ہو گا مگر جیسا کہ تو نے دیکھا کہ اس میں لوہا لگائی سے ملا ہوا تھا، سو لوہے کی توانائی اس میں ہوگی جیسا کہ پاؤں کی انگلیاں کچھ لوہے کی اور کچھ مائی کی تھیں، سو وہ سلطنت کچھ قوی اور کچھ ضعیف ہوگی اور جیسا تو نے دیکھا کہ لوہا لگائی سے ملا ہوا ہے، وہ اپنے کو انسان کی نسل سے ملائیں گے۔ مگر جیسے لوہا مٹی سے میل نہیں کھاتا، تیسرا وہ باہم میل نہ کھائیں گے اور ان بادشاہوں کے ایام میں آسمان کا خدا ایک سلطنت برپا کرے گا جو تاابد نیست نہ ہوگی اور وہ سلطنت دوسری قوم کے قبضہ میں نہ پڑے گی۔ وہ ان سب سلطنتوں کو نکلے نکلے اور نیست کرے گی اور وہ ہی تاابد قائم رہے گی۔ جیسا کہ تو نے دیکھا کہ وہ پتھر بغیر اس کے کہ کوئی ہاتھ سے اس کو پہاڑ سے کاٹ کر نکالے، آپ سے آپ نکالا اور اس نے لوہے اور تانبے اور مٹی اور چاندی اور سونے کو نکلے نکلے کیا۔ خدائے تعالیٰ نے بادشاہ کو وہ کچھ دکھایا جو آگے ہونے والا ہے اور یہ خواب یقینی ہے اور اس کی تعبیر یقینی۔“

تعبیر کی وضاحت:

علامہ یوسف نبائی علیہ الرحمہ اپنی کتاب ”حجتہ اللہ علی العالمین“ کے بیان بشارات میں تحریر فرماتے ہیں کہ اس خواب میں بموجب تعبیر دانیال علیہ السلام اور مراد مملکت اوّلیٰ سے سلطنت بخت نصر ہے اور مراد مملکت ثانیٰ سے سلطنت مادائین ہے، جو بعد قتل بلشاصرین بالملک، بخت نصر کے غالب آگئے تھے اور کھدائیوں کی سلطنت کی نسبت ان کی سلطنت میں بموجب تعبیر خواب ضعف رہا اور مراد تیسری مملکت سے سلطنت کیانیٹن ہے اور چونکہ ان کی سلطنت قاہرہ اور بہت غالب سلطنت تھی، اس کو تمام روئے زمین کی سلطنت ہی کر کے دکھایا گیا، جیسا کہ خواب اور تعبیر خواب سے ظاہر ہے اور مراد چوتھی سلطنت سے سلطنت اسکندر رومی مراد تھی، جو بموجب تعبیر خواب ظہور میں آئی اور قوت میں مثل لوہے کے تھی۔ پھر مملکت فارس مختلف جماعتوں میں تقسیم ہو کر ساسانیوں کے زمانہ تک ضعیف ہوتی رہی مگر کبھی قوی ہو جاتی تھی اور کبھی ضعیف۔ یہاں تک کہ زمانہ نوشیروان میں سرور عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے اور آپ کو اللہ جل شانہ نے سلطنت ظاہری اور باطنی عطا فرمائی اور تھوڑی سی مدت میں آپ کے پیرو اور غلام مشرق سے مغرب تک، مفضلہ تمام ملک فارس و عرب کے مالک ہو گئے اور اس سلطنت ابدی اسلامی نے سونے چاندی، لوہے تانبے اور لوہے مٹی کی تمام سلطنتوں کو ذیل اور خوار کر کے، جو مثل ایک نجی پتھر کے ملک عرب سے ظاہر ہوئی تھی، گئی، دونوں میں مثل پہاڑ کے ہو گئی اور پھر یہ سلطنت اسلامی ایسی قائم و دائم ہوئی کہ گو کارندہ اس سلطنت کی قانون سلطنت یعنی شریعت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ پر عمل نہ کرنے کے جرم میں معزول ہو کر بموجب ہیٹھ کوئی سلطان عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیروں کے ماتحت اور دست نگر بن گئے مگر قانون اسلام قرآن، حدیث، تفسیر، فقہ جیسا تھا بلا تغیر اور کم و کاست موجود ہے اور ان شاء اللہ مغرب سے آفتاب طلوع ہونے اور توبہ کے دروازے بند ہونے تک ایسا ہی باقی رہے گا۔ اور کچھ نہ کچھ اس قانون پر عمل کرنے والے ایسے باقی ضرور رہیں گے جو حق کے مقابلے میں جان کی بھی پرواہ نہ کریں اور بے دین بادشاہوں تک پر غالب رہیں گے اور ابدی سلطنت کو قیام قیامت تک قیام رہے گا۔ دیکھو مسلم شریف میں ہے:

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یزال طائفة من امتی

اہل الغرب ظاہرین علی الحق حتی تقوم الساعۃ۔

فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھ رہے گا ایک گروہ میری امت کا غالب حق پر اور ایک روایت میں ہے ہمیشہ رہیں گے اہل مغرب (اہل ایمان) غالب حق پر یہاں تک کہ قیامت قائم ہو۔ اور تفسیر ”در مشور“ میں ہے:

اخرج ابن مردويه عن ابن عباس رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما نقض قوم ن العهد الا سلط الله عليهم عدوهم وما طففوا الكيل الا منعوا النبات واخذوا بالسنين وايضا فى تفسير البيضاوى وفى الحديث خمس بخمس ما نقض العهد قوم الا سلط الله عليهم عدوهم وما حكموا بغير ما نزل الله تعالى الا فشا فيهم الفقر وما ظهر فيهم الفاحشه الا فشا فيهم الموت ولا طففوا الكيل الا منعوا النبات واخذوا بالسنين ولا منعوا الزكات الا حبس عنهم القطر وهكذا روى فى المشكوة۔

ابن مردویہ روایت کرتے ہیں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا انہوں نے، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، نہیں عمد شکنی کی کسی قوم نے مگر اللہ نے ان کا دشمن ان پر مسلط کر دیا اور ماپ تول میں جس قوم نے کمی کی، قحط سالی میں گرفتار کی گئی۔ اور تفسیر بیضاوی میں ہے، پانچ گناہوں کی دنیا میں پانچ سزائیں مقرر کی گئی ہیں۔ جس قوم نے عمد شکنی کی ان کا دشمن ان پر مقرر کیا گیا اور جس قوم نے مخالف اللہ و رسول کے حکموں کے حکم کرنا شروع کیا، وہ فقر و فاقہ میں مبتلا کی گئی اور جن میں زنا پھیلایا، ان میں مرض موت (طاعون و بیضہ وغیرہ) پھیلایا گیا اور جنہوں نے ماپ تول میں کمی بیشی شروع کی، وہ مبتلا قحط کیے گئے اور جنہوں نے زکات دینا موقوف کیا، ان سے بارش یعنی نفع والا مینہ روک دیا گیا۔ اسی مضمون کی حدیث مشکوٰۃ شریف میں بھی ہے۔

بشارت ششم: غزل الغزلات عبرانی مع ترجمہ اردو موجودہ مشن لائبریری انارکلی لاہور۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے محبوب سے ملنے کے شوق میں خدا تعالیٰ سے مناجات اور اپنے محبوب یعنی محبوب خدا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توصیف الفاظِ ذیل کے ساتھ کرتے ہیں، جن میں باوصف تحریفات

چند در چند کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ی م کے ساتھ 'جو زبان عبرانی میں تعظیم کے واسطے اضافہ کرتے ہیں' اب بھی موجود ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام

رسول اکرم کی زیارت کے اشتیاق کا اظہار کرتے ہیں

دودی صحرادود معل مر باہر و شو کثم پا ز قصو ثا و ثلثیم شحور و ث
کجو ریب عنا و کیونیم عل افیقی ر حصو ث کالاب یو شبو ث عل ریلث بحایا
و گعر و غث همویم مغدلو ث مرتاحیم سفثو ثا و شو شنیم لظافو ث مورعو
بیریا و ر و کلیلی زاہاب مہلایم ہبزمیش سعا و عشث شین مغلفث سپریم
شو قا و عمودی شیش میثا ویم عل او نی پا ژ مریتھو گلیانو ن با حور کا زیم
حکو یمقیم و خلو محمدیم دہ وودی وزہ رع ی بلو شدیر و شلا یم۔

اردو ترجمہ

”میرا دوست نورانی گندم گوں ہزاروں میں سردار ہے۔ اس کا بدن مثل ہیرے کے چمکدار ہے۔ اس کی زلفیں مسلسل مثل کوی کی کالی ہیں۔ اس کی آنکھیں ایسی ہیں جیسی پانی کے کنڈل پر کبوتر دودھ میں دھلے ہوئے گیند کی مانند جڑی ہیں۔ اس کے رخسارے ایسے ہیں جیسے ٹی پر خوشبودار بتل چھائی ہوئی اور چٹکی پر خوشبو گری ہوئی ہو اس کے ہونٹ پھول کی ہنکھریاں جن سے خوشبو نکلتی ہے۔ اس کے ہاتھ سونے سے دھلے ہوئے اور جواہر سے جڑے ہوئے اس کا شکم جیسے ہاتھی دانت کی تختی جواہر سے لپی ہوئی۔ اس کی پنڈلیاں ہیں جیسے سنگ مرمر کے ستون سونے کی بنیادوں پر جڑی ہوئی اس کا چہرہ مانند ستاب کے جوان 'مانند صنوبر کے اس کا گلا تھا سبز' شیریں اور وہ ہے محمد۔ (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ ہے میرا دوست اور محبوب اے یروثلم کی بیٹیو!“

اس عبارت کا ترجمہ جو دوسری انجیلوں میں کیا گیا ہے 'اس میں محمدیم کا ترجمہ اول اس طرح کیا گیا تھا۔ "ہاں وہ سرا بایا ہے اے یروثلم کی بیٹیو۔" اس کے بعد کے ترجموں میں اس کو بھی بدل کر اس طرح

ترجمہ کیا۔ ”ہاں وہ سراپا عشق انگیز ہے اے یروٹلم کی بیٹیو۔“ - نقطہ -

کوہ فاراں پر آنے والا قدوس:

بشارت ہفتم: حقوق نبی کی کتاب کے باب سوم کی آیت سوم میں ہے۔ ”اور وہ جو قدوس ہے کوہ فاران سے آیا، اس کی شوکت سے آسمان چھپ گیا اور زمین اس کی حمد سے معمور ہوئی۔“ - اھ - اور یہ یسوعی دوم میں انجیل ہی کی آیتوں سے ثابت ہو چکا ہے کہ فاران مکہ کے پہاڑوں کا نام ہے۔ اب اس شان کا کوئی ایسا پیغمبر جس کے حمد اور رہنمائی سے تمام زمین معمور ہو جائے، بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی بنا سکتا ہے کہ مکہ سے ظاہر ہوا۔ ہرگز نہیں۔ لاحالہ یقیناً ہر صاحب فہم و انصاف پر ظاہر ہو گیا کہ صاحب رسالہ ”پیغمبر عالم“ نے ان آیتوں کو جس طرح لکھا ہے، پچھلی انجیلوں میں اسی طرح صحیح تھا جو پچھلی اصلاحوں کے بعد اس صورت میں رہ گئیں اور عجب نہیں آئندہ یہ لفظ بھی اڑا دیا جائے۔ صاحب رسالہ ”پیغمبر عالم“ کتاب حقوق نبی سے دسویں بشارت میں تحریر فرماتے ہیں: ”اللہ تعالیٰ جبال مکہ سے احمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ظاہر کرے گا جس کی تعریف سے زمین بھری ہوگی اور زمین و گردوں کا مالک ہوگا۔“ - اور انجیل برنباں جو زبان عبرانی میں پرانی کتب خانہ نصاریٰ واقعہ اٹلی سے برآمد ہوئی تھی اور کسی پادری نے اس کا ترجمہ انگریزی میں کر کے یہ لکھ دیا تھا کہ یہ جلد اور کانفہ عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کا نہیں معلوم ہوتا، غالباً کسی مسلمان یا یہودی نے موقع پا کر اس کو لکھ کر اس کتب خانہ میں رکھ دیا ہے۔ اور پھر ایک فاضل ترکی نے اس کا ترجمہ عربی میں کر کے بہت سی معتبر تاریخوں سے یہ ثابت کر دکھایا تھا کہ یہ جلد اور اس کے کانفہ بلاشبہ عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے کانفہوں سے اور اس کی جلد عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کی جلدوں سے بلاشبہ ملتی ہوئی ہے، جس سے یقیناً معلوم ہوتا ہے کہ اصلی انجیل غیر مخرف یہی ہے اور پھر اس کا ترجمہ اردو میں حمید یہ شمیم پریس لاہور میں جو چھپا ہے، اس میں تو بہت سی پیشین گوئیاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت مفصل اور مصرح موجود ہیں، جن میں سے بطریق نمونہ کچھ لکھا جاتا ہے۔

صفحہ ۶۰، فصل ۳۹ - انجیل مذکورہ میں ہے:

حضرت آدم علیہ السلام کی پہلی نظر:

دیکھی، جس کی عبارت یہ تھی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تب آدم نے اپنا منہ کھولا اور کہا میں تیرا شکر کرتا ہوں اے میرے پروردگار اللہ کیونکہ تو نے میری بیوی کو پیدا کیا لیکن میں تیری منت کرتا ہوں کہ تو مجھے خبر دے کہ ان کلمات کے سننے کیا ہیں یعنی محمد رسول اللہ کے۔ تب اللہ نے جواب دیا، 'مرحبا ہے تجھ کو اے میرے بندے آدم اور میں تجھ سے کہتا ہوں کہ تو پہلا انسان ہے جس کو میں نے پیدا کیا اور یہ شخص' جس کو تو نے دیکھا ہے، 'تیرا ہی بیٹا ہے جو اس وقت کے بہت سے سال کے بعد دنیا میں آئے گا اور وہ میرا ایسا رسول ہوگا کہ اس کے لیے میں نے سب چیزوں کو پیدا کیا ہے۔ وہ رسول جب آئے گا دنیا کو ایک روشنی بخشنے گا۔ یہ وہ نبی ہے کہ اس کی روح ایک آسمانی روشنی میں ساٹھ ہزار سال قبل اس کے رکھی گئی تھی کہ میں کسی چیز کو پیدا کروں۔ پس آدم نے بہ منت یہ کہا کہ اے پروردگار یہ تحریر مجھے میرے ہاتھ کی انگلیوں کے ناخنوں پر عطا فرما۔ تب اللہ نے پہلے انسان کو یہ تحریر اس کے دونوں انگوٹھوں پر عطا کی۔ داپنے ہاتھ کے ناخن کے انگوٹھے پر لا الہ الا اللہ اور بائیں انگوٹھے کے ناخن پر محمد رسول اللہ۔ تب پہلے انسان نے ان کلمات کو پوری محبت کے ساتھ بوسہ دیا اور اپنی دونوں آنکھوں سے ملا اور کہا مبارک ہے وہ دن جس میں تو دنیا کی طرف آئے گا۔"

صفحہ ۵۵، فصل ۳۶ میں عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں:

"تحقیق تمام انبیاء و بجز اس رسول اللہ کے آپکے ہیں جو کہ جلد ترمیرے بعد آئے گا کیونکہ اللہ اسی امر کا ارادہ رکھتا ہے کہ میں اس کے راستہ کو صاف کروں۔ بے فکری کے ساتھ بدوں ذرا سے بھی خوف کے۔"

صفحہ ۶۳، فصل ۴۱۔

جنت الفردوس کی پیشانی پر کلمہ طیبہ:

"پس جبکہ آدم نے مڑ کر نگاہ کی، اس نے فردوس کے دروازہ کی پیشانی پر لکھا دیکھ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ تب اس وقت وہ رویا اور کہا اے بیٹے، کاش! اللہ یہ ارادہ کرے کہ تو جلد آئے اور ہم کو اس کم بختی اور مصیبت سے چھڑائے۔"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام، نبی کریم کا تعارف کراتے ہیں:

جب کاہنوں نے یسوع سے پوچھا تو کون ہے۔ تب یسوع نے اعتراف کیا اور کہا جی یہ ہے کہ میں مسیح نہیں ہوں۔ پس ان لوگوں نے کہا آیا تو ایلیا ہے یا ارمیا ہے یا قدیم نبیوں میں سے کوئی نبی ہے۔ یسوع نے جواب دیا ہرگز نہیں۔ تو انہوں نے کہا تو کون ہے ہم سے بتانا کہ ہم ان لوگوں کے پاس جا کر بیان کر دیں جنہوں نے ہم کو بھیجا ہے۔ تب یسوع نے کہا میں ایک آواز شور مچانے والی ہوں۔ تمام یہودیہ میں جو کہ چیختی ہے کہ پروردگار کے رسول کا راستہ درست کرو۔ جیسا کہ اشعیا میں لکھا ہوا ہے۔ انہوں نے کہا جبکہ تو نہ مسیح ہے نہ ایلیا نہ کوئی اور نبی، پھر کیوں نئی تعلیم کی بشارت دیتا ہے اور اپنے آپ کو مسیح سے بہت بڑھ کر شاندار بتاتا ہے۔ رسول نے جواب دیا تحقیق خدا کی نشانیاں جو اللہ میرے ہاتھ سے نمایاں کرتا ہے وہ ظاہر کرتی ہیں کہ میں وہی کہتا ہوں جو خدا کا ارادہ ہوتا ہے اور میں اپنے آپ کو اس کا مانند نہیں شمار کرتا جس کی نسبت تم کہہ رہے ہو کیونکہ میں اس کے لائق بھی نہیں ہوں کہ اس رسول کی جوتی کے بند یا عظیم کے تھے کھولوں جس کو تم مسیح کہتے ہو۔ وہ جو کہ میرے پہلے پیدا کیا گیا اور اب میرے بعد آئے گا اور بہت جلد کلام حق کے ساتھ آئے گا اور اس کے دین کی کوئی انتہا نہ ہوگی۔“ فقط۔

بیان اس شہادت کا جس کو نصاریٰ عیسیٰ کی نسبت سمجھتے ہیں اسی ہیئتگی کے قریب قریب انجیل مرقس اور انجیل یوحنا میں جو بشارتیں آنے والی نبی کے متعلق منقول ہیں، وہ بھی بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی پر صادق نہیں آسکتیں، اس واسطے کہ بعد یوحنا علیہ السلام کے، بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی ایسا نبی نہیں آیا جو یوحنا علیہ السلام سے زیادہ زور آور سمجھا جائے اور اس کی ہدایت اس قدر عالمگیر ہو کہ جس کی نسبت یوحنا علیہ السلام یہ ارشاد فرمائیں کہ میں اس کے جوتے کے تھے کھولنے کے لائق بھی نہیں ہوں۔ دیکھو انجیل مرقس، ساتواں باب، چھٹی، ساتویں، آٹھویں آیت تک۔

”اور (یوحنا) یہ منادی کرتا تھا کہ میرے بعد وہ شخص آنے والا ہے جو مجھ سے زور آور ہے۔

میں اس لائق نہیں کہ جبکہ کر اس کی جوتیوں کا تسمہ کھولوں۔ میں نے تو تمہیں پانی سے ہتسمہ دیا

مگر وہ تمہیں روح القدس سے ہتسمہ دے گا۔“

اس واسطے کہ اول تو یسوع یعنی عیسیٰ علیہ السلام نے خود یوحنا سے ہتسمہ لیا۔ دوم یسوع علیہ السلام

یوحنا ہی کے زمانہ میں موجود تھے اور یوحنا کی بشارت اس نبی کے متعلق ہے جو بعد یوحنا کے آئیں۔ چنانچہ اسی انجیل مرقس میں بعد بشارت مذکور یہ ہے (اور ان دنوں ایسا ہوا کہ یسوع نے گلیل کے نامرہ سے آکر یرون میں یوحنا سے ہتھم لیا الخ) علاوہ بریں بموجب خبر انجیل موجودہ یسوع عیسائیوں کے نزدیک پیغمبر ہو بھی نہیں سکتے، اس واسطے کہ یسوع ان کے نزدیک سولی دیے گئے اور قتل کیے گئے تھے اور انجیل ہی میں ہے کہ جو جھوٹا نبی ہو گا وہ قتل کیا جائے گا۔ البتہ عیسیٰ علیہ السلام اہل اسلام کے نزدیک سچے نبی ہیں کہ ان کے نزدیک وہ نہ سولی دیے گئے اور نہ قتل کیے گئے۔ چنانچہ قرآن شریف میں ہے وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم یعنی یسوع نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا، نہ ان کو سولی دی بلکہ اشتباہ میں ڈال دیے گئے۔ اور جو کچھ ہتھتیں یسوع و نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام پر رکھی تھیں، ان سے قرآن شریف ہی نے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسیٰ علیہ السلام کی برات بموجب دستگونی عیسیٰ علیہ السلام بیان کی۔ دیکھو انجیل یوحنا کے چند رہویں باب میں ہے:

”جب وہ مددگار آئے گا، جس کو میں باپ کی طرف سے تمہارے پاس بھیجوں گا یعنی نبی کا روح جو باپ کی طرف سے نکلتا ہے، وہ میری گواہی دے گا اور تم بھی گواہ ہو کیونکہ شروع سے میرے ساتھ ہو۔ میں نے یہ باتیں تم سے اس لیے کہیں کہ تم ٹھوکر نہ کھاؤ۔ لوگ تم کو عبادت خانوں سے خارج کر دیں گے بلکہ وہ وقت آتا ہے کہ جو کوئی تم کو قتل کرے گا، وہ گمان کرے گا کہ میں خدا کی خدمت کرتا ہوں۔ اور وہ اس لیے کریں گے کہ انہوں نے نہ باپ کو جاننا مجھے۔ لیکن میں نے یہ باتیں تم سے اس لیے کہیں کہ جب ان کا وقت آئے تو تم کو یاد آ جائے کہ میں نے تم سے کہہ دیا تھا۔“ الخ۔

جھوٹے مدعیان نبوت کا حشر:

چنانچہ بعد عیسیٰ علیہ السلام اور بعد یوحنا علیہ السلام کے، جز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے، کوئی ایسا پیغمبر نہیں آیا اور مثل میلہ کذاب اور اسود عسی کے، جس نے بعد عیسیٰ علیہ السلام کے دعویٰ نبوت کا کیا، وہ قتل کیا گیا اور بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جنہوں نے دعویٰ نبوت کیا، وہ چند روز میں بے نام و نشان ہو گئے۔ چنانچہ تاریخ ابن خلدون میں ہے کہ ایک بادشاہ نے دعویٰ نبوت کیا۔ کتاب الہی نام رکھ کر کتاب بنائی اور اس کی سات پشت تک برابر یہ دعویٰ جاری رہا مگر آخر بے نام و نشان ہو گئے۔ اسی طرح ہمارے زمانہ میں، جنہوں نے دعویٰ نبوت کا کیا، ان کے تابعین میں بھی بے نام و نشان ہو گئے۔

انکار تو پچیل ہی چکا اور وہ آثار نمایاں ہیں کہ جن سے یقین ہے کہ چند روز میں ان شاء اللہ بے نام و نشان ہوئے جاتے ہیں مگر بموجب بشارت عیسیٰ علیہ السلام کے، آنحضرت نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بچے نبی ہونے کی گواہی بھی دی اور جن نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی باتوں کو یاد رکھا، وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان بھی لائے اور عیسیٰ علیہ السلام پر جو تہمتیں رکھی تھیں، ان سے تائب بھی ہوئے اور جو ان باتوں کو بھول گئے تھے یا وہ باتیں سنی ہی نہیں، انہوں نے ان باتوں کے یاد رکھنے والوں کو عبادت خانوں سے بھی نکالا مگر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیباہی مدگار دین سمجھتے رہے اور زور آور جیسا یوحنا اور یسوع ملیسا السلام نے فرمایا تھا اور مخالفین ان کے قتل کو عبادت سمجھتے رہے اور آج تک سمجھ رہے ہیں۔

شاہ حبشہ کے پاس مسلمانوں کا قیام:

”تفسیر خازن“ اور ”معالم“ اور ”در مشور“ وغیرہ معتبر تفسیروں میں ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب مشرکین مکہ بوجہ سکھانے توحید کے سبق اور منع کرنے کے بت پرستی سے مسلمانوں کے جانی دشمن بن گئے بموجب خبر انجیل مرقس دیو حنا نماز سے منع کرنے لگے، مسلمانوں کو عبادت خانوں سے نکالنے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے بت سے مسلمان ہجرت کر کے احمد نامی نجاشی لقب بادشاہ حبشہ کی سلطنت میں، جو نصرانی تھا اور اس کی رعیت بھی نصرانی تھی، چلے گئے اور جب مشرکین مکہ سے بعض مشرک کچھ تحفے لے کر نجاشی کے پاس اس غرض سے گئے کہ مسلمانوں کو کچھ جھوٹ بچ بادشاہ سے کہہ کر اور تحفے پیش کر کے سلطنت نجاشی بادشاہ سے نکلا دیں۔ نجاشی نے ان مشرکوں کی اس درخواست پر تمام ماجرا مسلمانوں کو، جن میں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بھائی بھی تھے، بلا کر پوچھا کہ تم اور تمہارے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں کیا کہتے ہو۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ہم ان کو اللہ کا سچا رسول اور کلمۃ اللہ اور روح اللہ جانتے ہیں، جن کو اللہ نے بغیر باپ کے حضرت مریم ملیسا السلام پارسا سے اپنی قدرت کاملہ سے پیدا کیا تھا، جیسے آدم علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کیا تھا۔

یہ سن کر نجاشی نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام نے جو کچھ فرمایا تھا، اس میں اور تمہارے نبی کے فرمان میں ذرا سا بھی فرق نہیں۔ یہ سن کر مشرکین مکہ جو اس بانٹ ہو گئے۔ اس کے بعد نجاشی نے کہا، جو تمہارے رسول پر کلام اللہ نازل ہوتا ہے، اس سے کچھ تم کو یاد ہے۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ہاں۔ اور

سورہ مریم پڑھنا شروع کی۔ تمام رہبان اور قیس اور جتنے نصاریٰ دربار نجاشی میں حاضر تھے، سورہ مریم سن کر بہ مقتضائے کچی محبت عیسیٰ علیہ السلام کے اور یاد رکھنے عیسیٰ علیہ السلام کی باتوں کے بموجب بیان مذکورہ انجیل یوحنا بے اختیار رونے لگے۔ پھر تمام مہاجروں کو بادشاہ نے فرمایا کہ تم بے خوف امن سے میری سلطنت میں رہو اور وفد مشرکین مکہ کاخاب و خاسرواپس مکہ مکرمہ کو لوٹ گیا۔ اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر ردفق افروز مدینہ طیبہ ہوئے اور تمام مہاجرین حبشہ نجاشی سے رخصت ہو کر مدینہ طیبہ میں پہنچ گئے، حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے مسی ازہمی کو حضور کی خدمت میں اس عریفہ کے ساتھ بھیجا، جس کا یہ مضمون تھا۔

”یا رسول اللہ صلی اللہ علیک میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک آپ اللہ کے سچے رسول ہو تصدیق کیے گئے (پہلی کتابوں کی شہادت کے ساتھ) اور میں آپ کے چچا زاد بھائی حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت قبولیت اسلام کر چکا ہوں اور آپ سے پھر اب بیعت کرتا ہوں اور اللہ رب العالمین کے واسطے مسلمان ہوتا ہوں اور اللہ رسول کی طاعت میں گردن جھکاتا ہوں اور اپنے بیٹے ازہمی کو خدمت اقدس میں بھیجتا ہوں۔ اور اگر ارشاد ہو میں بھی خود حاضر ہوں۔“ الخ۔

اسلام لانے والے نصاریٰ علماء:

چنانچہ اس جماعت کے متعلق، جس نے عیسیٰ علیہ السلام اور یوحنا کی بشارت کو یاد رکھا اور عیسیٰ علیہ السلام اور اللہ کو یقیناً جان لیا تھا اور جس جماعت نے عیسیٰ علیہ السلام اور یوحنا کی باتوں کو بھلا دیا اور جنہوں نے نہ عیسیٰ علیہ السلام کو جاننا خدا کو۔ اللہ جل شانہ، سورہ مائدہ میں فرماتا ہے:

وَلْتَجِدْنَ أَقْرَبَهُمْ مَوَدَّةَ لِلَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصَارَىٰ
ذَلِكَ بَأْسَ مِنْهُمْ وَقَدْ جَاءَهُمْ الْبَيِّنَاتُ وَأَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ۚ وَإِذَا
سَمِعُوا مَّا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَىٰ أَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا
عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ يَقُولُونَ رَبَّنَا إِنَّا أَكُنَّا مِنَ الشَّاهِدِينَ ۝ وَمَا
لَنَا لَا نُوْمِنُ بِاللَّهِ وَمَا جَاءَنَا مِنَ الْحَقِّ وَنَطْمَعُ أَنْ يُدْخِلَنَا رَبَّنَا
مَعَ الْقَوْمِ الصَّالِحِينَ ۝ فَاتَّابَهُمُ اللَّهُ بِمَا قَالُوا اجْنَبِ اجْنَابَ تَجْرَىٰ

من تحتها الانهار خلدین فیہا وذلك جزاء المحسنين ○
والذین کفروا و کذبوا بایاتنا و لنبکد اصحاب الجحیم ○

”اور البتہ پاؤ گے اے ہمارے حبیب مومنوں سے محبت رکھنے میں زیادہ قریب ان لوگوں کو جو اپنے آپ کو نصاریٰ کہتے ہیں۔ یہ اس واسطے کہ ان میں قمیسن (علماء) اور رہبان (درویش) موجود ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے۔ اور جب وہ سنتے ہیں اس کلام کو جو تجھ پر اے ہمارے رسول نازل کیا گیا ہے، ان کی آنکھوں سے تم دیکھتے ہو کہ آنسو ٹپکتے ہیں بوجہ جان لینے امر حق کے وہ کہتے ہیں کہ اے رب ہمارے ایمان لائے ہم پس لکھ تو ہم کو حق کی گواہی دینے والوں میں اور کیوں نہ ہم ایمان لائیں اللہ پر اور اس امر حق پر جو ہمارے پاس آیا حالانکہ ہم طمع رکھتے ہیں جنت میں داخل ہونے کی اللہ سے نیکیوں کے ساتھ، پس بدلے میں اس کے دے چکا اللہ ان کو ایسے جنت کے باغ جن کے نیچے سے نہریں جاری ہیں۔ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور یہی بدلہ ہے نیکی کاروں کا اور جنہوں نے نصاریٰ میں سے ناشکری کی (اور عیسیٰ علیہ السلام اور یوحنا کی باتوں کو بھول گئے۔ نہ عیسیٰ علیہ السلام کو جانتا نہ اللہ کو) اور جھٹایا ہماری نشانیوں کو، یہی ہیں جنہی۔“ - نقطہ -

یہ چند پیشین گوئیاں مع بیان مطابقت وہ تھیں جو بخوف طوالت بطریق نمونہ بیان کی گئیں ورنہ علامہ یوسف زہبی علیہ الرحمۃ نے تو اس قسم کی موجودہ محرفہ تورات اور انجیل اور زبور سے بھی باوصف تحریفات چند در چند جو ایسے پیشین گوئیاں اور بشارتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت مع مطابقت نقل فرمائی ہیں اور ان پیشین گوئیوں کا وقت اشراف آوری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قبل آپ کے یسود و نصاریٰ میں اس درجہ چرچا تھا کہ بہت سے علماء یسود و نصاریٰ مثل عبد اللہ بن سلام اور حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہما اپنے وطن ترک کر کے حضور کے انتظار میں، برسوں پہلے آپ کے ظہور سے، آپ کے انتظار میں مدینہ طیبہ میں آ بیٹھے تھے بلکہ مدینہ طیبہ کی بنیاد ہی چار سو علماء سے آپ کے انتظار میں رکھی گئی تھی۔

حضرت تبع یسود و نصاریٰ علماء و مشائخ کے ساتھ دامن اسلام میں:

اب ہم ان علماء اور حکماء اور رہبان یسود و نصاریٰ کا ذکر کریں گے جو بموجب پیشین گوئیوں مذکورہ کے، جو ان سے زیادہ مصرح قبل تحریف کے توریت و انجیل اور زبور میں تھیں، آپ پر ایمان لائے تھے۔

کتاب: ”المستند فی کاف مستند“ - ”حاشیہ علی المستند“ - ”الذین کفروا و کذبوا بایاتنا و لنبکد اصحاب الجحیم“

"تاریخ ابن عساکر" میں ہے: جس کی تمام روایتوں کو صاحب کشف اللغون معتبر لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ہزار برس پیشتر جب تیج اول حمیری مرحوم بادشاہ ہفت اقلیم نے اپنی سلطنت کا دورہ شروع کیا، بارہ ہزار حکیم اور عالم اور ایک لاکھ تیس ہزار سوار اور ایک لاکھ تیرہ ہزار پیادہ اپنے ہمراہ لیے اور اس شان سے روانہ ہوئے کہ جہاں بھی قیام فرماتے تھے، اس قدر شوکت شای دیکھ کر مخلوق خدا چاروں طرف سے نظارہ کو جمع ہو جاتی تھی اور بادشاہ کی تعظیم و تکریم بجالاتی مگر سرزمین مکہ مکرمہ میں جب بادشاہ نے قیام فرمایا، اہل مکہ سے کوئی دیکھنے کو بھی نہ آیا۔ جب بادشاہ نے اس کا سبب وزیر اعظم سے دریافت کیا تو یہ جواب ملا کہ مکہ مکرمہ میں ایک گھر ہے، جس کو بیت اللہ کہتے ہیں۔ اس کی اور اس کے خادموں کی، جو یہاں کے باشندے ہیں، تمام لوگ بے حد تعظیم کرتے ہیں اور جتنا تمسار الشکر ہے، اس سے کہیں زیادہ دور اور نزدیک کے لوگ اس گھر کی زیارت کو آتے ہیں اور اس کی تعظیم بجالاتے ہیں اور ہر طرح سے یہاں کے خادموں کی خدمت کر کے جاتے ہیں۔ پھر آپ کا لشکر ان کے خیال میں کیا آئے اور جو خود تعظیم کیے جانے کے عادی ہیں، ان کو کسی کی تعظیم کرنا کیونکر پسند آئے۔ یہ سن کر بادشاہ کو بہت غصہ آیا اور قسم کھائی کہ جب تک بیت اللہ کی بنیاد تک نہ کھدوا دوں اور یہاں کے مردوں کو قتل کروا کے عورتوں کو قید نہ کر لوں، یہاں سے کوچ نہ کروں گا۔

یہ کہنا تھا کہ آنکھ اور ناک اور کانوں سے ایسا متعفن مادہ اور پیپ بننے لگا کہ کسی کو اس کے تعفن سے بادشاہ کے پاس بیٹھنے کی بھی طاقت نہ رہی اور جتنا علاج کیا گیا، بیماری بڑھتی گئی۔ شام کے وقت ایک عالم ربانی بادشاہ کے ہمراہی عالموں سے تشریف لائے اور بعد دیکھنے نبض کے فرمایا، کہ نبض سے کوئی مرض نہیں معلوم ہوتا، بالکل تندرستوں کی سی نبض ہے، لامحالہ یہ کسی گناہ کی خداند عالم کی طرف سے سزا ہے۔ کہیں تم نے بیت اللہ اور اس کے پڑوسیوں کے ساتھ تو کوئی برا ارادہ نہیں کیا ہے۔ بادشاہ نے اپنے برے ارادہ کا اقرار کیا اور اپنی قسم کا ماجرہ کیا۔ فوراً ہی اس عالم ربانی نے فرمایا کہ اس کا علاج اس ارادہ سے توبہ ہے اور کچھ جناب باری کی حضور میں نذر ماننا۔ بادشاہ نے اسی وقت خداند کریم کی طرف متوجہ ہو کر عرض کیا کہ اے اس گھر کے مالک، اگر مجھ کو اسی رات میں صحت ہوگئی، میں بیت اللہ پر دوہرے ریشمیں غلاف چڑھاؤں گا اور سات سات اشرفی اور سات سات جوڑے ریشمیں اہل مکہ کی نذر کروں گا۔ بعد نذر ماننے اور توبہ کرنے بادشاہ کے، یہ عالم ربانی بادشاہ سے رخصت ہو کر ابھی خیمہ شای کے دروازہ تک پہنچے تھے کہ

کافور ہو گیا اور پیاری کاکوئی اثر باقی نہ رہا۔ اسی وقت حکم دیا اور اسی وقت شبشب دوہرے ریشمیں غلاف تیار کیے گئے اور صبح ہوتے ہی کعبہ شریف پر چڑھا دیے اور تمام اہل مکہ مرد و زن بچے بوڑھوں کو سات سات اشرفی اور سات سات جوڑے ریشمیں نذر کیے اور پھر مکہ مکرمہ سے چل کر جب اس زمین مقدس پر پہنچے جہاں اب مدینہ طیبہ آباد ہے اور بوجہ ایک پانی کے چشمہ کے شاہی لشکر نے وہاں قیام کیا۔ چار سو عالموں نے مع اس عالم ربانی کے، جن کی تدبیر سے بادشاہ کو آرام ہوا تھا، وہاں کی مٹی پکھی، کنکریوں کو سونگھا اور ہجرت گاہ نبی آخر زمان کی جو علامتیں کتب سابقہ میں پڑھی تھیں، اس کے مطابق اس زمین پاک کو پاکر باہم یہ عہد کر لیا کہ ہم یہاں ہی مرجائیں گے مگر اس زمین پاک کو چھوڑ کر کہیں نہ جائیں گے۔ اگر ہماری قسمت نے یاوری کی، کبھی نہ کبھی جب نبی آخر زمان صلی اللہ علیہ وسلم یہاں تشریف لائیں گے اور بموجب حدیثگوئی توریت اور انجیل اور زبور وغیرہ ضرور ہجرت فرما کر اس زمین پاک پر تشریف لائیں گے جب تو ضرور مدعا عدلی حاصل ہوگا اور آپ کی زیارت کا لطف اٹھائیں گے۔ آپ کے ہاتھ پر بیعت کر کے مراتب اخروی حاصل کریں گے ورنہ ہماری قبروں پر تو ضرور کبھی نہ کبھی ان کی جوتیوں کی خاک اڑ کر تو پڑ ہی جائے گی جو ہماری نجات کو کافی ہے۔

بادشاہ تیج مدینہ طیبہ میں:

یہ بات سن کر تیج اول حیرتی بادشاہ نے ان عالموں کے واسطے چار سو مکان بنوا دیے اور اس عالم ربانی کے مکان کے پاس ایک مکان بہ نیت سکونت جناب رسالت مآب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور چار چار سال کے واسطے سب کے لیے کھائے پینے کا سامان میا کر دیا اور ایک عرضی لکھ کر اسی عالم ربانی کے سپرد کی، جن کی تدبیر سے مکہ مکرمہ میں اس مرض ناگہانی سے نجات پائی تھی اور اول کعبہ شریف پر دوہرے غلاف ریشمیں چڑھائے تھے اور وہ ایسے مقبول ہوئے کہ جیسے اب تک کعبہ شریف پر ہر سال نئے غلاف پڑتے ہی رہتے ہیں۔

تیج بادشاہ کی حضور کی بارگاہ میں درخواست:

مضمون اس عرضی کا یہ تھا کہ ترین مخلوقات تیج اول حیرتی کی طرف سے بخد مت شفیع المذنبین خاتم النبیین حبیب رب العالمین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ اجمعین بعد السلام علیک یہ

ملفوظ کر کے مہر لگا کر اسی عالم ربانی کے سپرد کیا اور یہ وصیت کی کہ فلا "بعد نسل برابر یہ وصیت جاری رہے کہ یہ عرضی جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم محمد رسول اللہ تک جب بھی آپ کا ظہور ہو، آپ تک پہنچ جائے۔ چنانچہ بعد ایک ہزار سال کے اس عالم ربانی کی اولاد سے حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ جب موجود تھے، حضرت ابویوب رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی خبر سن کر حضرت ابولیلیٰ کے ہاتھ وہ عرضی مکہ مکرمہ خدمت اقدس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں روانہ کی اور درخواست مدینہ طیبہ میں بلانے کی پیش کی۔

جب حضرت ابولیلیٰ مکہ مکرمہ خدمت اقدس میں پہنچے، دیکھتے ہی آپ نے فرمایا کیا تم ابولیلیٰ ہو اور تمہارے پاس تیج اول کی عرضی میرے نام ہے۔ ابولیلیٰ کہتے ہیں کہ میں یہ سن کر حیران رہ گیا اور چونکہ میں حضور کو ابھی نہیں پہچانتا تھا، میں نے عرض کیا کہ آپ کی صورت جادو گروں اور کاہنوں کی تو نہیں معلوم ہوتی، پھر بغیر جان پہچان کے آپ نے مجھ کو کیسے پہچان لیا اور عرضی کا حال کیسے بتادیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں ہوں شفیع المذنبین، میں ہوں خاتم النبیین، میں ہوں محمد رسول اللہ۔ لاؤ وہ عرضی تیج کی کہاں ہے۔ جب میں نے وہ عرضی پیش کی، آپ نے اس کو پڑھ کر تین بار فرمایا: مرحبا بالتیج، مرحبا بالان الصالح۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب حسب درخواست اہل مدینہ بموجب فرمان جناب باری عز اسمہ، ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لے گئے، حضرت تیج علیہ الرحمۃ کے بنوائے ہوئے مکان میں، جو حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ کے قبضہ میں تھا، رونق افروز ہوئے اور بالمام اٹھی آپ کی اونٹنی بن بٹھائے اسی مکان کے آگے چلتے چلتے جا بیٹھی۔

تیج کے علماء کرام کی اولاد:

"سیرۃ نبویہ" میں ہے، حضرت ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ اس اور خزرج تمام انصاری انہی چار سو عالموں کی اولاد سے تھے، جن سے اول مدینہ طیبہ آباد ہوا تھا۔ اسی طرح اور بہت سے علماء اور احبار یہود ہیں جو بعد زمانہ ہجرت اور قبل زمانہ ہجرت وہ تمام علامتیں جو توریت اور زبور میں نبی آخر الزمان کی نسبت تھے، آپ میں پاکر شرف اسلام سے مشرف ہوئے، جن میں سے بڑے بڑے علماء اور احبار یہود کے، جو بموجب بشارت پہلے پیغمبروں کی، شرف اسلام سے مشرف ہوئے تھے، ان کے نام یہ ہیں اور ان کے اسلام کے مفصل واقعات کتاب "حبیب اللہ علی العالمین" علامہ ہنسانی علیہ الرحمہ وغیرہ اور بہت سی کتب سیر میں منقول

کی اولاد سے تھے اور زمانہ یہودیت میں ان کا نام نامی حصین تھا۔ دوم حضرت میمون بن بیا میں رضی اللہ عنہ جو تمام یہود کے سردار تھے مگر بعد اسلام یہود جس طرح حضرت عبد اللہ بن سلام کے دشمن ہو گئے تھے ان کے بھی دشمن ہو گئے۔ تیسرے حضرت خبیر بن رضی اللہ عنہ جو علماء یہود سے بہت متمول تھے اور توریت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات پڑھ کر آپ کو نبی برحق جانتے تھے لیکن اپنے دین کی محبت سے انہماک اسلام نہیں کرتے تھے مگر احد کے دن ایک لخت پکار اٹھے کہ اے یہودیو! آپ ﷺ کی مدد تم پر واجب ہے اور اپنے ہتھیار لے کر مقام احد میں آپ کی خدمت میں جا پہنچے اور یہود کو وصیت کر گئے کہ اگر اس جنگ میں میں مارا جاؤں تو میرا کل مال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دینا۔ آخر جب شہید ہو گئے ان کے مال پر آپ نے قبضہ کر لیا اور فرمایا خبیر بن یہود سے بہت اچھا آدمی تھا۔ ایسے ہی دو عالم مدینہ طیبہ میں اپنے وطن مالوف ملک شام سے آئے تھے مدینہ طیبہ کو دیکھ کر کہنے لگے 'یہ تو بے بینہ ایسا شہر ہے جو بموجب علامتوں کتب سابقہ کے' ہجرت گاہ نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہو گا۔ لوگوں نے کہا 'نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ مکہ سے ہجرت فرما کر عرصہ سے یہاں رونق افروز ہیں۔ یہ سن کر دونوں خدمت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اگر آپ یہ بتلا دیں کہ بڑی سے بڑی شہادت کتاب اللہ میں کیا ہے تو ہم ابھی آپ پر ایمان لاتے ہیں۔ اسی وقت آپ پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

شهد الله انه لا اله الا هو والملائكة واولو العلم قائما
بالقسط لا اله الا هو العزيز الحكيم ۝ ان الدين عند الله
الاسلام۔

”گو اسی دہی اللہ نے کہ بلا شک نہیں کوئی معبود مگر وہ اللہ اور گو اسی دہی فرشتوں نے اور علم والوں نے جو انصاف پر قیام کرنے والے ہیں، نہیں کوئی معبود مگر وہ غالب حکمت والا۔ بیشک دین نزدیک اللہ کے اسلام ہے۔“

اور ”سیرۃ نبوی“ میں ہے کہ یہ دونوں عالم زبردست جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بالکل خبر نہ تھی، اتفاقاً آئے تھے اور آپ نے یہ آیتیں جب ان کو پڑھ کر سنا لیں، فوراً وہ دونوں شرف اسلام سے مشرف ہو گئے۔

ایک ضروری کام کو بھیجا اور تقاضا کر دیا کہ اس کام کو جلدی انجام دے کرواپس آؤ۔ میں جا رہا تھا کہ راستے میں نصاریٰ کی عبادت کی آواز 'جو اپنے گرجے میں کر رہے تھے' میرے کانوں تک پہنچی۔ میں نے اس آواز پر گرجے میں جا کر دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ ان کا طریق نماز آتش پرستی کی نسبت مجھ کو ایسا پسند آیا کہ شام تک میں وہیں بیٹھا رہا اور باپ میری تلاش میں پریشان تھے۔ جب میں شام کو گھر آیا اور وہ کام بھی نہ کیا، جس کے واسطے مجھ کو بھیجا تھا تو وہ غصے ہوئے اور کہا کہ اس وقت تک تم کہاں تھے۔ کیا میں نے تم کو سخت تاکید نہ کر دی تھی۔ میں نے کہا 'ابا جان رستے میں نصاریٰ اپنے گرجے میں نماز پڑھ رہے تھے اور دعا مانگ رہے تھے۔ ان کا طریقہ مجھ کو ایسا پسند آیا کہ اپنے دین کی وقعت میرے دل سے نکل گئی۔ باپ نے جھڑک کر کہا کہ نہیں ہمارے دین سے ان کا دین اچھا نہیں ہے۔ میں نے کہا، قسم ہے خدا کی وہ دین ایسا اچھا ہے کہ وہ فقط اللہ کو پوجتے ہیں اور اسی سے دعا مانگتے ہیں اور ہم اپنے ہاتھوں سے جلائی ہوئی آگ کو پوجتے ہیں جس کو زمانہ سنبھالیں تو بجھ جائے۔ یہ سن کر باپ نے میرے پاؤں میں بیڑی ڈال دی اور مجھ کو قید کر کے اپنے پاس ہر وقت رکھنا شروع کیا۔

میں نے پوشیدہ کسی آدمی کے ذریعہ سے نصاریٰ سے دریافت کرایا کہ تمہارے دین کی اصل کہاں سے ہے۔ انہوں نے کہا 'شام میں۔ میں نے کسلا بھیجا' جب شام کا قافلہ آئے مجھ کو فوراً خبر دینا۔ چنانچہ جب قافلہ آیا اور واپس جانے لگا 'انہوں نے مجھ کو اطلاع دی۔ میں بیڑی توڑ کر اس قافلے میں جا پہنچا اور ان کے ساتھ ملک شام کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب میں شام میں پہنچا، میں نے پوچھا کہ نصاریٰ کے بڑے عالموں اور درویشوں میں یہاں کون ہیں۔ جب مجھ کو پتہ ملا، میں نے اس عابد و عالم کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست کی کہ میں آپ کے ساتھ رہ کر اللہ کی عبادت کرنا اور اس کی نزدیکی کا طریقہ سیکھنا چاہتا ہوں۔ اس سے اجازت حاصل کر کے میں نے اس کے پاس رہنا شروع کیا اور اس کے طریقہ پر عبادت کرنا۔ مگر وہ آدمی بہت برا تھا۔ لوگوں کو صدقے کی ترغیب دے دے کر روپیہ جمع کرنا تھا اور مسکینوں کو کچھ نہ دیتا۔ تھوڑے دنوں میں جب وہ مر گیا اور لوگ اس کی تجنیز و تکفین کو آئے، میں نے کہا کہ یہ آدمی شریعت عیسوی کے موافق اس قابل ہے کہ اس کو گھسیٹ کر کہیں پھینک دیا جائے۔ اس واسطے کہ شریعت عیسوی علیہ السلام میں عالم اور درویشوں کو شام کے لیے کھانا بھی رکھنا درست نہیں اور اس نے کئی منکے روپے اور اشرافیوں سے بھر رکھے ہیں۔ جب انہوں نے میرے کہنے کو صحیح پایا، اس کی لاش کو سنگسار کیا اور ذلت کے ساتھ گھسیٹ کر پھینک دیا۔

اس کے بعد میں ایک دوسرے عالم ربانی کی خدمت میں بمقام موصّل حاضر ہوا اور ان کو بت اچھا پایا۔ جب ان کا انتقال ہونے لگا، انہوں نے مجھ کو ایک دوسرے عالم باعمل راہب کے سپرد کیا۔ اسی طرح یکے بعد دیگرے کئی راہبوں سے میں نے فیض حاصل کیا۔ اخیر میں جب میں عموریہ کے عالم اور راہب کی خدمت میں حاضر ہوا، ان کو سب سے اچھا پایا۔ جب ان کا انتقال ہونے لگا تو میں نے ان سے درخواست کی کہ اب آپ کے بعد میں کس کی خدمت میں حاضر ہوں۔ انہوں نے ارشاد فرمایا کہ تمہاری تعلیم کے لائق اب مجھ کو ہمارے درمیان کوئی نظر نہیں آتا مگر اب زمانہ نبی آخر الزمان کا، جو مکہ مکرمہ میں پیدا ہوں گے اور ہجرت فرما کر ایسی زمین کی طرف تشریف لے جائیں گے، جو دو پہاڑوں کے بیچ میں کنکریلی زمین ہے، جس میں کثرت سے کھجوروں کے درخت ہیں اور ان کی نشانی یہ ہے کہ وہ ہدیہ تناول فرمائیں گے اور صدقہ نہ کھائیں گے۔ ان کے دونوں شانوں کے بیچ مہربوت ہوگی۔ اگر تم اس علاقہ میں جاسکو تو وہاں ضرور جانا۔ اس واسطے کہ ان کا زمانہ بہت قریب آگیا ہے۔ آخر ان کا انتقال ہو گیا۔

بعد تجنیہ و تکفین کے ایک قافلہ جب عرب کے یہودیوں کا عرب کو جانے لگا، میں نے ان سے کہا کہ میری بکریاں اور گائیں تم لے لو اور مجھ کو ملک عرب تک پہنچا دو۔ جب مقام وادی القرئیہ پر پہنچے، انہوں نے مجھ کو وادی القرئیہ کے ایک یہودی کے ہاتھ بیچ دیا۔ مگر وہاں کھجوروں کے درخت دیکھ کر مجھ کو بڑی خوشی حاصل ہوئی کہ شاید یہ وہی شہر ہے جس کی طرف مجھ کو اس راہب نے بھیجا تھا۔ چند ہی روز گزرے تھے کہ اس یہودی سے خرید کر ایک دوسرا یہودی مجھ کو مدینہ طیبہ میں لے گیا۔ وہاں پہنچتے ہی اس زمین کو دیکھ کر میں نے پہچان لیا کہ بیشک وہ بابرکت زمین، جو ہجرت گاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، وہ یہی ہے۔ پھر تو میں امید تشریف آوری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس غلامی کی حالت میں بہت خوشی سے گزر کر تا تھا، یہاں تک کہ جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مکہ مکرمہ سے قابض رونق افروز ہوئے۔ میں اس یہودی کی کھجوریں درخت کھجور پر چڑھ کر توڑ رہا تھا کہ اس یہودی کا چچا زاد بھائی آیا اور اس نے آکر اس یہودی سے کہا کہ اللہ قبا والوں کو ہلاک کرے، ایک شخص مکہ مکرمہ سے آئے ہیں اور نبوت کا دعویٰ فرماتے ہیں۔ قبا والے سب ان پر ایمان لے آئے اور ان کے گرد بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ سن کر تو مجھ کو اتنی خوشی ہوئی کہ قریب تھا کہ میں درخت سے گر پڑوں، مگر اپنے آپ کو سنبھال کر میں نے اس کے چچا زاد بھائی سے پوچھا کہ قبا میں کون آئے ہوئے ہیں۔ میرے مالک نے مجھے طمانچہ مارا اور کہا تھا کہ کو ایسی باتوں سے کیا عاقل۔

شام کو جب مجھے فرصت ملی، جو کجھواریں مجھے ملا کرتی تھیں، ان کو لے کر جناب رسالت ماب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قبائیں جا حاضر ہوا اور میں نے کچھ کجھواریں پیش کیں۔ آپ نے فرمایا، یہ کیسی ہیں۔ میں نے عرض کیا، صدقہ کی ہیں۔ آپ نے سب کو تقسیم فرمایا اور اس میں سے خود ایک کجھور کو بھی نہ کھایا۔ مجھ کو یقین ہوا کہ الحمد للہ ایک نشانی تو صحیح نکلے۔ دوسرے دن پھر میں اپنے حصے کی کجھواریں لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب میں نے کجھواریں نذر کیں، آپ نے فرمایا، یہ کیسی ہیں۔ میں نے عرض کیا، حضور یہ ہدیہ ہے۔ آپ نے ان میں سے خود بھی تناول فرمایا اور دوسروں کو بھی تقسیم کیا۔ میں خوش ہوا کہ الحمد للہ دو نشانیاں تو صحیح ہوئیں۔ تیسرے دن میں آپ کے پس پشت گشت لگا رہا تھا کہ کسی طرح مہربوت کی زیارت کروں۔ آپ نے میری حالت دیکھ کر قہقہہ چادر مبارک کو پشت سے علیحدہ فرمایا۔ جو نئی میری نگاہ مہربوت پر پڑی، بے اختیار زار و قطار روئے ہوئے مہربوت کو چوم لیا۔ میرے اضطراب کو دیکھ کر حضور ﷺ نے مجھے اپنے سامنے بٹھالیا اور ایک ایسے یہودی کو، جو فارسی اور عربی دونوں زبانیں جانتا تھا، بلا کر اس کے ذریعہ سے میرا سامراج رسنا شروع کیا۔

جب وہ موقع آیا کہ یہودیوں نے مجھے ایک دوسرے یہودی کے ہاتھ بچ دیا، آپ نے ارشاد فرمایا، یہ قوم بری قوم ہے۔ پھر تو یہودی نے جل کر حضور کی خدمت میں کنا شروع کیا کہ اب تو یہ آپ کو گالیاں دے رہے ہیں۔ اسی وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آکر حضور کو میرے واقعہ کی صحیح اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا، یہودی جھوٹ کیوں بولتا ہے، وہ تو یہ کہہ رہے ہیں اور تو کہتا ہے گالی دے رہے ہیں۔ یہ سن کر یہودی حیران رہ گیا اور کہا جب آپ خود فارسی جانتے ہیں تو مجھ سے کیوں ترجمہ کرایا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا، جبرئیل علیہ السلام نے مجھ کو ابھی آکر اصل واقعہ سے خبر دی ہے۔ یہ سن کر یہودی کہنے لگا کہ جب یہ بات ہے تو بیشک آپ اللہ کے سچے نبی ہیں۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد انک رسول اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ سلمان کو عربی زبان سکھلا دو۔ جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا، حضرت سلمان سے کہہ دیجئے کہ آنکھ بند کر لیں اور منہ کھول دیں۔ جب حضرت سلمان نے آنکھ بند کر کے منہ کھول دیا، جبرئیل علیہ السلام نے ان کے منہ میں تھوک دیا۔ وہ فوراً زبان فصیح عربی میں باتیں کرنے لگے۔ پھر تو میں یہودی کی خدمت میں دن میں کتنا اور رات کو حضور کی خدمت میں آتا جاتا رہتا۔

یہودی کہنے لگا کہ جب یہ بات ہے تو بیشک آپ اللہ کے سچے نبی ہیں۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد انک رسول اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ

لیں اور منہ کھول دیں۔ جب حضرت سلمان نے آنکھ بند کر کے منہ کھول دیا، جبرئیل علیہ السلام نے ان کے منہ میں تھوک دیا۔ وہ فوراً بزبان فصیح عربی میں باتیں کرنے لگے۔ پھر تو میں یہودی کی خدمت دن میں کرتا اور رات کو حضور میں آتا جاتا رہتا۔

ایک دن آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہودی سے کتابت طلب کرلو۔ میں نے جب اپنے یہودی سے اس امر کی درخواست کی تو اس نے مجھ کو چالیس اونچے سونا اور تین سو پودے کھجور کے لگا دینے پر اس طرح مکتب کیا کہ اگر ایک پودا کھجور کا بھی خشک ہو گیا تو دوبارہ پھر تم کو وہ پودا لگانا پڑے گا۔ میں نے آکر جب حضور میں عرض کیا تو آپ نے فرمایا، تین سو پودے کھود کر اور ان کے گڑھے تیار کر کے مجھ کو اطلاع دینا، میں ان کو اپنے ہاتھ سے لگاؤں گا۔ اور اصحاب کرام نے دس دس بیس بیس پودے اپنے باغوں سے مجھ کو دے کر تین سو پودے میا کر دیے اور گڑھے کھدوانے میں بھی میری مدد کی۔ جب معاملہ تیار ہو گیا، میں نے حضور کو اطلاع کی۔ آپ نے اپنے دست مبارک سے سب پودوں کو جمادیا اور، غفلتِ تعالیٰ سب ہرے ہو گئے۔ ان میں سے ایک بھی نہ سوکھا۔ پھر ایک دن ایک شخص کبوتر کے انڈے کے برابر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سونا لے کر آیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا، سلمان تم اس سے وہ چالیس اونچے سونا، جو تمہارے مولیٰ یہودی کا تمہاری آزادی کے عوض تمہارے ذمہ ہے، اس کو بھی ادا کر آؤ۔ میں نے عرض کیا، حضور میرے ذمہ تو چالیس اونچے سونا ہے (۴۶۶ تولہ ۸ ماشہ)۔ آپ نے فرمایا، اللہ جل شانہ، اسی سے ادا کرادے گا۔ میں نے جا کر جب میرے مولیٰ یہودی کو بدل کتابت (بدل آزادی) تول کر دینا شروع کیا، اسی کبوتر کے انڈے کی مقدار سونے سے ۴۶۶ تولہ ۸ ماشہ سونا میرے مولیٰ یہودی کا ادا ہو گیا اور اتنا ہی مجھ کو بچ رہا۔

ابوسفیان اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں:

اور بخاری شریف میں ہے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابوسفیان ابن حرب نے بیان فرمایا کہ جس زمانہ میں ہم بطریق تجارت قریش کے قافلہ کے ساتھ شام میں گئے تھے اور یہ وہ زمانہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس زمانہ میں کفار قریش سے اور مجھ سے ایک مدت معین تک کے لیے معاہدہ کیا تھا کہ آپس میں قتل و قتل نہ کیا جائے اور اس قافلہ کا میں ہی امیر تھا۔ جب ہم مقام ایلیہ میں پہنچے ہر قتل نے، جو نصاریٰ کا عالم بھی تھا اور بادشاہ روم بھی، ہم کو قاصد بھیج کر اپنی مجلس

ترکی، عربی دونوں زبانیں جانتا تھا، ہم سے دریافت کیا کہ ملک حجاز میں جو شخص نبوت کا دعویٰ فرما رہے ہیں، تم میں ان کا قریب تر رشتہ دار کون ہے۔ میں نے کہا، میں ہی ہوں۔ اس نے حکم دیا کہ ان کو مجھ سے قریب کر دو اور ان کے ساتھ والے ان کے نزدیک چپے پیچھے کھڑے ہو جائیں۔ پھر اپنے ترجمان کو حکم دیا کہ اگر ابوسفیان بیان حالات میں جو میں اس سے دریافت کروں، جھوٹ بولیں تو تم اس کو فوراً جھٹکا دینا۔ بات یہ ہے کہ اگر بادشاہ ہر قل میرے ساتھیوں سے یہ نہ کہتا تو میں بیان حالات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں ضرور جھوٹ بولتا (اس واسطے کہ میں اس وقت کافر ہی نہیں بلکہ کافروں کا سرغنہ تھا)۔

بادشاہ نے بذریعہ ترجمان اول مجھ سے یہ سوال کیا کہ وہ نبی تم میں باعتبار نسب کے کیسے ہیں۔ میں نے کہا، ہم سب سے شریف النسب ہیں۔ پھر کہا، تم سے کسی نے پہلے بھی ایسا دعویٰ کیا تھا۔ میں نے کہا، نہیں۔ کہا، ان کے باپ دادوں میں کوئی بادشاہ گزرا ہے۔ میں نے کہا، نہیں۔ پھر پوچھا، ان کی پیروی زیادہ شریف اور دولت مند کر رہے ہیں یا ضعیف۔ میں نے کہا، ضعیف۔ پھر سوال کیا کہ ان کی جماعت بڑھتی جاتی ہے یا گھٹتی۔ میں نے کہا، روز افزوں ترقی پر ہے۔ پھر سوال کیا کہ ان میں سے کوئی ان کے دین سے ناراض ہو کر پھر بھی جاتا ہے۔ میں نے کہا، نہیں۔ پھر کہا، اس دعوے سے پہلے ان کو تم جھوٹ بولنے کا عادی سمجھتے تھے یا نہیں۔ میں نے کہا، نہیں۔ کہا، عمد شکن تو نہیں ہیں۔ میں نے کہا، نہیں۔ مگر اب ہمارے اور ان کے درمیان باہم معاہدہ ہے۔ دیکھیے اس میں کیا کرتے ہیں۔ یہی ایک موقع تھا جو مجھ کو ان کی نسبت برائی بیان کرنے کا ملا۔ کہا کہ تم سے ان سے باہم لڑائی ہوتی رہتی ہے۔ میں نے کہا، ہاں۔ کہا، پھر کون فتح یاب ہوتا ہے۔ میں نے کہا، لڑائی کونسیں کا ڈول ہے، کبھی ان کے ہاتھ، کبھی ہمارے ہاتھ یعنی کبھی ہم کامیاب ہوتے ہیں، کبھی وہ۔ پھر پوچھا کہ وہ تم کو کیا حکم کرتے ہیں۔ میں نے کہا کہ وہ فرماتے ہیں کہ فقط اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو ذرا بھی ساجھی مت بناؤ اور اپنے باپ دادوں (بت پرستوں) کا طریقہ چھوڑ دو اور ہم کو نماز کا اور حج بولنے اور پاک دامنی اور صلہ رحمی کا حکم فرماتے ہیں۔

بادشاہ کے تاثرات:

بادشاہ نے اپنے ترجمان کو حکم دیا کہ ابوسفیان سے کہو کہ میں نے تم سے جو اس نبی کے نسب کی نسبت سوال کیا تو تم نے جواب دیا کہ وہ بڑے شریف النسب ہیں اور نبی اپنی قوم میں ایسے ہی شریف النسب ہوتے ہیں۔ پھر میں نے پوچھا کہ ایسا دعویٰ تم سے پہلے بھی کیا، نے کہا ہے مگر تم نے انکار کیا۔ اگر تم انکار نہ کرتے تو

میں جانتا کہ وہ پہلے مدعی نبوت کی ریس کرتے ہیں۔ اور ان کے باپ دادوں میں سے کوئی بادشاہ ہونے کا بھی تم نے انکار کیا ورنہ میں جانتا کہ اپنی قدیمی بادشاہت لینے کی فکر میں یہ دعویٰ کیا ہے۔ پھر جب میں نے ان کے سچے جھوٹے ہونے کی نسبت قتل دعویٰ نبوت سوال کیا تو تم نے صاف انکار کیا۔ تو اب میں کیسے جانوں کہ جس شخص نے کبھی جھوٹ نہ بولا وہ خدا پر جھوٹ بولے۔ پھر تم نے یہ بھی کہا کہ ان کے پیرو ضعیف لوگ ہوتے ہیں۔ اور پیغمبروں کے پیرو قدیم سے ضعیف و کمزور ہی ہوتے رہے ہیں نہ کہ شریف اور دولت مند۔ اور تم نے یہ بھی کہا کہ وہ گھٹتے نہیں بلکہ بڑھتے جاتے ہیں اور یہی شان ایمان کی ہوتی ہے۔ پھر تم نے یہ بھی کہا کہ ان کے دین سے ناراض ہو کر کوئی نہیں پھرتا۔ اور ایمان کی تازگی جب دل میں داخل ہو جاتی ہے، ایسا ہی ہوتا ہے۔ اور تم نے یہ بھی کہا کہ وہ عمد ممکن نہیں ہیں۔ اور وہ اس بات کا حکم فرماتے ہیں کہ خالص اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو ساجھی نہ بناؤ اور بتوں کی پرستش سے منع فرماتے ہیں اور نماز کا اور سچ بولنے اور پاک دامنی کا حکم فرماتے ہیں۔ اگر یہ سب باتیں جو تم نے کہی ہیں سچ ہیں تو وہ عنقریب میرے قدموں کی زمین تک کے مالک ہو جائیں گے۔ میں پہلے سے جانتا تھا کہ اس شان کے ایک نبی پیدا ہونے والے ہیں مگر میرا خیال یہ نہ تھا کہ وہ تم میں سے ہوں گے۔ اگر میں وہاں تک پہنچ سکتا تو ضرور ان کی زیارت کرنے کا انتظام کرتا اور اگر میں ان کے پاس ہوتا تو ان کے پاؤں دھوتا۔ اس کے بعد ہر قتل نے اس فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو طلب کیا، جس کو حضور نے حضرت وحیہ کلبی کے ہاتھ عظیم بھرنی کی طرف بھیجا تھا اور عظیم بھرنی نے اس کو ہر قتل بادشاہ روم کے سامنے پیش کیا تھا۔ جب وہ پڑھا گیا تو اس کا یہ مضمون تھا:

نبی کریم کا ہر قتل کے نام مکتوب:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ مکتوب ہے محمد رسول اللہ کی طرف سے جو اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ ہر قتل شاہ روم کی طرف جو بھی کوئی ہدایت کی پیروی کرے، اس پر سلام ہو۔ جو بعد حمد خدا اور سلام کے میں تجھ کو اے بادشاہ اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ اللہ کی اطاعت میں گردن جھکا دے اور اسلام قبول کر لے، پھر تو سلامت رہے گا۔ اللہ تجھ کو دو ہر اتواب دے گا اور اگر تو نے اسلام سے منہ پھیرا تو بلاشبہ تیری رعیت کا وبال بھی تیری ہی گردن پر رہے گا۔ اے اہل

اور نہ ساجھی بناؤ تم ساتھ اللہ کے کسی کو اور بعض تم سے بعض کو سوائے اللہ کے اپنا پرورش کرنے والا نہ سمجھے، پس اگر پھر جائیں وہ (اہل کتاب) پس کو تم (مسلمانو) گواہ رہو تم کہ ہم بیشک مسلمان ہیں۔

ابوسفیان فرماتے ہیں کہ جب بادشاہ نے جو کتنا تھا کہ چکا اور پڑھنے فرمان رسول اللہ سے فارغ ہوا، شور مچا اور آواز بلند ہوئی اور ہم دربار شاہی سے نکال دیے گئے۔ میں نے اپنے یاروں سے کہا کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام بہت بڑھ گیا کہ ان سے روم کے بادشاہ بھی ڈرتے ہیں۔ جب سے مجھ کو یقین تھا کہ آپ بلاشبہ سب پر غالب آئیں گے، یہاں تک کہ اللہ نے اسلام میرے دل میں بھی داخل کر دیا۔

ابن ناطور حاکم شہر ایلیا کا اور ہرقل یہ دونوں شام کے رہنے والوں کی طرف سے نصاریٰ کے رئیس تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ہرقل جب ایلیا میں آیا، ایک دن صبح کو غیث النفس اور پریشان اٹھا۔ اس کے خاصوں نے اس کو پریشان دیکھا۔ ابن ناطور کہتے ہیں کہ ہرقل علم نجوم کا ماہر تھا۔ جب اس کے خاصوں نے سبب پریشانی کا دریافت کیا، ہرقل نے کہا کہ میں نے جب نجوم میں غور کیا تو میں نے اس بادشاہ کو دیکھا کہ جو ختنہ کرانے والی قوم سے ہے کہ غالب آگیا لہذا دریافت کرو کہ ہماری رعیت میں ختنہ کو کونسی قوم کراتی ہے۔ اس کے خاصوں نے کہا کہ بجز یہود کے کوئی ختنہ نہیں کراتا مگر ان کا کوئی ڈر نہیں ہے۔ تمام اپنی سلطنت کے شہروں میں حکم جاری کر دو کہ سارے یہودی قتل کرادیے جائیں۔ یہ گفت و شنید ہوئی رہی تھی کہ بادشاہ عسنان کی طرف سے ہرقل کو ایک شخص نے آکر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہر ہونے کی خبر دی۔ ہرقل نے کہا کہ دریافت کرو کہ ان کی قوم میں ختنہ ہوتی ہے یا نہیں۔ معلوم ہوا کہ ان کی قوم ہی نہیں بلکہ تمام عرب والے ختنہ کراتے ہیں۔ ہرقل نے کہا، بیشک وہ رسول اس زمانہ والوں پر غالب آئیں گے۔ پھر ہرقل نے اپنے ایک دوست کو، جو رومیہ میں رہتا تھا اور علم میں ہم پلہ ہرقل کا تھا، اس امر کے متعلق لکھا اور خود محص کی طرف روانہ ہو گیا۔ ابھی محص میں نہیں پہنچا تھا کہ ہرقل کے پاس ہرقل کی رائے کے موافق اس دوست کا خط آپہنچا، جس میں حضور کے ظہور کی اور آپ کے نبی برحق ہونے کی خبر تھی۔ پھر تو ہرقل نے ایک مقام خاص میں بمقام محص پہنچ کر تمام رؤساء روم کو اکٹھا کر کے دروازے مکان کے بند کرادیے اور کہا کہ اے روم والو! اگر تم اپنی بھائی اور اپنے ملک کے قیام کو چاہتے ہو تو اس نبی کی بیعت کرو۔ یہ سن کر وہ وحشی گدھوں کی طرح دروازوں کی طرف بھاگے مگر دروازوں کو بند پا کر وہیں رہ گئے۔ اور ہرقل نے ان کی نفرت دیکھ کر ان کے ایمان سے مایوس ہو کر زوال سلطنت کے خیال سے سب کو اکٹھا کر

کے کما، میں کبھی اپنے دین کو چھوڑنے والا ہوں۔ مجھ کو تو تمہاری مضبوطی کا امتحان کرنا تھا۔

بادشاہ جش نجاشی نے اسلام قبول کر لیا:

نجاشی بادشاہ جش کا اپنے تمام عالموں اور درویشوں کے ساتھ مسلمان ہو گیا تھا ان کی صفت میں آیہ کریمہ واذ اسمعوا الایہ۔ نازل ہوئی تھی جسے ہم پہلے مفصل بیان کر چکے ہیں۔ علاوہ بریں دوسرے اکابر نصاریٰ و یہود کے واقعات قبول اسلام کے اگر کسی کو دیکھنے ہوں تو ”حجتہ اللہ علی العالمین“ کا مطالعہ کرے۔ یہاں تو ہم کو بطریق نمونہ دکھانا تھا کہ آپ کے تشریف لانے کی بشارتیں یہود و نصاریٰ میں اس درجہ شائع و زائع تھیں کہ بہت سے حق طلب منصف مزاج آپ پر آپ کی ولادت سے پہلے بھی ایمان لا چکے تھے اور بہت بالانصاف بموجب انہی بشارتوں کے بعد ظاہر ہونے آپ کی نبوت کے، بلا طلب معجزہ آپ پر ایمان لائے اور آپ کی بشارتیں مع نشانیوں واضح کے اس درجہ عالم میں مشہور ہوئیں کہ انہی بشارتوں کو سن سنا کر یا بموجب اپنے استدراج کے یہود کے جوگیوں اور مہاتماؤں کو بھی اپنی طرز پر آپ کی بشارتوں کو اپنی معتبر کتابوں میں اپنی زبان میں اس طرح لکھنا پڑا کہ اگر بنظر انصاف بغور ان کو دیکھا جائے تو ان بشارتوں کا مصداق بجز آپ کے اور کوئی ہو نہیں سکتا۔ چنانچہ گلی پر ان بھاگوت اردو میں ہے۔

ہندوؤں کی کتابوں میں نبی کریم کا تذکرہ:

جب دنیا پاپ سے بھر جائے، برہمن نام فقط اشران کرنے کا رہ جائے گا۔ گلی دھارن کر کے نیلے گھوڑے پر سوار تلوار ہاتھ میں لیے ہوئے پانی اور ادھر میوں کاناس کرنے آئیں گے۔ ان کا پتہ کانام و شنوویس ہو گا اور ان کی متاری کانام شومتی ہو گا۔ جس کے معنی عربی میں ”آمنہ“ کے ہوتے ہیں اور دشوویس کے معنی عربی میں ”عبداللہ“ کے ہوتے ہیں اور گلی کے معنی عربی میں ”مامی الذنوب“ ہوتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ آپ کانام نامی مامی الذنوب مشہور ہے۔ علیٰ ہذا آپ کے والد ماجد کانام عبداللہ اور آپ کی والدہ ماجدہ کانام آمنہ اور اگرچہ بخاری شریف سے آپ کے براق کارنگ سفید ثابت ہوتا ہے مگر باب المعراج سیرت ملی میں ہے کہ نیلا یعنی سیاہ اور سفید رنگ تھا جس سے نیلے گھوڑے پر آپ کا سوار ہو کر احکام ایڑی کے ساتھ آنا ظاہر ہے اور تلوار ہاتھ میں لیے ہوئے پانی اور ادھر میوں یعنی بت پرستوں، بدکاروں کاناس کرنا تو آپ سے اس درجہ ظاہر ہے کہ جس کا کوئی انکار کر ہی نہیں سکتا۔

اور کل کی پران میں کلکی اور تار صاحب کی پیدائش کے متعلق یہ بھی لکھا ہے کہ پیر کے دن بارہویں (۱۲) تاریخ چاند کی سدی ماہ بیساکھ میں دو گھڑی دن چڑھے پیدا ہوں گے۔ چنانچہ اصلی اشلوک پران مذکور میں جس کا مضمون بیان کیا گیا اس طرح ہے۔

ہندوؤں کی کتابوں میں حضور کے میلاد کا ذکر ہے:

دواوشی شام شکل پک شیشی ماس مادھوم جدی ہر شنی جو کی کرنی بال باہوے اور اس میں دو گھڑی دن چڑھے باعتبار ملک ہندوستان کے خبر دی گئی ہے اس واسطے کہ ہندوستان کے اور عرب کے طلوع و غروب میں ضرور اتنا فرق ہوتا ہے کہ یہاں دو گھڑی دن چڑھے اور عرب میں صبح صادق کا وقت ہو۔ اسی واسطے مولانا محمد حسن صاحب امرودہوی نے اپنے رسالہ جات میں آپ کی پیشین گوئیوں کے متعلق کتب ہنود سے بہت کچھ تحقیقات کر کے کلکی پران سے اس طرح لکھا ہے کہ اول نشان آپ کا پیر کے دن پیدا ہونا ہے اور دوسری بارہویں تاریخ چاند کے حساب سے۔ تیسرے اس چاند کے مینے کا مطابق ہونا سدی ماہ بیساکھ سے جو ہندی مینہ ہے۔ چوتھے دو گھڑی دن چڑھے باعتبار طلوع و غروب ہندوستان کے۔ پانچویں باپ کا نام وشنوویس ہونا اور وشنو اللہ کو اور ویس عبد کو سنسکرت میں کہتے ہیں اور ظاہر ہے کہ آپ کے والد ماجد کا نام عبد اللہ تھا۔ چھٹے والدہ کا نام سوتی ہونا جس کے معنی امانت دار کے ہوتے ہیں۔ ساتویں یہ بھی لکھا ہے کہ کلکی اور تار صاحب پہلے پہاڑ کی غار میں پیشہ کریں گے اور ظاہر ہے کہ حضور ابتداء نبوت میں کئی کئی روز کا کھانا بقدر ضرورت حرا پہاڑ کی غار میں جو مکہ مکرمہ میں آج تک موجود ہے لے جایا کرتے تھے اور کئی کئی روز عبادت میں وہاں مشغول رہتے تھے۔ آٹھویں یہ بھی لکھا ہے کہ وہ بعد اس زمانہ عبادت کے شمالی پہاڑوں کی طرف ہجرت کر کے تشریف لے جائیں گے اور ظاہر ہے کہ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کے پہاڑ شمال کی ہی جانب ہیں۔ نویں آپ کی علامتوں سے یہ بھی لکھا ہے کہ تلوار کے زور سے شمالی پہاڑوں میں جا کر ایمان اور توحید کا سبق دیں گے۔ چنانچہ اس امر کا مصداق ہونا بھی جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم سے ظاہر ہے۔ دسویں یہ بھی لکھا ہے کہ آپ کی تلوار جہاں لگے گی پورا ہی کام کر کر چھوڑے گی۔ اور ظاہر ہے کہ آپ کی تلوار ذوالفقار کی یہی صفت تھی۔ گیارہویں یہ بھی لکھا ہے کہ شیل دیپ کی رانی اپنے وکیل کی معرفت آپ کو اپنے نکاح کا پیغام دے گی اور بوجہ کثرت سے ہونے شیل کی روٹی کے عرب اور کعبان کے پہاڑوں میں عرب کو ہنود و شیل دیپ کہتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ مکہ مکرمہ کی رانی حضرت خدیجۃ الکبریٰ

میں ”پرش رام“ سے تعلیم پائیں گے اور ہندی میں پرش روح کو اور رام خدا کو کہتے ہیں۔ اگرچہ ان کے یہاں راجہ جرت کے بیٹے کا نام بھی رام ہے جو سیتا کا شوہر تھا مگر اس کو اتار جاتے ہیں نہ کہ خدا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس غار حرا میں حضرت روح الامین کا وحی لانا ظاہر و باہر ہے۔ تیرہویں کلکی صاحب کی سواری کی صفات میں لکھا ہے کہ جہاں تک اس کی نظر پہنچے گی، وہاں وہ قدم رکھے گی اور آپ کے براق کی یہ صفت شرعاً آفاق ہے۔ چودھویں کلکی صاحب کی صفت سے یہ بھی لکھا ہے کہ وہ اپنے سے پہلے سب اوتاروں کی یعنی پیٹامبروں کے مداح ہوں گے اور قرآن مجید میں آپ کی صفت میں اللہ جل شانہ، اس طرح بیان فرماتا ہے:

واذ اخذ الله ميثاق النبيين لما اتيتكم من كتاب
وحكمة ثم جاءكم رسول مصدق لما معكم -الايه

یعنی یاد کرو اے مومنو اس وقت کو جب اللہ نے سارے نبیوں اور رسولوں سے عہد لیا کہ البتہ جو کچھ ہم نے تم کو کتاب اور حکمت سے دیا ہے، اس سے غرض یہ ہے کہ تم سب سے بعد ایک رسول مطلق آئیں گے، جن کی رسالت کسی ملک اور ولایت یا اہل زمین یا آسمان کے ساتھ متعین نہ ہوگی۔ ان کی پہچان یہ ہے کہ تمہاری سب کی تصدیق کرنے والے ہوں گے۔ تم ان پر ایمان لاتے ہو اور لاؤ گے اور ان کے مددگار بننے ہو اور بنو گے۔

یہ سن کر سب نے اقرار کیا۔ پندرہویں اسی کلکی پر ان میں ہے کہ کلکی صاحب شبیل میں یعنی ملک عرب میں پیدا ہوں گے۔ چنانچہ آپ کا پیدا ہونا وسط عرب میں بلکہ وسط تمام دنیا میں، جو مکہ مکرمہ ہے، ظاہر اور باہر ہے۔ اور تحقیق اس امر کی کہ شبیل سے مراد ملک عرب ہے، یہ ہے کہ ہندو اس ربع سکون دنیا کو سات حصوں پر تقسیم کرتے ہیں اور ہر حصہ کو دیپ کہتے ہیں۔ ان میں سے جموں دیپ سندھ ندی سے یورپ کی آبادی تک کو برابر چھ حصے پر تقسیم کر کے ان کو مغربی دیپ کہتے ہیں، اس واسطے کہ اس طرف (جموں) یعنی جامنوں کے درخت بہت ہوتے ہیں۔ دوسرا شاکت دیپ ہے۔ شاکت شاخ کو کہتے ہیں، اس واسطے کہ اس ملک کے درخت میوہ دار شاخ رکھتے ہیں، جن کا نام خرمان و ایران وغیرہ ہے، جن کا مالک نوشیروان تھا۔ تیسرے دیپ کو شانبل دیپ کہتے ہیں، جس سے مراد ملک عرب ہے۔ اس واسطے کہ شانبل کی روٹی مملکت عرب اور کعبان میں کثرت سے ہوتی ہے۔ چوتھے دیپ کو کش دیپ کہتے ہیں، جس سے مراد

ملک مصر ہے۔ کش ڈاب کو کہتے ہیں، جو ایک قسم کا گھاس ہے اور اس ملک میں کثرت سے ہوتا ہے۔ پانچویں مملکت بلقان اور یونان کو کرونچہ دیپ کہتے ہیں۔ اس واسطے کہ کرونچہ یعنی گھہ وہاں بکثرت ہوتا ہے۔ چنے روم اور اٹلی وغیرہ کو سیدک دیپ کہتے ہیں۔ اس واسطے کہ سیدک پہاڑ کو کہتے ہیں اور ان ملکوں میں پہاڑ بکثرت ہیں۔ ساتویں اسپین وغیرہ کو جن ملکوں میں پانی کی کثرت ہے ہنگر دیپ کہتے ہیں، اس واسطے کہ ہندی میں ہش کرپانی کا نام ہے۔ پھر چھوٹے چھوٹے دیپ بہت ہیں جن کو اپدیپ کہتے ہیں، جیسے سنگل دیپ، لکا دیپ۔

مولانا محمد حسن امر وہوی کی تحقیقات:

مولانا محمد حسن امر وہوی مرحوم ہی ویدوں سے حضور کی نسبت اپنی تحقیق اس طرح لکھتے ہیں کہ اللہ سکتہ اقرین وید سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت، جس کو اس میں اپنے مذہب کی وحدت وجود کے انداز میں لکھا ہے، بے حد ظاہر ہے۔

اس مضمون کے اوراق (اقرین وید کے) اتفاقاً ایک ہندو لڑکا، جو اجیر شریف میں مجھ سے پڑھتا تھا، میرے پاس کہیں سے لے آیا اور کہنے لگا، یہ آپ کے کام کی چیز ہے۔ بعدہ ایک برہمن کنیا لال اقرین وید کا عالم علاقہ جے پور کا رہنے والا اپنی بیماری کا علاج کرانے کو جو میرے پاس آیا اور میں نے وہ ورق اس کو دکھائے۔ اول تو وہ سرخ ہو گیا اور کہنے لگا، کس نالائق نے یہ اوراق لا کر آپ کو دیے ہیں۔ یہ تو ہمارا راز ہے کہ اہل اسلام سے اس کو پوشیدہ رکھنا ہمارا فرض ہے۔ مگر پھر چونکہ علاج کو آیا تھا اور غرض مند تھا، نرم ہو کر کہنے لگا کہ جب یہ ورق آپ کے پاس آئیے تو خیر، اب اس کاراز میں آپ پر ظاہر کیے دیتا ہوں۔ میں خود اپنا اقرین وید لاتا ہوں، جس کو دکھن میں، میں نے بڑی محنت سے پڑھا ہے اور اس پر سات سو سال کی سند ہے اور اس کو ہم گا-تری یعنی اوم بھور بھور اسے بھی زیادہ پوشیدہ کرتے ہیں۔ اور وہ گا-تری یہ ہے:

لا الہا ہرنی پاپنگٹ الا الہا جنم پدم پرم بیکنٹم پراپ نیورتی
جو تسی نام محمد م۔ اور اس کی شرح میں بہت سے اشلوک برہمن وید اقرین میں ہیں اور یہ مبداء اپنڈوں کا ہے، جن میں توحید کا بیان ہے کہ ایک ہستی کے سوا دوسرا کوئی موجود نہیں۔ وہ اپنی اکائی کے ساتھ بصورت کثرت ظاہر ہے اور یہ وید اور بالخصوص یہ حصہ، جس میں اللہ سکتہ ہے، اس طرف آپ کو کہیں نہ ملے گا۔ الحاصل اس کا ترجمہ میں نے اس پنڈت سے جو کھوایا، لکھ لیا، پھر میں اپنے وطن امر وہ-

کو چلا گیا۔ وہاں سے جب واپس آیا تو وہ برہمن مر گیا تھا۔ اس کے بعد میں نے ہر چند تلاش اس وید کے اس حصہ کی کی، مگر کہیں حیدر آیا تو تک نہ ملا۔

دکن میں مدد اس کے قریب پنڈت نے بتلایا تھا، وہ کہتا تھا کہ اہل اسلام کو ہرگز ہرگز کوئی برہمن نہ دے گا۔ اس کے بعد مجھ کو بہت تلاش رہی، پر وہ حصہ نہ ملا۔ مگر بعض وید کے جاننے والے برہمنوں سے، جو میرے زیر علاج و تھانہ فوٹا رہے، معلوم ہوا کہ ہر ایک وید کے دو دو حصے ہیں اور اتھرو وید کے بھی دو حصے ہیں۔ ایک منتر دوسرے برہمن اور تینوں پہلے حصے ویدوں کے منتر نامی اور دو برہمن کے طبع ہو چکے ہیں، پر اتھرون وید کے برہمن کا حصہ اور کچھ منتر کا ہنوز بقید طبع نہیں آیا، جس میں اللہ سکتہ ہے، پھر میں نے واجپتی (لغت) سنسکرت کو ال کے لفظ کے ذیل میں دیکھا تو اس میں اللہ سکتہ کو اتھرون وید کے سکتہ کر کے لکھا ہے اور لغت سنسکرت مسمی کلپ ورم معنفہ راجہ رادھا کانت دیو بہادر میں بھی اللہ سکتہ لکھی ہے، جو ذیل میں ہم درج کریں گے اور لکھا ہے کہ سکتہ اتھرون وید کی ہے۔ اس میں کوئی قدح دونوں نے نہیں کی۔ اور یہ نہیں لکھا کہ یہ بنائی ہوئی بعد کی ہے اور نہ چھاپنے کی وجہ یہ ہے کہ چھاپنے والوں مثل کمینول وغیرہ کو اول تو ملی نہیں، دوسرے ان کو یہاں تک تعصب ہے کہ فرست اپنشدوں میں الوپ شد کا، جو سوائے اللہ سکتہ کے ہے اور اس میں نام مبارک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے، نام تک درج نہیں کیا، بخلاف فرانس کی فرست کے کہ اس میں اس کو لکھا گیا ہے۔ گو وہ نصرانیت کے تعصب سے لگتا ہے کہ یہ جدید ہے، پر اس کے جدید ہونے کی سند نہیں لکھی۔

پس جملہ معترضین کا یہ قول کہ اکبر کے وقت میں بنائی گئی ہے، محض افتراء ہے اور راجہ نوڈر مل نے جو شیخ جیون قوم برہمن کو اللہ سکتہ پڑھتے سنا تو تعصب مذہبی سے اودے پور کے راجہ کو لکھا کہ ایک شخص ایسی عبارت وید سے پڑھتا ہے جس میں لام بکثرت ہیں۔ اس کا دفعیہ لازم ہے، اس وجہ سے بعض کا گمان بطور افتراء بلا سند ہے جو کہتے ہیں کہ اللہ سکتہ اور الوپ شد اکبر کے زمانہ میں بنائی گئی ہے اور اللہ سکتہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح بہت کچھ ہے، جیسے الوپ شد میں اور اللہ سکتہ کے معنی اللہ کی تعریف کے ہیں اور اللہ کے لفظ کی اصل جیسے اہل عرب اللہ کہتے ہیں، ویسے ہی سنسکرت میں ال کہتے ہیں اور الا تک جیسے سنسکرت میں ہے الا تک ایل والوہیم عبرانی میں ہے اور عربی میں اللہ واللہم ہے اور اللہ سکتہ میں اللہ کی تعریف جیسے ہے، ویسے ہی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف بھی ہے اور وہ اللہ سکتہ یہ ہے جو مع ترجمہ لکھوائی ہوئی کہنا لال برہمن مذکور کی ہے۔

اسم الانک الی ایشبرو نادبیانی دہتی۔ الا الی برنورا جاپنردو
وہیاممترو۔

میں ہوں اللہ، میں موجد، میں مالک پانی یعنی اصل کا جہان کو عمدہ طور سے بنانے والا۔ میں فنا
کرنے والا، میں پانی یعنی مادہ کا راجہ پر قیامت میں لوٹانے والا قربانی کا مالک۔

الا الی الواتی الانک۔ برنومترو تیج کامہ۔

میں موجد، میں فنا کرنے والا، میں خداوند پانی کا راجہ میں تیرے میں جہان۔

ہوتار مندر و ہوتار مندر و ہوتار مندر و مہاسرندرا۔ الو جیشنو

سریشنن پرمن پورنن برہمانن۔

میں ہستی کا اندر، میں ہستی کا اندر، میں ہستی کا اندر، مہاندروں کا اندر۔ میں موجد، میں زور

میں مہا اور میں عمدہ، میں پورا میں ہستی۔

الانک الوردسلہ محمدرۃ کنبر شے۔ الو الانک ادا الانک بوکن

ایکن الو بوکن نکہار تکن۔

میں اللہ، میں موجد، میں رسول اللہ، میں محمد زور آور۔ کون ان کے برابر۔ میں موجد، میں

اللہ، میں خداوند مارنے والا، میرا کون، میں ایک، میں موجد مارنے والا، میرا کون جایا۔

الویکین ہت ہتوۃ الانک۔ سودنی چندر سرب نکچہترا۔ الوردشی

نام سرب دیبا۔ اندرا پورب مایا پر مم آنتر کشا۔ الو پر تہبیا انترکشن

بشور و بن۔ دببیانی دہتی۔ الا الی برنورا جاپنردو۔ الانک کبرا الانک

کبرا الانک الا الی انی الا اللہ۔

میں موجد، میں جگ کا مالک، گردن کئی میرے نام سے۔ میں اللہ، میں سورج، میں چاند، میں

سارے منازل۔ میں موجد، میں رشی نام سارے آسمان۔ میں مالک، میں پورب، میں مایا، میں

پورا، میں سب سے دور۔ میں موجد، میں زمین، میں سب کے قریب، میں جہان کا روپ۔ میں

جہان کو عمدہ طور سے بنانے والا۔ میں فنا کرنے والا پانی کا راجہ، پھر قیامت میں لوٹانے والا۔ میں

خدا، کون میری برابر میں خدا۔ کون میری برابر میں خدا۔ میں فنا کرنے والا۔ بس میں فنا کرنے

اونک الا الاله انادی سروپا۔ اتھرونی شامان ہرونک ہرینک
جنان۔ پشون سدھان جل چران اور شنن کروکروفت۔ اسر سنھاری
ہرونک ہرینک رسلہ محمدرة کنبر شی۔ الوالانک الا الی اتی الاله
الی الاله سکتہ سمپورنی۔

میں اللہ۔ میں موجد۔ میں فاکر نے والا۔ بے حد میرا روپ۔ میں اتھرون کاروپ۔ یہ دو لفظ
بیچ کھاتے ہیں۔ آدمی چوپائے عمدہ لوگ پانی کی اشیا، جو نہ دیکھیں اثبات حق میں ان کی نفی کر۔ بے
ایمان کی گردن کاٹ۔ ان بیچ سے جو ذیل میں ہے رسول اللہ محمد زور آور کے نام سے، جن کے
برابر کا کون ہے۔ میں موجد، میں اللہ، میں معنی، میں فاکر نے والا۔ بس اللہ سکتہ سب پورے
ہوئے۔

تنبیہ دوم: الوپ شد کے حال میں جانا چاہیے کہ الوپ شد باون ابشدوں سے ہے۔ ایک ابشد
اور ظاہر ہے کہ کسی مسلمان کا ساختہ و پرداختہ نہیں اور باون ابشد مشہور ہیں جو جملہ ایک سو آٹھ ہے۔ کہتے
ہیں اور دیانند آٹھ دس کا ہی معتقد ہے، پر ان کی نسبت جو باون کے معتقد ہیں، کہا جاتا ہے کہ ان میں سے
پچاس کا ترجمہ دارا شاہ دہلی کے وقت میں ہوا تھا۔ ہر دو کا ترجمہ اخفا کرنے کی وجہ سے نہ کرایا تھا۔ ان میں
سے ایک الوپ شد ہے، جس میں کمال مدح حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہے، جو ذیل میں لکھا جاتا ہے۔ الوپ
شد۔

(۱) ہری اونگ فرنو ذہبیان داتم الی متراہنگ اسم الانک الالی
متر اور نادہبیان دہتی الی ورنو راجا پنرددو و میام مترو لانک
النکلی الانک ورنو متر و تیج کامہ۔

(۲) ہونگ ہوتار مندرو ہوتار اندرو راما ہو سواند را اولو
جیشٹم سریشٹم پر مم پورنن برھمن الانک۔

(۳) ورائک الو رسول محمدرة کنبر شی الوالانک اولانک
مہلکنک الو بوکن نکہر تکن۔

(۴) الویکن ہتوۃ الاسوری چندری سرب نکچہترا الورشی نام

سب دار جو بالندرا ابھو، دیوانا، اسے مانتا تھا۔

(۵) الوہر تہیان دہتی اللی ورنو راجا پنردد واللی کبر الانک
کبر الی اللی۔

(۶) ہری اونک اسی الانک اللی مترا ورنو راجا پنردد و ہیا ممترا
والانک کبر الانک کبر رسول محمد رۃ کنبر شی الی الوہر ددو۔

(۷) ہری اونگ الا الا الا انادی سروہانی اتھرونی شا کھانۃ
جنانان پشو سدھان جل چران اور شٹن کرو کروفت اسور سنگھار
نیگ ہینگ الور رسول محمد رۃ کنبر شملی الواللی اتی لالا۔

الحاصل میری غرض اس کے لکھنے سے یہ نہیں کہ وید یا سرتی یا اپنشد منزل من اللہ ہیں بلکہ میری
غرض یہ ہے کہ معتقدین وید اس مقام کو خیال کریں کہ ان کے بزرگ اسلام کی اس قدر تعریف کر گئے ہیں پر
باوجود اس تصریح کے اسلام سے دور ہیں۔ یہ ان کی بد قسمتی ہے۔

مولف کتاب کی تحقیقات:

کاتب الحروف ابو محمد دیدار علی بن نجف علی (غفر اللہ لہ، ولوالدیہ ولعمر ولشائخہ) کہتا ہے کہ جے پور
سے اتھرون ویدی پنڈت، جن کو اوجا کہتے ہیں، مدت سے الور آئے ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک پنڈت
چنچل نامی، جو اتھرن وید کا بیان کرنا بھی خوب جانتے تھے اور زمانہ حال کے راجہ سے پہلے راجوں کے گرو
بھی تھے، میرے چچا محمد دوم و کرم سے بہت کچھ عقیدت رکھتے تھے۔ بذریعہ چچا صاحب قدس سرہ، میں نے
جب پنڈت چنچل نامی مذکور کو یہ عبارت الوہر شد اور اشلوک مذکورہ لالہا ہرنی پاپنگ الی آخرہ
سنائے تو پنڈت مذکور نے بھی اس کی تصدیق لی۔

جب میں نے کہا کہ اس کے بعض لفظ عربی سے ملتے ہوئے ہیں تو اس نے کہا کہ سنسکرت کے بعض
الفاظ بے شک عربی سے ملتے ہوئے آتے ہیں۔ چنانچہ اللہ عربی میں خدا کو کہتے ہیں اور سنسکرت میں الاکتے
ہیں، اس واسطے کہ الا کے معنی سنسکرت میں دیوی کے ہیں، کہ جس کو دیوی بھی کہتے ہیں۔ اس واسطے کہ
سنسکرت میں بے کے عوض واو اور واو کے عوض بے کا استعمال ہوتا ہے۔ اور دیوی ذات بے مثل اور بے
مانند کو کہتے ہیں۔ اور اسی ذات کو مسلمان اللہ کہتے ہیں اور اس تحقیق سے اس نے اس وجہ سے بیان کیا کہ
اس کو کچھ اہل اسلام کے علم اور کتاب سے بھی شدہ مدھ تھی۔ پھر میں نے دیکھا کہ دیانند نے بھی الوہر شد کو

اتھروید سے اپنی ستیارتھ پرکاش میں بھی لکھ دیا ہے مگر بوجہ حد تعصب اور ہٹ دھرمی کے ترجمہ بالکل نہیں لکھا جس کو ہم بعینہ ہندی میں بغرض تصدیق نقل کیے دیتے ہیں۔ وہ یہ ہے:

अथोऽल्लो पमिषदं तयोरुयास्यामः।

अस्मः त्वां उल्ले मि त्रावरुणा दिव्या नि धत्ते॥ इल्ले

वरुणो राजा युनर्ददुः॥ हया मित्रो इल्लां इल्ले इल्लां

वरुणो मित्रस्तेजस्कामः॥१॥ होतारमिन्द्रो होता

रमिन्द्रः महाः मुरिन्द्राः॥ अल्लो जयेष्टं श्रेष्ठं परमं पूर्णं

ब्रह्मारां अल्लाम्॥२॥ अल्लोरमूलमहामदारकवरस्य

अल्लो अल्लाम्॥३॥ आदल्ला-बूक मैककम्॥ अल्ला

बूक निखातकम्॥४॥ अल्लो यज्ञेन हुतहुत्वा॥ अल्ला

सूर्य चन्द्र सर्व नक्षत्राः॥५॥ अल्ला ऋषीणां

सर्वदिव्यां इन्द्राय पूर्वं माया परमन्त रिक्ताः॥६॥
 अल्लः पृथिव्या अन्तरि दां विश्वरूपम्॥७॥ इल्लौ
 कबर इल्लौ कबर इल्लौ इल्लल्लेति इल्लल्लः॥८॥ ओम्
 अल्ल इल्लल्ल अनादिस्वरूपाय अथर्वणाश्यामा हुं ह्रीं
 जनानयशुनसि-द्धान् जलचरान् अदृष्टं कुरु कुरु
 फट्॥९॥ असुर संहारिणी हुं ह्रीं अल्लो रसुल
 महमदरकबरस्थ अल्लो अल्लाम इल्ल लंति इल्लल्लः
 ॥१०॥

इत्यल्ले पानिषत् समाप्ता ।

اسم الام الى متر اور و نادبياني دھتے ال للی برو نوراجا پھر ہدۃ
 ہیا متر الام ال للی الام ورونو مترس تیجس گامہ ہوتار مندر و
 ہوتار مندر اما سرندرا الو جیشٹم سریشٹم پر مم پور نم بر ہمانم
 الام

الورسول محمد رک برسے الوالام ادا ال ابوک میک کم ال ابوک
 نکھاتکم

الویکین ہت ہت توالا سور ی چندر سرب نکچھتر اة الورشی نام

انتر کچھم۔

بشور ونم۔ الہ پری تہبیا انتر کچھم بشور ویم۔ الام کبرا الام کبرا لام
الل لیتی الا اللہ۔ اوم الا اللہ انادی سز ویش چہ اتھر وناشیا ماہوم
ہریم جنانیشون سدہا نجل چران ادر شلم کور وکورو پھٹ۔
اسور سنکھاری فی ہوم ہریم الور رسول محمد رک برسے الوالام
الل لیتی الا اللہ۔

اب دیانند کا اس اشلوک کو لکھ کر یہ کہنا کہ ہمارے قیاس میں یہ اکبر بادشاہ کا بتایا ہوا ہے، فقط دیانند کا متعصبانہ خیال ہے۔ تصدیق اس امر کی یہ ہے جو اس نے بعد میں خود سوال کیا ہے اور اس کا لچر سا جواب دیا ہے۔ وہ سوال وجواب خود تصدیق کرتے ہیں کہ یہ قول سوائے دیانند کے کسی مصنف نے نہیں کیا۔ انہی وجوہات سے تمام معتبر پنڈتوں نے اس کے بنائے ہوئے وید کے ترجمہ کو رد کر دیا اور لکھ دیا کہ یہ دیانند کا بتایا ہوا نیا وید ہے، اس واسطے کہ دیانند کے ہر ایک ترجمہ وید میں علاوہ دوسری غلطیوں کے، بہت کچھ تحریفات ہو گئی ہیں، جس کی تفصیل ہم پہلے لکھ چکے ہیں اور دیانند کا ستیا رتھ پر کاش میں یہ قول بھی اس امر کا گواہ ہے۔ چنانچہ وہ اسی مقام پر لکھتا ہے کہ جیسے الوپ شد اکبر کا بتایا ہوا ہے، ایسے ہی اپ شد بہت سے متعصب لوگوں نے ویدوں میں داخل کر دیے ہیں۔ مثلاً سوروپ، اپ شد، نرسنگ پانتی، رام تاپتی، گوپال تاپتی وغیرہ۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ دیانند کے نزدیک بھی ویدوں میں بہت کچھ تحریفات ہو گئیں۔ اور دیانند کا یہ کہنا کہ میرے زمانہ کے ویدوں میں، جن کو وہ میں کانڈکیت منتر سنگھتا اتھرو وید کے تعبیر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اس وید میں الوپ شد وغیرہ بالکل نہیں ہیں، اس کی تکذیب پنڈت کنیا لال اور پنڈت چنچل جی اوجہ کے اقوال مذکورہ سے ظاہر ہے اور پھر دیانند کا، جس کو کنیا لال پنڈت الا سکھ کہتا ہے اور دیانند نے اس کو الوک شد کے نام سے ہندی میں بلا ترجمہ لکھ کر یہ لکھا ہے کہ اس میں اللہ اور محمد رسول اللہ کا بالکل ذکر نہیں ہے، تو پھر کس ڈر سے ترجمہ نہیں کیا اور یہ کیوں لکھا کہ یہ اکبر کا بتایا ہوا ہے۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ دیانند کی مرضی کے مخالف جو بھی کچھ ویدوں میں تھا، اس کو نکالنا چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ متعصب لوگوں کے بنائے ہوئے ہیں لہذا اگر یہ قول دیانند کا مان بھی لیا جائے تو اس سے یہ ثابت ہو گا کہ ویدوں میں دیانند کے نزدیک بھی بہت کچھ تحریف ہو گئی اور دیانند کو بھی تحریف کرنا جائز ہوا،

پڈت کنیالال کے لکھائے ہوئے لائیکھ میں 'جس کو وہ الوپ شد کہہ کر ہندی میں لکھتا ہے' اس میں دونوں جگہ بجائے "اور صلے محمد" کہہ کے "اور سول مہاد" لکھتا ہے۔ یہ تحریف کا طریقہ اس نے غالباً نصاریٰ سے سیکھا کہ جیسے انہوں نے عبرانی زبان کی انجیل میں محمد کا ترجمہ "سراہا گیا" لکھ دیا اور پھر جب اس ترجمہ پر یہ اعتراض ہوا کہ سراہا گیا نام نامی محمد کا ترجمہ ہے تو انہوں نے دوبارہ جب اس انجیل کو چھاپا تو اس میں بجائے لفظ "وہ سراہا گیا ہے" کے "وہ بہت عشق انگیز ہے" لکھ دیا۔

دیاندگی کو تحریف کرنے میں یہ تو سوجھنا نہیں کہ "مہاد" سے نام محمد کا پتہ لگ جائے گا، لہذا اس لفظ ہی کو بدل دیا اور مجبور ہو کر یہ کہنا پڑا کہ یہ الوپ شد ہی اکبر کا بنایا ہوا ہے، جس سے وید کا محرف ہونا یقینی طور سے ثابت ہو گیا۔ "فرمن المطرو وقف تحت المیزاب" یعنی مینہ سے تو بھاگا تھا مگر پرنا لہ کے نیچے آکھڑا ہوا۔ فقط۔

اب بغرض تکمیل اپنی اور مولانا محمد حسن مرحوم امروہی کی تحقیق کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مولانا مقیم الدین صاحب مرحوم کے رسالہ "صداقت اسلام" سے ان کی منقولہ پیشین گوئیاں توریت و انجیل اور کتب ہند کی بھی نقل کر دی جائیں اور وہ یہ ہیں:

صداقت اسلام از کتب الہامی مذہب عیسائی و یہود

جاء الرب من سیناء اشرق لنا من ساعیر استعلن لنا من جبل فاران۔ یعنی آیا رب پہاڑ سینا سے اور روشن ہوا ساعیر سے اور ظاہر ہوا پہاڑ فاران سے یعنی نازل ہوئی توریت حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کوہ طور سینا میں اور نازل ہوئی انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ساعیر میں اور نازل ہوا قرآن شریف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر فاران میں۔ فاران کے شریف کے پہاڑ کا نام ہے۔

(ترجمہ عربی توریت "سفر الاستناء" مطبوعہ ۱۸۴۴ء، باب ۳۳)

خدا سینا سے نکلا اور ساعیر پر چکا اور فاران کے پہاڑوں پر ظاہر ہوا اور اس کے دائیں ہاتھ میں شریعت روشن اور لشکر ملائکہ کے ساتھ آیا۔

آئے گا اللہ کی جناب سے اور قدوس فاران کے پہاڑ سے آسمانوں کو جمال سے چھپائے گا۔ اس کی ستائش سے زمین بھر جائے گی۔ اثر سلطنتہ علی ظہرہ واسمہ احمد یعنی مرنوب (یعنی نشان بادشاہیت) اس کی پشت پر ہوگی اور نام اس کا احمد ہوگا۔

(”کتاب الحقوق“ باب ۳-۳ ترجمہ کتاب اشعار بن عربی، مطبوعہ ۱۷۲۳ء در مطبعہ اجونی پرتوی، باب ۴۲) النبوه فی العرب وبنی قیدار۔ یعنی نبوت عرب اور بنی قیدار میں ہوگی۔

(بائبل - سحیاء، نسخہ عربی، ۱۸۱۱ء، مطبوعہ کلکتہ)

کمنکذاف محمد دی مسنجراف گاڈ۔ یعنی آئے گا محمد ﷺ پیغمبر خدا اکا۔

(انگریزی ترجمہ قرآن مجید، مطبوعہ لندن، صفحہ ۴۳، بحوالہ ص ۱۳ جارج سیل فوٹیس بیل)

ویظن کل شخص اننی صلبت لکن هذه الاھانہ والاستھزاء تبقیان الی ان یجیئنی محمد رسول اللہ فاذا جاء فی الدنیا ینبہ کل من هو علی هذه الغلط وترفع هذه الشبهه من قلوب الناس۔ یعنی گمان کرے گا ہر شخص کہ میں سوئی دیا گیا ہوں، لیکن یہ اہانت اور مسخرے پن باقی رہیں گے، یہاں تک کہ آئے گا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ پس جب آئے گا دنیا میں خبردار کرے گا اور تنبیہ کرے گا اس کو جو کوئی اس غلطی پر ہو گا اور اٹھا دے گا یہ شبہ لوگوں کے دلوں سے۔

(انجیل برناباس، مندرجہ ترجمہ قرآن مجید، مترجمہ سیل پادری، مطبوعہ ۱۸۵۰ء مقدمہ)

انجیل برناباس کی زبان انگریزی، جو کہ حضرت کے زمانہ سے پیشتر لکھی گئی ہے، اس انجیل کے متقدّمین ٹیٹ مشن چرچ نمبر ۱۸ تربت سوسائٹی ہول بورن سٹریٹ لندن میں موجود ہیں۔ یہ گروہ موجد ہیں۔ تمام نبیوں کو مع حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مانتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبی کہتے ہیں، خدا کا بیٹا نہیں کہتے اور فرقہ عیسائی رومن کیتھولک و پروٹسٹنٹ وغیرہ ان کو براہید اوت ”یونی ٹرین“ کہتے ہیں۔

خلو محمدیم ذہ دودی و زہ رعسی یا نبوت یسرو شلاسیم۔ یعنی وہ نہایت ظلیق ہیں۔ وہ بالکل محمد ہیں۔ وہ میرے دوست ہیں۔ وہ میرے محبوب ہیں۔ اے اختران بیت المقدس، اس صحیفہ میں حلیہ مبارک حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پورا لکھا ہے، لیکن طوالت کی وجہ سے پورا نقل نہیں کیا۔

وانا اطلب من الالب فيعطيكم فار قليط۔ یعنی میں مانگوں گا اپنے باپ سے۔
 پس دے گا تم کو فار قليط۔ مسز جان ڈیون بورڈ صاحب نے لکھا ہے کہ فار قليط، جس کی خبر مسیح نے یوحنا میں
 دی ہے، محمد ﷺ صاحب ہیں۔ مسز گاڈ فری ہنگن صاحب نے اپنی کتاب موسومہ (ایپچی دی محمد ﷺ)
 جس کا ترجمہ ”حمایت اسلام“ ہے، ایسے سننے لکھے ہیں، جس کا مصداق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔
 پانی عیسائی روح القدس مراد لیتے ہیں مگر بننا نہیں۔ کہاں تک کتنی آیتوں سے روح القدس مراد لیں گے۔
 جہاں صاف نام محمد ﷺ اور حلیہ مبارک کا پورا ذکر ہوگا، وہ نام اور حلیہ روح القدس سے کہاں تک
 ملائیں گے۔

(یوحنا، باب ۱۴، آیت ۱۶، مطبوعہ ۱۶۷۱ء)

اردو انجیلوں میں بجائے فار قليط کے، کہیں لفظ شافع کی، کہیں لفظ وکیل کی، کہیں لفظ تسلی دینے والی
 کی علیٰ ہذا مختلف طور پر تاویل کی گئی۔ مگر مصداق شافع اور وکیل اور تسلی دہندہ کا سوائے آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم کے کون ہو سکتا ہے اور آج تک کون ان سے بڑھ کر شافع اور تسلی دہندہ آیا۔
 تو بہ کرو آسمان کی بادشاہت نزدیک ہے۔

(انجیل متی، باب ۳، آیت ۱۷، مطبوعہ ۱۸۳۹ء)

آسمان کی بادشاہت مثل رائی کے دانہ کے ہوگی الیٰ آخرہ۔ یہ مثال مطابق ہے اس مثال کے جو
 قرآن شریف میں اصحاب کبار کی تعریف میں مذکور ہے۔ وہ یہ آیت ہے مثلهم فی التوراه
 ومثلهم فی الانجیل کزرع اخرج شطاه فاذرہ فاستغلظ فاستوی۔
 الیٰ آخر الایہ۔

(انجیل متی، باب ۱۳، نسخہ ۱۸۱۹ء، آیت ۳)

میں تو تمہیں توبہ کے لیے پانی سے ہتھمہ دیتا ہوں لیکن جو میرے بعد آتا ہے، مجھ سے زور آور ہے
 کہ میں اس کے جوتے اٹھانے کے لائق نہیں ہوں۔

(انجیل متی، باب ۳، آیت ۱۱)

اب کون نبی سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آج تک ایسا زور آور آیا اور کس نے اپنے ملک
 کو شرک کی نجاست سے صاف کر کے ملک میں توحید کا ذکر بجا دیا۔ تمام ملک کو مشرق اور مغرب تک بلا دیا۔

و سلم کو اپنا ہادی تسلیم کر کے نجات حاصل کریں ورنہ غضب جلیل و جبار سے مطمئن نہ رہیں۔ موت قریب ہے، ملک الموت ہر وقت سر پر سوار ہے، پھر یہ وقت ہاتھ آنا مشکل ہے۔ سوائے ندامت اور پشیمانی کے کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔

صداقت اسلام از کتب ہنود و نصالح پیشوایان ہنود

برہمانن الامرا الرسول محمد رة کم برشی یعنی پیدا کرنے والا اللہ رسول محمد زور آور کا کون ہے برابر کارگ وید کے منتر میں نام احمد اور بکروید کے منتر میں نام محمد ہے۔

(اترین ہید)

لا الہ ہر لی پاپن الا اللہ پر م پدم جنم بیکنٹھ پراپت ہوی تو چہنی نام محمد۔ یعنی لا الہ کہنے سے چرم پدم ملتے ہیں۔ جنم بیکنٹھ ہونا چاہو تو نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا وظیفہ کرو۔

(عبارت انکھی، جو ہندوؤں میں مشہور ہے اور اس کو نانواں بھی کہتے ہیں)

مکشن اوتاریناوت پن نتم پرتھوی مدھمارن سیلبار تم بلونت سود تم پرتھوی مدھی سرب اونعاسن گرام پرسن پر پرسو تتم دھن کراہت چھاک کورودم سن کرام۔ یعنی نجات دینے والا اوتار پیدا ہو گا گچ وچ زمین کے (یعنی کہ کمرہ میں) دشمن کا مارنے والا، زور والا، بڑا بہادر، 'چ وچ زمین کے نام اس کا تعریف کیا گیا یعنی محمد ہو گا۔ بذریعہ لڑائی کے اپنا دین پھیلائے گا۔ ان کے پاک دین میں دیوتا ہوں گے۔

(کتاب "کھیل برن" حصہ اول ادھیا، بارہویں درشت کوٹ چھٹی) اس کتاب میں کل حالات حضرت

محمد مصطفیٰ ﷺ کے مع جہاد و جزیہ کے مذکور ہیں، لیکن بوجہ طوالت کے نہیں ذکر کیا

یہاں نہ کچھ بات میں راہکوں۔ یعنی آپ کی طرف داری اور جانب داری کچھ میں نہ کروں گا۔

وید پران ست مت بھاگوں۔ یعنی جو وید نے کہا ہے، پرانوں میں لکھا ہے، 'کوں گا۔

برکھ سس دس سندرم ہوئی۔ یعنی برس دس ہزار تک ولایت تمام ہوگی۔

تے کے بعد نہ پائے کوئی۔ یعنی بعد کو یہ مرتبہ کوئی نہیں پاسکتا ہے (یعنی رسالت ختم ہوگی)

دیس عرب میں بھر کتا سائی۔ یعنی دیس عرب میں ایک خوشنما ستارہ ہو گا۔
 سو محل بھوم کت سنو ملک رانی۔ اچھی شان کی زمین ہو گی۔
 مجسمہ ست تار ہوئی۔ یعنی ان ہونی بات یعنی معجزے اس سے ظہور میں آئیں گے۔
 سندرم او دیس تھتہ سوئی۔ یعنی ولی اللہ قائم کیا جائے گا۔
 ست بکرم کے دودا نکا۔ یعنی ست بکر ماجیت کے سندروں کی تعداد کے مطابق ہو گا۔ یعنی ساتویں
 صدی میں پیدا ہو گا کیونکہ سندرسات ہیں۔

مہاکوکتس چتر پنگا۔ نہایت اندھیری رات میں مثل چار آفتاب کے چمکے گا۔
 راج نیت بھوپریت دکھاوے۔ یعنی بادشاہی قاعدہ کے مطابق خوف دلا کر خلق و محبت ظاہر کرے گا۔
 اپنامت سب کو سمجھاوے۔ یعنی اپنا دین سب کو سمجھا دے گا۔
 چتر سندرم ست چاری۔ یعنی اس کے خلیفہ چار ہوں گے۔
 تنگی نیش ہوئی بھو بھاری۔ یعنی ان سے نسل بہت بھاری ہوں گے۔
 تب لگ جو سندرم چھ کوئی۔ یعنی اس دین کے جاری رہنے تک جو کوئی خدا تک پہنچتا ہے۔
 بنا محمد ﷺ بار نہ ہوئی۔ یعنی بغیر ذریعہ محمد ﷺ کے پار نہیں ہو گا۔
 تب ہووے سنگ لنگ او تارا۔ یعنی تب ہو گا ایک مرد کامل۔
 مددی کہیں سکل سنارا۔ امام مددی کہیں گے اس کو سب جان والے۔
 پھر سندرم تمان نہیں ہوئی۔ بعد ان کے ولایت نہیں ہو گی۔
 تلمسی چچن ست کوئی۔ یعنی تلمسی داس یہ بات سچ سچ کہتا ہے۔
 چھٹی کانڈ بارہویں اسکند پوتھی رام سنگ رام۔ جو کہ بیاس تہی نے لکھی ہے اور گوشائیں تہی تلمسی
 داس نے ترجمہ اس کا بزبان ”بھاکا“ اوپر حاشیہ کے لکھ دیا ہے۔ تلمسی داس نے بہت تفصیل سے بیان کیا ہے
 لیکن یہاں بوجہ خوف طوالت کے مختصر کیا گیا۔

(”بشارات احمدی“ اور ”فضائل احمدی“ میں بشارات بہت مذکور قابل ملاحظہ ہیں ۱۲)

باجمہ محمد بھگت آجائیں۔ یعنی بغیر توسل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عبادت ضائع ہے۔
 (بابائنا کی نصیحت)

یعنی سلام اللہ علیہ وسلم اور اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ ساری باتیں سچ ہوں اور اللہ تعالیٰ ہمارے لیے بہترین کام کرے۔ آمین

رسول کا، تیرا کلمہ پڑھ لے نانا کہ جو کہ اللہ کی درگاہ میں قبول ہو جائے۔ (اینا)

کاشی کوپ بعد ہیں تیرے سب کا نام
بیکٹھ بانا پائے بنا محمد ﷺ نام

(گوشائیں جی تلسی داس کی صیحت)

لا الہ کا تانا کر کے الا اللہ کا بانا

داس کبیر بن کو بیٹھو الجھا سوت پڑانا

(گورو کبیر داس کی صیحت)

اب بطریق نمونہ وہ واقعات لکھے جاتے ہیں جو قبل ولادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت سے
کاہنوں اور نجومیوں اور جنوں سے ظہور میں آئے تھے۔

حضور کی ولادت سے پہلے نجومیوں اور کاہنوں کے اقوال

فصل چہارم ”حجتہ اللہ علی العالمین“ میں ہے، مسامرات شیخ اکبر رضی اللہ عنہ سے، شیخ علیہ الرحمۃ
اپنی سند متصل کے ساتھ نقل فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد عمر رضی
اللہ عنہ نے حاکم قادیسیہ حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کے نام فرمان بھیجا کہ غنہ بن معاویہ رحمہما اللہ کو
حلوان عراق کے اطراف فتح کرنے کے لیے روانہ کر دو، لہذا حضرت غنہ کو حضرت سعد نے تین سو سواروں
کے ساتھ حلوان عراق کی طرف روانہ کر دیا۔ چنانچہ حضرت غنہ وہاں پہنچ کر فتح یاب ہوئے اور وہاں سے
بہت کچھ غلام، لونڈے اور مال غنیمت کا حاصل کر کے واپس آ رہے تھے کہ ایک پہاڑ کے قریب شام ہو گئی۔
حضرت غنہ نے تمام مال غنیمت دامن کوہ میں جمع کر کے اذان کہنا شروع کیا۔ ناگاہ اذان کے جواب کی آواز
پہاڑ سے آنے لگی۔ جب انہوں نے کہا اللہ اکبر اللہ اکبر۔ آواز آئی، کسرت کبیرا یا
نصلہ۔ جب حضرت غنہ نے کہا اشہد ان لا الہ الا اللہ۔ آواز آئی، اے غنہ یہ کلمہ اخلاص کا
ہے۔ جب انہوں نے کہا اشہد ان محمد رسول اللہ۔ آواز آئی، یہ سچا دین ہے اور محمد صلی
اللہ علیہ وسلم وہی نبی ہیں جن کی ہم کو عیسیٰ بن مریم علیہا السلام نے بشارت سنائی تھی۔ اور فرمایا تھا کہ انہی
کی امت رونما کا خاتمہ ہو گا۔ یعنی ان کے بعد اس کوئی نہ رہے گا۔

جب انہوں نے کماحقہ علی الصلوہ۔ آواز آئی، خوشخبری ہو، اس کو جو نماز کی طرف چلے اور اس پر پیشگی کرے۔ جب انہوں نے کماحقہ علی الفلاح۔ جواب ملا کہ فلاح پائی اس شخص نے کہ قبول کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اور اس امت کی بقا اسی کلمہ کے ساتھ ہے۔ جب کہا اللہ اکبر اللہ اکبر۔ جواب ملا، کسرت کبیرا۔ پھر جب حضرت غنہ نے کہا لا الہ الا اللہ۔ آواز آئی کہ کلمہ اخلاص کہا تو نے اے غنہ۔ اللہ نے حرام کر دیا جسم تیرے کو جنم پر۔

فرمایا حضرت غنہ نے، جب میں اذان سے فارغ ہوا، میں نے کہا اے شخص اللہ تم پر رحم کرے، تم کون ہو۔ فرشتے ہو یا کوئی جن یا کوئی اور شخص اللہ کے بندوں میں سے۔ جیسے تم نے اپنی آواز ہم کو سنائی ہے، اپنا دیدار بھی دکھا دو، اس واسطے کہ ہم اللہ و رسول کے سفیر ہیں اور حضرت عمر کے۔ کہ یکایک پہاڑ چرا اور مثل چکی کی پھر اور اس میں سے ایک شخص سفید ریش، جن کے سر کے بال بھی سفید تھے، اونی کپڑا پہنے ہوئے نمودار ہوئے اور کہا، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، ہم نے بھی کہا وعلیکم السلام، آپ کون ہیں۔ فرمایا، میں رزیب ابن مرثدہ بندہ صالح عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا وصی ہوں۔ انہوں نے مجھ کو اس پہاڑ میں رہنے کا حکم فرمایا تھا اور یہ دعا دی تھی کہ جب تک میں آسمان سے اتروں، اللہ تم کو زندہ رکھے۔ جب وہ آئیں گے، سوروں کو قتل کر دیں گے۔ صلیب کو یک قلم توڑ دیں گے۔ جو ان کی نسبت نصاریٰ کہتے ہیں، اس سے بیزاری ظاہر فرمائیں گے۔

پھر پوچھا، جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کیسے ہیں۔ ہم نے کہا، انتقال فرما گئے۔ یہ سن کر بڑی دیر تک روتے رہے، یہاں تک کہ آنسوؤں سے داڑھی تر ہو گئی۔ پھر فرمایا، ان کے بعد کون خلیفہ ہوا۔ ہم نے کہا، حضرت ابوبکر۔ فرمایا، وہ کیسے ہیں۔ ہم نے کہا، وہ بھی انتقال فرما گئے۔ پوچھا، ان کے بعد کون ہوئے۔ ہم نے کہا، حضرت عمر۔ کماخیر۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے تو میں محروم رہ گیا مگر حضرت عمر کی خدمت میں تو میرا سلام عرض کر دینا اور کہہ دینا کہ ہر کام میں راست روی اور درمیانہ روی اختیار کرو۔ قیامت قریب آ چکی ہے، جس کی علامتیں امت مرحومہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ان باتوں کا پھیلنا ہے۔ ایسے لوگوں سے بھاگیو۔ بھاگیو مرد مردوں کے ساتھ بد فعلی کریں اور عورتیں عورتوں کے ساتھ اور نسب بدلنے لگیں۔ اپنے سرداروں کو چھوڑ کر غیروں کی غلامی اختیار کریں۔ بڑے چھوٹوں پر رحم نہ کریں اور چھوٹے بڑوں کا وقار نہ رکھیں۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ترک کر دیں۔ علم کو دور ہم

ممبر بڑے اور اونچے بنائیں اور قرآن مجید کو چاندی سے سجائیں۔ مسجدیں ظاہری زیب و زینت سے آراستہ کی جائیں۔ رشوت کھلم کھلائیں۔ مکان بڑے پائدار، پختہ بنائیں۔ خواہش نفسانی کے پیچھے لگ لیں۔ دین کو دنیا کے عوض بیچیں۔ خون کرنے کو ہلکا سمجھیں۔ باہم ہشت دار قطع تعلق کریں۔ حکمت کی بات پہنچی جائے یعنی حکم خلاف شریعت روپے لے کر دینے لگیں۔ بیاج کھائیں۔ دوسروں کے مال دبا بیٹھنے پر فخر کریں۔ باہمی قتل و قتال کو جہاد سمجھیں۔ اہل علم و فضل اپنے سے ادناؤں کی تعظیم کریں۔ عورتیں گھوڑے پر سواری کریں۔ یہ کہہ کر غائب ہو گئے۔

جب یہ خبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پہنچی، حضرت عمر نے حضرت سعد کو لکھا کہ آپ کو چاہیے کہ تمام مہاجرین اور انصار کو ساتھ لے کر اس پہاڑ پر پہنچو اور جب ان سے ملاقات کرو تو میرا بھی ان سے سلام کہہ دینا۔ اس واسطے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جانب عراق جو ایک پہاڑ ہے، اس میں بعض وہ لوگ رہتے ہیں جن کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے میری نسبت وصیت فرمائی تھی۔ چنانچہ حضرت سعد چار ہزار آدمیوں کے ساتھ اس پہاڑ پر تشریف لے گئے اور چالیس دن تک اذان، ہنگامہ برابر کہتے رہے مگر ان سے ملاقات نہ ہوئی۔

اور نیز ”حجتہ اللہ“ میں ہے، بروایت ابن سعد اور ابو نعیم عامر بن ربیعہ فرماتے ہیں کہ زید بن عمر بن نفیل مکہ مکرمہ سے حرا کی طرف جا رہے تھے، اثناء راہ میں مجھ کو مل گئے۔ فرمانے لگے کہ مکہ مکرمہ سے میرے نکلنے کی وجہ یہ ہے کہ میری قوم کئی وجہ سے میری مخالف ہو گئی ہے۔ اول تو میں نے ان کے بتوں کی عبادت سے انکار کیا، جو ان کے آباؤی معبود تھے۔ دوئم مذہب ابراہیمی کا میں پیرو بن کر ایک نبی کے انتظار میں ہوں جو اولاد اسماعیل علیہ السلام سے عبدالمطلب کی اولاد سے ہوں گے۔ نام ان کا احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہو گا۔ مگر مجھ کو امید نہیں کہ ان کا زمانہ پاؤں۔ مگر میں ان پر ایمان لاتا ہوں اور ان کی تصدیق کرتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ بیشک وہ نبی ہیں۔ اگر تمہاری عمر دراز ہو اور تم ان کو پاؤ، تو ان کی خدمت میں میرا سلام عرض کر دینا مگر میں تم پر ان کی نشانیاں پورے طور پر ظاہر کیے دیتا ہوں تاکہ تم کو ان کے پہچاننے میں شک نہ ہو۔

وہ نہ زیادہ لمبے ہوں گے نہ پستہ قد اور نہ وہ زیادہ بال والے ہوں گے اور نہ کم بال والے۔ ان کی آنکھوں سے سرخی جدا نہ ہوگی۔ مہربوت ان کے دونوں شانوں کے درمیان ہوگی اور نام ان کا احمد صلی اللہ

ہدایت سے ناراض ہوگی، اور مکہ مکرمہ میں نہ رہنے دے گی، وہ ہجرت فرما کر یثرب تشریف لے جائیں گے۔ وہاں جا کر ان کا امر نبوت زور پر ہوگا اور سب پر غالب آتے چلے جائیں گے۔ خبردار ان کو دھوکا نہ دینا۔ میں دین ابراہیمی کی طلب میں تمام شہروں میں پھرا ہوں اور یہود اور نصاریٰ اور مجوس سب سے میں نے حق کی راہ ڈھونڈی اور دین حق طلب کیا۔ سب نے یہی کہا کہ ان صفات والے پیغمبر، جن کو میں نے بیان کیا، کچھ دن بعد ظاہر ہونے والے ہیں۔ دین حق انہی کا دین ہے۔ ان کے بعد قیامت تک پھر کوئی نبی نہ ہوگا۔

حضرت عامر فرماتے ہیں، جب بموجب خبر حضرت زید کے میں نے مکہ مکرمہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دعویٰ نبوت کرتے ان صفات کے ساتھ موصوف پایا، تو میں ایمان لے آیا اور حضرت زید کا قصہ کہہ سنایا۔ آپ نے ان کے واسطے دعاء رحمت کی اور فرمایا کہ میں نے ان کو جنت میں چلتا پھرتا اور دراز دامن دیکھا ہے۔

اور اس قسم کے بہت واقعات ہیں جن کو علامہ یوسف نبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ”حجتہ اللہ علی العالمین“ میں لکھا ہے۔ ان سب کے لکھنے کی اس مختصر میں گنجائش نہیں۔ جو زیادہ دیکھنا چاہے کتاب مذکور کا مطالعہ کرے۔

جن اور کاہن نبی کریم کی آمد کی بشارت دیتے تھے:

اب بطریق نمونہ کچھ خبریں جنوں کی اور کاہنوں کی نقل کی جاتی ہیں جو احادیث صحیحہ اور تواریخ معتبرہ سے ثابت ہیں۔

بخاری شریف میں ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر نے کبھی کسی چیز کو دیکھ کر یہ نہیں فرمایا کہ میں اس کو ایسا گمان کرتا ہوں مگر آپ کا گمان صحیح ہی نکلا۔ ایک دن آپ تشریف فرماتے۔ آپ نے ایک خوبصورت آدمی کو جاتے ہوئے دیکھا اور فرمایا، میرا گمان یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں یہ ہمارے دین پر تھا یا کاہن تھا۔ ذرا اس کو بلاؤ۔ جب وہ آیا، آپ نے فرمایا کہ تو زمانہ جاہلیت میں کاہن تھا۔ اس نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا، زمانہ جاہلیت میں جو بڑی تعجب خیز خبر تیرے پاس تیرا جن لایا ہو، اس کو بیان کر۔ کہنے لگا، میں ایک دن بازار میں تھا کہ میرا جن گھرایا ہوا آیا اور کہنے لگا:

الم تر الجن وابلا سہا ویا سہا من بعد انکاسہا و لحوقہا

بالفلاس و احلاسہا۔

کیا نہ دیکھتا تھے جنوں کو اور حیرت ان کی کو اور ناامدی ان کی کو سننے آسمان کی خبروں سے بعد

لوٹنے ان کے آسمان کی جانب سے۔

اس کے بعد عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا 'یہ بات سچ ہے۔ میں بھی ایام جنات میں ایک پتھر کے بت کے پاس، جس کو ہم نے معبود بنا رکھا تھا، سویا ہوا تھا۔ ناگاہ میں نے دیکھا کہ ایک شخص ایک حجر اٹایا اور اس نے اس کو بت کے سامنے ذبح کیا۔ ناگاہ ایک پیچھے والا ایسی زور کی آواز سے چیخا کہ ایسی آواز میں نے کبھی نہ سنی تھی۔ کتنا تھا:

يا جليل امر نجیح رجل فصیح يقول لا اله الا انت۔

اے خبر دریافت کرنے والے حیرت زدہ ایک کام ظاہر ہونے والا ہے نجات کا۔ ایک مرد فصیح کہہ رہا ہے، 'نہیں کوئی معبود مگر تو۔

یہ سن کر قوم کے لوگ دہشت ناک ہو کر بھاگے۔ مگر میں نے کہا کہ میں یہاں سے نہیں ہوں گا جب تک تحقیق نہ کر لوں کہ یہ کون ہے۔ پھر دوبارہ آواز آئی:

يا جليل امر نجیح رجل فصیح يقول لا اله الا الله۔

اے خبر دریافت کرنے والے حیرت زدہ ایک کام ظاہر ہونے والا ہے نجات کا۔ ایک مرد فصیح کہہ رہا ہے، 'نہیں کوئی معبود مگر اللہ۔

یہ سن کر میں چل دیا۔ تھوڑے دن نہیں گزرے تھے کہ کہا گیا محمد رسول اللہ سچے نبی ہیں۔

حضرت خزیمہ ابن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابو عامر بن ربیعہ قبل ظاہر ہونے نبوت جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم کے، آپ کے اوصاف بیان کیا کرتے تھے اور یہ ابو عامر شرک سے متغیر ہو کر توحید کا دم بھرتے تھے اور راہ راست حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طالب تھے۔ اس تلاش میں اہل کتاب یہود اور نصاریٰ سے ملنے بہت دور دور گئے اور جس سے پوچھا، ان کے علماء نے یہی خبر دی کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، جن کا قریب ظہور ہونے والا ہے، وہ مذہب ابراہیمی کے متبع ہوں گے اور - انہوں نے اوصاف اور علامتیں آپ کی ابو عامر سے بیان کیں۔ پھر ابو عامر نے ایک دن اوس اور خزرج کی جماعت میں بیٹھ کر، جو مدینہ طیبہ میں دو قبیلے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا اور آپ کے ظاہر ہونے اور مدینہ طیبہ میں ہجرت کر کے تشریف لانے کا ذکر کر کے آپ کے بہت اوصاف بیان کیے۔

ابو الیثم ابن الیمان قضائی نے، جو بنی عبدالاشل کے حلیف اور معاہد تھے اور موحد مثل ابو عامر کے

سے زیادہ بیان نہ کرتے۔ ابو عامر نے کہا، میں کیوں نہ اس طرح بیان کروں، میں نے تو ان کے اوصاف آدمی اور جنوں سے سنے ہیں۔ یہ سن کر ابو الیشم نے کہا کہ آدمی تو ان کے اوصاف اللہ کی کتابوں میں دیکھ کر جو بیان کرتے ہیں، میں بھی سنتا رہا ہوں، مگر جنوں سے میں نے نہیں سنا۔ تم نے اگر سنا ہے تو کچھ بیان کرو۔

ابو عامر نے کہا کہ مجھ کو یہ خبر پہنچی کہ ایک کاہن یمن میں آئندہ غنی ہونے والی باتوں کی خبر دیتا ہے۔ یہ سن کر تمنا میں اس طرف روانہ ہو گیا۔ ایک دن چاندنی رات میں چل رہا تھا کہ میرے اوپر نیند نے غلبہ کیا اور یکایک میری اونٹنی بری طرح چپکی اور میں خوف سے گھبرا گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ مثل ستاروں کی بہت سی آگ متفرق چمک رہی ہے۔ میں نے بہ جبر اونٹنی کو اس طرف اتنا ہانکا کہ اس آگ سے نزدیک ہو گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہ آگ جمع ہو گئی اور اس کے گرد بہت سے ایسے لوگ ہیں کہ جو آدمیوں سے مشابہت نہیں رکھتے۔ نہ ان کے وہاں گھر معلوم ہوتے ہیں اور نہ چارپائے، فقط کچھ شور سامعلوم ہوتا ہے۔ اس سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور اونٹنی کھڑی رہ گئی۔ پھر کوئی۔ میں اونٹنی سے کود پڑا اور چند نیلگون آدمی میری طرف آئے۔ میں چیخا کہ میں پناہ مانگتا ہوں ان جنوں کے سردار کے ساتھ۔ ناگاہ ان میں سے چند آدمی مجھ کو اشارے اور آواز سے اپنی طرف بلانے لگے اور مجھ سے پوچھا کہ تمہارا کہاں کا قصد ہے۔ پھر ان میں سے چار آدمیوں نے آکر مجھ کو سلام علیک کیا اور میرے پاس بیٹھ گئے۔ جن کی شکلیں وحشت ناک تھیں، ان میں سے ایک نے پوچھا کہ تم کہاں کے آدمیوں میں سے ہو۔ میں نے کہا، میں ایک آدمی غسان کا ہوں، جو قبیلہ بنی قیلہ کی شاخ ہے۔ کہا، تمہارا کہاں کا ارادہ ہے۔ میں نے کہا، کیا یہاں کے جنوں کے حاکم کے امن میں نہیں ہوں۔ کہا، کیوں نہیں، تم کسی سے نہ ڈرو۔ میں نے کہا، میرا ارادہ یمن کے کاہن کے پاس جانے کا ہے اور ہم ان آدمیوں سے ہیں کہ جو کاہنوں کی بات پر یقین رکھتے ہیں اور کاہن جو کچھ خبریں اور علم حاصل کرتے ہیں، تم سے کرتے ہیں اور میں اب براہ راست تمہیں سے آؤں۔ لہذا ہونے والی بات سے کچھ خبر بیان کرو۔

ان میں سے تینوں نے چوتھے کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ بڑے خبردار سے تم آؤ۔ میں نے اس چوتھے سے سوال کیا اور اپنی رغبت کا حال توحید کی طرف اور ملت ابراہیمی کی جانب بیان کیا۔ اس نے کہا، تم کس کے باپ ہو۔ میں نے کہا، میں ابو عامر ہوں۔ اس نے ایک قافے بند کام خوشنما میں مجھ کو بشارت جناب رسالت مآب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنائی۔ میں نے کہا، کچھ ان کی صفاتوں سے مجھ کو خبر دو۔ کہا،

جو کوئی ان کو ستائے گا، اس سے پہلو تہی کریں گے اور درگزر فرمائیں گے۔ آنکھیں ان کی نہایت کشادہ اور خوشنما ہوں گی۔ ان کے دونوں شانوں کے درمیان مہربوت ہوگی۔ وہ آسمان اور سیدھا راستہ بتائیں گے۔ بہت نیک بخت وہ ہے جو ان کی پیروی کرے۔ میں نے یہ کلام فرشتوں سے سنا ہے۔ یہ کہہ کر اپنے تینوں ساتھیوں کے ساتھ روانہ ہوا اور میں تمام رات اسی جگہ کھڑا رہا۔ صبح ہوتے ہی اپنے مطلب کی طرف روانہ ہوا۔

حضرت خزیمہ فرماتے ہیں کہ اتنا بیان کر کے ابو عامر راہب تو روانہ ہوئے اور میں بعدہ 'قصب الیمامہ' کی نشست گاہ، جس میں آئے گئے آدمی ٹھہرتے تھے، جا بیٹھا۔ ایک آدمی ان آدمیوں سے 'جو نشست گاہ میں بیٹھے تھے' کہنے لگا کہ میں ایک دن ہوزہ بادشاہ کے پاس بیٹھا تھا کہ اچانک دربان آیا اور کہا کہ دمشق کا راہب آپ کے پاس آنے کی اجازت طلب کرتا ہے۔ بادشاہ نے اجازت دی۔ جب وہ راہب آیا، مرحبا کہہ کر بہت محبت سے اس کو بٹھایا اور دونوں باہم باتیں کرنے لگے۔

پھر راہب نے کہا کہ تمہارے ملک کے شہر کیا اچھے ہیں۔ ہوزہ نے کہا، بیشک ہمارے شہر بہت اچھے اور سارے عرب کے لیے موجب زینت ہیں۔ راہب نے کہا، تمہارے شہروں سے وہ کونسا شہر ہے کہ جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے گے، اس شہر میں آکر اور اپنی ولادت گاہ سے ہجرت فرما کر اس شہر میں قیام فرما کر اپنے دین کی طرف لوگوں کو بلائیں گے۔ ہوزہ نے کہا، اس شہر کا نام یثرب ہے، جو ہم سے بہت نزدیک ہے۔ ان کا فرمان میرے پاس آچکا ہے۔ وہ مجھ کو اپنے دین کی طرف بلاتے تھے مگر میں نے ان کا دین قبول نہیں کیا۔ راہب نے کہا، کیوں۔ ہوزہ نے کہا، بادشاہت کی محبت سے۔ میں ڈرا کہ کبھی مجھ کو میری قوم سلطنت سے محروم نہ کر دے۔ راہب نے کہا، اگر تو ان کی تابعداری کرتا تو وہ تمہاری بادشاہت بدستور قائم رکھتے اور تمہاری بھلائی انہیں کی پیروی میں ہے۔ بیشک وہ وہی پیغمبر ہیں، جن کی تشریف آوری کی بشارت عیسیٰ علیہ السلام نے سنائی تھی اور انجیل میں ان کے اوصاف بیان کیے گئے ہیں۔ ہوزہ نے راہب سے پوچھا کہ پھر تم نے ان کی تابعداری کیوں نہ کی۔ کہا، مجھ کو شراب سے محبت ہے اور وہ شراب کو حرام فرمادیں گے، اس وجہ سے ان کے ساتھ مجھ کو حسد ہے۔ ہوزہ نے کہا، میرا تو ارادہ ان کی تابعداری کا ہے اور میرا ان سے یہی سوال ہے کہ مجھ کو میرے ملک پر بدستور قائم رکھیں اور اس امر کا ان کے قاصد مجھ سے وعدہ بھی کر گئے ہیں۔ پھر ہوزہ نے اپنے کاتب کو بلا کر جناب رسالت مآب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے اپنے دل کی بات کہی۔

بادشاہ کی رعیت کو پہنچی، بادشاہ سے ناراضگی ظاہر کی اور کہا، اگر تم ان کی تابعداری کر دے گے تو ہم تم کو معزول کر دیں گے۔ قاصد یہ سن کر کانپ گیا اور روانگی کے ارادہ سے باز رہا اور راہب بادشاہ کے پاس نہایت عزت کے ساتھ ٹھہرا رہا، اس واسطے کہ وہ راہب ہر سال بادشاہ ہوزہ کے پاس آیا کرتا تھا۔ پھر کچھ مدت بعد وہ راہب روانہ ملک شام ہوا۔ میں نے کہا، جو تو نے ہوزہ سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بیان کیا ہے، کیا سچ ہے۔ راہب نے کہا، ہاں سچ ہے۔ تجھ کو چاہیے کہ ان کی پیروی کر۔ وہ شخص بیان کرتا تھا کہ راہب سے یہ سن کر اپنے گھر آکر میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کا سامان کیا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ پر ایمان لایا اور جو کچھ راہب سے سنا تھا، وہ سب کہہ سنایا۔

اور اسی ”حجتہ اللہ“ کے صفحہ ۱۶۵ میں ہے کہ حضرت عروۃ ابن مسعود ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جس زمانہ میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کا محاصرہ کر کے بعد فتح بہت ارادہ واپسی کا فرمایا، میں غیلان بن سلمہ سے ملا اور میں نے کہا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام بہت بلند ہو گیا۔ تم نے دیکھا نہیں لوگ کس کثرت سے ان کے پیرو ہوئے جاتے ہیں۔ غیلان نے کہا، کیوں نہیں۔ میں اچھی طرح سے اس امر کو دیکھ رہا ہوں۔ تم کو تمہارا کیا ارادہ ہے۔ عروہ نے کہا، اہل عرب اپنے آپ کو عقل مند سمجھتے ہیں مگر ہم ان پر اگر ایمان نہ لائے اور ان کی پیروی نہ کی تو ہم سے زیادہ بے وقوف کوئی نہیں۔ غیلان نے کہا، میں ایسی بات تم سے سننا پسند نہیں کرتا، اگرچہ تم سردار قوم کے ہو مگر مجھے خوف ہے کہ اس ارادہ سے کبھی تم ہلاک نہ ہو۔ میں نے کہا، سچی بات میں کوئی جہالت کر دو کرو، اس میں شک تو نہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سچے نبی ہیں اور میرا ان پر اعتماد اور بھروسہ ہے۔ میں ضرور ان کی پیروی کروں گا اور ان کے معاملہ میں جو کچھ میں نے سنا ہے، اور اب تک کسی سے بیان نہیں کیا، اب میں تم سے کہتا ہوں کہ میں نے بغرض تجارت اس سے پہلے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امر ظاہر ہوا، اور ان کی کوئی مخالفت کرے، نجران کا ارادہ کیا تھا۔ اثناء راہ میں ایک درخت کے نیچے اپنے قافلہ سے جدا ہو کر میں جا لیٹا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ دو لڑکیاں اسی درخت کی طرف چلی آ رہی ہیں۔ پس وہ دونوں آکر بیٹھ گئیں اور میں نے سوئے ہوئے کا سامان از ظاہر کیا۔ ان میں سے ایک نے دوسری سے پوچھا کہ یہ شخص کون ہیں۔ دوسری نے کہا، یہ عروہ بن مسعود اپنی قوم کا سردار ہے، جو سب پر غالب آیا ہے اور اتنا سخی ہے کہ اکثر جنگ

سب اس کے مخالف ہیں۔ کما' سچ ہے۔ پھر اس جانے میں اس کی بہتری ہے یا نہیں۔ دوسری نے کما' اس پر راستہ آسان ہو جائے گا اور یہ سب پر غالب آجائے گا۔ اس نے کما' یہ سچ ہے مگر انجام اس کا کیا ہو گا۔ کما' سردار بن کر رہے گا اور ایک نبی کریم کا پیرو رہے گا اور بڑا مرتبہ پائے گا۔ دوسری نے کما' وہ نبی کون ہے۔ کما:

داع مجاب له امر عجاب ياتيه من السماء كتاب يبهر
الالباب ويقهر الارباب۔

یعنی وہ اللہ کی طرف ایک بلائے والا ہے کہ جس کی بات قبول کی جائے گی اور امور عجیب اس سے ظاہر ہوں گے۔ آسمان سے اس کے پاس ایک کتاب اترے گی، جو عقل والوں کی عقلوں کو روشن کر دے گی اور سرداروں کی گردنیں نیچی۔

حضرت عروہ فرماتے ہیں، پھر وہ دونوں چپ ہو گئیں اور میں ایسا سوچا کہ جب قافلہ کی تیاری ہوئی اور اونٹ بولنے لگے تو جاگا۔ ان دونوں لڑکیوں کو نہ پایا۔ جب میں خبر ان پہنچ گیا تو وہاں کے بڑے پادری کے پاس ٹھہرا، جو میرا دوست تھا۔ وہ مجھ سے کہنے لگا، عروہ! یہ زمانہ نبی آخر الزمان کے ظاہر ہونے کا ہے، جو تمہارے حرم مکہ سے ظاہر ہوں گے اور حق کی رہنمائی کریں گے۔ میں نے کما' تم کیا کہتے ہو۔ اس نے کما' ہاں قسم مسیح کی بیشک وہ سب پیغمبروں سے بہتر ہیں اور سب سے آخری نبی کہ ان کے بعد کوئی نبی نہ ہو گا۔ اگر وہ تمہارے سامنے ظاہر ہو جائیں، سب سے اول تم ان کی پیروی کرنا اور ان پر ایمان لانا۔ حضرت عروہ فرماتے ہیں، میں نے کہا کہ میں نے اس راز کو اب تک پوشیدہ رکھا تھا اپنے قبیلہ حقیف سے، اس واسطے کہ میں دیکھتا تھا کہ ان کا تشدد و مقابلہ حضور سے اٹھا کو پہنچ چکا تھا اور میں خود انہی میں سے تھا اور تمہارے خبر دینے سے پہلے جنوں سے میں ان کی خبر سن چکا تھا مگر اب تمہارے کہنے سے اس خبر کا مجھ کو پورا یقین ہو گیا اور اب ضرور میں ان کی پیروی کروں گا اور ان کی تابعداری میں بہت کچھ حصہ لوں گا مگر میرے اس ارادہ کو ابھی تم کسی پر ظاہر نہ کرنا۔ غیلان نے کما' بہت اچھا۔ اب آپ بسم اللہ کہہ کر ان کی خدمت میں حاضر ہو جائیے۔ اس کے بعد میں خدمت حنظلہ میں حاضر ہو کر شرف اسلام سے مشرف ہوا اور اللہ نے مجھے اسلام کامل عطا فرمایا۔

ہامہ جن مسلمان ہو گیا:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ میں ایک دن مدینہ طیبہ سے باہر حضور کی خدمت میں حاضر تھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک ضعیف العمر عصابا تھا میں لیے چلے آ رہے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھ کر فرمایا، اس شخص کی چال تو جنوں کی کی چال کے مشابہ ہے۔ اتنے میں وہ حاضر حضور ہو ہی گئے اور بعد اداء سنت سلام وہ کچھ باتیں کرنے لگے۔ آپ نے فرمایا، یہ طرز تو جنوں کی باتوں کا سا ہے۔ اس ضعیف العمر نے عرض کیا کہ حضور میں ہامہ ہوں۔ میرے باپ کا نام ہام تھا اور ہام لاقیس کی بیٹی تھی اور لاقیس ابلیس کا بیٹا تھا۔ آپ نے فرمایا، تم تک ابلیس سے دو ہی پشت ہیں۔ عرض کیا، ہاں۔ فرمایا، تمہاری کیا عمر ہے۔ عرض کیا، حضور میں ایک طویل زمانہ دیکھ چکا ہوں۔ قاتیل نے جب حضرت ہاتیل کو قتل کیا، میں چند سال کا بچہ تھا۔ اکثر نیلوں پہ چڑھ کر شکار کیا کرتا تھا اور لوگوں کو خرابی میں ڈالتا تھا۔ آپ نے فرمایا، تو برا کام کرتا تھا۔ عرض کی، حضور پھر میں نوح علیہ السلام کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا تھا اور حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بددعا سے جب میں نے ناراضگی ظاہر کی تو آپ نادم ہو کر رونے لگے، یہاں تک کہ میں ساتھ میں رونے لگا اور یہی معاملہ مجھ کو حضرت ہود علیہ السلام کے ساتھ پیش آیا۔ جب انہوں نے بددعا کی تھی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر میں ان پر بھی ایمان لایا تھا اور جب ان کو آگ میں ڈال دیا گیا، میں ان کے ساتھ تھا۔ اسی طرح جب یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں ڈال دیا گیا، میں ان سے پہلے کنوئیں میں اتر گیا تھا۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کی خدمت سے بھی میں نے شرف حاصل کیا اور عیسیٰ علیہ السلام پر بھی میں ایمان لایا۔ انہوں نے مجھ سے عہد لیا تھا کہ اگر تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پائے تو میرا سلام عرض کر دینا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، اس کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علیک وعلیہ یا حامہ۔ اب اپنا مدعا بیان کرو۔ عرض کیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مجھے توریت پڑھائی تھی اور عیسیٰ علیہ السلام نے انجیل۔ اب میری آرزو ہے کہ حضور مجھے قرآن کریم سکھلا دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سورۃ واقعہ، عم، حسون اور اذا الشمس کورت اور قل یا احبا الکافرون، سورۃ اخلاص، سورۃ فلق اور سورۃ ناس سکھا کر رخصت کیا۔ بعد اس کے، اس کے انتقال کی خبر حضور سے ہم نے نہیں سنی۔ میرا گمان ہے کہ ابھی وہ زندہ ہوں گے۔

اس قسم کی بہت سی صحیح روایتیں جن اور کاہنوں سے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت علامہ نبہانی نے ”حجتہ اللہ علی العالمین“ میں نقل کی ہیں۔ سب کا نقل کرنا اس مختصر میں متغیر ہے، لہذا اس بحث کو ”مسلم شریف“ کی فقط ایک روایت پر، جس سے یہ بھی ثابت ہو جائے گا کہ حضرت امام ممدی علیہ الرحمۃ والرضوان اور عیسیٰ علیٰ نبینا علیہ السلوۃ والسلام اس وقت تک نہیں آسکتے، جب تک دجال کا خروج نہ ہو اور اس کے خروج کا پہلا دن ایک سال کا ہو اور دوسرا ایک ماہ کا اور تیسرا ہفتہ کا اور باقی دن حسب معمول ہوں گے اور قبل ظہور اس امر کے جو بھی کوئی دعویٰ مدویت یا عیسویت کا کرے، وہ کذاب و دجال ہو گا۔

دجال کی علامات اور اس کی آمد:

”مسلم شریف“ کی کتاب ”الفتن“ اور ”اشرار الساعۃ“ میں ہے کہ حضرت نواس ابن سمعان رضی اللہ عنہ ایک جلیل القدر صحابی فرماتے ہیں کہ ایک دن صبح کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کا ذکر اس جوش و خروش کی ساتھ بیان فرمایا کہ ہم نے یہ سمجھ لیا کہ دجال مدینہ طیبہ کی کھجوروں میں آپہنچا ہے۔ جب شام کو خدمت اقدس میں ہم حاضر ہوئے تو آثارات و ہشت حضور نے ہمارے چروں سے ملاحظہ فرما کر فرمایا کہ تمہاری کیا حالت ہے۔ ہم نے عرض کیا، حضور نے دجال کا ذکر بلند اور پست آواز میں ایسا فرمایا کہ ہم کو تو یہ یقین ہو گیا کہ وہ مدینہ کی کھجوروں میں ہی آپہنچا۔ آپ نے فرمایا، علاوہ دجال کے اور بہت سے فتنوں کا تمہارے اوپر مجھے زیادہ خوف ہے۔ وہ تو اگر میرے سامنے آگیا تو میں تمہارا ناصرد و مددگار ہوں اور اگر میرے بعد آیا تو ہر شخص اپنے نفس کی حفاظت کرنے والا ہے اور اللہ میری طرف سے ہر مسلمان کا محافظ ہے۔ وہ جو انہی گھٹے ہوئے بدن کا، ایک آنکھ اس کی باہر اٹھی ہوئی ایسے ہی جیسے ٹیٹ نکلا ہوتا ہے۔ عبد العزیز بن قطن، جو ایک یہودی تھا، اس سے تشبیہ دے سکتا ہوں۔ جو شخص اس کو تم میں سے پائے، اسے چاہیے کہ (اس سے امن حاصل کرنے کو) سورہ کف کی ابتدائی آیتیں اس پر پڑھے۔ شام اور عراق کے مابین جو ایک راستہ ہے، وہاں سے نکلے گا اور دائیں بائیں چلنے کا اور فساد پھیلانے کا ارادہ کرے گا۔ اسے ہنگام خد اس وقت ثابت قدم رہنا۔ ہم نے عرض کیا، حضور وہ دن جو برس دن کا ہو گیا مدینہ اور ہفتہ کا، اس میں کیا ہم کو پانچوں ہی وقت کی نماز کافی ہوگی۔ فرمایا، نہیں اندازہ کر کے برس دن کی ہی نماز پڑھنا (اور ایسے ہی اندازہ سے مہینہ کی اور ہفتہ کی)۔ ہم نے عرض کیا، حضور جالیس دن میں، وہ تمام زمین رکھے

پھر جائے گا۔ فرمایا، جیسے ابرہہ کے ساتھ دنیا میں پھر جاتا ہے۔ پھر وہ ایک قوم پر آکر اس کو اپنی خدائی کی دعوت دے گا۔ وہ اس پر ایمان لے آئے گی اور اس کی دعوت قبول کر لے گی۔ پھر وہ جب آسمان کو حکم بامارش کا کرے گا تو اتنا مینہ برے گا کہ زمین سرسبز ہو جائے گی اور اس قوم کے موسیٰ خوب موٹے تازے ہو کر دودھ سے تھن بھرے ہوئے واپس آئیں گے۔ پھر وہ ایک دوسری قوم پر آکر اپنی خدائی کی دعوت دے گا۔ وہ اس کی دعوت کو رد کر دیں گے تو ان کے پاس جو بھی کچھ رہا سہا ہوگا، نیست و نابود ہو جائے گا اور ان کے پاس کچھ نہ رہے گا۔ پھر وہ جنگل میں جا کر زمین کے خزانوں کو باہر نکلنے کا حکم نافذ کرے گا۔ جب بہت سے خزانے اس کے پیچھے اس طرح ہو جائیں گے، جیسے یعسوب شہد کی کھیلوں کے بادشاہ کے پیچھے شہد کی کھیاں لگی رہتی ہیں۔ پھر وہ ایک جوان موٹے تازے آدمی کو بلا کر تلوار سے قتل کر دے گا اور اس کے دونوں ٹکڑوں کو ایک تیر کے نشانہ کے انداز پر علیحدہ علیحدہ پھینک کر بلائے گا۔ وہ زندہ ہو کر نہایت خوشی اور فرحت سے چپکتے ہوئے چہرے کے ساتھ واپس آئے گا۔ وہ اسی حالت میں ہو گا کہ اللہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو دنیا میں بھیجے گا اور وہ سفید منارہ مشرقی دمشق پر دو عصا بغل میں لگائے دو فرشتوں کے بازوؤں پر ہتھیلی رکھے ہوئے اس شان سے اتریں گے کہ جب وہ سر نیچا کریں، بالوں سے پانی ٹپکے گا اور جب سر اونچا کریں گے، موتیوں کے سے قطرے گریں گے۔ اس وقت جس کافر کو ان کی سانس کی ہوا اپنے گی، مر جائے گا اور ان کا سانس وہاں تک پہنچے گا، جہاں تک ان کی نگاہ پہنچے۔ جب عیسیٰ علیہ السلام کی خبر دجال کو پہنچے، دجال بھاگے گا، یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کو مقام باب اللہ پر (جو مکہ مکرمہ کے قریب ہوگا) قتل کریں گے۔ اہی آخر الحدیث۔

حضور ﷺ کے اس بیان کے بعد بعض مسلمان متعجب تھے اور بعض منافق دلوں میں منکر کہ اللہ جل شانہ نے آپ کی صداقت اس طرح ظاہر فرمائی۔

دجال ایک جزیرے میں مقید ہے:

امام مسلم "کتاب الفتن" و "اشراط الساعة" اسی "مسلم شریف" میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا، جو ضحاک ابن قیس کی بہن اور مساجرات اول سے ہیں، فرماتی ہیں کہ میرے شوہر مغیرہ کا جب انتقال ہوا اور یوحنا بن مسیح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایام عدت میں نے اپنے

جو الصلوہ جامعہ کے ساتھ لوگوں کو نماز کے لیے جمع کر رہی تھی۔ لہذا میں بھی بغرض نماز مسجد کی طرف نکلی اور اول صف میں عورتوں کی پہنچ گئی۔ جب حضور نماز سے فارغ ہوئے، بیٹھے ہوئے منبر پر رونق افروز ہوئے اور ارشاد فرمایا، 'اپنی اپنی جگہ سب بیٹھے رہو۔ میں نے تم کو کسی خوشخبری سنانے کو جمع کیا ہے، نہ کسی امر سے ڈرانے کو۔ فقط اس واسطے جمع کیا ہے کہ تم حیم داری، جو قوم نصاریٰ سے ایک نصاریٰ ہیں، انہوں نے آکر مجھ سے بیعت کی اور اسلام قبول کیا اور خود گزشتہ وہ واقعہ بیان کیا (جس میں تم متعجب تھے) اور جو مسیح دجال کے متعلق میں تم سے بیان کیا کرتا تھا۔ وہ واقعہ اس میرے بیان کی پوری تصدیق کرتا ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ میں ایک کشتی میں تیس آدمیوں کے ساتھ، جو قبیلہ نعم اور جزام سے تھے، سوار تھا کہ اتفاقاً ایک مینیہ تک کشتی موجوں میں پھنسی رہی، یہاں تک کہ بعد ایک ماہ کے ایک جزیرہ سے غروب آفتاب کے وقت جا لگی۔ صبح ہم اس سے اتر کر جب جزیرہ میں داخل ہوئے تو ہم نے ایک جانور دیکھا، جو بالوں میں سر سے پاؤں تک ایسا چھپا ہوا تھا کہ ہم اس کے آگے پیچھے کا امتیاز نہیں کر سکتے تھے۔ ہم نے اس سے کہا، 'تجھے خدا کی مار، تو کون ہے۔' کہا، 'میں جسامہ ہوں۔' سب نے کہا، 'جسامہ کون ہوتا ہے۔' کہنے لگا، 'میں مندر سا جو بنا ہوا ہے، اس میں ایک آدمی ہے۔ وہ تم لوگوں کے آنے کا بہت ہی مشتاق ہے۔ جو کچھ پوچھنا ہے، اس سے پوچھ لو۔' یہ سن کر ہم ڈرے کہ کبھی وہ کوئی شیطان نہ ہو۔ مگر جلد سے ہم اس مکان میں داخل ہو ہی گئے۔ دیکھتے کیا ہیں کہ ایک شخص بڑا قوی البیکل زنجیروں میں سر سے پاؤں تک جکڑا ہوا، مشکلیں بندھی ہوئی اس مکان میں موجود ہے۔ ہم نے اس سے کہا، 'تجھے خدا کی مار، تو کون ہے۔' کہنے لگا، 'جب تم مجھ تک آ پہنچے تو پہلے مجھ کو یہ بتاؤ کہ تم کون ہو۔' ہم نے کہا، 'ہم چند عرب کے آدمی ہیں۔ کشتی میں سوار ہو کر جا رہے تھے کہ ہماری کشتی ایک ماہ تک موجوں میں پھنسی رہی اور کل رات تمہارے جزیرہ میں آکر پہنچی اور ہم نے ایک جانور بالوں میں چھپا ہوا دیکھا۔ اس سے جو اس کا حال دریافت کیا تو اس نے ہم کو تیرے اس مکان کی طرف روانہ کر کے کہا کہ اس مکان والا تمہارا بہت مشتاق ہے، اس واسطے ہم ڈرتے ہوئے یہاں تک پہنچے کہ کہیں کوئی شیطان نہ ہو (اور ہم کو نقصان نہ پہنچائے) دجال نے کہا، 'نخل بیسان کی تو خبر سناؤ۔' ہم نے کہا، 'کیسی خبر پوچھتا ہے۔' کہا، 'اس کی کھجوروں میں ابھی پھل آنے لگے یا نہیں۔' ہم نے کہا، 'ہاں آتے ہیں۔' کہا، 'ایک زمانہ قریب ہے کہ وہاں کی کھجوروں کا پھلنا موقوف ہو جائے گا۔ مگر بحیرہ طبرہ کا کیا حال ہے۔' ہم نے کہا، 'کونسا حال دریافت کرتے ہو۔' کہا، 'اس میں پانی ہے یا نہیں۔' ہم نے کہا، 'بہت پانی ہے۔' کہا، 'قریب ہے کہ اس سے پانی قطعاً جاتا رہے گا۔ چشمہ زغرل کی حالت بیان کرو۔' ہم نے کہا، 'اس میں بھی بہت پانی ہے اور اس کے

پانی سے وہاں کے لوگ کثرت ہے کاشت کرتے ہیں۔ کہا، اب یہ بتلاؤ کہ امیوں کے نبی، جو مکہ مکرمہ سے ظاہر ہوں گے اور یشرب میں جا کر ٹھہریں گے، وہ ابھی ظاہر ہوئے یا نہیں اور اگر ظاہر ہوئے تو ان کا کیا حال ہے اور عرب کا معاملہ ان کے ساتھ کیسا ہے اور تم نے ان کے ساتھ کیا برتاؤ کیا۔ ہم نے کہا کہ وہ ظاہر ہو گئے اور اپنے نزدیک کے عرب والوں پر غالب آ گئے اور انہوں نے ان کی اطاعت کر لی۔ کہنے لگا، کیا وہ ظاہر ہو گئے۔ ہم نے کہا، ہاں۔ کہا، ان لوگوں کے واسطے بہترینی ہے کہ ان کی اطاعت قبول کر لیں۔

اور میں اب تم کو اپنی حالت سے مطلع کرتا ہوں۔ میں صبح دجال ہوں۔ اب قریب ہے کہ مجھ کو بھی یہاں سے نکلے کا حکم ہو گا۔ پھر میں اس تیزی کے ساتھ زمین کا سفر کروں گا کہ سوائے مکہ اور مدینہ طیبہ کے کوئی زمین مجھ سے خالی نہ رہے گی۔ یہی دو شہر ہیں کہ جن میں داخل ہونا مجھ پر حرام کیا گیا ہے۔ جب میں ارادہ ان دونوں میں سے کسی بھی شہر میں داخل ہونے کا کروں گا، اللہ کا فرشتہ نگلی تلوار سے مجھے روک دے گا اور ان دونوں شہروں کے ہر راستہ پر کثرت سے محافظ فرشتے مقرر ہوں گے۔

مدینہ اور مکہ دجال کے فتنے سے محفوظ رہیں گے:

حضرت فاطمہ فرماتی ہیں کہ بعد اس بیان کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عصا مبارک کو منبر پر مارنا شروع کیا اور تین بار فرمایا ہذہ طیبہ، ہذہ طیبہ، ہذہ طیبہ۔ یہ یعنی مدینہ پاک ہے، پاک ہے، پاک ہے۔ کیا میں نے دجال کی خبر تم کو نہیں بیان کی تھی۔ سب نے عرض کیا، بیشک، بیشک۔ آپ نے فرمایا، اسی امر کی تصدیق کے واسطے تمہیں کا یہ واقعہ سنانے کو میں نے تمہیں جمع کیا ہے۔ بیشک وہ جزیرہ دریائے شام میں ہے یا دریائے یمن میں مشرق کی طرف۔ اٹھی۔

اس کے علاوہ اس قسم کی بہت سی روایتیں ہیں، جن کو تفصیل سے علامہ نبہانی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب ”حجتہ اللہ علی العالمین“ میں نقل کیا ہے۔

بتوں کی گواہیاں:

اب ہم چاہتے ہیں کہ کچھ آپ کے معجزات، جو بعد ظہور شان نبوت مشرکین کے معبودوں سے، جو پتھر کے بت تھے، ظاہر ہوئے، اسی کتاب سے بطریق نمونہ نقل کریں۔ وہ یہ ہیں:

”خصائص کبریٰ“ سے علامہ نبہانی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ راشد بن عبد اللہ راوی ہیں کہ

”سواع“ نامی ایک بت مقام ”معلّٰہ“ میں چند قبائل کا تھا۔ ان میں سے قبیلہ بنی ظفر نے کچھ نذرانہ اس بت کے لیے میرے ہاتھ بھیجا۔ میں صبح کے وقت اس بت کے پاس پہنچا۔ اچانک اس بت کے اندر سے یہ آواز میرے کان میں آئی:

العجب کل العجب من خروج نبی من بنی عبدالمطلب
یحرم الزنا والربوا والذبح للاصنام وحرمت السماع ورمینا
بالشہب۔

تعجب ہے پورا تعجب بنی عبدالمطلب سے ایک نبی کے نکلنے کا جو زنا اور بیابان کو اور بتوں پر جانور ذبح کرنے کو حرام کرے گا اور (اس کی برکت سے آسمان کی طرف جو ہم جاتے تھے) آسمان کی حفاظت کی گئی اور ہم پر شعلے پھینکے گئے۔
پھر دوسرے بت سے میں نے سنا کہ یہ آواز آ رہی ہے:

ترک الضمار وکان یعبد وخرج احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نبی
یصلی الصلوٰۃ ویامر بالزکواۃ والصیام والبر والصلۃ
للالرحام۔

ضمار جو پوجا جاتا تھا اس کی پرستش چھوڑ دی گئی اور احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پیدا ہوئے ہیں جو نماز و زکوٰۃ و روزہ اور احسان اور صلہ رحمی کا حکم جاری فرماتے ہیں۔
پھر تیسرے بت سے آواز آئی:

ان الذی ورث النبوۃ والہدی بعد ابن مریم من قریش مہتدی
نبی یشیر بما سبق وما یکون فی غد۔

نبوت اور ہدایت کے جو مالک ہیں وہ مطلق حضرت عیسیٰ کے بعد آئے ہیں وہ بے شک و شبہ قرشی۔
خبر دیتے ہیں پہلی پچھلی ساری آج کی کل کی۔ وہ ہادی ہیں، وہ مددی ہیں، وہ راشد ہیں، وہ ہیں عربی۔

حضرت راشد فرماتے ہیں کہ میں نے سواع بت کو دیکھا کہ دلو مڑیاں اس کے گرد جو نذرانہ پڑا ہے اس کو کھا لیتی ہیں اور بت کو چاٹتی رہتی ہیں، پھر اس بت پر چڑھ کر پیشاب بھی کرتی ہیں۔ یہ دیکھ کر میں نے یہ شعر

پڑھا۔

ارب یبول الثعلبان براسہ لقد ذل من بالث علیہ الثعالب

یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب حضور مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تھے۔ میں بتوں کے اس معاملہ کو دیکھ کر حضور کی خدمت میں مدینہ پہنچا اور شرف اسلام سے مشرف ہوا۔ پھر آپ سے میں نے ایک احاطہ زمین بطریق انعام طلب کیا۔ آپ نے عطا فرمایا اور ایک برتن پانی کا بھرا ہوا عطا فرمایا اور اس میں اپنا لعاب دہن ڈال دیا اور فرمایا اس کو اپنی زمین میں ڈال دینا اور جو کچھ اس زمین سے تمہاری ضرورت سے زیادہ پانی نکلے لوگوں کو نہ منع کرنا۔ اس سے ایسا چشمہ موجزن ہوا کہ آج تک موجود ہے اور اس پر بہت سی کھجوریں لگا دی گئیں اور وہ چشمہ سارے احاطہ کی زمین کو آج تک کافی ہے۔ لوگوں نے اس چشمہ کا نام ”ماء الرسول“ رکھا ہے۔ اس سے غسل کرتے ہیں اور اس غسل سے ملوک شفا یاب ہوتے ہیں۔

حضرت عباس ابن مراوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں دو پہر کے وقت اپنی اونٹنیاں چرا رہا تھا۔ ناگاہ ایک شخص شتر مرغ پر سوار سفید کپڑے پہنے ہوئے آیا اور مجھ سے کہنے لگا:

الم ترالی السماء قد تعب حراسها وان الحرب قد حرقت
انفاسها وان الخيل وضعت احلاسها وان الذی نزل علیہ البر
والتقوى صاحب الناقه القصوى۔

کیا تو نے نہیں دیکھا آسمان کی طرف کہ رنج و تعب میں پڑے ہیں آسمان سے خبروں کے چرانے والے اور باہمی خانہ جنگیوں سے جانیں جل گئیں اور گھوڑوں کے پالان اتار لیے گئے اور تحقیق وہ شخص کہ جس پر باہمی سلوک اور پرہیزگاری کا نزول ہوا ہے، قصویٰ اونٹنی والا ہے۔

یہ سن کر میں گھبرایا اور اپنے معبود ضمار کے پاس آیا، جسے میں پوچھتا تھا۔ جبکہ میں اس کو چوم رہا تھا اور پوچھ رہا تھا، ناگاہ اس میں سے یہ آواز آئی:

قل للقبائل من سلیم کلها	بنی سلیم کے سارے قبیلوں سے کہہ دو
او ذی ضمار عاش اهل المسجد	ضمار مرنے لگا مسجدیں ہوئیں آباد
ان الذی ورث النبوة والهدی	نبوت اور ہدایت کے وارث آئے ہیں
بعد بن مریم من قریش مہتدی	قریش میں پس عیسیٰ جو میں کریم نہاد
او ذی ضمار کان یعبد مرة	ضمار خطرہ میں ہے جس کو پوجتے تھے لوگ
قبل الكتاب الی النبی محمد	نبی کے لانے سے پہلے کتاب با ارشاد

خدمت میں پہنچا۔ جب میں مسجد میں داخل ہوا تو حضور نے مجھے دیکھ کر حشم فرمایا اور فرمایا عباس! اس چیز نے تمہیں اسلام کی طرف متوجہ کیا۔ میں نے تمام واقعہ گزشتہ حضور سے عرض کیا۔ آپ نے تصدیق فرمائی اور میں مع اپنی قوم کے مشرف اسلام ہوا۔

حضرت مازن بن قہریہ فرماتے ہیں کہ شہر عمان کے قریب بادرنامی بت کا میں بچاری تھا۔ ایک دن ایک چڑھاوے کا بکرا اس کے سامنے میں ذبح کر رہا تھا کہ اس میں سے یہ آواز آنے لگی:

یا مازن اسمع تسر۔ ظہور خیر البشر بعث نبی من مضر۔

بدین دین اللہ برفدع نحیتا من حجر۔ تسلّم من حرسقہ۔

سن اے مازن بشارت نیک خیر محض کی خوشتر مضر سے ایک نبی ظاہر ہوئے ہیں دین حق لے کر۔ یہ پتھر کے کھدے جو بت ہیں ان کو چھوڑ دے۔ یسر نجات دائمی حشر سے جلد حاصل کر۔

مازن کہتے ہیں اس آواز کو سن کر میں گھبرا ہی رہا تھا کہ اسی بت سے یہ دوسری آواز آئی:

اقبل الی اقبل مستمعا لا تجھل آ آ ادھر نگر تو جہالت سن اے فنا

هذا نبی مرسل جاء بحق منزل آئے ہیں حق کو لے کے یہ پیغمبر خدا

یہ تعجب خیز بات سن کر مجھے یقین ہوا کہ میرے ساتھ اللہ نے بھلائی کا ارادہ کیا ہے۔ اسی خیال میں تھا

کہ ایک شخص حجاز سے آیا۔ میں نے کہا 'وہاں کی کچھ خبر بیان کرو۔' کہنے لگا 'ایک شخص جن کا نام نامی احمد

ہے' (صلی اللہ علیہ وسلم) حجاز میں ظاہر ہوئے ہیں۔ جو ان کے پاس جاتا ہے 'اس سے کہتے ہیں اللہ کے بھیجے

ہوئے حکم کو سنو اور قبول کرو۔ یہ سن کر مجھ کو یقین ہو گیا کہ یہ ظہور اسی خوشخبری کا ہے 'جو میں نے بادرنامی

بت سے سنی تھی۔ لہذا میں بت کے ٹکڑے کر کے اپنی اونٹنی پر سوار ہوا اور خدمت اقدس رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر شرف اسلام سے مشرف ہوا اور خود گزشتہ قصہ ان اشعار میں حضور پر پیش کیا۔

کسرت بادرا اجذا اذا وکان لنا پاور کے ٹکڑے کر کے میں آیا ہوں سیدھا

ربا نطیف بہ حینا بتضلال رب جسکو کہہ کے پھرتا تھا گرد اس کے میں سدا

یا الهاشمی ہدینا من ضلالتنا اس گمراہی سے ہاشمی تم نے لیا بچا

ولم یکن دینہ شینا علی بال وہ دیں ذلیل میری نگاہوں میں ہو گیا

یا راکبا بلغن عمر واخوتها پہنچا عمر کو بھائیوں اس کے کو قاصدا

پھر میں نے حضور سرور انبیاء کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور گانے بجانے اور شراب خواری اور زنا کاری کا میں عادی ہوں اب مدت سے بوجہ قحط سال کے میں مفلس ہو گیا ہوں اور میرا کنبہ تباہ اور میں لالہ ہوں۔ دعا کیجئے کہ یہ سب بلائیں خود ہی مجھ سے جاتی رہیں اور اللہ اولاد بھی عطا فرمائے اور شرم و حیا دے۔ آپ نے فرمایا:

اللهم ابدله بالطرب قراءة القرآن وبالحرām الحلال وبالخمر
وباللاثم فيه وبالعهـر العفـه وائـته بالحـيا وھـب لہ ولدًا۔

الہی اس کے گانے بجانے کو قرأت قرآن کے ساتھ بدل دے اور حرام کاری کی جگہ حلال کی اس کو توفیق دے اور شراب کی بدل میں تروتازگی وہ عطا کر جس میں کوئی گناہ نہ ہو اور بجائے زنا کے عفت اور پارسائی عطا فرما اور دولت حیا کے ساتھ مشرف فرما اور اولاد صالح نصیب کر۔

آپ کی دعا کی برکت سے وہ سب عیوب مجھ سے دفع ہو گئے اور کئی حج کیے اور قرآن یاد کر لیا اور ہمارا شہر اور اس کے گرد کے گاؤں سب سرسبز و شاداب ہو گئے۔ اس کے بعد میں نے چار آزاد عورتوں سے نکاح کیا اور اللہ نے حسان جیسا نیک بیٹا عطا فرمایا۔ اس کے شکریہ میں میں نے یہ نعت خدمت اقدس میں پیش کی:

عمان سے عرج تک طے کر کے دشت و صحرا
ہو کر سوار دیکھا یاں آ کے تم کو شاہا
ہو جاؤ ناکہ میرے تم روز حشر شافع
تنگی میں ہو فراخی بخشے گناہ مولا
آسودہ جاؤں ان میں جو ہیں مرے مخالف
دیندار میں بنا ہوں اب چھوڑ دین جن کا
تھا میں حریص بادہ اور تھا زنا کا عادی
کھویا شباب اس میں ہو کر خراب صبا
بدلے شراب کے اب پیتا ہوں جام وحدت
اور چھوڑ کر زنا کو ہوں محو دید مولا

الیک رسول اللہ جنت مطیی
تجوب الفیافی من عمان الی العرج
لتشفع لی یاخیر من وطی الحصی
فیغفر لی ذنبی وارجع بالفلیج
الی معشر خالفت فی اللہ دینہم
ولا رائہم رائی ولا نہجہم نہجی
وکنت امرء بالعهـر والخمر مولعا
شبابی حتی اذن الجسم بالنہج
فبدلنی بالخمر خوفا وخشیہ
وبالعهـر احصانا فحصن لی فرجی
فامسحت ہر فہر الاحلام منیت

فلله ما صومی ولله ما حبی اور ہے نماز، روزہ، حج مشغلہ ہمارا

خلاصہ ترجمہ اشعار مذکورہ بطریق دیگر

عمان سے عرج تک پھر پھر کے بادلوں میں
آسودہ ہوں شہہ دیں ناکی ہوں ہر بلا سے
ام البنات اپنی تھی مادر رضاعی
اب پی کے جام الفت ہوں محو روئے وحدت
گم گشتگان راہ کفر و ضلال میں اب
روزہ، نماز و حج ہے اب مشغلہ ہمارا
یلا تمہیں کو شافع طیبہ کے زایوں میں
ہوں تنگیوں سے ناکی اب ہوں فراخیوں میں
اب نام میرا لکھا جاتا ہے ہادیوں میں
تھا نام میرا نامی افواج زانیوں میں
جاتا ہوں تاکہ لاؤں وحدت کی دلیلیوں میں
بڑھکا ہوں میں مجاہد میدان غازیوں میں

حضرت مازن فرماتے ہیں کہ پھر میں حضور ﷺ سے رخصت ہو کر جب اپنی قوم میں واپس آیا
میری قبولیت اسلام کی خبر سن کر میری قوم نے مجھ کو بہت کچھ برا بھلا کہا، گالیاں دیں، اپنے شاعروں سے میری
جو کرائی، مجھ سے ملنا جلنا چھوڑ دیا۔ میں نے ان کو ترکی بہ ترکی جواب دینا مناسب نہ سمجھا، لہذا ان سے کنارہ
کر کے میں نے ایک مسجد بنالی۔ اس مسجد میں جو کوئی مظلوم آ کر تین دن رہتا، جو دعا کرتا، وہی قبول ہو جاتی
اور جو کوئی بیمار یا صحت تک کہ برس واسے اور کوڑھی بھی اگر آ کر دعا مانگتے، اللہ ان کو صحت عطا فرماتا۔ مسجد کی
اس کرامت کو، جو فی الواقع حضور ﷺ کا معجزہ تھا، میری قوم کے لوگ دیکھ کر سب شرف اسلام سے
شرف ہو گئے اور سب نے بتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے پھینک دیا۔

عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے، فرماتے تھے، ایک آدمی قبیلہ ششم کا بیان کرتا تھا کہ ہمارے
قبیلہ کے لوگ بت پرست تھے۔ حلال اور حرام کی ان کو کچھ تمیز نہ تھی۔ اسی حالت میں ہم اپنے بت کے
پاس اپنا باہمی جھگڑا پیش کر کے اس سے اس کے فیصلہ میں مدد طلب کر رہے تھے کہ اچانک اس بت کے پیٹ
سے یہ آواز نکلنے لگی:

یا ایہا الركبان ذوالاحکام
ما انتم وطائش الاحکام
ومسند والحکم الی الاصنام
اما تدعون ما ادعوا امامی
ہو مالک احکام تم اے قافلے والو اسی
لیکن نہیں آئادہ فہم و خرد تم میں کوئی
تم سوچتے ہو حکم کو پتھر کی مورت کی طرف
جو ہے میرے پیش نظر تم نے نہ دیکھا اس طرف

وہ نور چکا ہو گئیں جس نور سے کل ظلمتیں
روشن وہ ہے نور نبی جس سے مٹی ہیں بدعتیں
سردار عالم ہاشمی عالی مراتب حق نما
بائی اسلام اور وہ جس نے دکھایا حق کھلا
ہر حکم ان کا عدل ہے اعلان عدل اور اتقا
کہ میں ظاہر ان سے ہے عدل و ہدایت اتقا
زنگ گنہ سے ایک دم لوگوں کو پاکیزہ کیا
ڈھایا بناء کفر کو اسلام آیا برملا

من سامع یجلود جی الظلام
هذا نبی سید الانام
من هاشم فی ذروة الاسنام
یصدع بالحق وبالاسلام
اعدل ذی حکم من الاحکام
منتعلن بالبلد الحرام
قد طهر الناس من الاثام
جاء بهدم الکفر بالاسلام

شمعی مذکور کہتے تھے 'بت سے یہ اشعار سن کر میں گھبرایا اور مکہ مکرمہ میں حضور کی خدمت میں حاضر
ہو کر میں مسلمان ہو گیا۔ علامہ نبہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں 'اس روایت کو واقدی نے بھی اپنی سند کے
ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

لوگوں نے پتھروں اور درختوں پر محمد رسول اللہ لکھا ہوا دیکھا

یہ امر تو سب پر ظاہر ہے کہ آسمان سے بارہا وزنی پتھر گرے ہیں۔ چنانچہ ۱۳۰۷ میں گیارہ بجے دن کے
قریب میں "مسجد دائرہ" واقعہ محلہ نواب پورہ شیر ریاست الور میں مولوی ارشاد علی صاحب مرحوم کو بخاری
شریف پڑھا رہا تھا کہ اچانک توپ کی سی آواز آئی۔ گھڑی کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ بارہ بجے کی توپ کی آواز
نہیں ہے، اس واسطے کہ ابھی گیارہ بجنے میں کچھ دیر تھی۔ دوسرے دن معلوم ہوا کہ قصبہ بانسور علاقہ الور
کے جنگل میں آسمان سے تقریباً من بھر کا پتھر گرا تھا جو الور لایا گیا ہے اور وہاں کے عجائب گھر یا کارخانہ میں
اب تک رکھا ہوا ہے۔ اسی طرح "سیرت طلی" میں ہے کہ سنہ چار سو چوں (۱۳۵۳ھ) میں بمقام خراسان ایسی
سخت ہوا چلی کہ لوگوں کو گمان ہوا کہ قیامت ہی قائم ہونے والی ہے۔ لوگ گریہ و زاری کر رہے تھے، دعائیں
مانگ رہے تھے کہ یکایک معلوم ہوا کہ ایک پہاڑ پر آسمان سے بہت سانور اتر رہا ہے۔ سب لوگ اس کی
طرف روانہ ہوئے۔ جب پہاڑ پر پہنچے، دیکھا کہ ایک پتھر آسمان سے ایک گز لمبا اور تین انچل چوڑا گرا ہے۔
جس کا یہ نور ہے اور اس پر قلم قدرت سے یہ دو سطریں لکھی ہوئی تھیں:

سطلول: لا الہ الا اللہ فاعبدونی

یعنی کوئی معبود نہیں ہے سوا اللہ کے، پس میری ہی عبادت کرو۔

مطروود: محمد رسول اللہ القرشی

یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریشی ہیں، اللہ کے رسول ہیں۔

ابھی تقریباً تین سال کا عرصہ ہوا، رائی سینا نام، جو انگریزوں نے حال میں نئی دہلی پہاڑ سنج سے منصور کے مقبرے سے آگے تک آباد کی ہے، وہاں ایک پتھر موٹا پہاڑ کا جو چیرا گیا، اس کے دونوں طرف خطا جلی لکھا ہوا تھا یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پھر ان دو ٹکڑوں کو جو چیرا تو ان پر اسی طرح یا محمد لکھا ہوا نمودار ہوا، جو ایک نمائش گاہ میں انگریزوں نے اس طرح لگوائے ہیں کہ جن کی جو چاہے آکر زیارت کرے۔

۱۳۴۵ ہجری کے بہت سے اخباروں میں ایسا ہی ایک واقعہ درج تھا، جس کو رسالہ ”سواد اعظم“

ماہوار مراد آباد سے بعینہ نقل کیا جاتا ہے۔

اول شعبان سنہ تیرہ سو پینتالیس (۱۳۴۵ھ) میں بعد مغرب، ہندوستان کے مختلف مقامات پر بکھرت لوگوں نے حضور پر نور سید یوم البعث والشور خاتم المرسلین رحمۃ اللعالمین سرور امجد سردار سرد سیدنا مولانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم پاک آسمان پر لکھا ہوا دیکھا جو معتد بہ عرصہ تک قائم رہا۔ یہ تحریر بزم ستاروں سے بنی معلوم ہوتی تھی۔ مولانا مولوی قاضی محمد احسان الحق صاحب نعیمی مفتی ”بھڑاچ“ رسالہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ میں اس روز فتح پور سہوہ بسلسلہ تبلیغ گیا ہوا تھا۔ جس جگہ یہ نام نامی ظاہر ہوا تھا، وہاں کے احباب میں سے بہت سے میرے شناسا ہیں، جنہوں نے اس نام اقدس کی زیارت کی۔ پھر اخباروں کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ اضلاع متوسطہ میں اسی تاریخ اور اسی وقت اس نام پاک کی زیارت ہوئی۔

ہمارے مدرسہ دینیات مرکزی انجمن حزب الاخوان ہند لاہور کے طلبہ میں سے مولانا حافظ قاری محبوب علی خان صاحب لکھنؤی فرماتے ہیں کہ میں اس تاریخ پانس بریلی میں تھا۔ میں نے اور بہت ہندو مسلمانوں نے بعد مغرب یکایک دیکھا کہ روشن ستارہ مثل دم دار ستارہ کی رنگ بزم نمودار ہوا۔ جب لوگ اس کو دیکھنے لگے، اول حرف میم پیدا ہوا، پھر اسی سے شکل حاظہر ہوئی، پھر میم، پھر دال اور پھر یہ نام پاک دیر تک قائم رہا۔ پھر اسی طرح ایک ایک حرف بترتیب یکے بعد دیگرے نگاہوں سے چمپ گیا۔ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ ووجہ وسلم۔

مولانا احمد رضا خان صاحب قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ سے چند روز پیشتر میں نے چند

ستاروں کا اجتماع کچھ دیر تک بشکل نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کچھ رات گئے ایک بار دیکھا تھا مگر میں اس میں ایسا محو ہوا کہ کسی کو نہ دکھا سکا اور چونکہ لوگ سو گئے تھے، لہذا کسی کے دکھانے کا خیال بھی نہ رہا۔

تقریباً آٹھ دس سال گزرے ہوں گے، بکثرت اردو انگریزی اخباروں میں شائع ہوا تھا کہ بعض سواحل پر ایک مچھلی دیکھی گئی کہ جس کی ایک جانب لا الہ الا اللہ لکھا ہوا تھا اور دوسرے پہلو پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور وہ مچھلی مصلیٰ سے درست کر کے، تاکہ سرنے نہ پائے، عجائب خانہ لندن میں رکھ دی گئی۔ واللہ اعلم۔

اب میں ایک نکتہ توحید و رسالت سب پر آشکارا کیے دیتا ہوں، جس کو ہر منصف مزاج بشرط انصاف مرد عورت چھوٹا بڑا اپنے جسم سے دیکھ سکتا ہے۔ کیا دنیا میں کسی مشرک کا کوئی ایسا معبود ہے، جس کا نام انسانی اعضا کی کسی حالت پر رکھنے سے ظاہر ہو جائے، سوا مسلمانوں کے ہادی اور معبود کے کہ ہاکے ساتھ اللہ کا نام اور بموجب اللہ شہتی وید الا بغیر ہاکے جس کے معنی شکر ت میں بینہ اللہ کے ہیں۔ اگر انسان لیٹ کر یا کھڑا ہو کر اور دوہنا ہاتھ چھوڑ کر اور پایاں کر رہ کر دیکھے تو دوہنا ہاتھ بمنزلہ الف اور دونوں پاؤں بشکل لا اور کمر پر پایاں ہاتھ رکھنے سے صاف اللہ ظاہر ہوتا ہے اور بغیر کمر پر ہاتھ رکھنے کے لا۔ اور دونوں ہاتھ لیٹ کر دونوں کانوں پر رکھنے اور کمر سمیٹ کر لیٹنے سے صاف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ظاہر ہوتا ہے۔ ہم نے جہاں تک غور اور تتبع کیا، معبود ہائے باطلہ اور گمراہ رہنماؤں سے کسی کا نام کسی ہیئت انسانی پر نہیں ظاہر ہوتا۔ ہاں شکل صلیب یا مورت کی صورت انسان سے ظاہر ہو جاتی ہے، جو یہ بتاتی ہے کہ وہ معبود معبود نہیں جس کا ہم مثل موجود ہے، بخلاف معبود حقیقی کے کہ اس کی صورت نہ صورت انسانی سے ظاہر ہو سکتی ہے اور نہ اور کسی صورت سے، جو صاف دلیل ہے اس امر کی کہ معبود حقیقی بے مثل، بے مانند ہے اور ہادی اہل اسلام اگرچہ اپنی صفات میں بے مثل ہیں مگر ہیں جنس بشر سے، لہذا ان کی صورت انسانی گوہر انسان سے ظاہر ہے۔ مگر ان کا نام بھی ہر ایک انسان کی بعض ہیئتوں سے جلوہ گر ہو کر ان کے ہادی بے مثل ہونے کی دلیل ہے۔

ایک اور عجیب و غریب قاعدہ ملاحظہ کیجئے، جس سے دنیا بھر کے تمام اشیاء کے ناموں سے جیسے اللہ کا نام ظاہر ہوتا ہے، ایسے ہی دنیا بھر کی ہر چیز کے نام سے نام محمد رسول اللہ بھی آشکارا ہوتا ہے۔ شعر ہے اللہ ہر شے سے ظاہر مدام ہر اک لفظ میں ہے محمد کا نام

چاہو عدد نکال کر اس عدد کو چار میں ضرب دو۔ پھر حاصل ضرب میں دو ملا کر اس کو پانچ میں ضرب دو، پھر حاصل ضرب کو بیس پر تقسیم کر کے باقی ماندہ کو تین سے ضرب دے کر حاصل ضرب میں سات ملا دو تو اسم ذات اللہ کے ۳۷ عدد ظاہر ہوں گے۔ مثلاً دیدار علی کے عدد تین سو انتیس (۳۲۹) ہیں، ان کو چار میں ضرب دیا اور دو بڑھائے تو تیرہ سو اٹھارہ ہوئے۔ ان کو پانچ میں ضرب دیا تو چھ ہزار پانچ سو نوے (۶۵۹۰) ہوئے۔ ان کو بیس پر تقسیم کیا تو باقی دس رہے۔ دس کو تین میں ضرب دے کر سات بڑھائے، جو دونوں عدد و تربیعین طاق میں تو سیس (۳۷) نمودار ہوئے، جو عدد اسم ذات اللہ کے ہیں کہ ان اللہ و تر و یحبہ الو تر حدیث صحیح ہے۔

ہر گل میں ہر شجر میں محمد کا نام ہے:

قاعدہ دوم: اسی طرح ہر لفظ مفرد مرکب ذو معنی اور مہمل سے کسی بھی زبان میں ہو، اس لفظ کے عدد لے کر چار میں ضرب دو، پھر حاصل ضرب میں دو ملا کر اس کو پانچ میں ضرب دو، پھر حاصل ضرب کو بیس پر تقسیم کر کے باقی ماندہ کو نو سے ضرب دے کر حاصل میں اور دو ملا دو تو اس قاعدہ سے ہر لفظ سے بانوے (۹۲) نکلیں گے، جو عدد ہیں محمد کے (صلی اللہ علیہ وسلم) کلمہ اذکرہ الذاکرون و کلمہ اغفل عن ذکرہ الغافلون بعدد کل معلومات اللہ کما یحبہ اللہ و یرضی۔

مثال دیدار علی کی عدد مثلاً ۳۲۹ ہیں۔ ان کو جب چار میں جو عدد خلفائے راشدین ہے، ضرب دیا تو ۱۳۱۶ ہوئے۔ اس میں دو کو ملایا جو عدد ارکان ایمان کے ہیں، یعنی ایک اللہ پر مع اس کے احکام کے ایمان لانا۔ دوم اس کے رسول پر مع ان کے تمام فرمانوں کے ایمان لانا، تو ۱۳۱۸ ہوئے۔ پھر اس کو پانچ میں ضرب دیا، جو عدد پنجتن پاک پر دال ہے، تو ۶۵۹۰ ہوئے۔ اس کو بیس کے عدد وودود پر، جو نام خدا محبت ووداد سے تعلق رکھتا ہے، تقسیم کیا تو باقی دس رہے۔ اس کو ۹ میں ضرب دیا، جو نہ طبق آسمان کی طرف مشیر ہے ۹۰ ہوئے۔ ۹۰ میں ۲ کو ملایا جو عدد علوی و سفلی دو قسم کی مخلوقات پر دال ہے۔ ۹۰ دو سے مل کر ۹۲ ہوئے۔ جو مالک ملک خدا بادشاہ علویات و سفلیات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے عدد ہیں۔ پھر ۹۲ عدد لفظ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اگر ۵۳ عدد نام احمد (مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) علیحدہ کر دیے جائیں تو انتیس باقی رہتے ہیں۔ پھر انتیس سے ۲ کے عدد کو، جو دوئی پر دال ہے، جدا کر دیا جائے تو ۳۷ عدد اللہ کے نمودار ہوں گے اور ۵۳

صباحا ظہرت له ینابیع الحکمہ من قلبہ علی لسانہ ظہور حکمت کا عدد ہے۔ جدا کر کے دیکھا جائے تو احد ہی احد باقی رہ جاتا ہے۔ علی ہذا ۹۲۱ سے جو عدد اسم محمد ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر ۴۰ کا عدد مذکور جدا کر کے الف اللہ کا اس میں داخل کر دیا جائے تو نام نانی اسم گرامی احمد صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ گر ہو جاتا ہے اور اس قاعدہ سے تمام دنیا کی ہر چیز کے نام سے 'خواہ کسی ہی زبان میں ہو' یہ سارے جلوے جلوہ گر ہوتے ہیں اور بموجب مناسبات مذکورہ بھی ایک قاعدہ ہے، جس میں بعد تقسیم مابقی کو احاد میں ضرب دے کر احاد میں سے کوئی عدد بڑھا دینے سے ان کے نام پیدا ہو سکتے ہیں، جو اپنی شان میں یکا اور احد ہیں اور عشرات مات میں ضرب دے کر عشرت مات بڑھانے سے ایسوں کے نام بھی نکل سکتے ہیں، جن کے ہم مثل دنیا میں ہزاروں ہیں، لہذا یہ قاعدہ بے شکوں کی بے مثل اور یگانگت بھی بتاتا ہے اور بنے اور بنائے ہوئے معبود اور بزرگوں کی بناوٹ اور مجلسازی کا بھی پتہ دیتا ہے۔

ان واقعات کا تذکرہ

جو آپ کے سچے نبی ہونے کی تصدیق کرتے ہیں

ذکر ان صفات کاملہ کا جنکے ساتھ آپ بچپن ہی سے منجانب اللہ موصوف تھے

ذکر ان صفات کے ساتھ بلا کسب بجز رسول برحق کے کوئی موصوف نہیں ہو سکتا

حیا اور شرم آپ میں بچپن ہی سے منجانب اللہ اس قدر پائی جاتی تھی کہ جس کا پایا جانا بجز نبی کے عام لوگوں میں قبیل محالات سے ہے۔ ”سیرت ملکی“ سے علامہ لبانی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب ”جنت اللہ“ میں ناقل ہیں کہ حضرت ابواسحاقؓ سے ”وہ فرماتے ہیں کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: زمانہ لڑکپن میں جب اہل عرب سے شرم و حیا بالکل مفقود ہو چکے تھے، ہم تمام ہم عمر قریشی بچے کھیلنے کھیلنے اپنے اپنے تمبندوں کو کندھوں پر اکٹھا رکھ کر اپنے اپنے تمبند پر رکھ کر کھیلنے کو پتھر جمع کر رہے تھے کہ ناگاہ بت زنی سے کسی نورانی شخص نے مجھ پر ہاتھ مارا اور کہا تمبند باندھ کر کھیلو، تم کو نگار ہنا مناسب نہیں اور اسی قسم کا واقعہ ایک بار مجھ کو پھر پیش آیا، جب چاہ و مزہم کی درستی کے لیے ہم سب پتھر اٹھا رہے تھے اور جب کعبہ شریف کو بوجہ بوسیدہ ہو جانے عمارت کعبۃ اللہ کے، شہید کر کے کعبہ شریف کو از سر نو بنایا جا رہا تھا، میرے چچا حضرت عباسؓ نے بہ متعنائے شفقت میرا تمبند کھول کر چاہا کہ میرے کندھے پر رکھ دیں تاکہ پتھر اٹھانے میں کندھے کو ایذا نہ پہنچے، فوراً مجھ پر غشی کی سی حالت پیدا ہوئی اور میں کہتا تھا، میرا تمبند باندھو، میرا تمبند باندھو۔ جب تمبند باندھ دیا گیا، وہ حالت رفع ہوئی۔ پھر تو آخر عمر تک اس درجہ شرم و حیا غالب حال رہی کہ باوجود جائز ہونے اس امر کے کہ بیوی اپنے شوہر کو برہنہ دیکھ سکتی ہے اور شوہر اپنی بیوی کو، قال اللہ تعالیٰ: ھن لباس لکھن و انتھن لباس لھن حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ باوجود غایت محبت کے میرے ساتھ نہ حضور نے مجھ کو کبھی برہنہ دیکھا اور نہ میں نے کبھی آپ کو۔ یعنی نہ کبھی میں نے آپ کی شرم گاہ دیکھی، نہ آپ نے میری۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

رشتہ داروں کو دعوت اسلام:

سچائی آپ کی بچپن ہی سے اس درجہ مشہور تھی کہ ”بخاری شریف“ اور ”مسلم شریف“ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جب یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی وانذر عشیرتکے الاقربین یعنی اپنے کنبے والے نزدیکوں کو ڈرادو اور سادو کہ بغیر اسلام کے فقط رشتہ داری کا تعلق تمہارے کچھ کام نہ آئے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبل ثبیر پر چڑھ کر قریش کے ایک ایک فرد کو آواز دے کر پکارا۔ جب وہ سب جمع ہو گئے، آپ نے فرمایا کہ اگر میں تم کو یہ خبر دوں کہ اس پہاڑ کے چھپے بہت سے سوار تم پر چھاپہ مارنے کو تیار ہیں، کیا تم مجھ کو سچا مانو گے۔ سب نے اتفاق عرض کیا کہ جب ہم نے آپ سے آج تک کبھی کوئی جھوٹ نہیں سنا، ہم آپ کی تصدیق ممکن ہے کہ نہ کریں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں تم کو بوجہ کفر کے عذاب الہی سے اس سے زیادہ ڈراتا ہوں۔ یہ سن کر یہ لوگ اپنی ہٹ دھرمی سے منتشر ہو گئے۔ پیدائشی طور سے شرک اور کفر سے اس درجہ پیچھے ہوئے تھے کہ اس زمانہ شرک میں کہ مشرکین قریش نے کعبہ شریف کے گرد تین سو ساٹھ بت قائم کر رکھے تھے، آپ نے باوجود ناراضگی اپنے رشتہ داروں کے، کبھی کسی بت کی طرف قدم نہ رکھا۔

ابن سعد وغیرہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل فرماتے ہیں کہ حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں ہوانہ کے قریب ایک بت تھا، جس کو قریش پوجتے تھے اور اس کی بت تعظیم کرتے تھے اور اس کے قریب بہت ذبیحہ ذبح کرتے تھے اور ایک ایک دن کامل ہر برس اس کے پاس گوشہ نشینی کو تمام قریش پر لازم سمجھتے تھے لیکن حضور کبھی اس کے قریب نہ گئے۔ ایک بار جب ابوطالب اور آپ کی بھیموں نے اس امر سے ناراض ہو کر آپ پر زیادہ غصہ ظاہر کیا، مجبوراً آپ تشریف لے گئے۔ ابھی اس کے پاس نہیں پہنچے تھے کہ دہشت ناک ہو کر سب کے سامنے آپ واپس بھاگ آئے۔ آپ کی پریشانی کو دیکھ کر سب نے آپ کی پریشانی کا سبب پوچھا۔ تو آپ نے فرمایا، مجھ کو خوف ہے کہ اس کے قریب جانے سے کسی شیطان کی جانب سے نہ ستایا جاؤں۔ سب نے کہا کہ آپ کے اخلاق حمیدہ اور صفات ستودہ ہرگز اس بات کو نہیں چاہتے کہ آپ کسی شیطان کی جانب سے ستائے جائیں۔ آخر بتاؤ تو تم نے کیا دیکھا، جو ایسے دہشت ناک ہو کر بھاگے۔ فرمایا کہ جب میں اس بت کے قریب ہونے لگا تو میں نے دیکھا کہ ایک شخص گورا چٹا، لمبے قد والا مجھ کو چیخ کر کہتا ہے کہ خبردار اس کے قریب نہ آؤ اور اس کو ہاتھ نہ

لگاؤ۔ بعد اس واقعہ کے پھر کبھی مجھ کو کسی بت کی جانب جانے کا اتفاق نہیں ہوا۔ علیٰ ہذا۔ جس کام کا ارادہ کر کے ایام طفولیت میں آپ تشریف لے جاتے تو وہ کام پورا ہو ہی جاتا۔

حضرت عبدالمطلب کی استدعا:

حاکم ابن سعید صحیح سند کے ساتھ اپنے باپ سعید سے نقل فرماتے ہیں کہ ایام جاہلیت میں 'میں حج کو گیا تھا۔ میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ خانہ کعبہ کا طواف کرتا ہے اور یہ شعر پڑھتا ہے۔
کا طواف کرتا ہے اور یہ شعر پڑھتا ہے۔

رد الی راکبى محمدا میرے سوار محمد کو پھیر لا مجھ پر
یارب ردو اصطنع عندی یدا اے میرے رب انہیں لا اور کر کرم مجھ پر
میں نے کہا 'یہ کون ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ یہ عبدالمطلب ہیں کہ آج تک انہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی کسی کام کی واسطے نہیں بھیجا کہ اس میں ناکام رہے ہوں مگر اس دفعہ اپنے اونٹ کی تلاش میں بھیجا تھا لیکن دیر ہو گئی اور آپ اب تک تشریف نہیں لائے۔ یہ کہہ رہے تھے کہ یکایک آپ اونٹ پر تشریف لا رہے تھے۔

خانوادہ حضرت ابوطالب میں برکت:

اسی طرح برکت آپ کی اس درجہ مشہور تھی کہ آپ کے چچا ابوطالب قلیل المال اور کثیر العیال تھے۔ یہ سب جب تنہا یا جمع ہو کر کھانا کھاتے، ہمیشہ بھوکے رہ جاتے اور جب حضور کے ساتھ کھاتے، سب شکم سیر ہو کر کھالیتے اور بچ رہتا۔ لہذا ابوطالب جب صبح یا شام کھانے بیٹھتے تو سب سے پہلے حضور کو بلا لیتے۔ اسی طرح جب اپنے گھر کی بکری کا دودھ نکال کر پیتے، پہلے حضور کو بلا لیتے، پھر سب پیتے تو سب سیراب ہو جاتے اور بغیر آپ کے اگر پینا شروع کر دیتے تو ایک ہی آدمی سب کو پی لیتا اور سیراب نہ ہوتا۔ اسی سبب سے ابوطالب نے آپ کا نام مبارک رکھا تھا۔

زمانہ بچپن میں اور کنبے کے تمام بچے جب صبح کو اٹھتے، پریشان بال ہوتے اور آنکھوں میں چیڑ، مگر آپ جب سوتے ہوئے اٹھتے، قدرتی طور سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ منہ دھلا ہوا ہے، آنکھوں میں سرمہ لگا ہوا ہے،

و مسلم۔

حضور کی برکت سے بارش ہوتی:

آپ کے زمانہ طفولیت میں جب کبھی قحط کی صورت نمودار ہوتی اور مینہ نہ برستا، آپ کی برکت سے جب آپ کو ساتھ لے جا کر دعائیں پڑھتے تو بارش ہوتی اور کامیاب ہو کر آتے۔

ابن عساکر محدث نائی گرامی بلعت ابن عرفط سے ناقل ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک بار مکہ مکرمہ میں پہنچا تو لوگوں کو جلاء قحط پایا اور بارش نہ ہونے کی وجہ سے سب لوگ سختی میں سخت مبتلا تھے۔ کوئی کتا تھا کہ لات اور عزنی سے مدد طلب کرو۔ کوئی کتا کہ منات بت کے پاس چلو۔ ناگاہ ایک بوڑھے خوبصورت دانش مند، جو سب میں بڑے ممتاز تھے، بولے یہ کیا باتیں بنا رہے ہو۔ کیا تم میں بقیہ خاندان ابراہیم علیہ السلام اور برگزیدہ اولاد اسلعل علیہ السلام نہیں ہیں۔ سب نے کہا، وہ تو ابوطالب ہیں اور سب لوگ دروازہ ابوطالب پر جمع ہو گئے اور کہنے لگے کہ قحط سے سب پریشان ہیں۔ جنگل خشک ہو گئے۔ چلے ہمارے واسطے دعا کیجئے۔ ابوطالب آپ کو ساتھ لے کر کعبہ شریف کی طرف روانہ ہوئے۔ ان کے گرد تمام قریش کے بچے تھے مگر حضور سب میں ایسے معلوم ہوتے تھے کہ جیسے ٹھنڈا آفتاب نکلا ہوا ہے۔ ابوطالب نے آپ کی پیٹھ کو کعبہ شریف سے لگایا اور آپ نے آسمان کی طرف نہایت عجز اور نیاز کے ساتھ اشارہ فرمایا۔ آسمان پر نام کو ابرنہ تھا کہ فوراً ابرھیٹ پیدا ہوا اور اتنا برسا کہ جنگل اور شہر سب سیراب ہو گئے اور ابوطالب خوش ہو کر آپ کی شان میں یہ شعر پڑھنے لگے۔

رباعی

وابیض یستسقی الغمام بوجهه
ثمال الیتامی عصمة للارامل
یلوذ به الهلاک من ال هاشم
فهم من عندة فی نعمه وفواضل

یہ دونوں شعر ابوطالب کے ہیں، جو اس سے پہلے زمانہ عبدالمطلب میں آپ کی برکت دعا سے مینہ برستا، کہہ کر ابوطالب نے کہہ تھے۔ خاندانِ غلامِ خطا، اس کے ضمن میں، بڑی حدیث نقل فرماتے ہیں کہ

زمانہ عبدالمطلب میں جب قریش سخت بلاء قحط میں مبتلا ہوئے آپ کے دادا عبدالمطلب آپ کو ساتھ لے کر تمام قریش کے ساتھ جبل ابوقیس پر چڑھ گئے اور آپ کا بازو پکڑ کر آپ کو کندھے پر چڑھا کر جب دعائے مانگے لگے، فوراً بارش شروع ہو گئی اور ابوطالب کے منہ سے اشعار مذکورہ بالا بے اختیار نکلے۔

تعمیر کعبہ اور حجر اسود:

اور یعقوب ابن سفیان اور بیہقی اپنی سند سے ابن شہاب سے نقل فرماتے ہیں کہ قریش نے جب کعبہ شریف کو از سر نو بنایا، جب حجر اسود رکھنے کے مقام پر پہنچے، باہم قبیلوں میں حجر اسود رکھنے کی نسبت مت جھگڑا ہوا۔ آخر کار اس امر پر صلح ٹھہری کہ جو شخص اول ہمارے درمیان سے باہر آئے، وہ جو فیصلہ کرے، ہم سب کو منظور ہے کہ یکایک جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم سب سے اول تشریف لائے اور سب نے آپ کو اپنا حکم مقرر کیا۔ آپ نے اپنی چادر مبارک بچھا دی اور سب سے اجازت لے کر سب کی وکالت سے حجر اسود کو چادر کے بیچ میں رکھ دیا اور تمام قبیلہ والوں سے کہا کہ اس چادر کے کنارے تم سب پکڑ کر اس پتھر کو دیوار کعبہ تک لے چلو تاکہ سب حجر اسود کے اٹھانے کے شرف سے مشرف ہو جاؤ۔ اس فیصلے پر بڑی بڑی عمروالے خوش ہو گئے اور آپ کا نام امین رکھا۔ اس وقت آپ کی عمر ۳۵ برس کی تھی۔ دوسری روایت میں آیا ہے کہ جب چادر میں اٹھا کر سب قبیلے والوں نے حجر اسود کو اس کو نہ پر جا رکھا، جہاں اس کے رکھنے کی جگہ تھی، آپ نے سب کی وکالت سے اس پتھر کو اپنے دست مبارک سے اس کی جگہ پر قائم کر دیا۔ روایت ابن سعد اور ابو نعیم میں عبد اللہ بن عباس اور محمد ابن جبر ابن مطعم رضی اللہ عنہم سے منقول ہے کہ وقت رکھنے حجر اسود کے ابلیس امین بشکل شیخ نجدی ظاہر ہوا اور بیچا کہ اے لوگو! تمہاری عقلیں کماں گئی ہیں۔ تم میں بڑے بڑے عزت والے اور عقل والے اور مال والے حجر اسود کے رکھنے کے شرف سے محروم رہ گئے اور ایک چھوٹی عمر کے آدمی کو کہ جو مال میں، عمر میں، عزت میں تم سب سے کم ہیں (نمود باللہ) تم نے اپنا پیشوا بنالیا اور تم نے ان کے ہاتھوں سے اس پتھر کو جو تمہارے لیے موجب شرف ہے، رکھو دیا اور تم ان کے سامنے مثل غلاموں کے کھڑے ہو گئے۔ قسم ہے اللہ کی یہ تم سے اب عزت میں مت بڑھ جائیں گے۔ مگر چونکہ آپ نے حجر اسود کے اٹھانے میں سب کو شریک کر لیا تھا اور خود ان کی وکالت سے حجر اسود کو اپنے موقع پر رکھا تھا، اس لیے شیخ نجدی یعنی ابلیس کے کہنے کی کسی نے پروا نہ کی۔

آپ کی وعدہ وفائی کے واقعات

ابوداؤد اور ابوہریرہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابن مندہ اور خرائلی حضرت عبداللہ ابن ابی الحساء رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ زمانہ نبوت سے پہلے میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کچھ خرید و فروخت کی تھی اور کچھ آپ کا حق میرے ذمہ باقی رہ گیا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ آپ یہیں تشریف رکھیں، آپ کا باقی ماندہ حق میں لاتا ہوں۔ مگر گھر جانے کے بعد میں اتنا بھولا کہ تیسرے دن مجھ کو خیال آیا اور آپ کے حق کو لے کر میں اسی مقام پر پہنچا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ آپ وہیں تشریف فرما ہیں۔ مجھ کو دیکھ کر فرمانے لگے کہ تم نے ہم کو سخت تکلیف دی، اس واسطے کہ چونکہ میں نے یہاں ٹھہرے رہنے کا تم سے وعدہ کر لیا تھا، آج تین دن سے میں یہاں ہی بیٹھا ہوں۔ اور یہود و نصاریٰ کے راہب اور عالم تو آپ میں وہ علامتیں، جو نبی آخر الزمان کی نسبت پہلی کتابوں میں تھیں، آپ میں پا کر متواتر یہی کہتے تھے کہ وہ نبی آخر الزمان، جن کے آنے کا وعدہ کتب سابقہ میں ہے، وہ یہی ہیں۔

حضور کے اخلاق کی عرب بھر میں شہرت تھی:

چنانچہ ”حجتہ اللہ علی العالمین“ میں ہے بروایت ماوردی کہ جب جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک پچیس برس کی تھی، آپ کی سچائی، امانت داری، خوش خلقی، جوانمردی، تواضع، بردباری کی اہل عرب میں اس درجہ شہرت تھی کہ تمام اہل عرب آپ کے دل و جان سے فریفتہ تھے۔ ایک دن ابوطالب آپ کے چچا آپ کی خدمت میں عرض کرنے لگے کہ ہمارا کام بغیر تجارت کے چل نہیں سکتا اور آپ کی وجہ سے تجارت شام کی چھوڑ دینے سے ہم بہت تنگی سے گزاران کرتے ہیں۔ حضرت خدیجہ بنت بڑی مالدار ہیں اور ہر سال قریش کے لوگوں کو بطریق مضاربہ اپنا مال اسباب دے کر ملک شام کو بھیجتی رہتی ہیں اور وہاں سے مال بھی منگواتی رہتی ہیں اور اس مضاربہ میں قریش کو بہت نفع ہو جاتا ہے۔ اگرچہ تمہارے بھیجنے کو بخوف یہود کے کہ وہ تم کو نبی موعود سمجھتے ہیں اور درپے قتل بوجہ حسد رہتے ہیں، تم کو ہمراہ لے کر ملک شام کی طرف جانا مناسب نہیں سمجھتا۔ مگر کیا لروں، تنگی رزق سے بہت تنگ آ گیا ہوں۔ اگر

ہوں کہ وہ آپ کو بطریق تجارت ضرور شام کی طرف روانہ کر دیں گی اور میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گا۔
حضور سیدہ خدیجہ کے تجارتی قافلہ کے امین بن گئے:

یہ سن کر آپ نے کچھ تامل فرمایا۔ مگر اس مشورہ کی خبر جب حضرت خدیجہ کو پہنچی، حضرت خدیجہ نے فرمایا کہ مجھ کو ان کے اس ارادہ کی خبر نہ تھی ورنہ ایسا امانت دار، سچا، وعدہ کے پورا کرنے والا ان سے بہتر کون ہے۔ اگر وہ جانا چاہیں، میں بہ نسبت اور قریشیوں کے دو چند نفع دوں گی اور خود حضور کو بلایا اور مال تجارت دے کر اپنے غلام میرہ نامی کے ساتھ ملک شام کو روانہ کر دیا۔ اور حضرت میرہ سے کہہ دیا کہ خبردار کسی امر میں ان کی مخالفت نہ کرنا اور ہمیشہ ان کے ساتھ غلامانہ پیش آنا۔

جب حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بغرض تجارت حضرت میرہ اور ابوطالب کو ساتھ لے کر روانہ ہوئے۔ حضرت میرہ حضور کے ارہاصات (یعنی وہ معجزے جو قبل از نبوت اثناء راہ میں آپ سے ظہور میں آئے) دیکھ کر آپ کے عاشق زار اور غلام بے درہم بن گئے۔ ارہاص اول تو یہی تھا کہ سب قافلے والے دھوپ میں چلتے تھے اور آپ پر ابر کہ مکرمہ سے روانہ ہوتے ہی سایہ اقلن مثل چتر برداروں کے رہتا تھا، یہاں تک کہ جب آپ راستہ میں منڈی بصری تک پہنچے اور وہاں مسطور ارہاب کے مکان کے قریب ایک درخت کے نیچے آپ نے قیام فرمایا۔ مسطور نے اپنے مکان سے حضرت میرہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دیکھ کر بہ مقتضائے پہلی پہچان کے، جو حضرت میرہ سے رکھتا تھا، حضرت میرہ سے حضور ﷺ کی نسبت پوچھا کہ یہ کون ہیں۔ حضرت میرہ نے فرمایا، قبیلہ قریش کے ایک آدمی ہیں۔ مسطور نے کہا کہ بعد عیسیٰ علیہ السلام کے اس طرح اس درخت کے نیچے آج تک کوئی آکر نہیں ٹھہرا اور نہ ٹھہر سکتا تھا، اس واسطے کہ عیسیٰ علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا، میرے بعد اس درخت کے نیچے کوئی نہ ٹھہر سکے گا، جبران کے جو آخر زمانہ نے نبی موعود ہیں۔

مسطور ارہاب نے مہربوت کو چوم لیا:

دوسری روایت میں ہے کہ بعد اس کے مسطور ارہاب حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام علاقہ میں نبی آخر الزمان کی بوجہ کتب سابقہ باعتبار حلیہ وغیرہ کے آپ میں پاکر آپ کے سر مبارک اور قدموں کو چومتے ہوئے کہنے لگے، میں آپ پر ایمان لایا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ وہی موعود نبی ہیں

چوم لیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ کہنے لگے، 'اے محمد صلی اللہ علیک' میں نے تمام نبی آخر الزمان کی نشانیں کو آپ میں پایا ہے مگر ایک نشانی کے دیکھنے کا پتھر ہوں لہذا ذرا اپنا دہنا شانہ کھول کر دکھاؤ۔ حضور نے شانہ مبارک کھولا تھا کہ حضور نے مہربوت کو چمکا دیکھ کر فوراً چوم لیا اور کہنے لگا اشہد انکے رسول النبی الامی الذی بشر بک عیسیٰ علیہ السلام میں گواہی دیتا ہوں' بیک آپ وہی نبی امی ہاشمی اور عربی و کی ہیں، جن کی بشارت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی۔

حضرت میرہ سے انہی واقعات کو سن کر حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عاشق زار بن گئیں اور حضرت نفیسہ بنت منبہ فرماتی ہیں کہ مجھ کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضور کی خدمت میں بھیجا اور اس امر کی خواہش ظاہر کی کہ حضور ان کو اپنے نکاح میں قبول فرمائیں۔ حضور نے ان کی درخواست قبول فرمائی اور داخل زمرہ امہات المؤمنین ہوئیں۔ (اس وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک چالیس برس کی تھی اور حضور کی عمر مبارک پچیس برس کی)۔ مکذا فی سیرۃ الخلیفہ۔

پھر جب آپ کے نبی ہونے کی علامتیں عالم میں اس درجہ مشہور ہوئیں کہ عام طور سے یہود و نصاریٰ تو اس حد سے کہ نبوت بنی اسرائیل سے منتقل ہو کر خاندان قریش میں آگئی، آپ میں بموجب کتب سابقہ تمام علامتیں نبی موعود کی پاکر اور آپ کے نبی موعود ہونے کا یقین کر کے آپ کے خون کے پیاسے بن گئے۔ مگر اللہ جل شانہ نے آپ کو اپنے دامن حفاظت میں محفوظ رکھ کر آپ کو منازل نبوت اس طرح طے کرانا شروع کیا کہ:

منزل اول: آپ کو ایسے خواب آنے شروع ہوئے کہ جو واقعہ خواب میں دیکھتے ہو ہو اس کا ظہور اسی دن ہو جاتا۔ چنانچہ بخاری شریف وغیرہ کتب احادیث میں منقول ہے مگر یہ الفاظ بخاری شریف کے ہیں:

عن عائشہ رضی اللہ عنہا انہا قالت اول ما بدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الوحی الرویا الصالحہ فی النوم فکان لا یری رویا الا جاءت مثل فلق الصبح ثم حبب الیہ الخلاء۔

یعنی حضرت صدیقہ فرماتی ہیں، اول آپ پر وحی کا آنا اس طرح شروع ہوا کہ سوتے سوتے ایسے اچھے خواب دیکھتے کہ اس کا ظہور فوراً روز روشن کی طرح ہو جاتا تھا۔ بعد وہ آپ کو گوشہ

اور ”حجتہ اللہ“ میں ہے، حضرت برہ بنت ابی غرہ فرماتی ہیں کہ پھر تو آپ جس درخت اور پتھر کی طرف سے گزرتے، وہ کتنا السلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیک۔

منزل دوم: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ابتداء نبوت میں حضور کو کیا معاملہ پیش آیا۔ فرمایا، میں میدان مکہ مکرمہ میں جا رہا تھا۔ میں نے دیکھا، ایک فرشتہ معلق ہوا میں ہے اور ایک زمین پر۔ ان میں سے ایک دوسرے سے کہنے لگا، کیا وہ یہی ہیں۔ دوسرے نے کہا، ہاں وہی ہیں۔ ان کو کسی دوسرے آدمی کے ساتھ تولو۔ جب تولو تو میں غالب آیا۔ پھر کہا، دس آدمی کے ساتھ تولو۔ پھر بھی میں غالب رہا۔ پھر کہا، سو آدمی کے ساتھ وزن کرو۔ پھر بھی میں ہی وزن میں غالب رہا، پھر کہا، ایک ہزار آدمی کے ساتھ تولو۔ پھر بھی میرا ہی وزن غالب رہا۔ پھر ان میں سے ایک دوسرے فرشتے سے کہنے لگا، اگر تم ان کو ان کی ساری امت کے ساتھ تولو گے، جب بھی یہی غالب رہیں گے۔

شک الصدر کا واقعہ:

پھر ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا، ان کے شکم مبارک کو چاک کرو۔ پھر میرا پیٹ چاک کر کے کہا، ان کے دل کو بھی چاک کرو۔ چنانچہ دل کو چاک کر کے اس میں سے شیطان کی کوچی لگانے کی جگہ اور خون منجمد کو نکالا، پھر پیٹ کو برتن کی طرح دھو کر، مانجھ کر صاف کیا اور دل کو کپڑے کی طرح دھویا۔ پھر اطمینان اور سکون اور سیکنے سے میرے دل کو بھر کر سی دیا، جس کا اثر اب تک موجود ہے اور وہ حالت اطمینان اور سکون میری آنکھوں میں اب تک ساری ہی ہے اور اسی مضمون کے قریب قریب حضرت انس رضی اللہ عنہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ مگر حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں میدان مکہ میں جانے کا ذکر بالکل نہیں ہے اور شق صدر کا معاملہ معلوم ہوتا ہے کہ خواب میں اس دفعہ واقع ہوا تھا۔ واللہ اعلم۔ اور ممکن ہے کہ جس کا بیان حضرت انس فرماتے ہیں، یہ واقعہ دوسرا ہو۔

منزل سوم: شعی اور داؤد ابن عامر سے مروی ہے، حضرت اسرافیل علیہ السلام تین برس تک آپ کی خدمت میں اس طرح رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ ان کو دیکھتے تھے نہ ان کی آواز سنتے تھے

قرآن مجید کے، حکمت کی باتیں سکھاتے رہتے تھے تاکہ رفتہ رفتہ فرشتوں سے بات کرنے اور وحی کے سننے بھجنے کے عادی ہو جائیں۔

منزل چہارم: حضرت زہری، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ آپ نے فرمایا، میں سو رہا تھا کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے آکر مجھ سے کہا کہ تم اللہ کے رسول ہو۔ یہ سن کر میں بیدار ہو گیا اور دو زانو بیٹھ گیا اور خوف سے میرے بازو کانپتے تھے۔ پھر میں اپنی بیوی خدیجہ الکبریٰ کے پاس آیا اور میں نے کہا، مجھ کو چادر اڑھا دو، مجھ کو چادر اڑھا دو۔ جب مجھ سے حضرت جبریل علیہ السلام کے دیکھنے کی گھبراہٹ جاتی رہی، پھر حضرت جبریل علیہ السلام ظاہر بحالت بیداری تشریف لائے اور فرمایا کہ میں جبریل ہوں اور آپ اللہ کے رسول ہیں، پڑھئے: اقراء باسم ربك الذی خلق یہ دیکھ کر میں نے اپنی بیوی خدیجہ سے یہ واقعہ بیان کیا اور میں نے کہا، مجھ کو ان واقعات سے اپنی جان کا خوف ہے۔ حضرت خدیجہ نے عرض کیا، آپ کو خوش خبری ہو اس امر کی کہ اللہ آپ کو رسوا نہ کرے گا۔ آپ تو خویش و اقربا کے ساتھ اچھا سلوک کرتے رہتے ہیں، سچ بولنے میں شرعاً آفاق ہیں، امانت داری میں مشہور، لوگوں کی حاجت روائی کرتے رہتے ہیں، مہمان نواز ہیں، حق بات میں لوگوں کی مدد کرتے رہتے ہیں۔ یہ کہہ کر مجھ کو اپنے پچازاد بھائی ورتہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ یہ توریت اور انجیل کے عالم تھے۔ تلاش حق میں نکل کر اس زمانہ میں سب دنیوں سے اچھا دین نصاریٰ سمجھ کر نصرانی ہو گئے تھے اور کہا، بھائی اپنے بھتیجے کی سرگزشت سنئے۔ میں نے اپنا تمام قصہ کہہ سنایا۔ سنتے ہی کہنے لگے، یہ تو وہ فرشتہ ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تھا یعنی جبریل علیہ السلام ہیں۔ خدا کرے اس وقت تک میں زندہ رہوں جس وقت تمہاری قوم تم کو تمہارے شر سے نکالنا چاہے گی۔ اگر میں اس وقت تک زندہ رہا تو کمر کس کے تمہاری مدد کروں گا۔ بعدہ اس ایک آیت اقراء کے بعد جو آیت آپ پر نازل ہوئی، یہ تھی:

منزل پنجم: اور یہ آپ کی منزل پنجم، نبوت ہے کہ جس میں آپ کو یقین دلایا گیا کہ آپ کو مجنون کہیں گے، شاعر بتائیں گے، کسی کی نہ سننا اور منصب رسالت کو پورے طور سے انجام دینا۔

ن۔ والقلم وما یسطرون ○ ما انت به نعمته ربك بمجنون ○
وان لك لا اجرا غیر ممنون ○ وانك لعلی خلق عظیم ○
فستبصرون ○

ہو تم ساتھ نعمت رب اپنے کے دیوانہ اور تحقیق واسطے تمہارے ثواب ہے غیر منقطع (ہدایت اور تبلیغ کا) اور تحقیق تم موصوف ہو خلق عظیم کے ساتھ، پس بہت جلد دیکھ لو گے تم مآل منکروں کا اور وہ بھی دیکھ لیں گے اپنے انجام کو کہ فتنہ میں کون گرفتار ہوتا ہے۔

رسالت کا یقین:

یہ آئیے اس غرض سے نازل ہوئی تاکہ آپ کو اپنی رسالت میں کوئی شک نہ رہے اور شکر اس نعمت کا بکثرت بجالائیں اور کسی کے کہنے سے منصب رسالت میں کو تابی نہ واقع ہو۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام کے دیکھنے سے جب آپ پر خوف غالب ہوا، حضرت خدیجہ نے عرض کیا کہ جس وقت حضرت جبریل علیہ السلام آئیں، آپ مجھ کو بتا سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا، ہاں۔ پھر جب جبریل علیہ السلام تشریف لائے، آپ نے فرمایا، خدیجہ یہ جبریل تشریف فرما ہیں۔ حضرت خدیجہ نے عرض کیا، آپ میرے بائیں پہلو پر آ بیٹھئے۔ جب آپ بائیں پہلو پر جا بیٹھے تو حضرت خدیجہ نے عرض کیا، اب بھی آپ کو نظر آتے ہیں۔ آپ نے فرمایا، ہاں۔ عرض کیا، اب آپ میرے داہنے پہلو پر آ بیٹھئے۔ جب آپ داہنے پہلو پر آ بیٹھے، پوچھا کہ اب بھی نظر آتے ہیں۔ آپ نے فرمایا، ہاں۔ پھر عرض کیا، آپ میری گود میں بیٹھ جائیے۔ جب آپ گود میں بیٹھ گئے، عرض کیا، اب بھی نظر آتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا، ہاں۔ حضرت خدیجہ، حضور کو گود میں بٹھائے ہوئے برہنہ سر ہو گئیں اور عرض کیا، اب بھی نظر آتے ہیں۔ آپ نے فرمایا، اب تو نظر نہیں آتے۔ حضرت خدیجہ نے عرض کیا، آپ ثابت قدم رہئے اور آپ کو بشارت ہو کہ بلاشبہ جو آپ کو نظر آتے ہیں، یہ فرشتے ہیں۔ اس امر کا وہم بھی نہ کیجئے کہ یہ کوئی شیطان ہے (اس واسطے کہ اگر شیطان ہوتا مجھ کو برہنہ سر دیکھ کر غائب نہ ہوتا اور حضرت خدیجہ نے عرض کیا کہ جو آپ کو نظر آتے ہیں، ان کے جبریل ہونے پر اور آپ کے رسول ہونے پر میں ایمان لاتی ہوں اور اظہار ایمان حضرت خدیجہ نے اپنی نجات اور بہتری سمجھ کر کیا، نہ کہ حضور کو دعویٰ نبوت پر مدد دینے کو۔ اور سب سے اول حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا شرف اسلام سے مشرف ہوئیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ورقہ ابن نوفل کی تصدیق اور دوسرے راہبوں کی متواتر صداقتوں اور حجاز اور شجر کے یا نبی اللہ کہہ کر آپ کو سلام علیک کرنے سے یقین کامل ہو گیا کہ بے شک یہ میرے پاس آنے والے اللہ جل شانہ، کی طرف سے جبریل علیہ السلام ہیں۔ اس کے بعد آپ کو تبلیغی احکام کے ساتھ مامور ہونے سے پہلے یہ حکم دیا گیا کہ **و اما بنعمہ ربک**

فحدث یعنی اللہ نے جو تم کو شرف رسالت کے ساتھ مشرف فرمایا ہے، اس نعمت کا شکریہ ہی ہے کہ سب کو کہہ سناؤ کہ اللہ نے مجھ کو شرف رسالت سے مشرف فرمایا ہے اور اپنے کرم سے مجھ کو خلعت نبوت کا پہنایا ہے۔ ہشام ابن محمد رحمہ اللہ سے مروی ہے اب تک حضرت جبریل علیہ السلام کی آمد و رفت خدمت اقدس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں شب ہفتہ کو ہوتی رہی یا شب اتوار کو مگر جب آپ بعد طے فرمالینے ان پانچ منزلوں کے اور یقین حاصل کر لینے کے اپنے مرتبہ رسالت پر خاص طور سے مامور تبلیغ کے ساتھ ہوئے تو جبریل کی آمد کا سلسلہ جاری ہو گیا۔

منزل ششم: یہ آپ کی منزل ششم، منزل تھی اور اس دفعہ حضرت جبریل علیہ السلام خدمت اقدس میں حاضر ہوئے رمضان شریف کی اٹھارہ یا چوبیس تاریخ کو پیر کے دن اور یہ آیہ کریمہ منجانب اللہ خدمت اقدس میں پیش کی:

يا ايها المدثر قم فانذرو ربك فكبرو و تيا بكم فطهرو والرجز
فاهجر و لا تمنن تستكثر و لربك فاصبر

اے میرے چادر کا بکھل مارنے والے یا اے جھڑ مارنے والے کھڑے ہو جائیے، اب اللہ سے لوگوں کو ڈرائیے اور اپنے رب کی نماز میں اور غیر نماز میں اللہ کی بڑائی بیان کیجئے اور اپنے بدن اور کمپنوں کو اور دل کو پھر پاک رکھئے اور نجاست بتوں سے پھر علیحدہ ہو جائیے۔ اور کسی پر ہدایت کا احسان نہ رکھو اور اللہ سے اس کی نعمتوں کی کثرت طلب کرو اور سوا ہمارے کسی سے ہدایت کا بدلہ نہ طلب کرو۔

اسی سبب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیر کو روزہ رکھا کرتے تھے۔ چنانچہ ”مسلم شریف“ میں ہے: جب آپ سے پوچھا گیا کہ آپ ہمیشہ پیر کو روزہ کیوں رکھتے ہیں۔ فرمایا، پیر کے دن ہی میں پیدا کیا گیا ہوں اور پیری کے دن میرے اوپر نزول قرآن مجید شروع ہوا تھا۔ یعنی وہ حصہ قرآن کا، جس کا تعلق تبلیغ احکام اور ہدایت اسلام کے ساتھ ہے اور دوسرے دن منگل کو جب حضور مکہ مکرمہ کی اونچی جانب تشریف لے جا رہے تھے، جنگل کی طرف حضرت جبریل علیہ السلام آپ کی خدمت میں پھر حاضر ہوئے اور زمین پر اپنی ایڑی اس طرح ماری کہ زمین سے صاف شفاف پانی کا چشمہ جاری ہو گیا اور آپ کو وضو کر کے دکھایا۔ پھر اس طرح آپ نے وضو فرمایا، پھر دو رکعت کھڑے ہو کر نماز ادا کی اور آپ نے بھی حضرت جبریل علیہ

السلام کے ساتھ اسی طرح نماز ادا کی۔ بعد نزول اس آیت کریمہ کے اور مامور ہونے کے ساتھ وضو اور نماز کے، اول نابالغوں سے آپ پر حضرت اسد اللہ علی کرم اللہ وجہہ ایمان لائے اور بڑی عمروالوں سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور غلاموں سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ۔ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ چونکہ بہت بڑے تاجر تھے اور خوش خلق، کریم النفس، سخی، مہمان نواز، شریف النسب، اکثر لوگ آپ کی خدمت میں آتے رہتے تھے، لہذا آپ کی کوشش سے آپ کے ہاتھ پر بہت مسلمان ہوئے۔ منجملہ ان کے ایک حضرت عثمان ابن عفان تھے اور طلحہ بن عبید اللہ اور زبیر ابن العوام اور سعد بن ابی وقاص اور عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم اجمعین۔ جب یہ قابل اطمینان مسلمان ہو گئے، پوشیدہ طور سے حضرت صدیق اکبر ان کو ہمراہ لے کر حاضر حضور رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے۔ اس حساب سے سب سے اول جو مسلمان ہوئے، یہ آٹھ بزرگوار تھے۔ تین پہلے حضرت خدیجہ اور حضرت علی اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہم اور پانچ یہ۔ اور بعض کا قول ہے کہ سعید بن العاص اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہما بھی اسی جماعت سے تھے اور پھر پے درپے لوگ مسلمان ہونے لگے۔ مگر ابھی علی الاعلان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو اسلام کی طرف نہیں بلاتے تھے، اگرچہ قریش میں آپ کا اسلام کی طرف بلانا مشہور ہو چکا تھا۔

منزل ہفتم: پھر آپ کی یہ ساتویں منزل نبوت کی تھی کہ بعد تین برس کے ابتداء نبوت سے آپ علی الاعلان دعوت اسلام کے ساتھ مامور فرمائے گئے اور یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

فاصدع بما تو مروا عرض عن المشركين .

یعنی بلا خوف اور بلا کسی کی رعایت کے جن باتوں کے ساتھ تم حکم کیے گئے ہو، دو ٹوک کر کے لوگوں کو سنادو اور مشرکوں سے منہ پھیر لو اور ان کے منہ مت لگو۔

اس کے بعد یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

وانذر عشیرتک الاقربین ○ واخفص جناحک لمن اتبعک .

من المومنین ○

اور جہنم کے عذاب سے ڈراؤ ان اپنے کنبہ والوں کو جو تم سے رشتہ میں زیادہ نزدیک ہیں اور جھکا دو اپنا بازو کرم کا ان لوگوں کے واسطے جو ایمانداروں سے تمہاری پیروی کریں۔

قریشی رشتہ داروں کو دعوت اسلام:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بعد نزول اس آیت کے، جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہ ابوقیس پر چڑھ کر بموجب فرمان جناب باری عز اسہ، ایک ایک قبیلہ قریش کا نام لے کر سب کو بلایا۔ جب سب جمع ہو گئے، آپ نے ارشاد فرمایا: اگر میں تم کو یہ خبر دوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے بہت سارے سوار جمع ہو گئے ہیں تاکہ چھاپہ ماریں صبح سے پہلے، تم اپنا انتظام کر لو۔ ایسا نہ ہو کہ بے خبری میں تم لٹ جاؤ۔ کیا تم میری اس بات کی تصدیق کرو گے۔ سب نے کہا، کیوں نہ تصدیق کریں گے، اس واسطے کہ ہمارا تجربہ ہے آپ کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔ کبھی بھول کر بھی آپ سے ہم نے جھوٹ نہیں سنا۔ آپ نے فرمایا، جب تم مجھ کو ایسا سچا جانے ہو تو اگر مجھ پر ایمان نہ لائے، میں تم کو عذاب سخت سے ڈراتا ہوں جو تم پر آنے والا ہے۔

دعوت اسلام پر ابولہب کا رد عمل:

یہ سن کر ابولہب ملعون نے کہا، جو آپ کا حقیقی چچا تھا، تب لکے سائر الیوم الہذا طلبتہنی تم کو پوری پوری ہلاکت ہو، کیا اس واسطے تم نے مجھ کو بلایا تھا۔ (نحوذ باللہ من ذالک) ابولہب کا یہ کہنا تھا کہ سورۃ تبت یدا ابی لہب و تب ابولہب ملعون کی ”شان“ میں نازل ہوئی۔ پوری سورۃ جس کے معنی یہ ہیں:

”ہلاک ہو جائیو دنیا اور آخرت ابولہب کے اور ہلاک ہو ہی گئی نہ بے پرواہ کیا اس کو اس ہلاکت سے مال اس کے نے اور اس کی کمائی نے اب بہت جلد پہنچ جائے گا شعلوں والے جہنم کی آگ میں اور اس کی بیوی بھی جو کانٹوں کا گٹھا سر پر رکھ کر اور کھجور کی رسی سے باندھ کر باقی رسی گلے میں ڈال کر باوصف مالدار ہونے کے بوجہ بخل اور بے حد دشمنی کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضور کے راستہ میں اور اصحاب رسول اللہ صلی کے راستہ میں بکھیرنے کو لاتی رہتی ہے۔“

ابولہب کی بیوی کی پریشانیاں:

اس سورۃ مبارکہ کو سن کر ام حبیل بنت حرب بن اسد ابولہب کی بیوی بہت بڑا پتھر ہاتھ میں لے کر

حضور کو سخت ست کستی ہوئی آپ کو ایذا رسانی کی غرض سے آپ کی طرف آئی۔ آپ بموجب فرمان ایڑو سبحان علی الاعلان لوگوں کو قرآن سنا رہے تھے، مگر حضور اس اندھی کو نظر نہیں آتے تھے اور جب وہ آپ کی آواز پر جاتی، وہی آواز اس کو دوسری طرف سے آنے لگتی۔ علیٰ ہذا القیاس، یہاں تک کہ اسی طرح حیران و پریشان ہر طرف آپ کی تلاش میں پھر کر غائب و خاسرواپس چلی گئی۔ اور آپ علی الاعلان تبلیغ احکام اسلام میں مشغول رہتے، جو ابھی تک تین حکم تھے: توحید، تصدیق رسالت، طہارت اور نماز دو گانہ صبح کے وقت اور عصر کے وقت یا عشاء کے وقت، جن کی پوری تفصیل مع بیان اختلاف شان نزول سورہ فاتحہ کے بیان شان نزول میں عنقریب آتی ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ پھر شرف رسالت سے شرف ہونے کے نواسل بعد آپ جب معراج جسمانی کے ساتھ مسجد حرام سے عرش معلیٰ تک سرفراز فرمائے گئے، آپ پر اور آپ کی تمام امت پر پانچ وقت کی نماز فرض کی گئی اور ہجرت معراج سے تین سال بعد فرمائی۔ جب حضور بموجب اس فرمان جناب باری عز اسمہ، ہجرت فرما کے رونق افروز مدینہ طیبہ ہوئے، پھر ہجرت سے دوسرے سال کے ماہ شعبان میں ماہ رمضان کے روزے آپ پر اور آپ کی تمام امت پر فرض کیے گئے اور اسی دوسرے سال میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

قد نرى تقلب وجهك في السماء فلنولينك قبلة ترضاها
فول وجهك شطر المسجد الحرام وحيث ما كنتم فولوا
وجوهكم شطره۔

کعبۃ اللہ کو قبلہ بنا دیا گیا:

اور بیت المقدس سے منہ پھیر کر کعبہ شریف کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم نافذ ہوا اور اسی سال میں صدقہ عید الفطر اور نماز عید الفطر اور عید الضحیٰ کا حکم نافذ ہوا اور نماز جمعہ بعض نماز ظہر تو اول سال ہجرت ہی میں فرض ہو چکی تھی۔ پھر تیسرے سال ہجرت کے بعد زکوٰۃ فرض کی گئی یعنی حکم ہوا کہ جب سونا کسی کے پاس کم از کم ساڑھے سات تولہ اور چاندی ساڑھے باون تولہ یا ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کا کوئی بھی مال تجارت کا ہو، بعد گزر جانے برس دن کے، اس پر واجب ہے کہ چالیسواں حصہ مال کا اللہ واسطے بہ نیت زکوٰۃ نکال کر یک لخت یا آہستہ آہستہ بدرجہ غریب مسلمانوں کو دیتا رہے، جو خود علاوہ حوائج ضروریہ اور قرض وغیرہ کے اس قدر مال مذکورہ کے مالک یعنی صاحب نصاب نہ ہوں۔ پھر حج اور عمرہ

فرض کیا گیا اور علاوہ عبادات مذکورہ کے احکامات، جو عقلاً اکثر اصحاب عقول کے نزدیک پسندیدہ اور واجب
 اصل تھے، جیسے حرمت قتل کرنے کسی جان کی بلا وجہ اور حرمت زنا و لواطت کی۔ وہ تو آپ نے مکہ مکرمہ ہی
 میں نافذ فرما دیے تھے اور باقی احکامات کو جن کی حکمت و مصلحت سے عقول بشریہ عاجز تھیں، مدینہ طیبہ میں
 تشریف لانے کے بعد جب اسلام خوب پھیل گیا اور شوکت اسلامی مرتبہ کمال کو پہنچ گئی، نافذ فرمائے اور
 جب ہی حکم جہاد نافذ ہوا۔

معجزات سید المرسلین نبی صلی اللہ علیہ وسلم

معجزہ شق القمر: قال اللہ تبارک و تعالیٰ:

اقتربت الساعة وانشق القمرؕ وفي صفحه ۵۱۳ من باب علامات النبوة للبخاری۔

عن قتادة عن انس رضي الله عنه انه حدثهم ان اهل مكة سالوا رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يريهم اية فاراهم انشقاق القمر۔ وخرجه البخاری رحمه الله عن ابن مسعود رضي الله عنه بطرق شتى۔

یعنی دلائل نبوت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک معجزہ شق القمر کا ہے، جس کا شاید قرآن مجید ہے، جس کی زمانہ نبوت سے آج تک محفوظ رہنے پر بلا کم و کاست ایک زمانہ شاہد ہے۔ بخلاف تاریخی مدونہ، ہندو نصاریٰ کے، جو مدتوں بعد لکھی گئیں اور پھر ان کے غیر محفوظ رہنے پر ان کے مختلف نسخے شاہد عدل اللہ جل شانہ، اپنے قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے: نزدیک ہو گئی قیامت اور پھٹ گیا چاند۔ اور بخاری شریف کے باب علامات نبوت میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ اہل مکہ نے یہ محال سمجھ کر کہ آسمان پر کسی جادوگر کا تصرف نہیں ہو سکتا، حضور سے سوال کیا کہ آسمان سے آپ ہم کو کوئی نشانی اپنی نبوت کی صداقت پر دکھلائیں۔ لہذا آپ نے ان کو چاند کے دو ٹکڑے ہو جانے کا معجزہ دکھلایا۔

اور بخاری شریف میں یہی روایت مختلف سندوں کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے، قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفا میں تحریر فرماتے ہیں، 'بوجب اسی قسم کی صحیح حدیثوں کے، تمام مسلمانوں کا اس امر پر اجماع منعقد ہو چکا کہ بوجب آیہ کریمہ اقتربت الساعة وانشق القمر اور ہونے صیغہ ماضی کے آیہ کریمہ میں چاند کے دو ٹکڑے ہو جانے کی خبر بطریق معجزہ

حضور کے زمانہ میں واقع ہو چکی۔ اور ”مواعب لدنیہ“ سے اور ”شرح مختصر“ سے علامہ نبہانی رحمہ اللہ ”حجتہ اللہ“ میں نقل فرماتے ہیں کہ ایسا معجزہ بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے، کسی پیغمبر سے وقوع میں نہیں آیا۔ اسی واسطے اس معجزے کو امات معجزات سے شمار کیا ہے اور علامہ تاج الدین بیکی ”شرح مختصر ابن حاجب“ میں فرماتے ہیں: میرے نزدیک یہ بات صحیح ہے کہ یہ معجزہ اتنے صحیح طریقوں سے منقول ہے کہ جن سے اس حدیث کے متواتر ہونے میں کوئی شک نہیں۔

اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ جیر بن مطعم رضی اللہ عنہ صحابی سے نقل فرماتے ہیں کہ جب بطریق معجزہ زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے، ایک ٹکڑا اس پہاڑ پر نظر آنے لگا اور ایک دوسرے پہاڑ پر۔ مشرکین مکہ کہنے لگے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم پر جادو کر دیا ہے۔ مگر پھر خود ہی کہنے لگے کہ جادو کرتے تو فقط ہماری آنکھوں پر کرتے، تمام آدمیوں کی آنکھوں پر تو جادو نہیں کر سکتے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے تو مشرک کہنے لگے: ابن ابوبکرؓ (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے تم پر جادو کر دیا ہے (نعوذ باللہ منہا) لہذا بہت دور دور کے سفر کرنے والوں سے پوچھو کہ ان میں سے بھی کسی نے اس وقت معین پر چاند کو دو ٹکڑے ہوتے دیکھا۔ جب ان سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے بھی تصدیق کی کہ بیشک فلاں وقت فلاں جگہ ہم نے بھی دیکھا تھا کہ چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے۔

اس حدیث کو ابوداؤد طیالسی رحمہ اللہ نقل فرماتے ہیں اور بعض عرب سے بہت دور دور کے ملک والوں کا یہ کہنا کہ کبھی چاند کو دو ٹکڑے ہوتے ہوئے ہماری طرف سے کسی نے نہیں دیکھا اور اخبار غریبہ لکھنے والوں سے کسی نے ایسا نہیں لکھا، قابل اعتراض نہیں۔ اس واسطے کہ چاند گسن کے بعض اوقات کسی کو خبر نہیں ہوتی۔ بسا اوقات کہیں چاند گسن نظر آتا ہے اور کہیں مطلقاً نہیں آتا، حالانکہ گھنٹہ دو گھنٹہ تک چاند گسن ہوتا ہے۔ یہ واقعہ تو زرا دیر بطریق معجزہ واقعہ ہوا اور پھر فوراً امل کیا۔ پھر اس واقعہ کی اگر دور والوں کو خبر نہ ہو تو کونسا محل تعجب ہے۔ ”شرح ہمزہ“ ابن جریر رحمہ اللہ سے ”حجتہ اللہ“ میں ہے کہ معجزہ شق القمر کا ہجرت سے پانچ برس پہلے مکہ مکرمہ میں واقع ہوا تھا۔

معجزہ رد الشمس: ”حجتہ اللہ“ میں ہے ”مواعب لدنیہ“ سے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی گود میں سر رکھ کر لیٹے ہوئے تھے

کہ آپ پر وحی نازل ہونے لگی اور آفتاب غروب ہونے لگا۔ حضرت شیر خدا نے ابھی نماز عصر نہیں پڑھی تھی مگر بادب شان رسالت اسی طرح بیٹھے رہے۔ بعد اتمام نزول آپ نے پوچھا کہ تم نے نماز عصر بھی پڑھ لی۔ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، نہیں۔ آپ نے یہ دعانا بھی شروع کی کہ اے میرے اللہ! علیؑ تیری اطاعت اور تیرے رسول کی اطاعت کی مشغولی سے نماز عصر قضا کر بیٹھے۔ تو آفتاب کو لوٹا دے تاکہ علیؑ عصر پڑھ لیں۔ حضرت اسماء فرماتی ہیں، میں آفتاب کو دیکھ چکی تھی کہ بالکل غروب ہو گیا، لیکن حضور ﷺ کے دعا فرماتے ہی میں نے دیکھا کہ آفتاب یکدم واپس لوٹ آیا اور مقام صباخیر میں زمین اور دیواریں دھوپ سے روشن ہو گئیں۔ اس حدیث کو علامہ طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند سے نقل فرمایا اور علامہ طحاوی اور قاضی عیاض رحمہما اللہ نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے اور ابن منذر اور ابن شاہین نے بھی اپنی اپنی سند سے اس حدیث کو حضرت اسماء ہی سے نقل فرمایا ہے اور ابن مردویہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور طبرانی نے ”معجم کبیر“ میں ساتھ سند حسن کے حضرت اسماء سے کچھ تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ اور بعد ظہور شان رسالت شیاطین جنوں کا آسمان کی خبروں سے روکے جانے اور ان کا انگاروں کے ساتھ مارے جانے کا اور جنوں کے ایمان لانے کا ذکر تو سورہ جن میں ہی مفصل مذکور ہے۔ اللہ جل شانہ، قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

قل اوحی الی انہ استمع نفر من الجن فقالوا انا سمعنا قرانا عجا^۱ یھدی الی الرشدا فامنا بہ ولن نشرکک برینا احد^۲ و انہ تعالیٰ جد ربنا ما اتخذ صاحبة ولا ولدا^۳ و انہ کان یقول سفیہنا علی اللہ شططا^۴ و انا ظننا ان لن نقول الانس والجن علی اللہ کذبا^۵ و انہ کان رجال من الانس یعودون برجال من الجن فزادوہم رھقا^۶ و انہم ظنوا کما ظننتم ان لن یبعث اللہ احدا^۷ و انا لمسنالسماء فوجدناہا ملئت حرسا شدیدا و شہبا^۸ و انا کنا نعتقد منہا مقاعد للسمع فمن یستمع الان یجد لہ شہابا رصدا^۹

افروز ہوئے۔ اور وہاں جب تک اللہ نے چاہا، قیام فرمایا۔ پھر وہاں سے بست خوش و خرم واپس تشریف لائے اور فرمایا، میں نے اپنے رب سے اپنی ماں کے لیے سوال کیا۔ اللہ نے ان کو زندہ کر دیا اور وہ مجھ پر ایمان لا کر پھر انتقال فرما گئیں۔ اس حدیث کو ابو حفص بن شاین نے بھی کچھ اختلاف کے ساتھ نقل فرمایا ہے اور ”سیلی“ نے بھی بطریق عروۃ ابن الزبیر، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس طرح نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے سوال کیا کہ میرے دونوں ماں باپ کو زندہ کر دے۔ اللہ جل شانہ نے دونوں کو زندہ کر دیا۔ وہ دونوں مجھ پر ایمان لے آئے۔ پھر اللہ نے دوبارہ ان کو مار دیا۔

شرح ”مواہب لدنیہ“ میں ہے، زر قانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، اکثر ائمہ دین نے اس حدیث کو اس حدیث کا ناخ قرار دیا ہے جو ”مسلم شریف“ میں ہے کہ آپ نے ایک شخص سے، جس کا باپ بحالت کفر مر گیا تھا، فرمایا: میرا باپ اور تیرا باپ دونوں جہنم میں ہیں اور سب فرماتے ہیں کہ آپ کے ماں باپ کے زندہ ہو کر ایمان لائے اور آپ کا اس خصوصیت کے ساتھ مخصوص فرمائے جانے کا واقعہ حدیث ”مسلم شریف“ کے بعد کا واقعہ ہے۔ اور علامہ شباب الدین ابن حجر اپنے مولد اور شرح قصیدہ ہمزہ بصری رحمہ اللہ میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف نہیں ہے بلکہ بست سے حفاظ حدیث نے حدیث مذکورہ احیاء ابویں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو صحیح لکھا ہے اور سب نے اس کی تصحیح کی ہے بلکہ بعض محدثین تو اس طرح فرماتے ہیں:

ایقنت ان ابا النبی وامہ
احیا ہما الرب الکریم الباری
حتیٰ لہ شہدا بصدق رسالۃ
سلم فتلک کرامتہ المختار
هذا الحدیث ومن یقول بضعفه
فہو الضعیف عن الحقیقۃ عار

اور علامہ تلمسانی رحمۃ اللہ علیہ بھی ایسا ہی تحریر فرماتے ہیں اور بست سے علماء محققین تحریر فرماتے ہیں کہ یہ فقط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا خاصہ ہے کہ بعد موت کے آپ کی مائے آپ کے والدین

ہوتا۔ اور اس بحث میں بہت سے علماء نے مستقل رسالے لکھے ہیں۔ خصوصاً حافظ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے تو اس بحث خاص میں بہت سے رسالے ہیں، جن میں سے ایک کا نام ”مسائل الخفانی نجات ابوی المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم“ ہے اور دوسرے کا نام ”سبل الجلیہ فی آباء العلیہ“ اور تیسرے کا نام ”مقامتہ السندیہ فی نسبت خیر البریہ“ ہے۔ اور ”سبل الجلیہ“ میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ میرا اس بحث میں چھٹا رسالہ ہے۔ اور یہی مسلک ہے بہت سے اماموں کا جو حافظ حدیث ہیں، جن میں سے بعض کے یہ نام ہیں: حافظ ابوبکر، خطیب بغدادی، حافظ ابوالقاسم، ابن عساکر، حافظ ابو فضص، ابن شابین، حافظ ابوالقاسم سہیلی، امام قرطبی، حافظ محب الدین طبری، علامہ ناصر الدین ابن مزیر، حافظ فتح الدین ابن سید الناس اور یہی مسلک ہے علامہ صلاح مقدسی کا، جس کو انہوں نے اپنی نظم میں بیان کیا ہے اور حافظ غنم الدین ابن ناصر الدین دمشقی نے اپنے شعروں میں اسی مضمون کو بیان کیا۔

حضرت جابر کے فرزند نے اپنے بھائی کو ذبح کر دیا:

یہ مختصر ہے اس بحث کا جس کو بہت طوالت کے ساتھ علامہ نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ”حجتہ اللہ“ میں نقل فرمایا ہے اور ”نزہۃ المجالس“ میں علامہ عبدالرحمن صفوری رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک دن میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ میں نے آج جو سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، آپ کے چہرہ انور سے بھوک کے آثار ظاہر تھے۔ تمہارے پاس کچھ کھانے کا سامان ہے۔ بیوی نے عرض کیا، ایک صاع یعنی ساڑھے چار سیر جو کے دانے ہیں اور یہ بکری کا بچہ ہے۔ میں نے اس بچہ کو ذبح کیا۔ میری بیوی کے دو ننھے بچے تھے۔ انہوں نے چھری اٹھائی اور ایک بچہ کو لٹا کر دو سرا کہنے لگا، دیکھو اباجان نے بکری کے بچہ کو اس طرح ذبح کیا تھا اور دوسرے بچہ کے گلے پر چھری پھیر دی۔ یہ ذبح کرنے والا بچہ بھی خون دیکھ کر رڑ کر بھاگا اور جلتی آگ میں گر کر مر گیا۔ میری بیوی نے صبر کیا اور دونوں بچوں کو ایک طرف لٹا کر دروازہ بند کر دیا اور حضور کی دعوت کے شوق میں روٹی گوشت پکانے میں مشغول ہو گئی۔

جب آنحضرت ﷺ مع اصحاب کرام کے جابر کے گھر تشریف لائے اور کھانے بیٹھے، حضور نے مجھے فرمایا، تمہارا بچہ کہاں ہیں۔ میں نے اپنی بیوی سے بچوں کو دریافت کیا تو انہوں نے ماجرا کہہ سنایا۔ دیکھنے کی غرض سے میں نے جو دروازہ کھولا تو دونوں بچوں کو زندہ تیج سالم پایا اور شکر خدائے کریم کرے دونوں کو ساتھ لے کر حاضر ہوا۔ آپ نے اپنے ساتھ ان کو کھانا کھلایا اور فرمایا، مجھ سے جبریل علیہ السلام نے جب

زندہ کر دیا۔ اس قصہ کو اگرچہ ”نزہۃ القاطر“ میں بلا سند نقل کیا ہے مگر جو تک امام اعظم رحمہ اللہ بھی اپنے قصیدہ نقیۃ میں اس کا ذکر فرماتے ہیں، لہذا معتبر معلوم ہوتا ہے، چنانچہ اس سارے قصیدہ مشورہ کا جو عربی میں ہے، میں نے اپنے دیوان اردو میں ترجمہ چھپوایا ہے، مگر یہاں بھی ایک دو شعروں کا ترجمہ، جن میں اس ’عجزہ کا ذکر ہے‘ نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

جب مر گئے بیٹے جابر کے اور صبر کیا اس صابر نے

کیا کر کے دعا پھر تم نے شا زندہ پیران صابر کو

لہذا غالباً اسی واقعہ کو بطریق مسند حلیہ ابو نعیم سے ”حجتہ اللہ“ میں نقل کیا ہے، جس میں فقط اسی بکری کے بچے کو زندہ کرنے کا ذکر ہے۔ ویسائی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں معجزے اسی واقعہ میں واقع ہوئے تھے اور ممکن ہے کہ دو واقعہ ہوں۔ واللہ اعلم۔

اور ”دلائل النبوت“ بیہقی میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو جب اسلام کی طرف بلایا، اس نے کہا، میں تو جیسی ایمان لاؤں گا جب آپ میری بیٹی کو زندہ کر دیں۔ آپ نے فرمایا، اس کی قبر مجھ کو دکھلا۔ جب اس نے اپنی بیٹی کی قبر آپ کو دکھائی، آپ نے اس لڑکی کا نام لے کر پکارا۔ وہ یہ کہتی ہوئی ”میں حاضر ہوں“ قبر سے باہر نکلی۔ آپ نے فرمایا، کیا تو ملک آخرت کو واپس جانا چاہتی ہے۔ اس نے کہا، قسم ہے خدا کی، میں نے ماں باپ سے بہتر اپنے لیے اللہ کو اور ملک آخرت کو پایا۔ مجھ کو یہی بہتر ہے کہ ملک آخرت کو واپس چلی جاؤں۔ اور اس قسم کی بہت سی حدیثیں ہیں، جن کو علامہ نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے ”حجتہ اللہ“ میں نقل کیا ہے۔

حضرت عکاشہ لکڑی کی تلوار سے مشرکین کو قتل کرتے رہے:

علامہ واقدی تخریج میں فرماتے ہیں (اپنی سند سے) کہ حضرت عکاشہ بن محسن فرماتے تھے، بدر کے دن جب میری تلوار ٹوٹ گئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ہاتھ میں ایک چھڑی دے دی۔ جب میں نے اس لکڑی کو دیکھا، وہ لکڑی چمکتی ہوئی تلوار بیسی بن گئی۔ میں نے اس کے ساتھ کافروں کو قتل کرنا شروع کیا، یہاں تک کہ کافر بھاگ پڑے۔ حضرت عکاشہ کی پھوپھی یعنی راویہ حدیث فرماتی ہیں کہ وقت انتقال تک وہ تلوار حضرت عکاشہ کے پاس رہی۔ علامہ بیہقی اور ابن عساکر نے بھی اس حدیث کو نقل فرمایا ہے اور دوسری سند سے ابن سعد بھی اس حدیث کو نقل فرماتے ہیں۔ اور نیز واقدی اپنی سند کے ساتھ بنی

نوٹ مئی اور بے ہتھیار رہ گئے، آپ نے ابن طالب کھجور کے درخت کی ایک چھڑی توڑ کر ان کے ہاتھ میں دے دی۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے جب اس کو ہاتھ میں لیا تو بہت عمدہ کھوار بن گئی اور خیر کی لڑائی تک جس میں وہ شہید ہوئے، وہ کھوار ان کے پاس رہی۔

پتھر اور لکڑیوں کے بات کرنے اور آپ کی نبوت پر گواہی دینے کے معجزات

علامہ بیہقی اپنی سند کے ساتھ نقل فرماتے ہیں کہ جب آپ کا زمانہ رسالت قریب آیا تو آپ جس درخت اور پتھر کی طرف نکلے، درختوں اور پتھروں سے سنتے کہ وہ کہتے ہیں، 'السلام علیک یا رسول اللہ۔ علامہ ابو نعیم اپنی سند سے نقل فرماتے ہیں کہ جب اول دن جبرئیل علیہ السلام آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ کو مثل میدے کے سفید کپڑے پر، جو یاقوت اور موتیوں سے جڑا ہوا تھا، بٹھا کر آپ کی خدمت میں عرض کیا اقرار باسم ربک الذی خلق --- ما لم یعلم تک، پھر عرض کیا، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ نہ ڈریے، بیشک آپ اللہ کے رسول ہیں۔ بعد اس کے جب آپ گھر کو واپس آنے لگے، درختوں اور پتھروں کو آپ نے دیکھا کہ وہ آپ کو سجدہ کرتے تھے اور کہتے تھے، 'السلام علیک یا رسول اللہ۔ جب میں نے یہ معاملہ دیکھا، مجھ کو یقین ہوا کہ بیشک اللہ نے مجھ کو مرتبہ رسالت کا عطا فرمایا ہے۔

استن حنانہ در ہجر رسول:

بعد نبوت جب بارہ سال بعد ہجرت فرما کر آپ مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہوئے اور کھجوروں کے درختوں کے ستونوں پر آپ کی مسجد قائم کی گئی، آپ ایک کھجور کے ستون سے بیٹھ لگا کر جمعہ کا خطبہ پڑھا کرتے تھے۔ جب منبر تیار ہو گیا اور آپ ستون کو چھوڑ کر منبر پر جلوہ افروز ہوئے، وہ ستون آپ کی جدائی سے ہچکیوں کے ساتھ رونے لگا اور معلوم ہوا کہ وہ ستون خود بخود چرتا ہے۔ جب حضور نے منبر سے اتر کر اس پر اپنا دست شفقت رکھا، بچوں کی طرح ہچکیاں لے لے کر چپ ہوا اور چرنا موقوف ہو گیا۔ یہ معجزہ تو اتنا مشہور ہے کہ حضور کے زمانے سے آج تک ہر مسلمان کا ورد زبان ہے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری میں اور داری نے اور طبرانی اور ابو نعیم اور ابن عساکر اور ابن ابوبکر ابوشیبہ نے بھی مختلف

نقل فرماتے ہیں کہ جب آپ جنگ بدر سے فتح یاب ہو کر مدینہ طیبہ واپس تشریف لائے، آپ پر اس وقت بھوک غالب تھی۔ ایک یہودن ایک بکری کا بچہ بھنا ہوا آپ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میں نے یہ نذرمانی تھی کہ اگر میں صبح سالم اپنے گھر سے اپنے مال کے ساتھ مدینہ طیبہ پہنچ گئی تو میں ایک بکری کا بچہ ذبح کر کر اور بھون کر آپ کی خدمت میں حاضر کروں گی تاکہ آپ اسے تناول فرمائیں۔ جب اس یہودیہ نے وہ بھنا گوشت آپ کے سامنے رکھا، اس گوشت سے آواز آئی کہ آپ ہرگز تناول نہ فرمائیں، مجھ میں اس یہودیہ نے زہر ملا دیا ہے۔

حیوانات کے بات کرنے اور حضور کی رسالت پر شہادت دینے والے جانور

ابن سعد اور بیہقی اور ابو نعیم اپنی سند سے ابو مسعود کی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک اور زید بن ارقم اور منیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے سنا کہ وہ باہم ذکر کر رہے تھے کہ ہجرت کی رات، جبکہ حضرت رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ غار ثور میں مشرکین عرب سے چھپ کر رونق افروز ہوئے۔ اللہ جل شانہ نے حکم فرمایا کہ فوراً ایک درخت اگ کر غار کے منہ پر چھایا گیا اور جنگلی کبوتروں کو حکم دیا کہ وہ غار کے منہ پر آکر بیٹھ گئے۔ جب قریش سے ہر بطن کے جوان آپ کی تلاش میں نکلے اور غار ثور چالیس گز رہ گئی، انہوں نے ایک آدمی کو غار کے دیکھنے کے لیے بھیجا۔ وہ غار کے منہ پر کبوتروں کو بیٹھا دیکھ کر واپس پھر آیا۔ جو انان قریش نے پوچھا، بغیر دیکھے تو کیوں آگیا۔ کہا، وہاں تو دو کبوتر گھونلا بنائے بیٹھے ہیں، لہذا مجھے یقین ہو گیا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غار میں تشریف لے جاتے تو دو کبوتروں کا گھونلا کیسے باقی رہتا۔ آپ نے ان کی آواز سن کر فرمایا کہ اللہ نے ان کو مجھ سے دفع کر دیا اور دعا مانگی کہ وہ بلا تفتیش حرم کی طرف اتر آئے۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو اپنی کتاب ”خصائص الکبریٰ“ میں ذکر کیا اور ابو نعیم حلی رحمہ اللہ عطاء بن مسرہ سے نقل فرماتے ہیں کہ وہ فرماتے تھے، مکرئی نے دو دفعہ پیغمبروں کی حفاظت کے لیے جالا پورا ہے۔ ایک دفعہ داؤد علیہ السلام کی تلاش میں جب طالوت نکلا تھا اور ایک دفعہ آنحضرت صلی

طبرانی اوسط اور صغیر میں ابن عدی اور حاکم بیان معجزات میں اور بیہقی اور ابو نعیم اور ابن عساکر اپنی اپنی سندوں سے نقل فرماتے ہیں کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کرام کے درمیان رونق افروز تھے۔ ناگاہ ایک بدوی قبیلہ بنی سلیم سے ایک گویہ کا ذکر کے لایا اور حضور کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ مجھے لات و عزرائی کی قسم ہے، جب تک یہ گویہ مری ہوئی زندہ ہو کر آپ پر ایمان نہ لائے، میں کبھی آپ کو رسول اللہ نہیں سمجھوں گا۔ یہ سن کر آپ نے گویہ کو آواز دی اور گویہ زندہ ہو کر صاف عربی زبان میں اس طرح کہنے لگی لبیک و سعدیک و یا رسول رب العالمین۔ ”میں حاضر ہوں اے اللہ کے رسول۔“ آپ نے فرمایا، تو کس کو پوجتی ہے۔ اس نے کہا، اس ذات پاک کو جس کا عرش آسمانوں پر ہے اور زمین پر اس کی حکومت ہے اور دریاؤں میں وہ راستہ دکھاتا ہے اور جنت میں اس کی رحمت ہے اور دوزخ میں اس کا عذاب۔ آپ نے فرمایا، تو جانتی ہے میں کون ہوں۔ اس نے عرض کیا، آپ رسول رب العالمین ہیں۔ آپ خاتم النبیین ہیں۔ جس نے آپ کی تصدیق کی، اس نے فلاح و نجات پائی اور جس نے آپ کی تکذیب کی، وہ خائب و خاسر ہوا۔ یہ سن کر اعرابی مشرف باسلام ہوا۔

اور منتخب ”کنز العمال“ میں ہے کہ ایک سفر سے تشریف لاتے ہوئے ایک مقام پر جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم مجلس اصحاب کرام میں جلوہ افروز تھے کہ یکایک ایک بدوی نے مری ہوئی زخمی گویہ آپ کے سامنے لا ڈالی اور کہا کہ اگر یہ گویہ زندہ ہو کر آپ کی رسالت کی گواہی دے تو میں آپ پر ابھی ایمان لاتا ہوں، ورنہ میں آپ کا سب سے بڑھ کر دشمن ہوں۔ آپ نے ایک نظر بھر کر جو گویہ کی طرف دیکھا، گویہ زندہ ہو کر زبان فصیح سے کہنے لگی: اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمدا رسول اللہ۔ من امن بک نجی و من ترکک ہلک یعنی میں گواہی دیتی ہوں کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ نجات پائی اس نے جو آپ پر ایمان لایا اور ہلاک ہوا وہ جس نے آپ کو چھوڑا۔ یہ دیکھ کر وہ اعرابی مشرف اسلام سے مشرف ہوا اور کلمہ پڑھ کر کہنے لگا، قسم ہے اللہ کی، آپ سے زیادہ روئے زمین پر میرا کوئی دشمن نہ تھا مگر قسم ہے اللہ کی اب تمام روئے زمین پر آپ سے زیادہ کوئی میرا پیارا نہیں۔ مجھ کو اجازت دیجئے کہ ایک ہزار سوار، جو آپ کے درپے آزار آرہے ہیں، میں ان سے سبقت کر کر آئے آگیا تھا تاکہ آپ کی ایذا رسانی میں سب سے اول نمبر رہوں، اب مجھ کو اجازت دیجئے کہ ان کو ہلاک کر دوں اور اس گویہ کو لے جا کر ان کو کھلاؤں اور یہ آپ کا معجزہ ایسا طرح ان

کے سامنے ظاہر ہو۔ جب وہ اعرابی آپ سے اجازت لے کر ان سواروں تک پہنچا اور یہ معجزہ حضور کا دکھلایا، سب کے سب ایک ہزار آدمی مشرف باسلام ہوئے اور آپ کی غلامی کا دم بھرنے لگے۔

اور ”حجتہ اللہ علی العالمین“ علامہ نبہانی علیہ الرحمۃ میں ہے، ابو نعیم اپنی سند سے نقل فرماتے ہیں کہ عبد الرحمن بن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ ایک دن جابر بن عبد اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آثار بھوک چہرہ انور سے نمایاں دیکھ کر اپنے گھر واپس آئے اور اپنی بیوی سے حضور کی حالت بیان کر کے پوچھا کہ کچھ کھانے کا سامان ہے۔ بیوی نے کہا، یہ بکری ہے اور کچھ روٹیوں کے لائق آتا ہے۔ میں نے بکری کو ذبح کیا اور میری بیوی نے فوراً آنا گوندھ کر روٹی پکائی اور سالن تیار کیا۔ پھر میں نے ایک بڑے برتن میں روٹیوں کو توڑ کر اس پر سالن ڈال کر ٹرید بنایا اور سارا اثرید لے کر حاضر حضور ہوا۔ آپ نے فرمایا، اپنی قوم کے تمام آدمیوں کو بلا لاؤ اور میرے پاس چھوٹی چھوٹی جماعت بنا کر بھیجتے جاؤ۔ آپ نے ہمارے تمام آدمیوں کو پیٹ بھر کر کھانا کھلادیا اور ٹرید سے بدستور برتن بھرا معلوم ہوتا تھا۔ آپ نے کھانے والوں سے فرمادیا تھا کہ ہڈی نہ توڑنا بلکہ جمع کریں۔ جب سب کھا چکے اور ہڈیاں جمع ہو گئیں، آپ نے ان پر ہاتھ رکھ کر کچھ ایسی بات کی، جس کو میں نے نہیں سنا اور وہ بکری زندہ ہو کر کان جھاڑتی ہوئی جیسی کہ بکریوں کی عادت ہوتی ہے، کھڑی ہو گئی۔ میں اس کو ساتھ لے کر جب گھر آیا، میری بیوی تعجب سے کہنے لگی، یہ کیسی بکری ہے۔ میں نے کہا، یہ وہی بکری ہے جس کے گوشت سے ٹرید بنا کر میں حضور نبوی میں لے گیا تھا۔ آپ نے ہماری ساری قوم کو پیٹ بھر کر کھلادیا اور پھر اس بکری کو زندہ بھی کر دیا۔ میری بیوی یہ سن کر کہنے لگی، میں تو پہلے ہی سے گواہی دیتی ہوں کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں۔

اور ابن عدی اور ابن ابی الدنیا اور بیہقی اور ابو نعیم اپنی اپنی سند سے نقل فرماتے ہیں کہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ ہم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بمقام بضعہ مسجد حاضر تھے۔ اسی اثناء میں ایک بڑھیا نابینا مع اپنے بیٹے کے، جو بالغ ہو گیا تھا، اپنے وطن سے ہجرت کر کے حاضر حضور ہوئی۔ کچھ زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ اس کا بیٹا مدینہ طیبہ کی وبا میں چند روز مبتلا رہ کر راہی ملک بھا ہوا۔ حضور نے بعد انتقال اس کی آنکھ بند کر دی اور ہم کو اس کی تجیز و تکفین کے لیے حکم نافذ فرمایا۔ جب ہم اس کو غسل دینے لگے، آپ نے ارشاد فرمایا کہ انس! اس کی ماں کو جا کر اس کے انتقال کی خبر پہنچا دو۔ اس کی ماں اس کے مرنے کی خبر سن کر حضور کے قدموں کے پاس آ بیٹھی اور آپ کے قدم مبارک پکڑ کے کہنے لگی، میرا بیٹا مر گیا۔ سب نے کہا، ہاں مر گیا۔ کہنے لگی، اے اللہ! تو جانتا ہے، میں نے دل سے اسلام قبول کیا ہے اور بتوں کو چھوڑا

ہے اور رغبت دلی سے تیری طرف نکل کر آئی ہوں۔ بت پرستوں کو مجھ پر مت ہسا اور ایسا مصیبت کا بوجھ مجھ پر نہ رکھ جس کو میں نہیں اٹھا سکتی۔ حضور کے قدم پکڑے ہوئے یہ دعا بھی پوری نہیں کر چکی تھی کہ اس کے بیٹے نے پاؤں ہلائے اور منہ سے کپڑا الگ کیا اور ہمارے ساتھ کھانا کھایا اور اس بڑھیا کے مرنے کے بعد تک اور حضور کی وفات کے بعد تک زندہ رہا۔

بے نور آنکھیں بیٹا ہو گئیں:

اور چوتھے باب ”حجۃ اللہ“ میں ہے ’ابوبکر بن ابی شیبہ اور ابن سکن اور علامہ بغوی اور طبرانی اور ابو نعیم اپنی اپنی سند سے نقل فرماتے ہیں کہ حبیب بن ندیک رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ میرے والد مجھ کو ساتھ لے کر دربار دربار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میری دونوں آنکھیں سفید ہو گئیں اور مجھ کو کچھ نظر نہیں آتا۔ آپ نے فرمایا، تمہاری آنکھیں کیسے جاتی رہیں۔ میں نے عرض کیا، میرا پاؤں اتفاقاً سانپ کے انڈوں پر گر گیا تھا، اس کے اثر سے یہ حال ہوا۔ آپ نے میری آنکھوں پر تھکار دیا، فوراً اچھی ہو گئیں۔ حضرت حبیب فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد ندیک اسی برس کی عمر میں سوئی میں تاکا پر دیا کرتے تھے۔

حضرت قتادہ کی آنکھ روشن ہو گئی:

اور ابن عدی اور ابو-علی اور بیہقی طریق عاصم بن عمر بن قتادہ سے نقل فرماتے ہیں کہ قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ جنگ بدر میں میری آنکھ پر ایسی ضرب شدید آئی کہ میری آنکھ کا ڈھیلا میرے رخسار پر آ پڑا۔ لوگوں نے ارادہ کیا کہ اس ڈھیلے کو کاٹ دیں۔ جب آپ ﷺ سے اجازت طلب کی، آپ نے منع فرمایا اور میرے چشم خانہ پر ہتھیلی مبارک سے ایسا کوچہ مارا کہ میرا جھوٹا چشم اپنی جگہ ایسا بیٹھ گیا کہ میری دونوں آنکھیں یکساں ہو گئیں اور تندرست آنکھ اور اس آفت رسیدہ آنکھ میں ذرا فرق نہیں معلوم ہوتا تھا۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ حضرت قتادہ کی دونوں آنکھیں نکل پڑی تھیں۔ حضور ﷺ نے دونوں کو اپنی جگہ قائم کر کے ان پر تھوک دیا۔ دونوں چمکنے لگیں اور صحیح و سالم ہو گئیں۔

اور بخاری شریف میں ہے، براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عتبیک رضی اللہ عنہ بموجب فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ابو رافع یہودی، یہودیوں کے سردار اور

قلعہ دار کو اس کے بالا خانہ پر تنہا چڑھ کر بہت سے یہودیوں کے درمیان سوتے ہوئے کو قتل کر کے بالا خانہ سے اترنے لگے، ذینہ سے پاؤں پھسل گیا اور پنڈلی ٹوٹ گئی۔ جب حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر ابورافع کے قتل کا مرثدہ سنایا، آپ بہت خوش ہوئے۔ پھر اپنا پاؤں دکھایا۔ آپ نے ان کے زخم پر تھوک دیا، فوراً ہڈی جڑ گئی اور پاؤں اچھا ہو گیا۔

ابو-علی اور بیہقی اپنی سند سے نقل فرماتے ہیں اور اس سند کو مطالب عالیہ میں ابن حجر سند حسن بتاتے ہیں۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور کے ساتھ حج کو جاتے ہوئے جب ہم مقام بطن رو حانیچہ، آپ نے ایک عورت کو دیکھا کہ بچہ گود میں لیے آپ کی طرف دوڑی آ رہی ہے۔ آپ نے اپنی اونٹنی کو ٹھہرایا۔ جب وہ عورت نزدیک آ گئی، عرض کرنے لگی کہ جس دن سے یہ بچہ پیدا ہوا ہے، بے ہوش رہتا ہے۔ آپ نے اس کو عورت مذکورہ سے لے کر اپنی چھاتی سے لگایا اور اپنے آگے اونٹ پر بٹھا کر اس کے منہ میں تھوک کر فرمایا: نکل اود ثمن خدا، بے شک میں ہوں رسول اللہ۔ اللہم صل وسلم وبارک علیہ۔ اور پھر اس بچہ کو اس کی ماں کے سپرد فرما کر فرمایا: اب اس بچہ سے بے خوف رہ۔ جب حضور رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم حج کر کے واپس مقام بطن الروح میں پہنچے، وہ عورت بطریق نذر ایک سالم بکری بھیجی ہوئی لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئی۔ آپ نے مجھ سے فرمایا: لاؤ ایک شانہ دو۔ میں نے حاضر کیا۔ آپ نے فرمایا: اور شانہ لاؤ۔ میں نے پھر دو سر اشانہ حاضر کیا۔ آپ نے پھر فرمایا: اور شانہ لاؤ۔ میں نے عرض کیا، حضور بکری کے دو بی شانے ہوتے ہیں، وہ میں حاضر کر چکا۔ فرمایا: قسم ہے اس ذات پاک کی، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر تم چپ رہتے جتنے شانے میں طلب کرتا برا اتنے ہی دیتے رہتے۔ پھر آپ نے فرمایا: دیکھو یہاں کہیں کچھ کھجور کے درخت اور کچھ پتھر بھی ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ درخت اور پتھر میں نے تو نہیں دیکھے، آپ نے دیکھے ہوں تو فرمائیے۔ فرمایا: جاؤ کھجوروں کے درختوں سے کہہ دو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم ایک جگہ اکٹھے ہو جاؤ تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے پردے میں قضاء حاجت فرمائیں اور ایسے ہی پتھروں سے کہہ دو کہ وہ قد بچوں کے موقعوں پر قائم ہو جائیں۔ میں نے جب درختوں اور پتھروں کو حکم عالی سنایا، اسی خدا کی قسم ہے، جس نے حضور کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے، میں دیکھ رہا تھا کہ درخت زمین کو چیرتے ہوئے ایک جگہ بصورت پاخانہ جمع ہو گئے اور پتھروں کو دیکھ رہا تھا کہ وہ اپنی جگہ سے لڑھک کر مثل قدیمہ قائم ہو گئے۔ جب

سے کہہ دو کہ اپنی اپنی جگہ جا کر قائم ہو جاؤ۔ جب میں نے ان سے جا کر کہہ دیا، وہ اپنی اپنی جگہ پر جا کر قائم ہو گئے۔

امام احمد بن حنبل اور ابن سعد اور بیہقی اور ابو نعیم اپنی سند سے نقل فرماتے ہیں کہ جب حضرت سفینہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ آپ کا کیا نام ہے۔ فرمایا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا نام سفینہ رکھا ہے، جس کے معنی کشتی کے ہوتے ہیں۔ پھر ان سے پوچھا گیا، یہ نام تمہارا کیوں رکھا گیا۔ فرمایا، ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مع اپنے اصحاب کرام کے تشریف لے جا رہے تھے۔ سامان سفر اٹھانا اصحاب کرام پر دشوار ہوا۔ حضور نے مجھ سے فرمایا، تم اپنا کھیل بچھاؤ۔ میں نے بچھا دیا اور سب نے اپنا اپنا کھل سامان اس کھل میں باندھ کر مجھ پر رکھ دیا۔ آپ نے فرمایا، لویہ سب اٹھا کر چلو۔ تم سفینہ (کشتی) ہو۔ اس دن کے بعد سے سات اونٹ تک کا بوجھ اگر میں اٹھاؤں تو مجھ پر گراں نہیں ہوتا۔ اللھم صل علی محمد و علی ال محمد و بارک و سلم۔

اور مند برار میں ہے ساتھ معتبر سند کے حضرت بریدہ بن حبیب فرماتے ہیں، ایک بدوی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کے رسول اللہ ہونے کی کیا نشانی ہے۔ آپ نے فرمایا، جاؤ اس درخت سے (جو سامنے آتا ہے) کہو کہ تجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلاتے ہیں۔ اس نے جب درخت کو حسب الارشاد حضور کے بلایا، درخت اپنے دائیں بائیں آگے پیچھے جھکا کہ اس کی ہر طرف سے لمبی جڑیں ٹوٹ گئیں۔ پھر زمین کو چیرا تو اور اپنی گل آمودہ جڑوں کو گھینٹا حضور کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا السلام علیک یا رسول اللہ۔ اعرابی نے عرض کیا کہ اب اس درخت کو حکم دیجئے کہ بدستور اپنی جگہ جا کر قائم ہو جائے۔ آپ نے جب اس کو یہ حکم فرمایا، وہ درخت فوراً اپنی جگہ پر جا کر قائم ہو گیا۔ پھر تو اعرابی آپ پر ایمان لا کر کہنے لگا، مجھ کو اجازت دیجئے کہ میں آپ کو سجدہ کروں۔ آپ نے فرمایا، اگر میں کسی کو سجدے کی اجازت دیتا تو میں عورت کو حکم کرتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ اعرابی نے عرض کی، پھر یہی اجازت دیجئے کہ میں آپ کے ہاتھوں اور پاؤں کو چوم لوں۔ آپ نے ہاتھ پاؤں چومنے کی اجازت عطا فرمائی۔

حضور نے رکانہ پہلوان کو تین بار پکھاڑ دیا:

ان بھقاروں نے غارت خانہ میں - نقل و حرکت کے واسطے وضع شدہ فائرنگ کے ایک

آدھا چکر مع اپنی شاخوں کے حضور کے سامنے آکھڑا ہوا۔ رکانہ نے کہا کہ یہ تو آپ نے بہت بڑا معجزہ دکھلایا۔ مگر اب اس کو فرمائیے کہ اپنے آدھے حصہ سے جا ملے اور اپنی اصلی حالت پر آجائے۔ آپ کے فرماتے ہی وہ نصف درخت اپنے نصف حصہ سے جاملے۔ اب نے فرمایا، اب تو مسلمان ہو جاؤ گے تو سلامتی سے رہے۔ رکانہ نے کہا، معجزہ تو بہت ہی عظیم الشان آپ نے دکھلایا ہے لیکن میں اس امر کو پسند نہیں کرتا کہ عورتوں اور لڑکوں مدینہ طیبہ میں یہ باہم تذکرہ ہو کہ رکانہ کے دل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا رعب اتنا غالب آیا کہ دہشت سے مسلمان ہو گیا۔ اب تو تمام مدینہ طیبہ کے مرد و عورت بچہ بچہ جانتا ہے کہ آج تک کسی نے میرا پہلو تک زمین سے نہیں لگایا۔ لہذا آپ اپنی تیس بکریاں عمدہ سے عمدہ چھانٹ کر لے جائیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا، جب تو مسلمان نہیں ہو تا تو مجھ کو تیری بکریاں لینے کی بھی کوئی حاجت نہیں۔ یہ سن کر حضور واپس تشریف لا رہے تھے اور حضرت ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما حضور کی تلاش میں دشمنوں کے خوف سے آ رہے تھے۔ حضور کو دیکھ کر عرض کرنے لگے کہ حضور جانتے ہیں کہ انصم نامی جنگل رکانہ پہلوان کا ہے، جو حضور کا سخت دشمن ہے اور آپ کی تھکدیب میں سب سے پیش قدم۔ حضور اس طرف تنہا کیوں تشریف لے گئے تھے۔ آپ ہنسے اور فرمایا، مجھ پر وہ قابو نہیں پاسکتا اور آپ نے تمام قصہ کہہ سنایا۔ دونوں متعجب ہو کر عرض کرنے لگے، حضور نے اس کو بچھا ڈیا۔ خدا کی قسم، آج تک اس کو کسی نے نہیں بچھا ڈیا۔ آپ نے فرمایا، میں نے اللہ سے دعا کی، اللہ نے میری مدد فرمائی۔

ایک مشکیزے سے سارا لشکر سیراب ہو گیا:

اور باب "علامات النبوة" بخاری شریف میں ہے، حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں حضور کے ساتھ تھے پانی بالکل نہ تھا اور ہم کو بے حد پیاس لگی ہوئی تھی۔ اسی حالت میں راستہ چلتے ہوئے ہم نے ایک عورت کو دیکھا کہ پانی کی بھری ہوئی پیکھال پر اوٹ کے اوپر دونوں کچھوٹوں پیکھال پر پاؤں لٹکائے ہوئے جا رہی ہے۔ ہم نے اس سے پوچھا، پانی کہاں ہے۔ اس نے کہا، یہاں پانی کہاں ہے۔ ہم نے کہا، جہاں سے تو پانی لائی ہے، وہاں سے اور تیرے گاؤں تک کتنی مسافت ہے۔ کہنے لگی، ایک دن رات کے راستہ کی مسافت ہے۔ ہم نے کہا، جناب رسالت مآب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چل۔ کہنے لگی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس کو کہتے ہیں۔ ہم نے اس کو مہلت نہ دی اور حضور کے سامنے آکر کھڑا کیا۔ اس نے حضور سے بھی دعا مانگی، کہیں جو ہم سے کی تمہیں۔ اللہ اتنا

اور کہا کہ میں یتیم بچوں والی ہوں۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پکھال کے دونوں دہانے نیچے کے کھلوا دیے اور اوپر کے دہانوں پر دست مبارک پھیر کر فرمایا، جو بھی کوئی پیاسا ہے، سیر ہو کر پانی پی لے۔ چالیس آدمیوں نے خوب سیر ہو کر پانی پی لیا۔ پھر ہم نے اس پکھال سے جتنے ہمارے لشکر میں مشکیزے اور برتن تھے، بھر لیے البتہ کسی اونٹ کو پانی نہیں پلایا مگر پکھال پانی سے اتنی بھری معلوم ہوتی تھی کہ بھٹ جانے کا ڈر تھا۔ پھر آپ نے فرمایا، جو تمہارے پاس ہے لاؤ۔ بہت کچھ روٹی کے ٹکڑے اور کھجوریں جمع ہو گئیں۔ وہ عورت جب روٹی کے ٹکڑے اور کھجور لے کر اپنے گھر پہنچی، کہنے لگی، میں نے راستہ میں ایسے شخص سے ملاقات کی کہ یا تو وہ بڑھکا جادوگر ہے (نعوذ باللہ منہا) یا فی الواقع سچا نبی ہے جیسا ان کے معتقدوں کا گمان ہے (جب سارا قصہ خود گزشتہ عورت نے سنایا) وہ بھی مسلمان ہو گئی اور وہاں کے سب آدمیوں کو بھی اس عورت کے واسطے سے ہدایت ہوئی اور سب مسلمان ہو گئے۔

ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مقام زور میں پانی نہ تھا۔ ایک چھوٹے سے برتن میں آپ کی خدمت میں پانی لایا گیا کہ آپ نے اس میں اپنا دست مبارک رکھ دیا۔ آپ کی انگلیوں کے درمیان سے چشمے پانی کے جاری ہو گئے اور سب نے، جو تین سو آدمی تھے، وضو کر لیا۔

اور جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حدیبیہ کے دن لوگ پیاس کی شدت سے پریشان تھے۔ آپ کے سامنے ایک چھوٹے برتن میں پانی تھا۔ آپ نے اس سے وضو فرمایا۔ سب آدمی پانی کی طرف جھپٹے۔ آپ نے فرمایا، کیوں دوڑتے ہو۔ لوگوں نے عرض کیا، حضور کے سامنے جو وضو سے بچا ہوا پانی ہے، اس کے سوا نہ پینے کو پانی ہے، نہ وضو کرنے کو۔ آپ نے اپنا دست مبارک اس پانی میں رکھ دیا اور آپ کی انگلیوں کے درمیان سے مثل چشمہ کے اتنا پانی جوش مارنے لگا کہ سب نے پی لیا اور سب نے وضو کر لیا۔ سالم بن ابوالجعد حضرت جابر کے شاگرد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر سے پوچھا کہ وضو کرنے والے اور پانی پینے والے تم کتنے آدمی تھے۔ فرمایا، اگر ایک لاکھ آدمی بھی ہوتے تو وہ سب کو کافی تھا مگر اس وقت ہم پندرہ سو آدمی تھے۔

ابو طلحہ کے کھانے میں برکت:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو طلحہ زید بن سہیل انصاری نے ایک بار حضور کی آواز سے ضعف کا احساس کر کے معلوم کیا کہ یہ ضعف بوجہ شدت بھوک کے ہے۔ لہذا اپنی بیوی ام سلیم میری والدہ سے یہ ماجرا بیان کر کے یو چھا کہ تمہارے پاس کچھ موجود ہے۔ کہا ہاں یہ ایک روٹی جو کی موجود ہے۔ پھر انہوں نے ایک چادر کے کنارے میں ان کو پلیٹ کر میری بغل میں دے دیا۔ باقی چادر مجھ کو اڑھا دی۔ یہ روٹی لے کر جب میں خدمت بابرکت میں پہنچا، میں نے آپ کو مسجد میں پایا۔ اس وقت آپ کے پاس بہت آدمی تھے۔ مجھ کو دیکھ کر فرمایا، کیا تم کو ابو طلحہ نے بھیجا ہے۔ میں نے عرض کیا ہاں۔ فرمایا، کھانا دے کر بھیجا ہے۔ میں نے عرض کیا ہاں۔ آپ نے تمام حاضرین کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا، اٹھو سب ابو طلحہ کے کھانا کھانے چلو۔ سب ابو طلحہ کے گھر کی طرف میرے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے۔ میں نے گھر پہنچ کر حضرت ابو طلحہ کو اطلاع کی۔ حضرت ابو طلحہ نے کثرت سے آدمیوں کو آنا دیکھ کر حضرت ام سلیم سے کہا، لو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو ایک جماعت کثیر کے ساتھ تشریف لے آئے اور اتنا کھانا کہاں ہے۔ حضرت ام سلیم نے کہا، اس راز کو اللہ اور اس کا رسول ہی خوب جانتا ہے۔ یہ سن کر حضرت ابو طلحہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور حضرت ابو طلحہ کے ساتھ گھر میں تشریف لائے اور فرمایا، ام سلیم جو کچھ موجود ہے، لاؤ۔ حضرت ام سلیم نے گھر کے کپے میں جو کچھ گھٹی تھا، وہ نچوڑ دیا تاکہ وہ ترکاری کا کام دے دے۔ پھر اس کھانے پر حضور نے جو کچھ اللہ نے چاہا، فرمایا (خواہ یوں کہو پڑھا) پھر فرمایا، دس آدمیوں کو بلا کر کھلا دو۔ جب وہ شکم سیر ہو کر چلے گئے، فرمایا، اب اور دس آدمیوں کو بلا کر کھلا دو۔ یہاں تک ستراسی آدمی تھے، سب شکم سیر ہو کر کھا گئے۔ اللہم صل وسلم علی حبیبہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

کھجوروں سے قرضہ ادا کر دیا:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میرے والد ماجد بہت کچھ قرض اپنے ذمہ چھوڑ کر انتقال فرما گئے۔ میں نے حضور میں حاضر ہو کر عرض لیا کہ میرے والد انتقال فرمائے۔ اور بہت سا قرض اپنے ذمہ چھوڑ گئے جس کے ادا کرنے کو، سو اناں کے کھجوروں کے باغ کے، میرے پاس کچھ نہیں ہے اور باغ مذکور کی کاٹا سال کا آمدنی بھی، قرض ادا کرنے کے لئے کافی نہیں ہے۔ ان کے لئے ایک اشتر اور ایک حمار

قرض خواہ آپ کی وجہ سے میرے ساتھ سختی نہ کریں۔ یہ سن کر سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک کھجوروں کے ڈھیر پر پھرے اور دعا مانگی۔ پھر دوسرے ڈھیر پر بھی ایسا ہی کیا اور قرض خواہوں سے فرمایا اپنے قرض کی مقدار تم سب اس ڈھیر سے لے لو۔ حضور رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی ایک ڈھیر سے تمام قرض خواہوں کا قرض ادا کر دیا اور جتنا ان کو دیا اتنا ہی مجھ کو بچ رہا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

کھل گئے کیسو تیرے رحمت کا بادل گر گیا:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ایک بار اہل مدینہ سخت بلا قحط میں مبتلا ہوئے۔ جمعہ کے دن سرور عالم رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کا خطبہ پڑھنے کو اٹھے تو ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہت قحط سے بکریاں مر گئیں، سامان معاش ہلاک ہو چکا۔ اللہ سے دعا کیجئے کہ مینہ برسے۔ آپ نے دونوں ہاتھ مبارک پھیلائے اور دعا کی۔ آسمان مثل شیشے کے صاف پڑا ہوا تھا کہ یکدم ہوا چلی، بادل اٹھ کر جمع ہو گئے اور اتنا پانی برسا کہ گویا آسمان نے اپنی پکھال کے دہانے کھول دیے تھے اور پانی کھوندتے ہوئے ہم اپنے گھر پہنچے اور برابر اس جمعہ سے اس جمعہ تک جھڑ لگا رہا۔ دوسرے جمعہ کو وہی آدمی یا کوئی دوسرا کھڑا ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکانات ڈھے جا رہے ہیں، دعا کیجئے کہ بارش موقوف ہو۔ آپ نے تبسم فرمایا اور دعا کی کہ اے الہی ہم پر نہر سے ہماری گردا گرد برسے۔ آپ کا دعا کرنا تھا کہ بادل پھٹ کر ہمارے گرد مینہ برسنے لگا اور مدینہ طیبہ بادلوں سے صاف مثل ٹوپی کی نظر آنے لگا۔ اللہم صل وسلم علیہ۔

اور اخبار غیبیہ کے متعلق جو آیتیں اور حدیثیں ہیں، وہ انشاء اللہ العزیز باب سوم میں، جو مشتمل اعجاز قرآن ہے، اسی طرح بطریق اختصار نقل کی جائیں گی۔ ورنہ آپ کے معجزے اس کثرت سے ہیں کہ بیان کرنے ہر قسم کے معجزوں کے لیے ایک ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے۔ زیادہ سطر کے ساتھ معجزات سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنا ہو تو ”خصائص کبریٰ“ اور ”حجتہ اللہ“ کے علاوہ جملہ کتب حدیث کا مطالعہ کریں۔ مگر ہم اب چند ان معجزوں کا ذکر کرتے ہیں جو بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تشریف بری آپ کے اس عالم دنیا سے بموجب تواریخ معتبرہ وقوع میں آئے۔

معجزات النبی بعد از وصال نبی:

علامہ نور الدین علی ابوالحسن ابن عبد اللہ سمودیؒ جو ۱۰۱۱ ہجری میں مدینہ طیبہ کے اکابر علماء سے شمار کیے جاتے تھے، اپنی "تاریخ سمودی" میں نقل فرماتے ہیں کہ ابن نجار "تاریخ بغداد" میں لکھتے ہیں کہ بعضے زندیقیوں نے ایک حاکم کو جو خلفاء عبید میں سے تھا، یہ رائے دی کہ اگر مصر میں ایک مکان عالیشان بنا کر مدینہ طیبہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی لاشوں کو لا کر اس مکان میں دفن کر دیا جائے تو آبادی مصر کی بہت بڑھ جائے گی اور دور و دراز سے لوگ سفر کر کے بغرض زیارت حضور تمام مسلمان مصر ہی میں آیا کریں گے۔ لہذا حاکم عبیدی نے ایک عمدہ مکان تیار کر اگر اس مہم کے انجام دینے کے لیے ابوالفتح کو معین کیا۔ جب ابوالفتح اس ارادہ سے مدینہ طیبہ پہنچ گیا اور اپنا ارادہ ظاہر کیا، تمام اہل مدینہ قاری زبانی کے ساتھ ابوالفتح کے پاس پہنچے اور قاری موصوف نے یہ آیہ کریمہ سورۃ توبہ پڑھی وان نکشوا ایمانہم من بعد عہدہم ان کنتم مومنین تک، جس کا ترجمہ یہ ہے:

اور اگر تو ڈالیں مشرک عہد اپنے تم سے عہد کر کے اور طعن کریں تمہارے دین پر اور اسلام کے حکموں میں عیب نکالیں تو قتل کرو تم ان کے اماموں اور سرداروں کو تحقیق ان کے عہد و بیان قابل اعتبار کے نہیں ہیں تو کہ وہ مخالفت اسلام سے باز رہیں۔ کیا نہیں قتل و قاتل کرتے تم ان سے جنہوں نے اپنی قسمیں توڑ دیں اور قصد کیا ہمارے محبوب کو مدینہ طیبہ سے باہر کر دینے کا پہلی بار کیا تم ان سے ڈرتے ہو۔ اللہ زیادہ حقدار ہے اس امر کا کہ تم اس سے ڈرو اگر تم ایماندار ہو۔" الخ

یہ آیہ کریمہ مفتی ہی قریب تھا کہ اہل مدینہ طیبہ ابوالفتح کو قتل کر دیں مگر اس وقت ابوالفتح کہنے لگا کہ بلاشبہ اللہ زیادہ حقدار ہے کہ اس سے ڈریں اور قسم ہے خدا کی اگر حاکم عبیدی سے مجھ کو جان کا خوف نہ ہوتا تو کبھی میں اس ارادہ سے مدینہ طیبہ میں قدم نہ رکھتا۔ مگر اب میں پریشان ہوں کہ حاکم عبیدی سے کیسے امن حاصل کروں۔ اسی سوچ بچار میں کچھ دن چڑھا تھا کہ اللہ جل شانہ نے ایسی سخت ہوا بھیجی کہ اس کے اونٹ اور گھوڑے کسے ہوئے مع زین اور کبادوں کے مثل گیند کی لڑھکنے لگے اور قریب تھا کہ زمین ہل جائے اور اس آمدھی سے سینکڑوں آدمی آپس میں ٹکرا کر مر گئے اور ابوالفتح اور اس کے

ہمراہوں نے اس خیال محال موجب وبال و نکال کو دل سے نکال کر توبہ کی اور بسبب واقع ہونے اس معجزہ کے ابو الفتح کے دل سے حاکم عبیدی کا خوف نکل گیا۔

حلب کے رافضیوں کی ایک سازش:

اور ”ریاض الفترۃ“ مورخ طبری میں ہے، علامہ طبری فرماتے ہیں: خبر دی مجھ کو ہارون بن عمر بن رغب نے، جو بہت سچے اور ثقہ اور صاحب خیر و صلاح مشہور تھے اپنے والد ماجد سے جو بزرگوں سے شمار کیے جاتے تھے کہ وہ فرماتے تھے، مجھ سے شمس الدین صواب الملیٰ نے بیان کیا جو خدام روضہ مقدسہ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے شیخ تھے اور صالح اور فقرا کے ساتھ بہت سلوک کرنے والے کہ میں تم کو ایک واقعہ عجیب و غریب سناتا ہوں کہ میرے ایک دوست امیر مدینہ کے ساتھ نشست و برخاست رکھتے تھے اور وہاں کی جو خبر میرے مفید مطلب ہوتی تھی، مجھ سے کہہ جایا کرتے تھے۔ ایک دن پریشان حال آکر مجھ سے کہا کہ آج تو سخت حادثہ عظیم برپا ہوا ہے۔ حلب کے کچھ رافضیوں نے بہت سارے پیسے خرچ کر کے اور امیر کو بے حد مال دے کر یہ حکم حاصل کر لیا ہے کہ روضہ مقدسہ کا دروازہ کھول کر حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی لاشوں کو نکال کر کسی دوسری جگہ دفن کر دیں۔ یہ بات چیت ہم کر رہے تھے کہ امیر کا مقصد میرے بلانے کو آپہنچا۔ جب امیر کے پاس حاضر ہوا، امیر نے حکم دیا کہ آج رات کچھ آدمی اگر دروازہ مسجد کا کھولا دیں تو کھول دینا اور جو کچھ وہ کریں، تم منع نہ کرنا۔ یہ سن کر میں واپس آ گیا اور خبرہ مقدسہ کے پیچھے بیٹھ کر میں نے رونا شروع کیا اور نماز عشاء تک میں روتا رہا۔ بعد نماز عشاء حسب معمول دروازے مسجد کے بند کر دیے۔

تھوڑی دیر گزری تھی کہ امیر کے مکان کی طرف کے دروازہ ”باب السلام“ سے کھٹکھٹانے کی آواز آئی اور دروازہ کھولو کی صدا بلند ہوئی۔ میں نے دروازہ کھول دیا اور دیکھا کہ چالیس آدمی یکے بعد دیگرے کدال پھاڑے لیے ہوئے مسجد میں داخل ہونے لگے، جن کو میں گنتا جاتا تھا۔ خدا کی قسم وہ منبر نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام تک پہنچنے نہیں پائے تھے کہ زمین نے ان سب کو مع کدال پھاڑوں کے نگل لیا۔ تھوڑی دیر کے بعد امیر نے ان کی خبر دریافت کرنے کو مجھ کو بلایا اور کہا یا صواب کیا تمہارے پاس قوم مذکور نہیں پہنچی۔ میں نے کہا، کیوں نہیں پہنچی مگر ان کا یہ حال ہوا کہ زمین ان کو بے کدال پھاڑوں کے نگل گئی۔ امیر نے کہا، تم کیا کہتے ہو۔ میں نے کہا، فی الواقع یہی بات ہے۔ چلو کھڑے ہو اور دیکھو کہ ان کا نام و

نشان بھی باقی ہے۔ امیر نے کہا 'بات فی الواقع یہی ہے ورنہ اگر تم مخالفت کرتے تم قتل کر دیے جاتے۔ (یعنی وہ اتنے تھے کہ اگر منجانب اللہ یہ بات نہ ہوتی اور تم مخالفت کرتے تو وہ تم کو مار ڈالتے)۔

علامہ طبری فرماتے ہیں 'پھر میں نے اس واقعہ کو ایک ایسے شخص سے بیان کیا کہ جس کی بات پر میں یقین رکھتا تھا۔ اس شخص نے بھی کہا 'میں ایک دن شیخ ابو عبد اللہ قرطبی کے پاس مدینہ طیبہ میں حاضر تھا اور شیخ شمس الدین صواب ان سے بعینہ اس واقعہ کو بیان کر رہے تھے اور شیخ ابو محمد عبد اللہ بن ابی عبد اللہ بن ابو محمد مرجانی نے بھی بروایت ثقات اس واقعہ کو اپنی کتاب "تاریخ مدینہ" میں لکھا ہے۔ فقط اصل حقیقت یہ ہے کہ ایسے واقعات حکام کے خوف سے شہرت نہیں پاتے اور ان کا تذکرہ خاص خاص لوگوں میں رہتا ہے۔

نجدیوں کی روضہ رسول پر بیلغار:

چنانچہ ابھی ۱۳۳۵ھ کا ذکر ہے کہ میرے تحت جگر مولوی حافظ حکیم ابو الحسنات محمد احمد زاد اللہ علیہ وسلم و شوقہ 'الی اللہ جب الور سے سوائی مادھوپور ہوتے ہوئے بتقریب جلسہ سالانہ ہماری مرکزی انجمن "حزب الاحناف ہند لاہور" یہاں لاہور آئے تھے اور زبانی حجاج کی اس امر کی شہرت تھی کہ ابن سعود ناسعود نجدی بے دین علیہ ما۔ مستحقہ مدینہ طیبہ گیا ہوا ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ ایک تحصیلدار مفتی 'پرہیزگار' ملازم ریاست قزوئی کے 'سوائی مادھوپور' کسی تقریب پر آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے بیان کیا کہ حج کر کے چار پانچ مہینے مدینہ طیبہ میں قیام کر کے میں آیا ہوں۔ میرے سامنے ابن سعود ناسعود نے مدینہ طیبہ پہنچ کر گنبد مبارک سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ڈھانے کی نسبت علماء مدینہ طیبہ سے فتویٰ طلب کیا۔ جب تمام علماء نے فتویٰ دینے سے انکار کیا اور جانیں قربان کرنے کو تیار ہو گئے۔ اپنے مفتی بلحد لقب 'مقیم مکہ' سے فتویٰ حاصل کر کے مدینہ طیبہ کے بیلدار اور مزدور پیشوں کو حکم دیا کہ گنبد مبارک کو شہید کر دیں۔ مگر سب نے صاف انکار کر دیا۔ مجبوراً بارہ بیلدار اور ایک انجینئر کو نجد سے اس مہم کے انجام دینے کو بلایا لیکن اس انجینئر کو تو اسی رات ایسے کالے سانپ نے کاٹا کہ صبح تک اس کا فیصلہ ہو گیا اور چار بیلدار اس سال کبیدی میں مبتلا ہو کر صبح تک مر گئے اور چار کپڑے پھاڑ کر دیوانے ہو کر بھاگ گئے اور چار خوف زدہ ہو کر واپس نجد پہنچے اور نجدی خائب و خاسر ہو کر اس ارادہ سے باز رہا۔

بعد دو تین ماہ کے دو عرب سادات کرام مدینہ منورہ سے یہاں لاہور ظلم نجدی سے پریشان آنکے 'یہ

نجدیوں کی روضہ رسول پر بیلغار:

ایک طالب علم عبدالرزاق نامی جو ایک مدت مدید تک مدینہ طیبہ رہے تھے، ان کو خوب پہچانتے تھے۔ میں نے اس واقعہ کو ان سے دریافت کیا تو انہوں نے بھی یہی قصہ بعینہ بیان کیا اور کہا کہ اس واقعہ کی صحت میں مطلقاً کلام نہیں۔ مگر اہل حرمین کو اس کے اظہار کی سخت ممانعت ہے اور وہاں کے رہنے والوں کو اس واقعہ کے اظہار پر سخت سزا کا خوف اور اس کے دادا محمد بن عبدالوہاب کا واقعہ تو طشت از باہم افتادہ ہے کہ جب اس نے بغرض شہید کرنے گنبد مقدسہ کے بیلدار بھیجے۔ ایک اڑدہا خونخوار نے ایسے پھکانا مارے کہ بہت سے جل کر مر گئے اور باقی بھاگے اور پھر خدیو مصر نے سلطان روم کی طرف سے ان سب کو بزدل و شمشیر مارتے مارتے ان کے ملک اشیر تک پہنچا دیا۔ چنانچہ علاوہ بہت سے علماء مورخین عرب کے، اس واقعہ کو مولانا فضل رسول صاحب قادری عثمانی قدس سرہ نے بھی اپنی کتاب ”بوارق محمدیہ لرحمہ اللہ علیہ وسلم“ اور ”سیف الجبار“ میں لکھا ہے۔ ایک اور حادثہ عظیم بصورت معجزہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو ۵۵۷ھ میں واقع ہوا، وہ تو شرعاً آفاق ہے۔

سلطان نور الدین زنگی نے یہودیوں کو گرفتار کر لیا:

علامہ محمودی اپنی تاریخ ”خلاۃ الؤفا“ کے خاتمہ بیان بناء گنبد خضراء روضہ مقدسہ سید الورئی صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ الجمعی میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں کہ جمال اسوی قدس سرہ، اپنے رسالہ ”منع الولاۃ عن استعمال النصارئ“ میں ناقل ہیں کہ سلطان عادل نور الدین محمود بن زنگی رحمہ اللہ نے ۵۵۷ھ میں ایک رات میں تین بار متواتر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ حضور ذو سرخ و سفید آدمیوں کی طرف اشارہ کر کے فرماتے ہیں ”جلد مدینہ طیبہ پہنچ اور ان دو ظالموں کے شر سے میری محافظت میں کمر ہمت چست باندھ۔“ سلطان مرحوم اسی وقت بذریعہ وزیر بہت جلد انتظام مدینہ طیبہ حاضر ہونے کا کروا کر میں آدمی اور بہت زر کثیر اور ایک ہزار اونٹ ہمراہ لے کر سولہ دن میں بہت کوشش سے اچانک بلا اطلاع کسی کے مدینہ طیبہ جا پہنچے اور تمام اہل مدینہ کے اول نام لکھوا کر سب کو بلوایا اور سب کو ان دو ظالموں کی تلاش میں بہت کچھ انعام و اکرام دیا۔ جب تمام اہل مدینہ کو انعام دے چکے اور وہ دو شخص نظر نہ آئے، پوچھا کہ کوئی باقی تو نہیں رہا۔ سب نے کہا کہ مدینہ طیبہ کے باشندوں سے تو کوئی باقی نہیں رہا، البتہ دو بزرگ، جو دن رات عبادت کرتے رہتے اور خود اہل مدینہ کو بہت کچھ دیتے رہتے ہیں، وہ نہیں آئے۔ اس

جب انہیں لایا گیا اور سلطان مرحوم نے ان کو دیکھا تو وہی تھے، جن کو حضور نے خواب میں دکھایا تھا۔
 نور ان کو قید کر لیا اور خود بادشاہ ان کے رہنے کی جگہ پر تشریف لے گئے۔ (چنانچہ باب جبرئیل کی طرف راست
 چھوڑ کر مسجد مبارک کی بائیں طرف اب اس جگہ ایک حجرہ بنا ہوا تھا اس قصہ کے ساتھ مشہور چلا آتا ہے اور
 زمانہ حضوری بارگاہ عالی میں، جو تقریباً ۱۳۳۸ھ کا زمانہ تھا، کاتب المحروف کو بھی معظموں نے وہ حجرہ
 دکھایا تھا) جب سلطان مرحوم وہاں پہنچے، دیکھا کہ دو خیمے قائم ہیں اور کچھ کتابیں اور بست زر کثیر وہاں رکھا ہوا
 ہے۔ اہل مدینہ ان کی خبر و خیرات اور مشغولی عبادت کی تعریف کرنے لگے۔ مگر سلطان مرحوم کو چونکہ اپنے
 خواب پر یقین تھا، اس واسطے کہ حدیث صحیح میں آیا ہے، حضور فرماتے ہیں: من رانی فقد رانی
 فانہ لا یتمثل بسی الشیطان یعنی ”جس نے مجھ کو خواب میں دیکھا، بلاشبہ مجھ کو ہی دیکھا“ اس
 واسطے کہ میرے ساتھ شیطان متمثل نہیں ہو سکتا۔“ دونوں خیموں سے پوریا اٹھایا تو دیکھا کہ روضہ مقدسہ کی
 طرف سرنگ کھدی ہوئی ہے۔ یہ حادثہ عظیم دیکھ کر تو تمام اہل مدینہ گھبرائے اور سلطان مرحوم نے ان کو
 بے حد پڑایا اور فرمایا کہ سچ کو تم کون ہو اور کس کے بھیجے ہوئے ہو۔ مجبوراً اقرار کیا اور کہا کہ ہم دونوں
 نصرانی ہیں اور سلطان نصاریٰ نے ہم کو مغربی حاجیوں کی صورت میں حضور کی نقش مبارک کو نکلانے کی
 غرض سے بہت کچھ مال دے کر بھیجا تھا۔ ہم رات کو سرنگ کھودتے تھے اور ان دو تھیلوں میں، تسبیح کی طرف
 فلاں کونیں میں مٹی ڈالتے رہتے تھے اور سلطان مرحوم کے مدینہ پہنچنے تک جب سرنگ مزار اقدس کے
 قریب پہنچ گئی تھی، اس قدر بجلیاں کڑکیں اور ایسی سخت متواتر گرج ہوئی کہ زمین کانپنے لگی، جس سے اہل
 مدینہ حیران تھے۔ جب سب پر ان ولی نما مردودوں کی شرابت ظاہر ہو گئی، سلطان مرحوم نے اسی طرف
 جس مقام پر آج کل دمشق پیل کی جالی ہے، ان دونوں کافروں کو قتل کروا کر ان کی لاشوں کو جلوا دیا اور
 گردا گرد اس حجرے کے، جس میں مزار مبارک ہے، بموجب تحقیق علامہ سمودی اتنی گہری نیو کھدوا کر کہ
 پانی نکل آیا، ساری نیو خالص سیسہ پگھلا کر بھردی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو حجرہ صدیقہ رضی اللہ عنہ کے گرد کچی اینٹ کا حجرہ بنوا دیا تھا اور اس کو
 بلکم ولید بن عبد المالک ابن مروان حضرت عمر بن عبد العزیز نے شہید کر کے اس حجرہ کو بغیر دروازہ کے نقشین
 تھوڑا سا بنا کر اس کے گرد گول احاطہ انہی نقشین پتھروں سے بغیر دروازہ کے بروایت
 صحیح اور کھنچوا دیا تھا اور ۵۵۰ھ میں جمال الدین اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے، جن کی خدمات اور احسانات اہل
 مدینہ کے ساتھ مشہور ہیں، گرد روضہ انور کے خالص صندل کی جالی قائم کر دی تھی، اسی حال پر روضہ انور

نمایاں تھا اور زمانہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سے بوجہ نہ رکھنے دروازے کے دونوں عمارتوں میں قبور مبارکہ تک کوئی نہیں جاسکتا تھا۔ اس کے بعد سلطان مرحوم نے بغرض حفاظت اس عمارت اور صندوقی جالی کے گرد پانی تک گہری نیو کھدوا کر اس کو فقط پچھلے ہوئے سید سے بھردی اور اس کو اسی طرح چھوڑ دیا تھا۔ بعدہ ۸۸۱ھ میں سلطان اشرف قاتیسائی نے جو سلاطین مصر سے تھے اور خادم حرمین شریفین زمانہ سلطان قلاؤن صالحی سلطان روم میں یہ قبر خضراع جالیوں سنہری کے بنوایا، جو اب تک موجود ہے۔ پھر وہ معجزات جو وقت بناء قبر خضرا اس بنا سے پہلے وجود میں آئے، وہ تو بہت ہیں مگر اب ہم کچھ ان معجزات کا ذکر کرتے ہیں جو ہمارے بعض احباب ہند نے بارگاہ سلطان طیبہ میں خود دیکھے ورنہ اہل مدینہ طیبہ سے تو جو جو معجزات سنے گئے، وہ تو بہت ہیں اور کچھ ان معجزات کا ذکر کیا جاتا ہے جن کو بذریعہ اولیاء امت جس کا بھی چاہے ان کے مزارات پر جا کر ہر شخص اب دیکھ سکتا ہے۔

معجزہ اول:

تقریباً ۱۳۳۸ھ میں بعد ادا کرنے فریضہ حج کے جب خاکسار حاضر حضور ہوا، ہمارے قافلہ کے بدو کہنے لگے، ایک دن سے زیادہ ہم مدینہ طیبہ میں قیام نہیں کر سکتے اور حیلہ کیا کہ شریف صاحب کی طرف سے ایک دن سے زیادہ قیام کی ممانعت ہے۔ آٹھ دن تک اپنی طرف سے ہمارے قافلہ نے اونٹوں کو چارہ دینے کا بھی اقرار کیا، جو اس وقت بہت گراں تھا مگر وہ بدو نہ مانے۔ آخر بارگاہ سرکار ابد قرار احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم میں التجا کی گئی۔ حضور نے وہ امداد فرمائی کہ بغیر کسی قسم کے صرف کے خود بدوؤں کو ایسا کوئی کام ضروری پیش آگیا کہ اپنے گھروں سے پورے آٹھ ہی دن میں واپس لوٹے اور خلافت کمینی والے گمراہ فرقے سے پریشان باتیں سن کر اگرچہ حضوری سے مایوس ہو گئے تھے مگر حضور کا وہ کرم ہوا کہ ہمارا قافلہ تو اس آرام سے گیا اور واپس براہ -تبوع جدہ تک آیا کہ اللہ ایسے امن کے ساتھ سب کو لے جائے۔

معجزہ دوم:

۱۳۰۷ھ میں بمقام ریاست الور جب مدرسہ قوت الاسلام قائم ہوا، ایک ریاست اودھے پور کے قاضی عبدالغفور نامی مبتدی طالب علم خاکسار سے کتب صرف و نحو پڑھتے رہے مگر خاکسار کا شوق ہجرت دیکھ کر اور فضائل قرب حضوری حضور سن کر میں ناکام یہاں ہی پڑا رہا اور وہ، بفضلہ تعالیٰ مدینہ طیبہ پہنچ کر داخل دربانان مسجد نبوی اور سرکار محمدی علی صاحبہا السلوۃ والسلام مشاہرہ دو جمادی ماہوار ہو گئے۔ جب تقریباً ۱۳۳۸ھ میں خاکسار حاضر حضور سرکار ابد قرار، مختار صلی اللہ علیہ وسلم ہوا، میرے

پیش آئے اور بہت پر تکلف دعوت کی اور بیان کرم ہائے احمد مختار سید ابرار و اخبار محبوب کردگار صلی اللہ علیہ وسلم میں کہنے لگے کہ دو مجیدی، جو تقریباً پانچ روپیہ کے ہوتے ہیں، بظاہر میری تنخواہ ہے اور ایک بار میں نے حساب کیا تو معلوم ہوا کہ خرچ ستراسی ماہوار کا ہے۔ تین شادی کیے بعد دیگرے یہاں آکر کرچکا ہوں۔ ایک بار مجھ کو سات گنی کی ضرورت تھی۔ یہ حضور ہی کا کرم تھا کہ پانچ روپیہ کے تنخواہ والے کو، جس کے پاس رہنے کو مکان مملوکہ نہیں اور سات گنی جو قیمتی ایک سو پانچ روپیہ کی ہوتی ہیں، بلا تکان قرض مل گئیں۔ میں نے ان گنیوں سے اپنی ضرورت تو پوری کر لی مگر باب السلام پر، جس دروازہ کائیں دربان ہوں، بعد نماز عشا یہ دل میں فکر کرتا رہا کہ تیری تنخواہ تو پانچ روپے ماہوار ہے، جس سے گزارا ابھی مشکل ہے، پھر یہ سات گنی کیسے ادا ہوں گی۔ **شعر**

مگر اگر ہو نگاہ کرم میرے شہ کی تو پھر ہے کیا مجھے پرواہ ہر کہ و مہ کی
اسی فکر میں بعد نماز عشا، وقت بند کرنے دروازوں مسجد مبارک کے، دروازہ بند کر کے گھر جا کر سو رہا۔ بعد ہو جانے اذان صبح کے شامیوں کی نماز کے وقت حسب معمول باب السلام پر، جس پر میں متعین تھا، بیٹھا ہوا تھا کہ ایک بزرگ نورانی شکل، جن کو نہ میں نے پہلے کبھی دیکھا تھا، نہ اس وقت سے آج تک باوجود تلاش دیکھا، تشریف لائے اور چودہ گنی میرے ہاتھ میں دے کر روضہ مقدس کی طرف روانہ ہو گئے۔ میں شکر خدا بجالایا اور سات گنی قرض کی ادا کر کے سات گنی اپنے خرچ میں لایا۔

اس قسم کے بہت سے واقعات ہیں جن کا اگر ذکر کیا جائے تو ایک مستقل کتاب بن جائے مگر اب بعض ان اولیاء اللہ کی کرامتوں کا ذکر کیا جاتا ہے، جن کو ہر شخص ان کے مزارات کی زیارت کر کے اب دیکھ سکتا ہے۔

معجزہ سوم: شہر بھراج میں، جو مشرقی ہندوستان میں ایک مشہور شہر ہے، حضرت سالار مسعود غازی رحمتہ اللہ علیہ کا، جو ایک ادنیٰ غلامان رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہیں، مزار مقدس ہے۔ جینہ کے مہینہ میں اس مزار مقدس کا قسمل ہوتا ہے۔ اس کا دھوون اور غسالہ جب خانقاہ کی موری سے بہہ کر نیچے گرتا ہے، اکثر کوڑھیاں دھوون سے نہاتے ہیں اور فی الفور شفایاتے ہیں۔ ایک ڈاکٹر، جو آگرہ میں بشرکت ڈاکٹر محمد نفیس صاحب مرحوم، جو میرے بڑے دوست تھے، دکان انگریزی دواؤں کی کرتے تھے اور انہی کی شرکت کے ساتھ خانقاہ بھی کھول رکھا تھا۔ وہ بیان کرتے تھے کہ ایام ملازمت میں جب میں بھراج متعین ہو کر گیا اور

عقیدگی پر محمول کرتا رہا۔ مگر جب زمانہ غسل کا آیا، خدا کی قسم اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ کوڑھی اس غسل سے نہاتے جاتے تھے اور ان کے ہاتھ اور پاؤں کی گری ہوئی انگلیاں، ہموار ہوتی جاتی تھیں اور اچھی معلوم ہوتی تھیں۔ یہاں تک کہ تھوڑی دیر میں بالکل تندرست ہو گئی اور کوئی نشان مرض کا باقی نہ رہا۔ اور میں نے اپنے خیال بد سے توبہ کی۔ قاضی احسان الحق صاحب جو شاگرد مولانا نعیم الدین صاحب مراد آبادی ہیں اور خاص بھڑانچ کے رہنے والے، میں نے ان سے جو اس واقعہ کا ذکر کیا، فرمانے لگے، پوچھنے کی کیا ضرورت ہے، جو چاہے یوم غسل، جو غالباً پندرہ تاریخ جیٹھ کو بتلایا تھا، اگر بجشم خود دیکھ لے۔ مگر دیکھنے والے کو چاہیے کہ کسی کوڑھی کو ساتھ لیتا آئے۔ اس واسطے کہ بعض اوقات کوئی کوڑھی نہیں بھی ہوتا۔ یہ امر اگرچہ بظاہر کرامت سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے مگر حقیقتاً معجزہ ہے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا۔

معجزہ چہارم:

قصبہ سرول ضلع بریلی میں حضرت نرغن شاہ صاحب کا مزار ہے جو ادنیٰ غلامان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہیں۔ ان کے احاطہ مزار میں اکثر کالے بچھو بکثرت ہر وقت موجود رہتے ہیں۔ مگر احاطہ کے اندر جس کا جی چاہے مٹی میں پڑ لے، ڈنک کو سمیٹ لیتا ہے اور ہرگز کسی کو ڈنک نہیں مارتا۔ اسی بچھو کو اگر احاطہ سے باہر لا کر دیکھا جائے تو ایسے زہریلے ہوتے ہیں کہ جانبر ہونا مشکل ہو تا ہے۔ یہ بھی ان کی کرامت ہے اور حقیقتاً معجزہ ہے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا۔

معجزہ پنجم:

شہر جونپور میں جامع مسجد کے آگے جو کنارہ دریا پار واقع ہے، کثرت سے مزارات ہیں۔ مسجد کے سامنے کسی بزرگ کا مزار ہے، جن کا نام مجھے یاد نہیں رہا۔ ان کی قبر کھدوے پتھر سنگ خارا کی ہے مگر اس پر جگہ جگہ سنگ مرمر کے سے پیوند سفید صاف و شفاف لگے معلوم ہوتے ہیں۔ میں نے بعد و عطا جمعہ جو مسجد کے نمازیوں سے اس امر کو دریافت کیا تو کہنے لگے، یہ ان کی قبر کی کرامت ہے۔ ہر سال اس قبر کا کچھ نہ کچھ حصہ سنگ مرمر ہو جاتا ہے۔ میں نے جو وہاں کے دو تین طالب علموں سے دریافت کیا تو انہوں نے اشارہ کر کے بتلایا کہ یہ حصہ قبر کا اسی سال ہمارے سامنے سنگ خارا سے بصورت سنگ مرمر متبدل ہوا ہے۔

معجزہ ششم:

مولوی قاری محبوب علی خان صاحب لکھنؤی، جو ہمارے مدرسہ ”مرکزی حزب

صاحب کا مزار ہے۔ ان کے احاطہ خانقاہ کے اندر بھی یہی کرامت موجود ہے۔ قاری صاحب کا بیان ہے کہ وہاں بھی بڑے بڑے بچھو بکھرتے ہوتے ہیں۔ میں نے ایک بچھو کو بنظر امتحان ہاتھ میں لے کر بھڑکیا مگر میں نے دیکھا کہ وہ ڈنک کو اندر سمیٹے لیتا تھا۔ بڑی دیر تک ہاتھ میں رکھا مگر مطلقاً ڈنک نہ مارا۔ وہاں کے پیر زادہ بیان کرتے تھے کہ بنظر امتحان ایک انگریز نے احاطہ کے اندر جب ہر طرح آزما کر دیکھا کہ بچھو ڈنک نہیں مارتا، ایک بچھو کو آنخورہ میں بند کر کر احاطہ سے باہر لے گیا اور اس بچھو کو ایک کتے پر ڈالا۔ اس کتے کا ایسا ڈنک مارا کہ وہ چیخ چیخ کر مر گیا۔

معجزہ ہشتم: مدینہ طیبہ کے امام مصلیٰ مالکیہ جو اب یہاں لاہور میں موجود ہیں، بیان فرماتے ہیں کہ شہر دمشق میں ایک قبرستان بنام شدائے اربعین مشہور ہے۔ وہاں ایک مزار ہے جس سے پاؤں تروتازہ زندہ آدمی کا سا باہر نکلا ہوا ہے۔ اور وہ ہر کس و ناکس کو کھول کر نہیں دکھایا جاتا۔ میں نے کھول کر پچشم خود زیارت کی جس کا قصہ وہاں کے مجاوروں سے یہ سنا کہ اس مزار کے قریب بعض منکر حیاۃ اولیاء اللہ یہ کہہ رہے تھے کہ اگر زندہ ہیں تو اپنا کوئی عضو دکھا تو دیں۔ یکایک یہ قبر بھنی اور پاؤں قبر سے باہر نمودار ہوا۔ جب سے اس حالت کے اوپر موجود ہے اور بغرض حفاظت غلاف سے ڈھکا رہتا ہے۔

معجزہ ہشتم: میرے والد ماجد غفرلہ اللہ، فرماتے تھے کہ زمانہ لا کہن میں بمقام شہر تجارہ، جو قریب ریاست الور ہے، ہم چھوٹے چھوٹے بچے مرزا اینابگ صاحب مرحوم جاگیر دار ریاست کے کتب میں پڑھنے جایا کرتے تھے۔ مرزا صاحب کے گھوڑے کی لماس میں جس کو پنجابی میں کھری کہتے ہیں، ایک پتھر نکلا ہوا تھا جس سے گھوڑے کو ہمیشہ تکلیف ہوتی تھی۔ ہمارے سامنے مرزا صاحب سائیکس پر خفا ہوئے اور کہنے لگے، تجھ کو کئی بار کہا گیا ہے کہ اس پتھر کو نکال دے مگر تو نہیں نکالتا۔ سائیکس کہنے لگا: حضور کیا کروں، جب میں ارادہ کرتا ہوں کوئی نہ کوئی ایسا کام پیش آ جاتا ہے کہ میں نہیں نکال سکتا۔ لیکن آج میں ابھی نکالتا ہوں۔ اس نے کدال مار کے جو نہی پتھر کو نکالا، تمام میدان اور مکان خوشبو سے اتا مکا کہ مرزا صاحب کو یقین ہو گیا کہ ہمارے عطر خانے کی شیشیوں کو کسی نے توڑ دیا مگر جب دیکھا گیا سب سالم تھے۔ باہر آ کر لوگوں سے پوچھ رہے تھے یہ اتنی خوشبو کہاں سے آ رہی ہے۔ سائیکس نے عرض کیا کہ حضور میں نے جہاں سے پتھر نکالا ہے، اس کے اندر سے خوشبو آ رہی ہے اور اس کے اندر کوئی بزرگ سفید پوش لیٹے ہوئے ہیں۔ اس خبر کو سن

معجزہ نہم:

اس وقت مجھ کو نام اس جگہ کا یاد نہیں۔ جو اتر اہل بمبئی سے سنا ہے کہ اس علاقہ میں بھی ایک بزرگ کا مزار ہے، جن کے احاطہ میں ہر سونے والے کے پھونے سے ایک دو سانپ، دو چار بچھو ضرور نکلتے ہیں مگر ان کے احاطہ کے اندر کسی کو ہرگز نہیں کاٹتے۔ اس قسم کے واقعات و معجزات مزارات غلامان محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اب بھی موجود ہیں، جن کے لکھنے کے لیے ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے، لہذا اسی قدر پر کفایت کر کے اب اس باب کو شروع کیا جاتا ہے اور وعدہ کو پورا کیا جاتا ہے، جس کا بیان ابتداء مقدمہ میں کئی جگہ کیا گیا ہے کہ من حیث الکلام وہ کونسی قوتیں ہیں جن کا مقابلہ کوئی انسان بلکہ کوئی جن و بشر نہ آج تک کر سکا، نہ آئندہ کر سکے۔ اور وہ باوجود بہت سی تلاش کے، بجز قرآن مجید کے، خواہ وہ کتاب اللہ مشہور ہو یا کتاب الجن، خواہ کتب البشر، کسی کتاب میں نہیں پائی جاتیں، حالانکہ عبارت قرآن بوجہ ہمارے تلفظ حادث کے مشابہ کلام انسان اور دال علی کلام اللہ سمجھی جاتی ہے۔ نقطہ۔



باب سوم

ان صفات اور قوتوں کا بیان ہے کہ جن کا پایا جانا، بحر کلام خدا کے ہر کسی کے کلام میں محال ہے اور جن کا وعدہ جواب اعتراضات مذکورہ میں کیا گیا تھا اور بیان میں اس امر کے کہ یہ سب قوتیں اور صفتیں من حیث المجموع بحیثیت کلام، بحر قرآن مجید کے کسی کتاب میں، جو الہامی کتاب یا کلام اللہ کہلائی جاتی ہیں، نہیں پائی جاتی، جس سے بدامنا ظاہر ہے کہ بحر قرآن مجید کے اصلی کتاب اللہ بے حد مشہور اور محفوظ بلا تحریف کوئی کتاب زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمارے زمانہ تک نہیں پائی جاتی۔ لہذا بعد نزول قرآن مجید، قرآن مجید کے سوا کسی کتاب کو محفوظ و مشہور واجب العمل کہنا جائز نہیں۔

جملہ ارباب بصیرت اور اہل انصاف پر واضح ہو کہ یہ امر تو ہم اول مقدمہ میں ظاہر دکھائے ہیں کہ خدا کے کلام کو خواہ یوں کہو اس کلام کو جو زمانہ پیغمبر سے ہمیشہ کے لیے دلالت کرنے والا کلام نفسی ازلی خداوند کریم پر نشان قدم ظاہر ہے، اگرچہ بوجہ تلفظ و تکلم انسان وہ حادث اور آدمی معلوم ہوتا ہے، مگر اگر اس میں خدا کی سی ایسی قوتیں پائی جائیں کہ جن کا مقابلہ کوئی شخص مخلوقات میں سے نہ کر سکا اور نہ کر سکے، بلاشبہ اس کو کلام اللہ اور باعتبار ہمارے تکلم حادث کے دال علی کلام اللہ الازلی کہا جائے گا اور جس میں ایسی قوتیں نہ پائی جائیں، بلاشبہ اس کو کلام مخلوق مانا جائے گا۔ لہذا اول ہم ان اوصاف اور قوتوں کا ذکر کرتے ہیں، جن کا مقابلہ بحیثیت کلام کوئی نہ کر سکا ہو اور نہ کر سکے گا اور پھر ان قوتوں کو چونکہ ہم نے بحر قرآن مجید کے کسی کتاب میں نہیں پایا، قرآن مجید میں اول بطریق تمثیل ایک جگہ اور فرداً فرداً ان شاء اللہ سارے قرآن مجید میں اپنے اپنے موقع پر بیان کریں گے اور پھر ہماری تمام دنیا کے مذہب والوں سے استدعا ہے کہ اگر وہ ایسی قوتیں من حیث المجموع اپنے مذہب کی کتاب میں دکھائیں، دکھادیں۔ ہم اس کتاب کے اتباع کو تیار ہیں اور اگر نہ دکھائیں اور ان

شاء اللہ ہرگز نہ دکھائیں گے، تو ضرور پیردی قرآن اور حامل قرآن کو اپنی نجات کے لیے ضروری سمجھیں۔
واللہ ولی التوفیق وھو لسانی کل محل رفیق۔

صفت اور قوت اول: اس درجہ کی فصاحت و بلاغت ہے کہ اس کے ہم زبان بڑے بڑے فصیح اور بلیغ شہرہ آفاق ناظم و ناثر اس درجہ کی فصاحت و بلاغت کو طاقت مخلوق سے خارج مان لیں۔

صفت اور قوت دوم: اس درجہ کی قوت ہدایت اور قبولیت قلوب اور تاثیر ہے کہ چوروں کو، قزاقوں کو امانت دار، زانیوں کو پارسا، بت پرستوں کو خدا پرست، جاہلوں کو فقیہ، مشرکوں کو موحّد، ایسے سخت مزاجوں کو، جن کو آدمیوں کا ناحق خون کرنا ایک بات ہو بلکہ مردم کشی ان کا دائمی پیشہ ہو، تھوڑے عرصہ میں خوش خلق، خدا ترس، خدا شناس، نیک اساس، بغیر کسی لالچ اور خوف اور سامان ظاہری کے بنا دے، پیدا کئی طور سے جن امور کی طرف نفس انسانی کو رغبت ہوتی ہے، ان امور کی طرف رغبت دلانے اور آزادی کا سبق پڑھانے اور بے قید بنانے کی نصیحت بہت جلد مقبول قلوب ہوتی ہے مگر ہر خواہش نفسانی کو اعتدال پر لانا اور آزاد منشوں اور بے قیدوں کو رضائے مولیٰ کے موافق تھوڑے عرصہ میں مطابق فطرت سلیم مقید بنانا تمام عالم کے بنانے والے ہی کا کام ہے اور یہ قوت جہاں تک غور کیا جاتا ہے، واقعی کلام اللہ ہی کے ساتھ مخصوص بلا کلام ہے۔

صفت اور قوت سوم: دن دوئی رات سوائی ایسی شہرت ہے کہ کوئی جگہ ایسی باقی نہ رہے کہ جہاں اس کو طلب کیا جائے اور وہ نہ ملے۔ اور باوجود اس شہرت کے کسی بیشی زیر و زبر تک سے محفوظ رہے اور جس قدر وہ کتاب الہی دنیا میں مشہور و مشہر ہوتی جائے، برخلاف عادت اس کے حفاظت اور محفوظیت مضبوط و مستحکم ہوتی جائے اور بہ مقتضاء شان عادل مطلق اس قدر دنیا کے لوگوں کو، جن تک اس کی شہرت پہنچتی جائے، اپنی فرمانبرداری اور نافرمانی کی جزا اور سزا کا حکم سنائے اور جن لوگوں تک ابھی نہیں پہنچی، اپنے پہنچنے سے پہلی حالت کے گناہوں کو توبہ کرتے ہی یکدم معاف فرمادے اور رفتہ رفتہ تمام ہی دنیا میں مشہور و مشہر ہو جائے۔ اس واسطے کہ یہ بات سب پر ظاہر ہے کہ دنیا میں جو کتاب الہی جس قدر مشہور پائی جاتی ہے، اسی قدر غیر محفوظ نظر آتی ہے اور اگر بالفرض کوئی محفوظ بھی کھلائی جاتی ہے، چونکہ وہ فقط کافذی پیرہن میں کہیں کہیں پائی جاتی ہے، اول تو برائے نام ہی پائی جاتی ہے، علاوہ بریں جب خط کی مشابہت خط

سے ممکن نئے کاغذ کو پرانا کر دکھانے کے مصالح موجود، پھر جب تک وہ کتاب، جس کو خدا کی کتاب مانی جائے، ایسی شہرت نہ پائے کہ دور دور چند دلائیوں مشہور میں اپنے ابتداء ظہور سے آخر دور تک ہر دور میں اپنے اول دور سے بطریق شہرت اور توازن محفوظ اور مطابق ہوتے نہ چلی آئے، پچھلے لوگوں کو اس کے دوسرے دور کی نفلوں کو دور اول کے اصلی نفلوں سے علیٰ ہذا القیاس آخر دور تک مطابق ہونے کا کیونکر یقین آئے۔ ظاہر ہے کہ جو کتاب مخناب اللہ بغرض ہدایت عامہ مخلوق آئے اور فقط ایک دو شہروں میں اپنے کسی دور میں بھی اگر چند لوگوں کے پاس غیر مشہور ہو کر رہ جائے، اس کو ہدایت نامہ عامہ مخلوق کیونکر مانا جائے جب تک یہ نہ مان لیا جائے کہ اللہ جل شانہ، جس ہدایت کو دنیا میں پھیلانا چاہے، برخلاف مشیت ایزدی بندے اس کی اشاعت کو روک سکتے ہیں۔ اور مشیت ایزدی کا مقابلہ افراد بشر کر سکتے ہیں حالانکہ جس کو ذرا سی عقل ہے، وہ جانتا ہے کہ مشیت ایزدی کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا۔

مگر گھٹے نہ تل بڑھے بن سائیں کی چاہ لا متحورک ضورہ الا باضون اللہ
 پھر وہ کتاب الہی جس کو ہدایت نامہ عام مخلوق کما جائے، اگر کسی زمانہ میں بھی چند آدمیوں کے پاس غیر مشہور ہو کر رہ جائے، خصوصاً اس وقت میں کہ وہ لوگ بھی ایسے ہوں جو اس کتاب کے ذریعہ سے اپنی تعظیم، کرم و دوسروں سے چاہیں اور، شہادت توازن معتبرہ برخلاف اس کے اول دور کی نئی نئی سینکڑوں باتیں برخلاف اس کتاب کے اپنی کمائی کے لیے اپنے مذہب میں پھیلا دیں اور بوجہ اپنی اس خود غرضی کے یا بوجہ کسی اور نقصان کے مخالفین سے ڈر کر یا کچھ اور خوف کر کے دوسری قوموں کو دکھانے تک سے چھپا دیں، ممکن نہیں کہ وہ سب اتفاق کر کے اس میں جو کچھ چاہیں، اپنی طرف سے ویسی ہی عبارتیں بنا کر نہ ملا دیں اور جس قدر چاہیں، نہ گھٹا دیں اور بوقت ضرورت اپنے مطلب کے موافق جس طرح چاہیں، لکھ کر پرانا نسخہ معتبر نہ کر دکھائیں اور اس کے اصلی نسخہ ہونے کے مدعی نہ بن جائیں۔ اس واسطے کہ جو خدا کی کتاب اس کے تمام بندوں کی رہنمائی کے واسطے مانی جائے، چونکہ اس کے نزدیک تمام آدمی اس کے بندے ہونے میں سب برابر ہیں، ضرور ہے کہ کبھی کسی دور میں کسی سے نہ چھپائی جائے۔ بلکہ اگر ظاہر ہوتے ہی تمام آدمیوں کو اپنی اطاعت اور عدم اطاعت کی جزا اور سزا میں یکدم مامور کرے، ضرور ہے کہ تمام دنیا میں یکدم برابر مشہور ہو جائے اور اپنے اول دور سے آخر دور تک یکساں مشہور رہے اور اگر یہ نہیں اور فی الواقع یہ بات تو کسی بھی کتاب میں نہیں تو اتنی بات تو بالضرور ان کتابوں میں سے خدا کی سچی کتاب میں ہونا ضرور ہے کہ دن دوئی رات سوائی تمام ہی عالم میں رفتہ رفتہ شہرت

معافی کا حکم سنائے اور اس سے پہلے جو لوگ مر گئے ہوں، گو وہ پہلی شریعت کی نافرمانی میں اگر اس سے پہلے کوئی اور کتاب الہی اور شریعت ہو، ماخوذ ہوں مگر اپنی فرمانبرداری اور نافرمانی کے اعتبار سے خلاف عقل اور قاعدہ حکمت و عدالت مواخذہ نہ فرمائے تاکہ خلاف حکمت و عدالت خدا کی طرف نسبت کرنا لازم نہ آئے اور پھر اس کے اول دور سے آخر دور تک جس قدر زمانے کے واسطے وہ دستور العمل ہو، کوئی اس کو نہ چھپا سکے اور اس کی قوت غیبیہ پر کسی کو اس کے چھپانے کی یا نفاذ اپنے ساتھ خاص کر لینے کی طاقت نہ ہو سکے اور کوئی اس کی قوت الہیہ پر غلبہ نہ کر سکے اور اس کے ایک بھی زیر و زبر میں اگر کوئی بادشاہ ہفت اقلیم بھی چاہے، بال کے برابر بھی مل نہ آئے۔ ورنہ لازم آئے گا کہ قوت الہی کو بندہ توڑ سکتا ہے اور خدا کا مقابلہ جو چاہے کر سکتا ہے (معاذ اللہ منہایا بعینہ خالق برحق عادل مطلق پر یہ مثال صادق آئے گی کہ فرمان شاهی ایک گاؤں کے نام آئے اور دوسرے گاؤں والوں سے چھپایا جائے یا کچھ اول بدل کر کے دوسروں کو دکھایا جائے اور پھر انصاف کے وقت کسی سے بھی نافرمانی ظاہر ہو تو سب کو مجرم بغیر خطا کے بنایا جائے اور وہ فرمان سب پر حجت لایا جائے۔ تعالیٰ اللہ عن ذالک علوا کبیرا۔

صفت وقوة چہارم:

وہ جامعیت ہے کہ اسی لقب ان پڑھے ایسے مقبول بندے کے ذریعہ سے ظاہر ہو کہ جو بظاہر، بجز ضرب النثل ہونے کے صداقت اور سچائی اور نیک چلنی اور خوش اخلاقی اور ہمدردی بنی نوع انسان بلکہ ہمدردی جملہ اشیاء و افراد جہان کے اور کوئی کمال علمی و عملی نہ رکھتا ہو اور پھر وہ مضامین جامع بیان کرے کہ قیامت تک کا کوئی قضیہ فیصلہ ضروری باقی نہ چھوڑے۔ بڑے بڑے دانش مند اور دہریوں کے من گھڑے قانون کو توڑے اور ان کو اپنی طرف متوجہ ہی نہ کرے بلکہ ان کو اپنا غلام جان نثار بنا کر چھوڑے اور جس طرح اللہ جل شانہ، ایک آن میں ہر چیز کا زندہ کرنے والا بھی ہے اور مارنے والا بھی، اسی طرح اس کا کلام بھی اگر فی الواقع اس کا کلام ہو یا دال علی کلام اللہ تعالیٰ من حیث الکلام جامع اضداد ہو اور جامع جمیع علوم آسان ہو تو ایسا آسان ہو کہ بقدر ضرورت ہر کوئی اس کی سمجھ حاصل کر سکے اور باوجود اس آسانی کے مشکل ہو تو اتنا مشکل کہ قیامت ہو جائے مگر اس کے نکات اور حکمتیں اور احکامات ختم نہ ہوں۔

صفت وقوة پنجم:

یہ ہے کہ وہ کتاب جیسے وہ ہدایت نامہ مخلوق کے واسطے ہو، اسی طرح وہ اپنے

نامہ نازل کیا ہوا خداوند کریم کا ہے، نہ تصنیف کردہ اس پیغمبر کا، جو مدعی اس کتاب کے لانے کا ہے اللہ کی طرف سے، اس واسطے کہ دنیا بھر کی کتابوں میں ہم دیکھتے ہیں کہ اکثر شعرا اپنے نفس کو مخاطب کر کے اگرچہ تنبیہ کرتے رہتے ہیں مگر کوئی مصنف اجنبی بن کر اپنے آپ کو مخاطب بنا کر اپنی لغزش یا قصور کو بیان کرتا نہیں دیکھا گیا، نہ اپنے اوپر احکامات جاری کرتا۔

صفت و قوت ہشتم: جو کچھ علوم غیبیہ وہ اور اس کالانے والا بیان کرے، وہ سب مطابق واقعہ کے و کما فوہما ظہور میں آتے رہیں۔

صفت و قوت ہشتم: جو سوال اس کی نسبت کوئی معاند کرے، اس کا جواب مسکت وہ خود دے اور اپنے اوپر سے اعتراض اٹھانے میں کسی کی محتاج نہ ہو۔

صفت و قوت ہشتم: جو فی الواقع قلمہ انہی مذکورہ قوتوں کا ہے، یہ ہے کہ جو کچھ وہ پیشگوئیاں خصوصاً اپنی نسبت اور اپنے لانے والے اور اپنے تابعین کی نسبت کرے اور لازم ہے کہ ضرور ہی کرے، وہ سب کی سب ہو بہو مطابق ہوتی چلی جائیں۔

قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت

قرآن مجید اگرچہ باعتبار کلام الہی ہونے کے خدا کی ذات پاک کے ساتھ قائم ہے اور قائم تھا، جیسے خدا تعالیٰ بے مثل اور بے مانند اور قدیم ہے، ایسے ہی اس کا کلام پاک بھی بے مثل اور قدیم ہے، مگر جس طرح ہم سب اللہ کے علم میں اگرچہ ہمیشہ سے موجود اور قدیم تھے مگر اس کیفیت خاص کے ساتھ کہ کوئی مخلوق ہم جیسی مخلوق ہرگز پیدا نہیں کر سکتی، جس طرح ظاہر ہو کر ہم مخلوق خدا اکملائے گئے ہیں، اسی طرح یہ کلام الہی قدیم بے مثل بغرض ہماری ہدایت کے بوجہ ہونے ہمارے تلفظ کے حادث باعتبار تلفظ کے اگرچہ حادث معلوم ہوتا ہے اور فی الواقع نہ نظم قرآن حادث ہے، نہ وہ کلام مگر یہ ہمارا تلفظ اس کلام ازلی ابدی یہ اس شان کے ساتھ دلالت کرتا ہے کہ اس کے دال علی کلام ازلی ابدی ہونے میں کوئی شک نہ کر سکے، اس واسطے کہ جملہ اہل عرب اسی زبان عربی میں، جس کے ساتھ وہ اپنی بلاغت اور فصاحت کا اظہار کیا کرتے تھے، بلاشبہ یہ کلام دال علی کلام الازلی ابدی قدیم مشابہ اسی زبان کے ظاہر ہے، لیکن اپنے بے مثل اور بے نظیر

دال علی کلام الہی ہونے پر ۱۳۳۸ برس سے باوجود نثر ہونے کے اپنی بے مثل قوت فصاحت اور بلاغت کی بے نظیر قوت قبولیت اور تاثیر کی بے مانند قوت ہدایت اور جامعیت کی علی الاعلان دکھا رہا ہے اور اپنے مقابلے میں عموماً سب کو خصوصاً بڑے بڑے فصحاء اور بلغاء عرب اور بڑے بڑے نامی شاعروں کو منادی فرما کر اپنے کلام الہی، بے مثل، عالیشان، خارج طاقت جن اور انسان سے ہونے پر بہت زور کے ساتھ دعویٰ کر رہا ہے اور قیامت تک اپنی اسی شان کے ساتھ باقی رہنے پر ۱۳۳۸ برس سے پیشین گوئی فرما رہا ہے اور اس پیشین گوئی کو مطابق واقعہ دکھا رہا ہے اور باوجود بار بار تحدی کرنے کے اور اپنے مقابلے میں بلانے کے کوئی سمجھدار آج تک مقابلہ میں آیا نہ آسکے گا۔ بعض بے سمجھ اگر مقابلے میں آئے اور آتے بھی ہیں، جب موازنہ کر کے دیکھتے ہیں اور اپنی بے سمجھی پر قائل ہو کر جاتے ہیں اور اپنی بے سمجھی پر نادم ہو کر منہ چمپا کر بھاگتے اور اب بھی منہ چھپاتے نظر آتے ہیں۔

عتبہ کا اعتراف عجز:

چنانچہ ”حجتہ اللہ“ میں ہے کہ تمام بڑھ کے شاعروں عرب سے، جس کو تمام شعراء عرب اپنا رئیس سمجھتے تھے، عتبہ بن ربیعہ تھا۔ ایک دن قریش کے چند معتبر آدمیوں نے باہم مشورہ کیا کہ ہم میں سب سے بڑھ کر علم سحر کا ماہر اور کمالت اور شعر کا جو شخص ہو، مناسب ہے کہ ہم اس کو ان کی خدمت میں بھیجیں کہ جو ہم میں دعویٰ نبوت کر رہے ہیں، جن کی وجہ سے ہم میں باہم اختلاف پھیل رہا ہے، ہماری جماعت کے مختلف فرقے ہو گئے، ہمارے دین کو معیوب سمجھتے ہیں، پھر ہم دیکھیں کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔ با اتفاق سب نے کہا کہ ایسا شخص سوائے عتبہ بن ربیعہ کے، ہم میں کوئی نہیں معلوم ہوتا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ خود عتبہ بن ربیعہ نے اپنے آپ کو امور مذکورہ میں سب سے بڑھ کر ماہر سمجھ کر اس امر کی درخواست کی اور وہ بموجب مشورے قریش کے حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر آبیٹھا اور عرض کرنے لگا کہ اے مجھے باعتبار حسب اور نسب اور عزت و جاہ کے جو تم کو ہم پر شرف حاصل ہے، سب جانتے ہیں مگر تم وہ بڑی بات ہم میں لے کر آئے ہو کہ جس سے ہماری جماعت میں تفرقہ پڑ گیا اور تم ہمارے عقل مندوں کو بے وقوف جانتے ہو، ہمارے معبودوں کو اور ہمارے دین کو عیب لگاتے ہو اور ہمارے تمام بزرگوں کو بوجہ بت پرستی کے کافر کہتے ہو۔ اس کا نتیجہ سو اس کے نہیں کہ ہم سب آپس میں تلواروں سے لڑ کر کے فنا ہو جائیں، اس واسطے میں چند امور آپ پر پیش کرتا ہوں کہ جن میں سے ایک کو اگر آپ قبول کر لیں، امن و اتفاق کی

حضور کا دنیاوی نعمتوں سے امتحان:

آپ نے فرمایا، 'کو جو کچھ کہنا ہے۔ ابو الولید عتبہ بن ربیعہ کہنے لگا، 'بھتیجے اگر اس امر سے، جس کو تم لائے ہو، تمہاری غرض مال کا جمع کرنا ہے، ہم سب تمہارے واسطے اتمامِ مال جمع کر دیں کہ سب میں بڑھ کر تم ہی مالدار نظر آؤ۔ اور اگر تمہاری غرض یہ ہے کہ تم ہم سب کے سردار بن کر رہو تو ابھی ہم سب تم کو اپنا سردار بناتے ہیں اور عہد کرتے ہیں کہ تمہارے بغیر حکم کے ہم کچھ نہ کریں گے اور اگر تم بادشاہ بننا چاہتے ہو ہمارے تمام ملک کا، تم کو بادشاہ بنانے کے لیے بھی تیار ہیں۔ اور اگر تم اس جن سے، جو تمہارے پاس آتا ہے، عاجز ہو اور تم اس کو دفع نہیں کر سکتے، ہم تمہارے علاج میں اس فن کے ماہروں سے خرچ کرنے کو تیار ہیں، اس وقت تک کہ تمہیں شفاء کا مل حاصل ہو جائے۔

جب عتبہ نے قرآن سنا:

جب عتبہ یہ سب کچھ کہہ چکا تو آپ نے فرمایا، 'کچھ اور تو کہنا نہیں ہے۔ کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا، 'اب کچھ مجھ سے بھی سن لو۔ کہنے لگا، 'بت اچھا۔ جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر سورہ حم سجدہ پڑھنا شروع کی۔ جب حضور قرآن اعرابیا تک پہنچے، عتبہ بن ربیعہ دونوں ہاتھ پشت پر لگا کر ہمہ تن اس کے سننے کی طرف مشغول ہو گیا، یہاں تک کہ حضور نے آیہ سجدہ تک پہنچ کر سجدہ کیا۔ پھر فرمایا، 'ابو الولید تم نے کچھ سنا۔ کہنے لگا، 'خوب سنا۔ تم تم ہی ہو اور یہ یہ ہی ہے اور اٹھ کر اپنے یاروں کی طرف روانہ ہوا۔ قریشی اصحاب شوریٰ اس کو دیکھ کر آپس میں کہنے لگے: خدا کی قسم، 'ابو الولید جس منہ سے گیا تھا، اس حال پر واپس نہیں آیا۔ چنانچہ جب ابو الولید عتبہ ان میں آکر بیٹھ گیا اور جب انہوں نے اس کے حال سے استفسار کیا، جو حضور کے ساتھ اس کو پیش آیا تھا، بے اختیار اللہ کی قسم کھا کر کہنے لگا کہ میں نے ان سے وہ کلام سنا ہے کہ جس کی مثل میں نے آج تک کبھی نہیں سنا تھا۔ خدا کی قسم نہ وہ کلام شعر ہے نہ جادو اور نہ کلام کاہن۔ اے جماعت قریش کی میری مانو تو ان کے اور ان کے کام میں ہرگز تم کچھ دخل مت دو اور دوسری روایت میں اس طرح وارد ہوا ہے کہ ابو الولید نے خدا کی قسم کھا کر اور یہ کہہ کر اپنے ساتھیوں کو مخاطب کیا کہ نہ وہ کلام جادو ہے نہ شعر ہے نہ کمانت، یہ بھی کہا کہ انہوں نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر جب مجھ کو حرم۔ تنزیل من الرحمن الرحیم سنا تو سنا کہ جب یہ پڑھا کہ

ڈراتا ہوں اس بجلی کی کڑک سے جو مثل کڑک عا اور ثمود کے ہے، میں نے ان کو رحم کی قسم دلا کر یعنی باہمی رشتے کا تعلق جتا کر روکا اور تم جانتے ہو جو کچھ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، جھوٹ نہیں ہوتا، اس واسطے میں ڈراتا ہوں کہ کبھی تمہارے اوپر قوم عاد اور ثمود کا سزا عذاب نہ آئے۔ یہ دونوں روایتیں سنن بیہقی وغیرہ کی ہیں۔

ابو ذر غفاری کے بھائی کا اعتراف:

اور مسلم شریف میں بیان اسلام ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ میں ہے کہ جب ان کو یہ خبر پہنچی کہ جناب رسالت ماب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں دعویٰ نبوت کا کیا ہے، اپنے بھائی حضرت انیس کو آپ کا حال دریافت کرنے کو بھیجا۔ اس واسطے کہ حضرت ابو ذر فرماتے ہیں کہ میرے بھائی فن شعر میں اس قدر کمال رکھتے تھے کہ ایام جاہلیت میں بڑھ کے بارہ شاعروں کے منہ پھیر دیے تھے اور ان کی فصاحت و بلاغت کو بڑے بڑے شعراء عرب مانتے تھے۔ چنانچہ حضرت انیس جب مکہ مکرمہ سے حضور سے مل کر واپس آئے اور حضرت ابو ذر نے آپ کا حال دریافت کیا تو کہنے لگے، بیشک وہاں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعویٰ نبوت کا کیا ہے اور دو کلام خدا وہ سناتے ہیں، بعض عرب اس کو شعر کہتے ہیں، بعضے سحر، بعضے کمانت کی طرف منسوب کرتے ہیں مگر خدا کی قسم، میں نے کانہوں کے بہت کلام سنے ہیں اور فن شعر میں تو میں خود کمال رکھتا ہوں اور ساحروں کی باتوں سے بھی واقفیت رکھتا ہوں مگر ان کے کلام کو میں نے بہت طریقوں سے جانچ کر دیکھا۔ نہ وہ شعر ہے، نہ کلام کانہوں کا اور خدا کی قسم، بیشک وہ سچے ہیں اور ان کے منکر بہت ہیں۔

ولید بن مغیرہ نے قرآن کی فصاحت کے سامنے سر جھکا دیا:

اور سنن بیہقی میں ہے کہ ولید بن مغیرہ فن فصاحت میں تمام قریش کا سرار تھا۔ ایک دن حضور سے کہنے لگا کہ جو کچھ آپ پر نازل ہوتا ہے، اس میں سے کچھ مجھ کو بھی سنائیے تاکہ میں اس میں غور کر سکوں۔ آپ بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر پڑھنے لگے ان اللہ یا مبر بالعدل والاحسان وایشاء ذی القربی وینہی عن الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذرکون ○ ولید یہ سن کر کہنے لگا، ذرا دوبارہ پڑھئے۔ جب آپ نے دوبارہ پڑھا، سن کر بے اختیار کہنے لگے،

پہنچتی ہے۔ اس کی اوپر کی جانب بار آور ہے اور نیچے کی جانب اس کی مختلف شاخیں نکالنے والی ہے اور ایسا کلام کوئی بشر نہیں کہہ سکتا۔ پھر اپنی قوم سے کہنے لگا: خدا کی قسم، تم میں مجھ سے بڑھ کر کوئی علم شعر کا ماہر نہیں اور نہ مجھ سے زیادہ جنوں کی باتیں جانتا والا۔ بیشک یہ کام نہایت ہی شیریں اور مقبول قلوب دلچسپ اور بار آور اور شاخ دار ہے۔ بیشک یہ کلام سب پر بلند رہے گا اور کبھی کسی سے پست نہ ہو گا اور اپنے ماتحتوں کو تو مطیع بنائے گا۔

حج کے موقعہ پر قرآن کی فصاحت نے عربوں کو حیرت زدہ کر دیا:

ابن اسحق اور حاکم اور بیہقی سند جید کے ساتھ نقل فرماتے ہیں کہ بعضے جمعیت عرب کے موقعوں میں مثل ایام حج کے بہت سے آدمی ولید ابن مغیرہ کے پاس جمع ہوئے، اس واسطے کہ یہ عمر رسیدہ بھی تھا اور تمام قریش کے عالموں میں سے فن شعر میں صاحب کمال اور فن فصاحت میں سب کا مانا ہوا اور سب کا پیشوا اس واسطے اس نے ان سب کو مخاطب کر کے کہا کہ یہ موسم کا زمانہ ہے یعنی تمام اطراف و بلاد کے عربوں کے جمع ہونے کا وقت اور تمہارا انکار اور حضور کا دعویٰ نبوت سب جگہ شہرت پا چکا ہے، اس واسطے سب کو چاہیے کہ لوگوں کے سامنے کو ہم سب ایک امر پر اتفاق کر لیں تاکہ ایک دوسرے کی بات آپس میں ایک دوسرے کی تکذیب نہ کر دے۔ کہا: جب آپ ہم سب کے سردار ہیں، آپ ہی فرمائیں کہ ہم کیا کہیں۔ کہنے لگا: اول تم اپنی رائے بیان کرو۔ سب نے کہا کہ ہم سب سے یہی کہیں گے کہ حضور کاہن ہیں۔ (نعوذ باللہ من ذالک) یہ سن کر کہنے لگا کہ ہم نے سینکڑوں کاہنوں کو دیکھا ہے، ان کی کوئی بات کاہنوں کے کلام سے اصلاً مشابہت نہیں رکھتی۔ انہوں نے کہا کہ دوسری بات یہ ہے کہ ہم سب آئے والوں سے کہیں کہ آپ مجنوں ہیں۔ (نعوذ باللہ من ذالک) کہنے لگا کہ خدا الٰہی قسم یہ امر بالکل غلط ہے۔ ہم نے سینکڑوں سزی دیوانوں کو دیکھا، آپ کی باتوں سے دیوانگی کا وہم بھی نہیں ہوتا۔ کہنے لگے پھر ہم یوں کہیں گے کہ شاعر ہیں۔ (نعوذ باللہ من ذالک) کہنے لگا: فن شعر میں میں تمام عرب سے کمال رکھتا ہوں مگر کسی بھی قسم کے شعر سے آپ کے کلام کو کوئی مناسبت نہیں۔ پھر سب نے کہا کہ اچھا پھر ہم یوں کہیں کہ جادوگر ہیں۔ (نعوذ باللہ من ذالک) کہنے لگا کہ اصل بات تو یہ ہے کہ جادوگر بھی نہیں، اس واسطے کہ ہم نے سینکڑوں جادوگروں کو اور ان کے جادو کو دیکھا ہے اور ان کے سب طریقے ہماری نظر سے گزرے ہیں مگر آپ کی کوئی بات ان کے کسی طریقے

میں وہ شیرینی اور دلچسپی اور مقبولیت ہے کہ اس کا ظاہر پھل دار ہے اور اس کے نیچے کی جانب شاخوں سے بھری ہوئی ہے۔ جو کچھ تم اس کی نسبت کہو گے، مجھ کو یقین ہے کہ وہ بات جھوٹی ہوگی۔ مگر ان سب باتوں میں سے اگر کچھ چلنے والی بات ہے کہ جس کو کوئی بادی النظر میں قبول کر سکے، یہی ہے کہ تم یہی کہو کہ یہ کلام سر تا پا جادو ہے کہ جس کو سن کر باپ بیٹے کو چھوڑ دیتا ہے اور بیٹا باپ سے جدا ہو جاتا ہے۔ اس کلام کو سن کر بیوی شوہر سے تعلق نہیں رکھتی اور شوہر بیوی سے بے پرواہ ہو جاتا ہے۔ کنبے والے کنبے کو چھوڑ کر رشتہ داروں سے علیحدگی اختیار کر لیتے ہیں، لہذا تم کو چاہیے کہ چاروں طرف مکہ کے راستوں میں مختلف جگہ بیٹہ جاؤ اور آنے والوں کو اسی قسم کی باتیں سناتے رہو، شاید اس صورت میں تمہیں کچھ کامیابی ہو جائے ورنہ غور کرنے والوں کو تو یہ بات بھی لغو معلوم ہوگی، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ان کے اس طریقے کے برتنے سے تمام دنیا میں آپ کی شہرت پھیل گئی اور اطراف و بلاد سے ہجرت کر کے لوگوں کو آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہونے کا سبب بن گیا۔ خصوصاً اہل مدینہ کا مسلمان ہونا اور انصار بننا نتیجہ ان کے اسی طرز عمل کا تھا۔

عدد: شود سبب خیر چون خدا خواہد خیر مایہ دکان شیشہ از سنگ است

قبیلہ بنی سلمہ کے فصیح و بلیغ افراد نے بھی قرآن کی فصاحت کا اعتراف کیا:

ابو نعیم محدث طریق ابن اسحق سے بواسطے ایک آدمی کے قبیلہ بنی سلمہ سے، جو کہ ایک بلیں ہے، انصار کا نقل فرماتے ہیں کہ وہ کہتے تھے، جب بہت سارے جوان قبیلہ بنی سلمہ کے باشندگان مدینہ طیبہ سے مشرف باسلام ہو گئے، عمرو بن جموح اپنے بیٹے معاذ سے کہنے لگے، 'میں اس کلام کو سن کر تم نے اسلام قبول کیا ہے، مجھ کو بھی تو سناؤ۔' حضرت معاذ پڑھنے لگے الحمد للہ رب العلمین جب مستقیم تک پہنچے، عمرو کہنے لگے، 'میں یہ تو عجیب ہی کلام ہے۔ کیا ان کا سارا کلام ایسا ہی ہے۔' حضرت معاذ نے عرض کیا کہ ابا جان ان کا تو ہر کلام ایک سے ایک بہتر ہے، اس واسطے کہ ان کا یہ کلام، 'کام اللہ ہے، بشر کا کام نہیں ہے۔' خود جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا کلام، جو دعویٰ کلام اللہ ہونے سے خالی ہے اگرچہ بوجہ آیہ کریمہ و ما یسطق عن الہوی ان ہو الا وحی یوحی۔ یعنی ہمارے محبوب اپنی خواہش سے کوئی بھی بات نہیں کرتے، جو بھی وہ کلام کرتے ہیں وہ بوجہ ہمارے وحی کے ہوتا ہے۔

بلاغت میں قرآن مجید کی برابری نہیں کر سکتا، نہ خود حامل قرآن حبیب الرحمن صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کلام خاص کے ساتھ، مجر کلام اللہ کے یا یوں کہو کہ، مجر اس کلام کے جو باعتبار تلفظ کے حادث معلوم ہوتا ہے اور دال علی کلام اللہ القدیم الاذلی الابدی ہے، نہ کبھی تحدی کی اور نہ مقابلہ کے ساتھ پیش آئے۔

ساوی دنیا ایسا کلام لانے سے قاصر ہے:

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ، جن کی فصاحت و بلاغت عرب سے ہند تک ضرب المثل ہے، بڑے بڑے شعراء ہند بھی ان کے نام نامی کے ساتھ حسان ہند کا خطاب حاصل کر کے فخر کرتے ہیں اور کعب بن مالک اور لبید بن ربیعہ جیسے بلغاء اس کلام پاک کی فصاحت و بلاغت بے مثل اور معجز کو دیکھ کر اس کلام پاک اور اس کے لانے والے کے غلام بے دام بن گئے، حمزہ سواڑ تالیس (۱۱۳۳۸) برس سے یہ کلام پاک عام طور سے منادی کر رہا ہے کہ اگر کسی کو میرے کلام الہی ہونے میں شک اور شبہ ہو تو میرے مقابلے میں آئے اور میری جیسی ایک چھوٹی سی ہی سورت بنا کر لائے اور موازنہ کرے۔ مگر آج تک کوئی لاسکا، نہ لائے۔ دیکھو پندرہویں سیپارے کے دسویں رکوع میں اللہ جل شانہ، اپنے حبیب اکرم نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتا ہے:

قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل هذا القرآن لا یأتون بمثلہ ولو کان بعضهم لبعض ظہیرا
یعنی ”اے ہمارے حبیب ان مشرکوں سے فرما دیجئے کہ اگر جمع ہو جائیں تمام آدمی اور جن مثل اس قرآن کے لانے پر تو ہرگز نہیں لائیں گے اگرچہ ہو جائیں سب آپس میں ایک دوسرے کے مددگار۔“

پھر جب کوئی مقابلے میں نہ آیا، آخر کار عام طور سے اس طرح ارشاد فرمایا:

وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورة من مثله

یعنی ”اگر تم شک میں ہو اس قرآن سے جس کو اتارا ہے ہم نے اپنے بندے پر پس لاؤ ایک ہی سورۃ اس جیسی۔“

یعنی سارے قرآن کے برابر اگر کوئی کتاب پر فصاحت و بلاغت مقبول و جامع نہیں لاسکتے،

ایک ہی سورۃ اس جیسی تم سب تبع ہو کر بنا دو۔ خصوصاً ایسے شخص کے ذریعے سے کہ جو مثل ہمارے محبوب کی بظاہر امی لقب اور بے سروسامان ظاہری ہو۔ چنانچہ علامہ فخر الدین رازی علیہ الرحمہ صاحب تفسیر کبیر بھی اس آیت کی تفسیر میں لفظ من مشلہ سے اسی طرف اشارہ فرماتے ہیں۔ مگر چونکہ یہ انسان کا کلام نہ تھا، اس خالق کا کلام تھا کہ جو ہر شخص کی قوت کو جانتا ہے، دعویٰ کے ساتھ آخر کی اسی آیت میں فرمادیا:

فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التي وقودها الناس
والحجاره۔

یعنی ”پس اگر تم ایک سورۃ کے ساتھ بھی مقابلہ نہ کر سکے اور ہرگز نہ کر سکو گے، پس ذرو تم اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے۔“

لہذا ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ کوئی ایک سورۃ بھی قرآن جیسی اگر لایا ہو دکھلا دے اور قرآن جیسی پر فصاحت اور بلاغت جامع و مقبول بے کنتی سینوں کی محفوظ کوئی کتاب لے کر مقابلے میں آئے۔ افسوس کتاب ”اعجاز القرآن“ تالیف امام کبیر شمس الحقین قاضی ابوبکر باقانی رحمہ اللہ کا ترجمہ اردو میں کتنی بھی کوشش کر کے اگر کیا جائے، اردو اور فارسی خوانوں کی سمجھ سے اتنا اعلیٰ و بالا معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے حق میں بے سود رہے ورنہ علم فصاحت و بلاغت و بدیع کے واقف کار اہل علم، جنہوں نے اس کو دیکھا ہے، یقیناً جانتے ہیں کہ کوئی بڑے سے بڑا شاعر اور بڑے سے بڑا خطیب آج تک دنیا میں ایسا نہیں پیدا ہوا کہ اس کا کلام مثل قرآن کی سر تپا بے عیب و نقصان ہو۔ چنانچہ انہوں نے بہت سے بے مثل اشعار بڑے بڑے نئے پرانے شاعروں کے اور خطبہ خطیبوں کے لکھ کر ظاہر کر دکھایا ہے کہ کسی کا کلام عیب و نقصان سے خالی نہیں، سوائے قرآن کے کہ آج تک اس کی فصاحت اور بلاغت پر کسی نے کوئی اعتراض کیا اور نہ کر سکے۔

زمانہ غدر میں مولانا فضل حق صاحب خیر آبادی مغفور مرحوم، جو سب کے مانے ہوئے بے مثل ادیب اور معقول تھے، حکیم محمد حسن صاحب مرحوم جو میرے کرم فرماتے تھے، فرماتے تھے کہ مولانا فضل حق ممدوح نے مجھ سے اپنا عجیب و غریب واقعہ بیان کیا۔ فرماتے تھے کہ میرے کمال علم ادب اور علم فصاحت و بلاغت اور بدیع نے مجھ کو ایک دن اس دوسرے شیطانی میں ڈالا کہ تجھ کو اس فن میں اس درجے مہارت ہے کہ تیرے ایک دن کے دو دو جزو عربی لکھتے ہوئے پر کوئی اعتراض نہیں کرتا، کیا تو آٹھ دن میں بھی قرآن

جیسی دو چار عبارات نہیں لکھ سکتا۔ بیشک اگر پاس مذہبی چھوڑ کر کوشش کی جائے، ضرور ممکن ہے اور اس خیال میں محو ہو کر میں نے آٹھ دن میں بڑی کوشش کے ساتھ میں چار سطریں ایسی لکھیں کہ مجھ کو یقین ہو گیا کہ قرآن مجید سے اگر زیادہ نہیں تو فصاحت اور بلاغت میں کم تو ہرگز نہیں ہو سکتی مگر جب بموجب ہدایت ہادی حقیقی موازنہ کرنے کو میں نے قرآن مجید کھولا، یہی آیت نقلی قل لئن اجتمعت الانس والجن الا ین۔ اور پھر اس کے ساتھ جب غور کر کے موازنہ کرنے بیٹھا، آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی اور بار بار میں یہی کہتا تھا کہ اے احمق تیری یہ سطر قرآن مجید کے مقابلے میں ایسی بھی تو نہیں معلوم ہوتی جیسے کسی طفل نو آموز کا کلام ہوتا ہے۔ آخر کار استغفار کیا اور اپنے خیال بد سے توبہ کی اور یقین کامل ہو گیا کہ بیشک قرآن مجید کا آج تک مقابلہ ہو سکا، نہ ہو سکے گا۔ اللہ رے بلاغت، ایک ہی مضمون اور ایک ہی آیت پر وہ جامع اور پر معانی عبارت کہ جس سے ایک مضمون کو انہی الفاظ اور اسی عبارت سے کروڑوں طرح سمجھایا جائے، ہر ایک آیت وہ خوان نعمت کہ جو آئے اپنے اپنے حصے اور حوصلے کے موافق ہر آیت سے جدا ہی حصہ لے جائے۔ قیامت ہو جائے مگر خدا کی ابتدا انتہا ہو تو اس کے کام کے نکتوں اور باریکیوں اور حکمتوں کی بھی انتہا ہو۔

سورہ بقرہ کی ابتدائی آیت میں بارہ کروڑ نکات موجود ہیں:

مولانا غلام علی آزاد بلکامی رحمہ اللہ الم۔ ذلک الكتاب لاریب فیہ۔ ہدی للمتقین الذین یؤمنون بالغیب کی وجہ اعراب یعنی ترکیب لفظی، جس کو انگریزی میں گرامر اور سنسکرت میں ویاکرن کہتے ہیں، بموجب علم نحو کے حضرت مخدوم علی ممائی رحمہ اللہ سے بارہ کروڑ تراسی لاکھ چوالیس ہزار پانچ سو چونتیس (۱۲۸۳۳۵۳۳) نقل فرماتے ہیں اور ہر طرز اعراب میں نیا ہی رنگ دکھلاتے ہیں، جس میں سے ہم کچھ بطریق نمونہ تفسیر الم میں ان شاء اللہ بیان کریں گے تاکہ اردو خوان اس کے سمجھنے سے عاری رہ کر گھبرانہ جائیں اور بذریعہ نمونہ کے علماء اس سے پورا فائدہ اٹھالیں۔

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ "تفسیر کبیر" میں فرماتے ہیں کہ فقط اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم سے قریب دس ہزار کے مسئلے نکل سکتے ہیں اور اسی طرح بسم اللہ الرحمن الرحیم سے اور سورۃ الحمد للہ سے ایک طرز خاص پر قریب دس لاکھ کے مسائل نکل سکتے ہیں۔ ہر ایک کے لیے ایک نمونہ ہے، ہمارے ہمارے آئے اور تسکین حاصل کر جائے یا خود

”تفسیر کبیر“ میں اس مقام کو ڈھونڈ کر اس کا مطالعہ کرے اور ہم بھی ان شاء اللہ تفسیر اعوذ باللہ اور بسم اللہ میں کچھ اس کا نمونہ بقدر ضرورت ہدیہ نظر ناظرین کریں گے اور تمام طرز بیان جو جو یہاں بیان ہو سکتی ہیں ان سب کے بیان کرنے سے امام رازی علیہ الرحمۃ بھی گردن بجز جھکاتے ہیں۔ حق یہ ہے کہ جو جانے وہ پہچانتے۔

ع ”قدر زر گرد اند قدر جو ہر جو ہری“

اب بغرض اظہار عظمت اور بے مثل مضامین پاکیزہ قرآن مجید جو اس کے کلام اللہ یا دال علی کلام اللہ النفسی الازلی ہونے پر خود دال ہیں، کچھ جھوٹے پیغمبروں کے کلام کو بھی نقل کیا جاتا ہے، جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے زمانہ میں بغرض حصول دنیا اپنی فصاحت و بلاغت کے بھروسہ پر بمقابلہ قرآن مجید نزول وحی کا دعویٰ کیا تھا مگر آخر کار بموجب پیشین گوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع اپنی وحی شیطانی کے نیست و نابود ہو گئے۔

جھوٹے نبیوں کی وحی کے چند نمونے:

علامہ ابو بکر باقلانی اپنی کتاب ”انجاز القرآن“ میں بعد بیان فرمانے سخافت اور دعات کلام میلہ کذاب اور سجاج کے بطریق نمونہ اس کا کلام، جس کو وہ وحی مکتا تھا، اس طرح نقل فرماتے ہیں واللیل الاطحم والذنب الادلم والجذع الازلما انتھکت اسید من محرم۔ (ترجمہ) ”قسم ہے بڑی رات کی اور قسم ہے کالے بھیڑیا کی اور پہاڑی بکرے یا زمانہ کی، نہیں پردہ کلا قبیلہ اسید کا قبیلہ محرم سے“۔ میلہ کے بعض یاروں میں باہمی اختلاف پیدا ہو گیا تھا، لہذا یہ قسمیں کھا کر کہتا ہے کہ میرے یاروں میں سے قبیلہ اسید سے پردہ دری اور عیب چینی قبیلہ محرم کی ظہور میں نہیں آئی۔ یہ وحی شیطانی قابل غور ہے کہ اس قسموں کو اور اس مضمون کو سن کر کیا بچوں کو بھی نہیں آئی۔ پھر ان کو قرآن مجید سے ملا کر تو کوئی سزی ہی دیکھے گا۔ دوسری وحی شیطانی میں اسی مضمون کو اس طرح ادا کرتا ہے واللیل الدامس والذنب الھامس ما قطعۃ اسید من رطب ولا یابس۔ ”قسم ہے بہت اندھیری رات کی اور بھیڑیے نرم آواز والے کی، نہیں قطع کیا اسید نے کسی تر کو، نہ خشک کو“۔ غالباً اسید کوئی شخص یا قبیلہ یا ران مخالف میلہ سے ہو گا، جس کے متعلق یہ لغویات بک رہا ہے، اسی قسم کے ہفوات و کلمات ناشائستہ اس کے بہت سے منقول ہیں، جن کے لکھنے کو دل نہیں چاہتا مگر

نے سحاح سے پوچھا کہ تجھ کو کس مضمون کی وحی کی جاتی ہے اور سحاح نے میلہ سے پوچھا کہ جو تجھ کو وحی کی جاتی ہے، اس سے کچھ سنا۔ ان دونوں کذابوں نے اپنی اپنی وحی شیطانی باہم سنا کر جو شان نبوت شیطانی دکھلائی، اس کو اس غرض سے نقل کیا جاتا ہے کہ ناظرین باحمکین کو معلوم ہو جائے کہ جموئے نبیوں کے اس قسم کے اخلاق ہوتے ہیں۔ چنانچہ میلہ نے جب سحاح سے اس کے خیمہ میں بطریق ملاقات تہاداخل ہو کر پوچھا کہ تجھ پر کیا وحی نازل ہوئی ہے تو سحاح نے کہا:

الم تر كيف فعل ربك بالحبلى اخرج منها نسمة تسعي
من بين صفاق وحشا۔

”کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے حاملہ عورت کے ساتھ کیا کیا۔ اس سے دوڑتی ہوئی جان کو نکالا۔ اختڑیوں اور پردہ شکم کے درمیان سے۔“

اتنا مضمون قبیح بغرض رتابیان کیا گیا اور اس میں یہ بھی نہ ادا کر سکی کہ بچہ رحم سے برقع جہلی میں پیدا ہوتا ہے جو اصل حقیقت ہے۔ اتنا کہہ کر سحاح نے میلہ سے کہا کہ اب اس وحی سے، جو تجھ کو ہوتی ہے، کچھ سنا۔ یہ سن کر میلہ یہ پزمنت سنانے لگا:

ان الله خلق النساء افوهجا وجعل الرجال لهن ازواجاً
فنولج فيهن قعسا ايلاجا ثم نخرجها اذا شئنا اخراجا۔
فینتجن لنا سخالا ناجا۔

”بیشک اللہ نے پیدا کیا عورتوں کو فوج فوج اور کیا مردوں کو ان کا شوہر، پس داخل کرتے ہیں ہم سینہ ابھار کر عورتوں کے اندر اچھی طرح داخل کرنا پھر نکالتے ہیں ہم ان سے جب چاہتے ہیں اچھی طرح نکالتا، پس بنتی ہیں وہ بکری کا سا بچہ حق جننے کا۔“

صدیاں گزرنے پر بھی قرآن کا جواب نہ دیا جاسکا:

یہ سن کر سحاح کہنے لگی کہ میں گواہی دیتی ہوں کہ بیشک تو نبی ہے۔ اتنا لکھ کر صاحب ”اعجاز القرآن“ فرماتے ہیں کہ اس سے زائد بوجہ کراہت مضمون اور سخافت بیان کے ہم نقل نہیں کر سکتے۔ مگر ”تاریخ ابوالفدا“ میں ہے کہ بعد اس کے زنا ہوا اور دونوں نے خیمہ سے باہر آ کر کہہ دیا کہ ہم دونوں سچے پیغمبر ہیں اور

ہے کہ جس نے بڑے بڑے نامی گرامی شاعروں اور خطیبوں کو اپنا غلام بے درم بنا کر ہی چھوڑا۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو، جن کی فصاحت و بلاغت عرب سے ہند تک ضرب الثل ہے، بڑے بڑے شعراء ہند بھی ان کے نام نامی کے ساتھ ”حسان ہند“ کا خطاب حاصل کر کے فخر کرتے ہیں اور کعب بن مالک جیسے نامور شاعر اور لبید بن ربیع جیسے فصحا اور بلخا کو اپنا غلام خاص ہی بنالیا اور دوسرے معاند بے حد کو شش کر کے مقابلہ قرآن مجید میں آئے مگر آخر کار شرمندہ ہو کر اٹلے پاؤں بھاگتے نظر آئے ورنہ اس کے کیا معنی کہ مرثیہ ماریں لڑیں جھگڑیں اور تن توڑ کو شش کے ساتھ ہر امر میں معاندین مقابلہ اسلام کا کریں مگر قرآن مجید کے مقابلہ میں تیرہ سو اڑتالیس برس گزر جائیں، لیکن قرآن مجید کی سی ایک دو آیت بھی مقابلہ میں لے کر نہ آئیں۔ خود اس کے لانے والے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا کلام، جس کو دجی غیر متلو یا حدیث کہتے ہیں، اس کی برا بھلائی سے عاجز۔ اس سے بڑھ کر باعتبار فصاحت اور بلاغت معجزہ کی اور کوئی بات ہے جو قابل فہم عوام و خواص ثبوت اعجاز قرآن مجید میں لکھی جائے۔ اس سے زیادہ جو کوئی ذی علم و واقف علم معانی و بیان دیکھنا چاہے، ”اعجاز القرآن“ علامہ باقلانی وغیرہ معائنہ کرے۔ واللہ اعلم و علمہ احکم۔

قبولیت قلوب اور تاثیر قرآن مجید

زمانہ کفر میں حضرت عمر قرآن سن کر حیرت زدہ ہو جایا کرتے تھے:

سبحان اللہ قبولیت اور تاثیر اس قدر حیرت انگیز اور تعجب خیز کہ قتل کے ارادہ سے نکل کر کھینچ کر بڑے بڑے دشمن آئیں اور اس پاک کلام کو سن کر اور اس کے لانے والے کو دیکھ کر غلام جان غار بننے نظر آئیں۔ ”تاریخ الخلفاء“ میں منبہ بہت سی روایتوں مختصر اور طویل کے مختصر روایت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام کے متعلق کمال قبولیت اور تاثیر قرآن مجید پر دلالت کرنے والی روایت کو ذکر ملاحظہ کیجئے، جس کو مسند امام احمد رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے تھے کہ میں ایک دفعہ بحالت کفر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچانے کے خیال سے نکلا اور میں نے آپ کو پایا کہ مسجد لعبہ میں مجھ سے پہلے رونق افروز ہیں۔ میں آپ لے بیٹھے کھڑا ہوا یا اور آپ نے سورہ الناقہ پڑھنی شروع

ہی بڑے شاعر ہیں۔ آپ یہ آیت پڑھنے لگے۔

انہ لقول رسول کریم ○ وما هو بقول شاعر قليلا ما

تومنون ○

یعنی باعتبار تلفظ کے ”بیشک یہ قول بھیجے ہوئے صاحب عظمت اور کرم کا ہے اور نہیں ہے یہ قول شاعر کا تھوڑا سا بھی ایمان رکھتے ہو یا کچھ ایمان لاتے ہو۔“

(اس آیت سے جو شبہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن مجید کلام رسول کریم ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ باعتبار دال علی کلام اللہ ہونے اور تلفظ کے قرآن مجید کو ہر قاری کا کلام کہہ سکتے ہیں مگر باعتبار اصل حقیقت کے جو کلام نفسی ازلی غیر محتاج آواز و حروف کے ہے، وہ کلام اللہ ہے جس کو اللہ نے ہمارے تلفظ اور تلفظ جبریل علیہ السلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ظاہر فرمایا ہے، جس کی مفصل بحث جواب اعتراضات مقدمہ میں گزر چکی۔

یہ سنتے ہی میرے ہر گوشہ قلب میں ایمان سا گیا اور میں شرف اسلام سے مشرف ہو گیا۔

عرب کے لوگ قرآن کی فصاحت کے سامنے سب کچھ قربان کر بیٹھے:

”تفسیر خازن“ میں ہے اس کلام پاک یعنی قرآن مجید ہی کا اثر تھا کہ جس کو سن کر بہت سے مشرکین عرب جب مشرف اسلام سے مشرف ہوئے اور ان کو مشرکین مکہ سے بے حد تکلیفیں اور اذیتیں پہنچیں مگر باوجود ان خازن“ میں ہے اس کلام پاک یعنی قرآن مجید ہی کا اثر تھا کہ جس کو سن کر بہت سے مشرکین عرب جب مشرف اسلام سے مشرف ہوئے اور ان کو مشرکین مکہ سے بے حد تکلیفیں اور اذیتیں پہنچیں مگر باوجود ان بے حد تکلیفوں کے قرآن مجید سے منہ نہ پھیر سکے اور نال اولاد، باغ باغیچے اور تمام عیش و آرام کو خیر باد کہہ کر وطن چھوڑ کر ہجرت کیا اور مصائب سفر مقابلے میں بیرونی قرآن مجید کے ایسے آسان ہو گئے کہ وطن قدیم مکہ مکرمہ کو چھوڑ کر بموجب فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حبشہ کی طرف روانہ ہو گئے مگر وہاں بھی مشرکوں نے چین نہ لینے دیا اور تعاقب کیا اور بادشاہ حبشہ کو بہت کچھ تحفے تحائف دے کر شاہ مذکور سے اس امر کے خواستگار ہوئے کہ ان مہاجر مسلمانوں کو اپنی سلطنت سے باہر نکال دے مگر یہ قرآن مجید ہی تھا کہ جس کو شاہ حبشہ اور اس کے اعیان دولت، مہاجروں سے قرآن سن کر رونے لگے اور قرآن مجید نے ان کے دلوں پر وہ اثر ڈالا کہ مسلمانوں کے خادم بن گئے اور مشرکین مکہ کو غائب و خاسر اپنی سلطنت سے نکال دیا۔

حبشہ میں قرآن خوانی کے اثرات:

”سیرت حلّی“ اور ”تفسیر معالم“ اور ”تفسیر خازن“ وغیرہ معتبر تفسیروں میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس وغیرہ معتبر مفسر تفسیر آیہ کریمہ ولتجدن اقربہم مودّہ للذین امنوا الذین قالو اننا نصاریٰ میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب قریش بے حد مسلمانوں کو ستانے لگے اور تمام قبیلے مشرکوں کے باہم اتفاق کر کے مسلمانوں کو اسلام سے پھیرنے پر ہر ایک قسم کی تکلیف دینے لگے اور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ جل شانہ نے حامی اور مددگار اور محافظ جان ثار آپ کے چچا ابوطالب کو بنا دیا، آپ نے بموجب حکم الہی اپنے جان ثار مسلمانوں کو زمین حبشہ جانے کا حکم نافذ فرمادیا۔ چنانچہ گیارہ مرد اور چار عورتیں سب سے اول زمین حبشہ کی طرف جو روانہ ہوئے، ان کے نام یہ ہیں: حضرت عثمان بن عفان اور ان کی بیوی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بیٹی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور حضرت زبیر بن العوام اور عبداللہ بن مسعود اور عبدالرحمن بن عوف اور ابو حذیفہ بن عقبہ اور ان کی بیوی سلمہ بنت سہیل بن عمرو اور شعم بن عمیر اور ابو سلمہ بن عبدالاسد اور ان کی بیوی ام سلمہ بنت امیہ اور عثمان بن مظعون اور عامر بن ربیعہ اور ان کی بیوی لیلیٰ بنت ابی جیثمہ اور حاطب بن عمرو اور سہیل بن بیضا۔ یہ سب آدمے دینار کرائے پر ایک کشتی لے کر نبوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پانچویں سال بعد رجب کے مہینہ میں روانہ ہوئے تھے۔ ان کے بعد حضرت جعفر بن ابی طالب تشریف لے گئے۔ اس کے بعد اور بہت مسلمانوں نے وہیں ہجرت فرمائی اور حبشہ میں علاوہ بچوں اور عورتوں کے، بیاسی (۸۲) مسلمان مہاجر جمع ہو گئے۔

قریش مکہ کا وفد نجاشی کے دربار میں:

جب اس امر کی قریش کو خبر لگی، قریش نے عمرو بن عاص کو دوسرے مشرکوں کے ساتھ بہت سے تحفے دے کر شاہ حبش نجاشی اور ان کے عاملوں کی طرف روانہ کیا تاکہ شاہ حبش ان سب مسلمانوں کو اپنی سلطنت سے نکال دے۔ عمرو بن عاص نے اپنی جماعت کے ساتھ حضرت نجاشی شاہ حبش کے سامنے یہ درخواست پیش کی کہ ہم میں ایک شخص ایسے پیدا ہوئے ہیں کہ جو نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں اور ہم تمام عقائد قریش کو بے وقوف جانتے ہیں اور انہوں نے اپنی ایک پوری جماعت کو آپ کے ملک میں اس غرض سے بھیجا ہے کہ آپ کے ملک میں بھی فتنے اور فساد پیدا ہو جائیں، لہذا ہم بطریق خیر خواہی کے اس امر کی اطلاع دینے کو آپ

کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں تاکہ آپ کے یہاں فتنہ و فساد نہ پھیلے۔ یہ سن کر بادشاہ نے تمام مسلمانوں کو اپنے دربار میں بلایا۔ جب تمام مسلمان دروازے شاہی پر پہنچے، پاؤں بلند پکارے کہ کیا ہم اولیاء اللہ کو دربار میں حاضر ہونے کی اجازت ہے۔ بادشاہ نے اجازت دی اور کہا، 'مرحبایا اولیاء اللہ۔' جب سب مسلمان داخل دربار ہوئے، سب نے بادشاہ کو سلام کیا۔ مشرکوں نے ان کے طریق سلام پر اعتراض کیا اور بادشاہ سے کہا کہ ان کا آپ کے طریقے پر آپ کو سلام نہ کرنا ہمارے قول کی تصدیق ہے کہ یہ نیا طریقہ پھیلانے کو اور فساد ڈالنے کو یہاں بھی آئے ہیں۔ جب اس امر کی باز پرس مسلمانوں سے کی گئی، مسلمانوں نے جواب دیا کہ ہم نے آپ کو اس طریق پر سلام کیا ہے، جس طریق پر اہل جنت آپس میں سلام کریں گے اور جس طریق پر فرشتے آپس میں سلام کرتے ہیں۔

یہ سن کر بادشاہ نے کہا کہ تمہارے پیغمبر عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ علیہا السلام کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔ حضرت جعفر بن ابی طالب نے فرمایا کہ وہ ان کو اللہ کا بندہ اور اللہ کا سچا رسول جانتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ وہ ایک کلمہ اور روح ہیں، جن کو اللہ نے حضرت مریم علیٰ نبینا و علیہا السلام کے اندر پھونکا۔ اس حالت میں کہ وہ کنواری تھیں اور ختنہ کی ہوئیں۔ یہ سن کر بادشاہ نے ایک چھوٹی سی لکڑی زمین سے اٹھا کر کہا، 'خدا کی قسم تمہارے پیغمبر کی اس بات میں عیسیٰ علیہ السلام کی فرمائی ہوئی بات سے اس لکڑی کے برابر بھی فرق نہیں۔ یہ سن کر مشرکوں کے منہ کالے ہو گئے اور بادشاہ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ اس کلام الہی سے، جو تمہارے پیغمبر پر نازل ہوتا ہے، کچھ تمہیں یاد ہے۔ اگر یاد ہو تو پڑھو۔ یہ سن کر حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے سورۃ مریم کا پڑھنا شروع کیا اور بت نصاریٰ کے عالم اور درویش اور عام نصرانی بیٹھے ہوئے تھے، رونے لگے اور اللہ کا کلام ان کے دلوں پر اپنا کامل اثر کر گیا۔ انہیں کے متعلق یہ آیات کریمہ جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم پر مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں۔

و لتجدن اقربہم مودہ للذین امنوا الذین قالوا اننا نصاری
ذلک بان منهم قسسیین و رہباننا وانہم لا یستکبرون ○ و اذا
سمعوا ما انزل الی الرسول تری اعیینہم تفیض من الدمع مما
عرفوا من الحق یقولون ربنا امنا فاکتسبنا مع الشاہدین ○ و ما
لنا لا نؤمن باللہ و ما جاءنا من الحق و نطمع ان یدخلنا ربنا

تحتها الانهار خالدین فیها وذلك جزاء المحسنين ۝
 والذین کفروا و کذبوا بآیاتنا و لکنک اصحاب الجحیم ۝
 ”اور البتہ پاؤں کے تم نزدیک زیادہ ایمان والوں سے دوستی میں ان کو جو اپنے آپ کو نصاریٰ کہتے
 ہیں اس واسطے کہ بعض اس میں سے عالم اور درویش ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے اور جب وہ سنتے
 ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیے ہوئے کلام کو دیکھتے ہو تم آنکھوں سے ان کے آنسو
 بہتے ہوئے بوجہ پہچان لینے کے حق کو کہتے ہیں وہ اے رب ہمارے ایمان لائے ہم لکھ دے تو ہم کو
 گواہوں سے اور کیا ہے واسطے ہمارے کہ ہم اللہ پر اور حق پر ایمان نہ لائیں حالانکہ نیکوں کے
 ساتھ اپنے رب سے جنت میں داخل ہونے کے طامع ہیں لہذا ان کو بیش رہنے کے لیے اللہ نے وہ
 جنتیں عطا کیں جن کے نیچے سے نہریں جاری ہیں اور یہ بدلہ ہے نیکوں کا اور جنہوں نے کفر کیا اور
 ہماری آیات کو جھٹلایا یہی لوگ ہیں جہنمی۔“

اور سورہ مریم سن کر گریہ و زاری سے فرصت پا کر بادشاہ نے حضرت جعفر اور ان کے اصحاب کو
 اپنے ملک میں آرام سے رہنے کی اجازت دی اور عمرو بن عاص مع اپنی جماعت کے ناکامیاب واپس مکہ
 مکرہ آگئے اور مہاجر مسلمان آرام سے شاہ نجاشی کے پاس اس وقت تک مقیم رہے جب تک آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں رونق افروز رہے پھر جب آپ ہجرت فرما کر رونق افروز مدینہ طیبہ ہوئے
 اور آپ کے دشمن مقبور تمام مسلمان حبشہ سے مدینہ طیبہ آگئے اور ابرہہ نجاشی شاہ حبش نے اپنے بیٹے
 مسی ”ازہمی“ کو ساٹھ آدمیوں کے ساتھ سمندر کے راستہ سے کشتی پر سوار کر کے خدمت اقدس رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ عریضہ دے کر روانہ کیا۔

”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تصدیق قلبی کے ساتھ اقرار کرتا ہوں کہ بلاشبہ آپ اللہ کے رسول
 برگزیدہ ہیں اور میں اس تصدیق پر حضور سے بیعت کرتا ہوں۔ اور حضرت جعفر آپ کے چچا زاد بھائی کے ہاتھ پر
 تو پہلے ہی بیعت کر چکا ہوں اور خاصاً خلاصہ اللہ رب العالمین کے واسطے مسلمان ہو چکا ہوں اور اگر حضور ارشاد
 فرمائیں تو میں خود خدمت اقدس میں حاضر ہوں۔“

حضرت ازہمی بتقدیر ایزدی حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر نہ ہو سکے اور وسط سمندر
 میں ان کی کشتی غرق ہو گئی مگر ان سے پہلے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ جو ستر آدمیوں کے ساتھ

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوحیٰ بر فتح یاب ہو کر خیر میں رونق افروز تھے۔

جیشہ کے ستر علماء و رہبر بار رسالت میں:

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے جب جیشہ کے ان ستر آدمیوں کو جو حضرت جعفرؓ کے ساتھ حاضر ہوئے تھے، سورہ یس کو سنایا، یہ سب رونے لگے اور سب مسلمان ہو کر اور حضور پر ایمان لاکر کہنے لگے کہ یہ کلام پاک اس کلام سے 'جو عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا' بہت ہی مشابہ ہے۔ ان ستر آدمیوں میں بائیس جیشہ کے راہب اور عالم تھے اور آٹھ شامی راہب تھے۔ بعض کا قول ہے کہ آیہ کریمہ مذکورہ ولتجدن اقربہم مودہ الایہ انہی کی شان میں نازل ہوئی تھی اور بعض کا قول ہے ان نصاریٰ کی شان میں نازل ہوئی تھی، جن میں قبیلہ بنی حارث بن کعب سے چالیس نجران کے تھے اور بیس جیش کے راہب اور آٹھ رومی شام کے رہنے والے۔

کاتب الحروف ابن نجف غفر اللہ لہما کہتا ہے کہ یہ آیت نازل کسی کی بھی شان میں ہوئی ہو، مصداق تو اس آیہ کے بھی بن سکتے ہیں۔ پھر اگر تاثیر قرآن مجید اور قبولیت قبول کلام اللہ کے متعلق احادیث اور روایات نقل کی جائیں، ایک مستقل بڑی ضخیم کتاب بھی اس کو کافی نہیں ہو سکتی۔ مگر اب ہم ان اقوال علماء نصاریٰ اور منصف مزاج ذی علم پندتوں حال کے نقل کرتے ہیں، جن سے اس درجہ تاثیر اور قبولیت قلوب قرآن مجید ظاہر ہے، جس کی نظیر آج تک کسی دوسری کتاب میں نہیں پائی جاتی۔ یہی ایک کتاب اللہ ہے کہ جس نے اپنے زمانہ کے ابو جہل جیسے ہٹ دھرم معاندوں سے تو، جب ان سے باوجود ہم زبان ہونے اس کلام پاک کے اور بے حد دعویٰ فصاحت و بلاغت کے اس کا مقابلہ نہ ہو سکا، یہ کہلوا ہی دیا تھا کہ:

"ان له لحلاوة وان له لتلاوة وان له ليس من كلام البشر"

بیشک قرآن مجید میں البتہ تلاوت اور روشنی عجیب ہے اور بیشک وہ انسان کا کلام ہرگز نہیں۔

مگر اب بھی فقط اپنے مضامین ہی کی فتویٰ دیکھا کر ان منصف مزاج غیر متعصب علماء نصاریٰ اور ہنوا کو ایذا طرف لبھار ہی ہے اور مختلف پیرایوں میں اپنی حقانیت کی تعریف کر رہی ہے۔

انتخاب لیکچرپادری ایزک ٹیلر

مطبوعہ مطبع اسلامیہ لاہور

۱۷۔۔۔ جو شخص مذہب اسلام قبول کرتا ہے، وہ ہمیشہ کے لیے اسی مذہب کا رہتا ہے اور اس کی گرفت بڑی مستحکم ہوتی ہے۔ عیسائی مذہب کی گرفت ایسی مستحکم نہیں ہے (چند سطر بعد) عیسائی مذہب کا نبرہ سے چڑھا اور بہت ہی بڑھا ہوا ہے، لیکن اسلام نے دنیا کے مذہب بنانے میں عیسائی مذہب سے زیادہ کام کیا۔

مولف - اس کے بعد پادری صاحب اسلام کی وجہ سے، جو اوصاف مسلمان ہو جانے والوں میں پیدا ہو جاتے ہیں، بیان کرتے ہیں۔ ان میں سے دو وصف نقل کیے جاتے ہیں جو نہایت قابل لحاظ اور ایک سچے انصاف کے ساتھ دیکھنے کے قابل ہیں۔

۱۸۔۔۔ ”بے حجابی کے ساتھ ناپنے کو دینے اور علانیہ زنا و مرد کے ہم صحبت ہونے کی عاداتیں چھوٹ جاتی ہیں۔ مسلمان عورات کی عفت کا ایک وصف خاص طور پر خیال رکھتے ہیں (چند سطر بعد) ہم نے لکھو کما اور کروڑ ہا روپیہ اور بے شمار جائیں افریقہ میں تلف کرادیں اور اس کے معاوضہ میں بہت کم ایسی باتیں ہوں گی جن کو ہم پیش کر سکیں تو عیسائیوں کا شمار ہزاروں میں کیا جاسکتا ہے مگر نو مسلموں کا حساب لاکھوں کے ذریعہ سے لگ سکے گا۔ یہ بڑے بڑے مذہب واقعات ہیں جن کا جواب دینا بہت مشکل ہے اور ان سے تھما کر سخت جہالت ہے۔“

۱۹۔۔۔ اسلام میں عملی طور پر اخوت کا برتاؤ ہوتا ہے کہ تمام مسلمان ہر صحبت میں یکساں سمجھے جاتے ہیں۔ یہ اسلام میں ایک ایسی چاشنی ہے جس کو دیکھ کر منہ میں پانی چھوٹنے لگتا ہے۔ ۲۰

۲۱۔۔۔ ہم کہتے ہیں کہ ہم کو یاد رکھنا چاہیے کہ بعض باتوں میں مسلمانوں کا اخلاق ہمارے اخلاق سے بڑھا ہوا ہے۔ خدا کی مرضی پر شاکر رہنا پر ہیز گاری، خیرات، راسخی، باہمی اخوت، ان سب باتوں میں اہل اسلام ایک ایسی نظیر قائم کرتے ہیں جس کی اگر ہم عقیدہ کریں تو ہمارے لیے بہتر ہو۔ اسلام نے شراب خوری، قمار بازی اور زنا کاری، ان تینوں برائیوں کو، جنہوں نے عیسائی ملکوں کو بالکل ذلیل و خوار کر رکھا ہے، ایک قلم ساقف کر دیا۔

انتخاب لیکچر ڈاکٹری ڈبلیو لائبر

(مطبوعہ رحمانی پریس لاہور)

یہ لیکچر ”انگلش“ اخبار میں مورخہ ۲۶ جولائی ۱۸۷۹ء میں چھپا

۳۔۔۔ عیسوی موسوی مذاہب دنیا کے بڑے مذاہب ہیں کہ یہ دونوں مذہب دین اسلام کے زینے ہیں اور جس مذہب کی تعلیم حضرت نے کی، وہ اس کی بلندی کی کامل انتہا ہے۔ ہم بھی اسی تلاش میں سرگرداں رہنے کا دعویٰ کرتے ہیں کہ احکام الہی کی پوری تعمیل کریں۔ خدا کو اپنے روزانہ کاروبار میں ہر وقت حاضر و ناظر سمجھیں تاکہ ہم کو وہ امن حاصل رہے جو فہم و ادراک سے مبرا ہے اور قضائے الہی کے تابع رہیں، لیکن مسلمانوں میں یہ عقیدہ بڑھتے بڑھتے ان کی مذہبی عمارت کا وہ پتھر بن گیا جو ٹھوکر کھانے والے کوٹنے پر نکلا رہتا ہے۔ (چند سطر بعد) اپنے عیسوی اور موسوی مذاہب کی پوری واقفیت سے کہہ سکتا ہوں کہ حضرت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے اپنے مذہب کی بنیاد صرف دوسرے مذہبوں کی نقل کرنے یا ان کے عمدہ مسائل جن لینے ہی پر نہیں قائم کی بلکہ اگر خداوند کریم کے پاس سے الہام آنا برحق ہے تو آپ کا مذہب الہامی بھی ضرور تھا۔ میں نہایت ادب سے اس بات کا دعویٰ کرتا ہوں کہ اگر نفس کشی، کاروبار میں راست بازی، اپنی تبلیغ پر پکا بھروسہ، زمانے کی قباحتوں میں حیرت انگیز عبور، ان کے دفع کرنے کے واسطے اچھے ذریعے حاصل کرنا اور ان کا عمدہ طور پر کام میں لانا الہام کے ظاہر آثار ہوں تو حضرت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا مشن بیشک الہامی تھا۔

۴۔۔۔ آپ کے اس خیال نے کہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے مذہب کی برکتیں میری ہی قوم تک محدود نہ رہیں بلکہ دنیا بھر میں پھیل جائیں، کروڑوں بنی نوع انسان کو مذہب اور شائستہ بنادیا۔ اگر آپ اس ہمدردی کو دخل نہ دیتے تو یہ سب لوگ وحشی کے وحشی ہی رہ جاتے اور ان میں وہ اخوت قائم نہ ہوتی جو اسلام نے نظری اور عملی طور پر کر کے دکھادی۔

۵۔۔۔ ”ظاہراً مسلمانوں کی مقدس کتابوں میں نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کی پابندیوں کے واسطے ضروری ہدایات موجود ہیں۔ چونکہ وضو نماز سے قبل کی جاتی ہے، اس لیے اس مسئلہ صفائی پر کہ“

صفائی خدا شناسی کا آسان ذریعہ ہے، مسلمان عملی طور پر پابند ہیں۔

۶۔۔۔ زکوٰۃ دینے والے کو اس غرض سے کہ خدا کے نزدیک بھی وہ مقبول ہو جائے یہ

ثبوت دینا ضروری ہے کہ وہ رقم اس کے قبضہ میں بطریق جائز آتی ہے۔

۷۔۔۔ ”شراب“ خنزیر“ غیر ذبیحہ گوشت کی ممانعت اور ان اشیاء کے جدا کر دینے کے احکام“

جن کا وہ جانا باعث نقصان ہے، مسلمانوں پر تکلیف دہی کی غرض سے نافذ نہیں کیے گئے ہیں بلکہ جسمانی و روحانی فائدہ رسائی کے لیے جاری ہوئے ہیں۔

۸۔۔۔ جماعت اسلامی کا خاموش سکوت اور قاعدے سے نماز کے مختلف ارکان ادا کرنا

دلوں کو عبادت الہی کا جو سماں دکھاتا ہے، اس سے بڑھ کر کوئی دوسرا ذریعہ نہیں۔ انگریز لکیر کے فقیر بننے پر معترض ہوتے ہیں لیکن اکثر منشاء اصول چھوڑ کر وہ خود رسم و رواج کی پرستش کرنے لگتے ہیں۔ فی الحقیقت انگریزوں کی چھان بین صد باخراہیوں کی جز ہے (اور اسی صفحے پر) ہم نہیں سمجھ سکتے کہ قوانین ہدایت عامہ کے واسطے موضوع ہوئے ہیں اور ان کی عبارت ہم پر حاوی نہیں ہے بلکہ ہم اس پر حاوی ہیں کیونکہ جو معنی چاہتے ہیں، بنا لیتے ہیں جو بمقابلہ اصل عبارت کے زیادہ تر قابل لحاظ ہوتے ہیں۔ ہماری برائے نام خیرات ہمارا مغلط مذہب اور ہمارے ملک قوائد مشرقی جیتے جاگتے شاعرانہ اور خیالی اعتقادات سے جن کو ہم نے اختیار کر لیا ہے، بالکل برعکس ہیں۔ اگر محمدی اصول پر مغربی سوسائٹی کی بنیاد قائم کی جائے تو یورپ سے سوشلسٹ اور نسل فرقوق کا نام مفقود ہو جائے کیونکہ بخلاف ہماری تہذیب کے اسلام نے قناعت کے برعکس تعلیم نہیں دی۔

۹۔۔۔ ہندو اور عیسائیوں کی شادیوں کا طریقہ اصطلاحی ہونے کی وجہ سے نکاح کا تقدس اس

قدر معلوم نہیں ہوتا جتنا کہ مسلمانوں کے یہاں معلوم ہوتا ہے۔

۱۰۔۔۔ مجھے اس امر کے اظہار میں کچھ بھی پس و پیش نہیں ہے کہ اہل اسلام اپنے خاندان

پر مہربانی اور علمائے دین کی عزت، بزرگوں کی تعظیم، مسافروں کی ہمدردی اور بے زبان مویشی پر رحم کرنے میں عیسائیوں کے واسطے نمونہ ہیں۔

۱۱۔۔۔ خوش قسمتی سے ہم کوئی کہانی نہیں لکھتے، بلکہ تاریخ کی رو سے ایسے شخص کے حالات

قلبند کر رہے ہیں، جس کا ہر قول فعل حدیث (مجموعہ روایات) میں موجود ہے، جو قرآن (مجید) کے بعد مسلمانوں کا ہدایت نامہ ہے۔ ان احادیث کی صحت کا، کلام تحقیقات کا، جائزہ اور اگر نہ ثابت ہو تو

۲۷۵
کہ فلاں حدیث آپ کے کسی خاص صحابی کی زبانی سنی تو وہ مجموعہ احادیث سے خارج کر دی جاتی ہے اور پھر یہ بحث ہوتی ہے کہ محدثین نے اس کو کہاں سے پایا۔ ہمارے خداوند یسوع مسیح کے قول و فعل کی تحقیقات کے واسطے اس طرح کا کوئی طریقہ مقرر نہیں ہے۔

۱۳۔۔۔ اسلامی ملکوں میں نہ تو بیوروں، قمار خانے اور کبھیوں کے چکلے ہوتے ہیں اور نہ وہاں طوائفوں کے ایکٹ جاری کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ ان کے روزمرہ کی انگٹگو اکثر یورپین سے زیادہ منڈب ہوتی ہے۔ ۱۶

انتخاب منقولات کتاب ”روائز ذی فہمہ آف اسلام“ مصنفیہ ڈبلیو۔ ایچ

مستر عبد اللہ کو یلیم مطبوعہ مطبع اسلام آگرہ

(قول دیوڈار کو ہارٹ) مذہب اسلام میں نہ تو نئے نئے قواعد اختراع ہوتے ہیں اور نہ اس میں نیا المام ہوتا ہے اور نہ کوئی نیا حکم ہوتا ہے اور نہ کوئی امامت ہوتی ہے۔ اس میں ایک مجموعہ قوانین واسطے اپنائے جنس اور ریاست کے ہے، جس کے عملدرآمد بہ پابندی مذہب ہوتا ہے۔“

۱۵ و ۱۶۔۔۔ (قول جوزف تاسمن سیاح افریقہ از اخبار ایڈنبرا) مجھے مقابلہ آپ کے اور نامہ نگاروں کے مشرقی وسطی افریقہ کا زیادہ تجربہ ہے۔ میں دلیرانہ بیان کرتا ہوں کہ اس حصہ میں بردہ فروشی اس وجہ سے مروج ہے کہ وہاں دین اسلام کی تلقین نہیں کی گئی۔ اگر دین اسلام وہاں ہوتا تو یہ رسم بھی وہاں مسدود ہو جاتی۔“

۳۳۔۔۔ (جون ڈیون پورٹ) بقول کتاب ”محمد ایڈ قرآن“ (سے) تو ارسن شیخ نے دیکھتے تھے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وہ نیکیاں ظاہر ہوتی ہیں کہ بمقابلہ جن کے مرہبی پریڈ و فریڈرک شلیگل وغیرہ کی متعصبانہ تحریر کچھ بھی وقت نہیں رکھتی۔

۴۶۔۔۔ (ٹامس ہارنل) ”جب تم ایک دامنہ اچھی طرح سے قرآن کو پڑھو او گے تو اسلی صورت اس کی خود بخود تم کو نظر آنے لگے گی اور یہ خوبی اس میں ایسی ہے کہ عالمانہ تصانیف میں نہیں آسکتی۔ جو کتاب دل سے نکلی ہوگی، وہی دلوں میں سرایت کرے گی۔ اس کے آگے معتقدین کے تمام صنائع

بدائع صحیح ہیں۔ اصلی خوبی قرآن کی اس کاجوں کاتوں ہونا ہے۔ جیسی یہ کتاب صاحب کتاب کے منہ سے نکلی تھی، وہی ہے۔ قرآن کے تمام مطالب بلا تصنع ہیں۔ اس کو میں کتاب کی خوبی جانتا ہوں اور صرف یہی خوبی کتاب کے لیے کافی ہے اور اسی ایک خوبی سے سب قسم کی خوبیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔

۷۔۔۔ (سرولیم میور) اس احکم الحاکمین یعنی ذات باری کے وجود ثابت کرنے کے لیے اور انسان کو مطیع اور شکر گزار بنانے کو اس کی بادشاہت کا دعویٰ قائم کرنے کی غرض سے قرآن میں دلائل بھرے پڑے ہیں جن کو اس کی شان رزاقی اور قدرت سے مستخرج کیا ہے۔ آنے والی دنیا میں برائی اور بھلائی کا عوض ملے گا اور نیکی کرنے اور بدی سے بچنے کی ضرورت اور مخلوق کی خوشی اور فرض یہی ہے کہ خالق کی اطاعت اور پرستش کرنے اور اس قسم کے اور مضامین قرآن میں خوبصورتی اور زور شور سے بیان ہوئے ہیں اور اس کی زبان میں حقیقی شاعری بکثرت ہے۔ اسی طرح سے روز حشر کا عقل کے موافق ہونا بہت سے قوی خیالات کے ذریعہ سے سکھایا گیا ہے اور خاص کر کے اس تشبیہ کے ساتھ جنوبی ممالک میں محض دل پر نقش ہو جاتی ہے۔ یعنی کہا گیا ہے کہ دلیجو ہم نے اس زمین کو جو مدت سے خشک اور مرہ تھی، یکایک آسمان سے دھواں دار مینہ برسا کر کس طرح زندہ کر دیا ہے۔ پھر ہم کو آدمی کا مار کر جلا نکالیا مشکل ہے۔

ایضاً۔۔۔ (قول گمن مورخ) ”بحر اعلا ملک سے دریائے گنگا تک قرآنی قانون کی اصل مانا گیا ہے۔ صرف مذہب کا ہی نہیں بلکہ دیوانی اور فوجداری مقدمات بھی اسی سے فیصلہ ہوتے ہیں اور انسان کے افعال اور مال کے معاملات خدا کی غیر مبدل منظوری سے انتظام پاتے ہیں۔

(اینڈ منڈ برک) ”مسلمانی قانون نے بادشاہ سے لے کر فقیر تک سب کو اپنے قبضے میں کر لیا ہے۔ ایسا عقل مندانہ، عالمانہ، روشن ضمیر، انتظامی قانون آج تک دنیا میں پیدا نہیں ہوا۔“

۵۶۔۔۔ (جیمس منٹگمری) ”نماز روح کی حقیقی خواہش ہے چاہے وہ بیکار کر پڑھی جائے یا آہستہ آہستہ نماز ایک پوشیدہ آگ کی حرکت ہے جو دل میں بھڑکتی رہتی ہے۔ نماز ایک وزنی آواز اور ایک گرتا ہوا آنسو اور آنکھ اٹھا کر آسمان کے خدا کی طرف دیکھنا ہے، جس وقت کہ کوئی اس پاس نہیں ہوتا۔ نماز ایک سیدھی سادی معصوم بچوں کی سی گنتگو دیتی ہے اور وہ اعلیٰ درجہ کی مناجات ہے جو سیدھی آسمان پر خدا کے ذوالجلال کے پاس پہنچ جاتی ہے۔ نماز ایک پشیمان گنہگار کی آواز ہے، جسے اس کی ہر اداسے پیدا ہونا چاہیے۔ اس وقت فرشتہ خوش ہو کر خدا کی درگاہ میں عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے مالک، کیجیہ وہ

نماز پڑھ رہا ہے۔ نماز مسلمانوں کی روح رواں ہے۔ نماز مسلمانوں کے لیے وطن کی ہوا ہے۔ ان کے مرنے کے بعد بشت کی کتھی ہے۔ وہ اسی سے بشت میں داخل ہو جاتے ہیں۔

۵۹۔۔۔ (لین) مسلمانوں کی جماعت کی نماز میں حد سے زیادہ سنجیدگی اور تہذیب برقی جاتی ہے۔ وہ نماز میں کوئی ناشائستہ حرکت یا بد تہذیبی کی بات نہیں کرتے اور بالکل اپنے خالق کی عبادت میں محو معلوم ہوتے ہیں۔ ان کے چہرے سے ریاکاری یا جبر نہیں معلوم ہوتا۔

۶۰۔۔۔ (باسور تھ اسمتھ) خدا کی قدرت سے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تین باتیں جمع ہیں۔ آپ ایک قوم اور ایک سلطنت اور ایک مذہب کے بانی ہیں، جس کی نظیر تاریخ میں کہیں ملتی ہی نہیں۔ آپ خود ناخواندہ تھے، نہ پڑھ سکتے تھے، نہ لکھ سکتے تھے۔ اس پر بھی آپ کی کتاب میں شاعری اور مجموعہ قوانین اور عام نماز اور مسائل مذہبی سب موجود ہیں اور روئے زمین کے انسانوں کا چھنا حصہ اسے پاکیزگی عبارت اور عقل مندی اور سچائی کا ایک معجزہ مانتا ہے۔ (دو فقرے بعد) اور واقع میں معجزہ ہی ہے۔

ایضاً۔۔۔ ("ایسٹرن چرچ" مصنفہ ڈین ایشیٹی، ص ۲۷۹) بلاشبہ قرآن کے احکامات کا بہت

گہرا نقش دل پر ہوتا ہے۔ ایسا بائبل کا عیسائیوں کے دلوں پر نہیں ہوتا۔

۶۵۔۔۔ (کارلائل) علاوہ سب باتوں کے، میں آنحضرت (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو اس لیے پسند کرتا ہوں کہ آپ بازاری اور بے ہودہ گفتگو سے بالکل بری ہیں اور نہیں چاہتے کہ اپنی حیثیت سے اپنے کو بدھا کر دکھلائیں (یعنی اپنے آپ کو خدا اکھلائیں) آپ سیدھے سادے، بے ساختہ اور اپنی مدد آپ کرنے والے باشندے عرب کے ویرانے کے ہیں۔ نہ تو آپ میں دکھاوٹ کے لیے غور تھا، نہ حد سے زیادہ انکسار۔ ہر موقع پر جیسی ضرورت ہوتی تھی ویسے ہی آپ ہو جاتے تھے۔ اپنے پیوند لگے ہوئے جوت اور بے میں صاف صاف ویسی ہی باتیں کرنے لگتے تھے جیسی شاہان فارس یا سلاطین یونان کرتے ہیں اور جو کچھ آپ فرماتے تھے، وہ بادشاہوں کو ماننا پڑتا تھا۔

۶۶۔۔۔ (مدح اسلام میں) اس کے اصول عمدہ ہیں جن میں اعلیٰ درجہ کی روحانیت ہے۔

بارہ سو برس سے وہ پانچویں حصہ دنیا کا مذہب اور عزیز رہنما ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ ایسا مذہب ہے جو نہ دل سے مانا جاتا ہے۔ عرب اپنے مذہب کو مانتے اور اس پر زندہ رہنا چاہتے ہیں۔ قدیم سے کوئی عیسائی بلکہ شاہد حال کے انگلستانی پورٹن بھی اس طور سے اپنے مذہب پر قائم نہیں ہیں جیسے مسلمان

کرتے ہیں۔ آج کی رات بھی قاہرہ کی سڑکوں کا چوکیدار جب کتا ہے، کون جاتا ہے تو اپنے سوال کے جواب کے ساتھ مسافر سے لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر سنتا ہے۔ اسلام ان کروڑوں کالے آدمیوں کی روح اور روزمرہ میں سایا ہوا ہے۔

۶۶۔۔۔ (ڈاکٹر مارکس ڈوڈس) دو اعلیٰ درجہ کی خوبیاں مسلمانوں میں بہ نسبت عیسائیوں کے زیادہ عیاں ہیں۔ انہیں اپنے خدا کے اقرار میں ذرا تامل و خوف نہیں ہوتا اور یہ بڑا مسئلہ ان کے عمل میں ہے کہ خدا کی عبادت مندروں (مسجدوں) یا کسی خاص جگہ کے ساتھ مقید نہیں ہے۔ بڑی عزت ہے ان نماز پڑھنے والے آدمیوں کی، جن کی مسجد انہیں کے ساتھ ہر جگہ رہتی ہے۔ جو شادیوں کے وحیائے شور میں، جنگ کے نہایت شدید انتظام میں چلتے ہوئے جہاز پر، بھیڑ بھاڑ کے بازار میں، اجنبی ملک میں، چاہے وہ کتنی ہی دور ہو جائے، کتنا ہی مختلف ہو، پہنچ سے ان کے خیالات، ان کے طریقوں اور پوشاک یا گفتگو کے وہ خاموشی سے اپنی جانناز بچھالیں گے اور مکہ کی طرف اپنا عاجز منہ کر لیں گے، گویا تمام دنیا کی طرف سے اندھے ہو گئے ہیں اور ہر آواز کی طرف سے بہرے ہیں، جو دل کو اپناتی ہو، سادی زبان میں خدا کی حمد کرتے ہیں۔ دل سے اس کے حضور میں مناجات کرتے ہیں اور نماز کے وقفوں میں اس طور سے ٹھہرے رہتے ہیں گویا اس کی عظمت میں محو ہیں۔

۶۷۔۔۔ (”ہمارے ہندوستانی مسلمان“ مصنفہ منتر، صفحہ ۱۷۹) اسلام کی عظمتوں میں ایک عظمت یہ بھی ہے کہ اس کے مندر (مسجدیں) ہاتھوں سے بنے ہوئے نہیں ہوتے اور اس کی نماز خدا کی زمین پر اور اس کے آسمان کے نیچے ہر جگہ ہو سکتی ہے۔

انتخاب کتاب ”اسلام انسان کے حق میں رحمت ہے“

(مطبوعہ اسلامیہ پریس لاہور)

۲۔۔۔ (لائف آف محمد) (صلی اللہ علیہ وسلم) مصنفہ سر ولیم مور (عیسائی) ہم بلا تامل اس

بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ اس نے (یعنی مذہب اسلام نے) ہمیشہ کے واسطے اکثر توہمات باطلہ کو، جن کی تاریکی

موقوف ہو گئی اور خدا کی وحدانیت اور غیر محدود کمالات اور ایک خاص اور ہر ایک جگہ احاطہ کی ہوئی قدرت کا مسئلہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دل میں تھا۔ مذہب اسلام میں سب سے پہلی بات جو خاص اسلام کے معنی ہیں، یہ ہے کہ خدا کی مرضی پر توکل مطلق کرنا چاہیے بلحاظ معاشرت کے بھی اسلام میں کچھ کم خوبیاں نہیں ہیں۔ چنانچہ مذہب اسلام میں یہ ہدایت ہے کہ سب مسلمان آپس میں ایک دوسرے سے برادرانہ محبت رکھیں، قبیضوں کے ساتھ نیک سلوک کرنا چاہیے، غلاموں کے ساتھ نہایت شفقت برتنی چاہیے، نشتے کی چیزوں کی ممانعت ہے۔ مذہب اسلام اس بات پر فخر کر سکتا ہے کہ اس میں پرہیزگاری کا ایک ایسا درجہ موجود ہے جو کسی اور مذہب میں نہیں پایا جاتا۔“

۴۔۔۔ ”گین مورخ“ حضرت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی سیرت میں سب سے اخیر جو بات غور کرنے کے لائق ہے، وہ یہ ہے کہ ان کی عظمت و شان لوگوں کی بھلائی اور یہودی کے حق میں مفید ہو یا مضر، جو لوگ کہ آنحضرت (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے سخت دشمن ہیں، وہ بھی اور نہایت متعصب عیسائی اور یہودی بھی باوجود پیغمبر برحق نہ ماننے کے اس بات کو تو ضرور تسلیم کریں گے کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دعویٰ رسالت ایک نہایت مفید مسئلے کی تلقین کے لیے اختیار کیا، گو وہ کہیں کہ صرف ہمارے ہی مذہب کا مسئلہ اس سے اچھا ہے۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) یہودیوں اور عیسائیوں کی کتب ساویہ قدیمہ کی سچائی اور پاکیزگی اور ان کے بانیوں یعنی اگلے پیغمبروں کی نیکیوں اور معجزوں اور ایمانداروں کو مذہب اسلام کی بنیاد خیال کرتے تھے۔ عرب کے بت خدا کے تخت کے روبرو توڑ دیے گئے اور انسان کے خون کے کفارے کو نماز، روزے، خیرات سے بدل دیا جو ایک پسندیدہ اور سیدھے سادے طریقے کی عبادت ہے۔ (دو فقروں کے بعد) آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مسلمانوں میں نیکی اور محبت کی روح ڈال دی۔ آپس میں بھلائی کرنے کی ہدایت کی اور اپنے احکام اور نصیحتوں سے انتقام کی خواہش اور یہوہ عورتوں اور قبیضوں پر ظلم و ستم ہونے کو روک دیا۔ قومیں جو کہ مخالف تھیں، اعتقاد میں فرمانبرداری میں متفق ہو گئیں۔ جاگی جھگڑوں میں جو بہادری بے ہودہ طور سے صرف ہوتی تھی، نہایت مستعدی سے ایک غیر ملک کے دشمن کے مقابلہ پر مائل ہو گئی۔

۵۔۔۔ ”اپالوجی فار دی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اینڈ قرآن“ مصنفہ جان ڈیون پورٹ

اس بات کا خیال کرنا، جیسا کہ، حضوں نے کیا ہے، بہت بڑی غلطی ہے کہ قرآن (مجید) میں جس عقیدے کی

ہیں، وہ سب بلا تامل اس بات کو تسلیم کریں گے کہ حضرت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا دین مشرقی دنیا کے لیے ایک حقیقی برکت تھا۔ (دوسطربعد) پس ایسے اعلیٰ ویلے کی نسبت، جس کو قدرت نے بنی نوع انسان کے خیالات اور مسائل پر مدت دراز تک اثر ڈالنے کو پیدا کیا ہے، گستاخانہ پیش آنا اور جاہلانہ مذمت کرنا کیسی لغو اور بے ہودہ بات ہے۔ جب ان معاملات پر خواہ اس مذہب کے بانی کے لحاظ سے، خواہ اس مذہب کے عجیب و غریب عروج اور ترقی کے لحاظ سے نظر کی جائے تو، بجز اس کے اور کچھ چارہ نہیں ہے کہ اس پر نہایت دل سے توجہ کی جائے۔ اس امر میں بھی کچھ شبہ نہیں ہو سکتا کہ جن لوگوں نے مذہب اسلام اور مذہب عیسائی کی خوبیوں کو بمقابلہ ایک دوسرے کے تحقیق کی ہے اور ان پر غور کیا ہے، ان میں سے بہت سی کم ایسے ہیں جو اس تحقیقات میں اکثر اوقات متردد اور صرف اس بات کے تسلیم کرنے پر مجبور ہوئے ہوں کہ مذہب اسلام کے احکام بہت ہی عمدہ اور مفید مقاصد ہیں۔ بلکہ اس بات کا اعتقاد کرنے پر مجبور ہوئے ہیں کہ آخر کار مذہب اسلام سے انسان کو فائدہ کثیر پیدا ہوگا۔

۱۱۱۰۔۔۔ (ٹامس کارلائل مصنف ”پیکرز ان ہیروز“) اسلام کا عرب کی قوم کے حق میں آنا گویا تاریکی میں روشنی کا آنا تھا۔ عرب کا ملک پہلے ہی پہل اس کے ذریعہ سے زندہ ہوا۔ اہل عرب گلد بانوں کی ایک غریب قوم تھے اور جب سے دنیا بنی تھی، عرب کے چنیل میدانوں میں بھرا کرتے تھے اور کسی شخص کو ان کا کچھ خیال بھی نہ تھا۔ اس قوم میں ایک اولوالعزم پیغمبر ایسے کلام کے ساتھ، جس پر وہ یقین کرتے تھے، بھیجا گیا۔ اب دیکھو کہ جس چیز سے کوئی واقف نہ تھا، وہ تمام دنیا میں مشہور ہو گئی اور چھوٹی چیز نہایت ہی بڑی چیز بن گئی۔ اس کے بعد ایک صدی کے اندر عرب ایک طرف غرناطہ اور ایک طرف دہلی تک چھا گئے۔ عرب کی بادری اور عظمت کی تجلی اور عقل کی روشنی زمانہ ہائے دراز تک دنیا کے ایک بڑے حصے پر چمکتی رہی۔ (دوسطربعد) یہی عرب اور یہی حضرت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اور یہی ایک صدی کا زمانہ گویا ایک چنگاری ایسے ملک میں پڑی، جو ظلمت میں کسپرس ایک ریگستان تھا۔ گرد دیکھو کہ یہ ریگستان زور شور سے اڑ جانے والی بارود نے نیلے آسمان تک اٹھتے ہوئے شعلوں سے، دہلی سے غرناطہ تک روشن کر دیا۔

انتخاب کتاب ”موید الاسلام“ مصنفہ جون ڈیون پورٹ

مطبوعہ مطبعہ بدر الدجی دہلی

۱۔ اس کتاب کی تصنیف سے میری غرض یہ ہے کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وقائع عمری پر جو جھوٹے الزامات اور بے انصافانہ بہتان ہوئے ہیں، ان کو رفع کروں اور یہ ثابت کروں کہ آپ فی الحقیقت خلق اللہ کے بڑے مربی اور نفع رساں تھے۔ وہ مصنف جنہوں نے تعصب مذہبی کے سبب سے اس محی عبادت واحد مطلق کے شرے پر داغ لگایا ہے، انہوں نے یہ خیال ظاہر نہیں کیا کہ ہم نامصنف اور اس عدل سے خالی ہیں، جس کے اتباع کے واسطے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس قدر شہود سے تائید فرمائی ہے، بلکہ انہوں نے اپنی رائے میں بھی غلطی کی ہے کیونکہ ادنیٰ فکر میں ان کو یقین ہو جاتا کہ یہ عیسائیوں اور اس زمانے کے عقلا کا طریقہ نہیں ہے کہ نبی اور اس کے مقولوں پر نکتہ چینی کریں۔ (ایک فقرے کے بعد) یا بہ تبیل الفاظ ہم اس مطلب کو اس طرح بیان کر سکتے ہیں کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ایک شارع مذہب اور مقنن ملت خیال کرنا چاہیے۔

۸۔ جب ہم اس بات کا خیال کریں کہ آپ کی پیدائش سے پہلے اہل عرب کا کیا حال تھا اور وہ آپ کے بعد کیسے ہو گئے اور علاوہ اس کے اس بات پر بھی غور کریں کہ آپ کے مسکوں نے کروڑہا آدمیوں کے دل میں کیسی گرمی پیدا کی اور قائم رکھی تو اس صورت میں ایسے بڑے آدمی کی صفت اور شانہ کرنا بہت بڑی بے انصافی ہوگی۔

ایضاً۔۔۔ اس میں کچھ شبہ نہیں کہ تمام مقنن اور فسخ کرنے والوں میں ایک کا بھی نام اس طرح نہیں لیا جاسکتا جس کے وقائع عمری آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وقائع عمری سے زیادہ تر مفصل اور صداقت سے لکھے گئے ہوں۔

۱۵۔ آپ شام کے جنگل میں ایک عبادت خانہ کے قریب پہنچے۔ ان میں سب سے بڑے پادری نے حضرت ﷺ کو بغور دیکھ کر ابوطالب کو ایک گوشہ میں لے جا کر کہا ”اپنے بھتیجے سے خبردار رہنا اور ان کو یہودیوں کی شرارت سے بچانا کیونکہ یہ یقینی ایک بڑے مطلب کے واسطے پیدا ہوئے ہیں۔ بعض

۱۷۔۔۔ آپ کا دل آویز تبسم، عمدہ اور رسیلی آواز، آزادی اور صاف دلی سے بات کرنا، ہر ایک آدمی کو، جس سے آپ خطاب کرتے، متوجہ کر لیتے تھے۔ آپ میں فرشتوں کی صفات تھیں۔ آپ کی نصیحت جلد موثر ہوتی تھی۔ حافظہ خوب تھا۔ خیال بلند پرواز اور دلیرانہ تھا۔ رائے صائب تھی۔ طبیعت دلیر تھی اور آپ کی صاف دلی اور یقین کی نسبت کسی کی رائے کچھ ہی کیوں نہ ہو، آپ کا استقلال بیرونی میں اس بڑے مطلب کی، جس کے واسطے آپ پیدا ہوئے تھے، ہر آدمی کی تعریف کو زبردستی اپنی طرف راجع کرنا تھا۔

(از مہم مورخ) آنحضرت (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) حسن میں شہرہ آفاق تھے۔ (دو فقروں کے بعد) لوگ آنحضرت (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی شانہ شکل اور رسیلی آنکھوں اور منہ اور تبسم اور بکھری ہوئی داڑھی اور ایسا چہرہ، جو دل کے ہر ایک جذبہ کی تصویر سمجھ دے اور ایسی حرکت اعتقاد و زبان کا کام دے، تعریف کیا کرتے تھے۔

۱۸۔۔۔ عبد اللہ کے صاحبزادے نہایت عمدہ قوم میں تربیت والے ہوئے۔ انہوں نے نہایت فصیح عربی کا استعمال کیا اور ان کی طلاقت لسانی اور بلاغت کو ان کی عقل مندانہ خاموشی نے نہایت ترقی دی۔

۲۳۔۔۔ یہ بات آپ کی صاف باطنی پر خوب دال ہے کہ سب سے پہلے جو لوگ ایمان لائے، وہ آپ کے دوست اور اہل خاندان تھے، جو آپ کی عنایت سے خوب واقف تھے۔ (حافظ اللہ) آپ..... ہوتے تو یہ لوگ آپ پر ہرگز ایمان نہ لاتے اور ان پر بھی یہ..... ضرور ظاہر ہوتا۔

۳۸۔۔۔ ”آپ میں چار صفیں مجتمع تھیں۔ آپ بادشاہ، سپہ سالار اور قاضی اور واعظ تھے۔

سب کو اس امر پر اتفاق تھا کہ آپ پر خدا کی طرف سے وحی نازل ہوتی ہے اور جیسے آپ کے معتقدین کو آپ سے ارادت اور محبت تھی، ایسی کبھی کسی اور نبی کی امتوں کو اس سے نہیں ہوئی۔ لوگ آپ کی اس قدر عظمت کرتے تھے کہ اگر کوئی چیز آپ کے بدن مبارک سے مس ہو جاتی تو اس کو متبرک خیال کرتے۔ اگرچہ آپ کو شہنشاہ ہونے سے بھی زیادہ اقتدار اور اختیار تھا مگر آپ نہایت سیدھی سادی وضع سے بسر کرتے تھے۔

مولف۔۔۔ بارگاہ رسالت سے سلاطین کے پاس فرامین جاری ہونے کی کیفیت اور فرمان

کرکتے ہیں۔

۳۶۔۔۔ جب آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس بے ادبی کی خبر ہوئی، آپ نے یہ کلمات بہ آواز بلند فرمائے۔ اللہ تعالیٰ خسرو کی سلطنت اسی طرح پارہ پارہ کر دے گا اور اس کی دعاؤں کو نامقبول فرمائے گا۔ تھوڑے عرصہ بعد خسرو کو اس کے بیٹے سرینز (شیرویہ) نامی نے قتل کر ڈالا۔ بدہم (بازان) مع اپنی رعیت کے مسلمان ہو گیا۔ (چند سطر بعد) آنحضرت (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی کامیابی کی یہ دلیل ہے کہ آنحضرت (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں صرف نیکو خصال اور زور شمشیر ہی مجتمع نہ ہوا تھا بلکہ آپ کے کام میں بھی بہت اثر تھا۔ آپ کی ہر ایک بات امام شدہ معلوم ہوتی تھی اور اہل عرب کے دل پر بڑا اثر پیدا کرتی تھی اور چونکہ زبان زد خواص و عوام ہوتی تھی، لہذا دور دور پہنچ جاتی تھی۔ وہ کتاب جو آنحضرت (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے ان مشرقی لوگوں پر ظاہر کی، وہ بھی بڑے بڑے عمدہ اقراروں سے پڑ ہے۔ اس میں فرمانبرداری کم درکار ہے اور اس کا صلہ بڑا ہے اور اس کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خدائے تعالیٰ بڑا حاکم ہے اور ہر چیز کا خالق ہے۔

۵۹ و ۶۰۔۔۔ (نامس کارلائل) اس صحرائشین شخص میں صرف سیرچشی اور صاف باطنی اور بلند نظری ہی نہ تھی بلکہ اور بات بھی تھی۔ آپ نہایت سنجیدہ تھے اور ان میں سے تھے جن کا شعار متانت ہے اور جن کو خدائے تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے صاف باطن خلق کیا ہے اور لوگوں کا قاعدہ ہے کہ وہ قواعد قدیم اور روایات پر عمل کرتے ہیں مگر آپ صرف حق پر عمل درآمد کرتے تھے۔ مخلوقات کا راز آپ پر خوب افشا تھا اور آپ اس کے خوفوں اور شان و شوکت سے خوب واقف تھے۔ روایات قدیمہ کی اصل حقیقت اس بات کو آپ سے مخفی نہ کر سکتی تھی، اس طرح کی صاف باطنی فی الحقیقت خدا ہی کی طرف ہے محمول ہو سکتی ہے۔ ایسے آدمی کی آواز براہ راست خدا ہی کی آواز ہے۔ آدمی کو بغیر اس کی تعمیل کیے بن نہیں آتی اور تمام چیزیں اس کے مقابل بے اصل ہیں۔ قدیم سے آنحضرت (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے دل میں ہر سفر میں اور ہر جگہ ہزار باخیالات رہتے تھے۔ آپ سوال کیا کرتے تھے کہ میں کیا ہوں اور یہ بے انتہا چیز جسے لوگ دنیا کہتے ہیں اور جس میں رہتا ہوں کیا ہے۔ زندگی کیا ہے اور موت کیا ہے۔ مجھ سے کس بات کا یقین کرنا چاہیے اور کیا کرنا چاہیے۔ جبل حرا اور جبل سینا کے خوفناک نیلے اور صحرا کی تہائی اور ریت نے اس سوال کا جواب نہ دیا اور آسمان نے بھی، مع اسے ثواب و سارما کے گرواں کرتا ہے، اس

میں تھا، جواب دینا پڑا۔

۶۸۔۔۔ اور یہ مقولہ بہت ٹھیک ہے کہ قرآن شریف ایسی کتاب ہے جس کے اشکال عبارت سے پڑھنے والا پہلے گھبرا جاتا ہے۔ بعد ازاں اس کے محاسن دیکھ کر رجوع کرتا ہے اور آخر فریفتہ ہو جاتا ہے۔

۷۲۔۔۔ ایسے بھی متقی مسلمان ہوئے ہیں جنہوں نے اپنی زندگی میں ستر ہزار مرتبہ قرآن کو تمام و کمال پڑھا ہے۔

۷۳ و ۷۴۔۔۔ قرآن شریف مسلمانوں کا مجموعہ قوانین عامہ ہے۔ اس میں قوانین مذہبی اور سلوک باہمی اور فوجداری اور دیوانی اور تجارتی اور فوجی اور ملکی اور سزا دی سب موجود ہے اور مذہبی رسوں سے لے کر معاملات دنیوی تک ہر ایک چیز کا مفصل بیان ہے اور قرآن نجات روح ہے اور صحت جسمانی اور حقوق عامہ اور حقوق شخصی اور نفع رسانی خلافت اور نیکی اور بدی اور سزائے دینی اور دنیوی سب چیز پر حاوی ہے، لہذا قرآن شریف اصل میں انجیل سے بااُکل مختلف ہے، جس میں کہ کون صاحب کی رائے کے موافق مسائل مذہبی نہیں ہیں بلکہ عمدہ عمدہ حکایات اور تذکرے اور ایسی باتیں کہ جس سے خدا کی یاد اور تہذیب نفسی ہو، موجود ہیں مگر ان حکایات میں کچھ ربط ظاہری نہیں معلوم ہوتا۔ قرآن شریف اور کتب آسمانی کی مانند صرف امور مذہبی اور عبادت ہی پر حاوی نہیں بلکہ اس میں نظم و نسق ملکی کا بھی بیان ہے۔ اسی بنیاد پر سلطنتیں قائم ہیں، اسی میں سے ہر ایک قانون ملکی اخذ کیا جاتا ہے اور اس کے موافق ہر ایک تکرار مالی و ملکی فیصل ہوتی ہے۔ آنحضرت (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے اس واسطے کوئی ایسا قانون نہ نکالا جس کے ذریعہ سے علمائے امت کو عوام پر بہت اقتدار حاصل ہو۔ آپ کو خوف تھا کہ مبادا یہ لوگ بھی عیسائی پادریوں کی طرح اپنے مذہبوں اور ان کی سلطنتوں کو خراب نہ کر دیں۔

۸۲۔۔۔ منجملہ محاسن اور خوبیوں قرآن شریف کے، جس پر اہل اسلام کو ناز کرتا ہوا ہے، دو

باتیں نہایت عمدہ ہیں:

اول۔۔۔ قرآن شریف کی وہ خوش بیانی، جس میں خدائے تعالیٰ کا ذکر ہے اور جس کے سننے سے آدمی کے دل پر ایک طرح کا اثر پیدا ہوتا ہے اور خوف آتا ہے اور جس کی عبارت میں خدائے تعالیٰ کی

تہذیب خیال کیے جاسکتے ہیں۔ مگر افسوس یہ عیب یہودیوں کی مقدس کتابوں میں اکثر واقع ہیں۔ حقیقت میں قرآن شریف ان عیوب سے ایسا مبرا ہے کہ اس میں ذرا سی بھی حرف گیری ناممکن ہے اور اگر ہم اسے اول سے آخر تک پڑھیں تو کہیں ایسی بات واقع نہ ہوگی کہ جس سے ہنسی آجائے۔

۸۳۔۔۔ وہ مذہب جس کی قرآن شریف نے بنا ڈالی ہے اس میں کمال وحدانیت ہے اور اس میں خدائے تعالیٰ کا مضمون سمجھنے میں کچھ دقت و ابہام نہیں ہے۔

ایضاً۔۔۔ سو اس کے اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس کے اصول میں سب کو اتفاق ہے اور جس میں کوئی ایسی کد نہیں ہے جو زبردستی مان لینی پڑے اور سمجھ میں نہ آئے۔

ایضاً۔۔۔ اور خیال کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے ماہیت اشیا اور اس زمانہ کی قوموں کی حالت پر خوب غور کر کے یہ مذہب ایجاد کیا ہے۔ ایسے مسائل نکالے ہیں جو خلاف عقل نہیں۔ اس واسطے کچھ تعجب کا مقام نہیں ہے کہ اس عبادت نے اہل کعب کی بت پرستی اور سایا شیوں (بیکل پرستوں یا ستارہ پرستوں) کی پرستش اجرام فلکی اور زردشتیوں کے آتش کدوں کا استیصال تامہ کر دیا۔

۸۴۔۔۔ قتل اطفال جو اس زمانہ میں قرب و جوار کے ملکوں میں رائج تھا اسلام کے سبب سے بالکل معدوم ہو گیا۔

۹۰ و ۹۱۔۔۔ آنحضرت (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے مذہب کی صداقت اس بات سے اور بھی معلوم ہوتی ہے کہ اگرچہ اس مذہب کو نکلے ہوئے ایک عرصہ دراز منتفی ہو اگر اس میں اور مذہبوں کی مانند خالق کی جائے مخلوق کی پرستش وغیرہ نہ ہوئی اور اہل اسلام نے اپنے وہم اور قیاس کی متابعت نہیں کی اور خدائے تعالیٰ کی پرستش پر قائم رہے اور اس کی جائے جوں کو نہ پوجنے لگے۔

ایضاً۔۔۔ حقیقت میں یہ مذہب اہل مشرق کے واسطے سر تاپا برکت تھا۔ (اس کے بعد خوریزی پر بحث کر کے کہتے ہیں) لہذا یہ بات بالکل بے ہودہ اور بے جا ہے کہ ہم خدائے تعالیٰ کے اس نمونہ قدرت کی کسر شان کریں اور جاہلانہ اس کی بات میں گفتگو کریں جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے انسان کی رائے اور دل میں اثر ڈالنے کے واسطے پیدا کیا تھا۔ جب ہم اس تمام مضمون کو خیال کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ آپ نے کیسے عجیب طور سے ظہور لیا اور ترقی پائی تو ہمیں بے شبہ تب تب ہوتا ہے اور اس میں شک نہیں معلوم ہوتا کہ جن لوگوں نے مذہب اسلام اور عیسائی دونوں کی کتابوں کو پڑھا ہے انہیں بیشک یہ

شبہ ہوتا ہو گا کہ کون سا مذہب ان دونوں میں صحیح ہے اور انہیں یہ اقرار کرنا ہو گا کہ مذہب اسلام بہت عمدہ مطالب کے واسطے ایجاد کیا گیا ہے۔

۱۴۹ --- اب یہ امر یقینی ہے کہ بت پرستی کا معدوم کرنا اور خدائے تعالیٰ واحد مطلق کی عبادت کی ایسی قوم میں بنا ڈالنا جو نہایت درجہ کی بت پرست تھی اور خدا کو بالکل بھول گئی تھی، حقیقت میں ایسا کام ہے جس کے واسطے خدائے تعالیٰ نے نبی مقرر کیا ہو۔

۱۵۹ --- قرآن شریف میں ہم کہیں یہ نہیں دیکھتے کہ خدائے تعالیٰ کی نسبت ایسے علم منسوب ہوں جن کو انسان رحم اور انصاف کے خلاف گمان کرے۔ مگر توریت میں منجملہ اور بت احکام کے یہ احکام بھی لکھے ہیں۔

محبوب ذوالجلال کی نعت میں ہنود کے اقوال

از کتاب ”عجیب القصص“ معروف بہ ”شہستان عشرت“

مطبوعہ مطبع نو کشور مصنفہ منشی بخت سنگھ

و گلمائے شاداب نعت گوناگوں غار بارگاہ چمن طراز رسالت کہ ریاض دین بیاہری رائے جہاں آرائش طراوت تازہ و آب و رنگ بے اندازہ گرفت و از ہار تمنائے خار در پائیکستان وادی معصیت بہ تسنیم نسیم شفا متش گل گل شکفتہ۔ حباب فیض آں دریا دل گرد گناہ از دامن یہ کاران ورہ گم کردگان شستہ و بشرط لطف آں پاکیزہ گوہر سفینہ تہمتہ بندان قعر عسبان باطل نجات بیستہ گل اطاعتش سرافرازان انجمن معرفت را بر سر دواز را کھ گلاز را بدانتش مشام دانتش ارباب حقیقت معطر۔ گوہر یکمائے ملت در چار سوئے امکان و شش جہاں روز بازار از دیافتہ و لوائے والاے شریعت ذات عالی در جانش در عرصہ روزگار بر افراشتہ وجود قاضی جودش باعث وجود کون و مکان و ذات کرامت آیاتش موجب آرائش زمین و آسمان آمینہ دین معقل ضمیر صافیش صفائے نیافتہ کہ چہرہ نجات دران رونہ نماید چراغ اسلام بہ پر تو رائے منیرش فروغے گرفتہ کہ تاج قیامت روشن نباشد۔ ابیات۔

خدیو عالم جان شاہ لولاک
سوارہ رہ شناس عرصہ غیب
مقیمان درش مکان افلاک
بساط آرائے خلوت گاہ لاریب
سران ملک عرفان را سر او
روان قدسیاں خاک در او

تقریظ کتاب ”گلستان مسرت“ ملقب بہ ”حدائق المعانی“

(مطبوعہ مطبع مصطفائی از منشی رام سہائے عزیز)

در نگین معانی باد تمام نعت معجز بیانی ست کہ مجموعہ موجودات از نظم شر-حش قافیہ وار انتظام
گردیدہ و دیوان کائنات از رباعی چار یار و منتخب اہل بیتش برونیف احترام رسیدہ وجود خود افراکش فردی
ست از بحر کمال عروج و کمال و اعضائے بیضانیائش ترکیب بندی از بحر و فرو نور جمال۔ لراقہ۔

بالئے کز بلاغ فکر ت او
نظم حسان بہمن احسانش
گشتہ منظوم خمہ ایمان
یافت حسن نظام و احسان

از کتاب ”دستور الصیان“ مصنفہ نونہ رائے بریلوی

و نعت متکاثر خیرے را کہ المائے دانش و پیش نکتہ از خامہ ہدایت اوست۔

تھیجے کہ ناکرہ قرآن درست
امام رسل پیشوائے سبیل
کتب خانہ چند ملت پشت
امین خدا مہبط جبرئیل

بسم اللہ تعالیٰ مایہ و آلہ و اصحابہ اجمعین

از ”شاہنامہ اردو“ مصنفہ منشی مول چند منشی دہلوی

پر از مشک و غیر نہ کیوں ہو وہاں
نمائے محمد ہے درد زبان

سپر نبوت کا ہے آفتاب
 مہ انور اس کا ہے داغی غلام
 رسول خدا سید انبیاء
 بیان مہ و مہر روشن ضمیر
 یم بود و خوش خلق عالی ہم
 وہ سرور سرافراز باغ کمال
 وہ شمع شبستان عین الیقین
 کشاندہ عقدہ مدعا
 درخشندہ خورشید پیغمبری
 کہ جس نے کیا دین کو استوار
 تو پایہ بڑھا اور معراج کا
 ہوا جلوہ گرداں خدا کا جیب
 نظر اس کو آیا وہ تابندہ نور
 منور ہے جس سے زمان و زمین
 ہوئے جس کے شاہان عالم مطیع
 غرض اس کی لولاک ہے شان میں
 کہ ہیں صاحب عزت و فخر شان
 عمر اور علی وہ شہ نامور
 نہ طاقت قلم میں نہ تاب زباں
 یہ ہے عرض میری کہ شام و سحر
 مرے دل کا بر لاؤ تم مدعا
 میری کیجیو تم شفاعت شباب
 کرم اپنا اس پہ رکھو صبح و شام

سر سرور اں ہے وہ عالی جناب
 جہاں جس کے دیں سے ہے روشن تمام
 سر سرور اں احمد متقی
 خردمند دانشور و بے نظیر
 صاحب سخاؤ محیط کرم
 وہ مہر جہاں تاب اوج جلال
 فروغ جہاں نور ایمان و دین
 شفیع گناہاں بروز جزا
 فرازندہ رایت سروری
 وہ ہے خاص خاصان پروردگار
 قدم اس نے معراج پر جب رکھا
 سپر بریں کے زہے خوش نصیب
 میسر ہوا جبکہ قرب حضور
 تجلی کہیں جس کو اہل یقین
 یہ بخشا اسے پایہ گاہ رفیع
 گرامی و اشرف ہے انسان میں
 کہوں اس کے اصحاب کا اب بیاں
 ابوبکر و عثمان والا گھر
 کرے اب جو انصاف کا کچھ بیاں
 کہوں میں خن کو بس اب مختصر
 معین اور یاد ہو یا مصطفیٰ
 گنہگار ہوں میں بروز حساب
 یہ فشی تمہارا ہے کتہ غلام

از دیوان فشی ہرگوپال رائے تفتہ ردیف نون

شائع ما مصطفیٰ خواہد شدن

جرم بخش ما خدا خواہد شدن

از ”حدائق النجوم“ مصنفہ رتن سنگھ زخمی لکھنؤی بریلوی

بسم اللہ! خداوندے کہ بنور نیر جہاں افروز احمدی و فروغ ذات اقدس محمدی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) چراغ ہدایت بروسط السماء شریعت برافروخت و از برق شمشیر آبدار صاحب ذوالفقار تقسیم بہت و نار خرمن ہستی مشرکین منحرف از جادۂ حق و یقین پاک سوخت۔ زہے رسول عالی ہستی کہ گوہر شب چراغ ایمان را از بحر ذخار خفا و نہال برآوردہ چراغ راہ سالکان مسالک خداشناسی ساخت و خیمہ امام آفتاب شہرتے کہ از قوع کسوفات محن و مصائب نیند۔ شیدہ پر تو ضیائے ایمان و یقین بر اقرار قلوب مومنین انداخت اللھم صل وسلم علی افضل انبیائک و سند اولیائک والہ و عترتہ الطاہرین الی یوم الدین۔ و بر خاتمہ کتاب اللھم لک نحمد و بک نستعین فصل علی سیدنا محمد والہ الطاہرین۔

تاریخ کتاب ”احیاء العلوم شریف“ مصنفہ حضرت امام غزالی رضی اللہ عنہ

فشی کالکا پرشاد موجد

چار مجلد ازاں آمدہ ارکان علم

نام ہی رسول حرف چواصحاب داشت

تقریظ ”تاریخ فرشتہ“ مطبوعہ نول کشور از لالہ موجد مذکور

نقود جیدہ تحیات نذر شہنشاہ اقلیم نبوت کہ درم ماہ بقرب مکہ صوتش دو نیم گردیدہ۔ والقباب طیبہ

المعراج از کوتاہی شب وصال عاشقان مبرہن و خلوت مکانی لی مع اللہ از ناپندی رقابت معشوقان
 مبین عنکبوت خورشید در کف گیتی عقد مش تار شعاعی تار و نگریدہ نجوم در مشت آسمان از نبوتش حرف
 روشن زنان۔ لراقہ۔

ز قوسین شق قمر وا نمود	کہ او صاحب قاب قوسین بود
بود مہر پشش نشان صریح	کہ وصل حدوث و قدم شد صحیح
چو بگذشت از سال وے اربعین	شد اظہار قرب خدا بہر این
کہ از میم احمد خرد بگذرد	بر اند کہ شد متحد با احد
مرا گشت رازے عیاں در ضمیر	کہ شاہ آمد اندر لباس سفیر

از کتاب ”خزائنہ العلم مصنفہ لالہ کانی کالیستہ کہ

برائے ہنری ڈکشن یوروپین نوشتہ

(و صلی اللہ علی خیر خلقہ محمد والہ واصحابہ اجمعین)

از ”مجریات الحکمۃ“ مصنفہ ہیرالال

مطبوعہ مطبع گلزار ابراہیم دہلی

والصلوہ والسلام علی رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین

از ”جواہر ترکیب“ مصنفہ لالہ سیوارام جوہر بعد حمد و نعت

مطبوعہ مطبع مصطفائی

از ”انشائے بے نقاط“ مصنفہ لالہ کامتا پرشاد

مطبوعہ مطبع نو کشور

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ درود لا محمد و در رسول اللہ صلعم را۔

از ”گلزار نسیم“ مصنفہ دیبی شکر نسیم لکھنوی

حمد حق و مدحت پیہر
یعنی کہ مطبع پنجتن ہے

کرتا ہے یہ ورد زباں سے کمر
پانچ انگلیوں میں یہ حرف زن ہے

از تمہید مثنوی مولانا رومی رضی اللہ عنہ

مصنفہ فشی نو کشور آنجنابی مالک مطبع

پرتو کمال درو شد جلوہ گر
مظہر مینیت شمس انضجی
نکس مر از آئینہ شد بر جدار

انکہ بود آئینہ اش مثل قمر
مصطفیٰ شد نام آں بدرالدجی
نور آل پاک و اصحاب کبار

از کلیات بنواری لال شعلہ

مطبوعہ مطبع کالیستہ پرکاش علی گڑھ

الہی ہو مری ہستی کا عشق سے آغاز
رہے گا قرب خدا قافلہ شہیدوں کا
وہ چشمے ہیں جو پانی سے کریں سیراب پیاسوں کو
بڑھے گی جب زیادہ آفتاب حشر کی گرمی
چلے آؤ چلے آؤ گنگارو چلے آؤ
بے جرم نہیں اگرچہ ے خوارو ذلیل

قدوم ختم رسل پر ہو اختتام مرا
ذرا بہشت میں ٹھہریں گے کرلا کے چلے
وہ آنکھیں ہیں جو کام آئیں غم شیر و شہر میں
تیری رحمت پکارے گی یہی میدان محشر میں
ہزاروں کوس کا سایہ ہے دامن پیہر میں
ضامن ہے مرا بھی جو ہے امت کا کفیل

موجی رام موجی لکھنؤی از ”سراپاخن“

مطبوعہ مطبع نول کشور

محشر کے دن وسیلہ شفاعت کا ہو مجھے
موجی جو ہاتھ آئیں حسین و حسن کے پاؤں

تقریظ ”انشائے صنعت“ المعروف ”بارمغان ہند“ تصنیف بانگے

لال زار بدایونی

(مطبوعہ مطبع انوار احمد بریلی)

لالتا پر شاد کھتری سب انسپکٹر درجہ اول سردفتر انگریزی پولیس ضلع ہیر پور

معجز بیانی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام و اولیائے کرام چراغ ہدایت برعالمیان روشن کردہ و از برکت انھاس

ایشان عماد دین و دنیا را با حسن طرق استحکام فرمودہ۔

اُن مشے نمونہ اقوال کے بعد اب مخالفین کی عملی کارروائیوں پر بھی نظر کر لینی چاہیے جو بہت زور کے ساتھ ثابت کریں گی کہ اسلام اور اس کے پیروؤں اور اس کے مقدس معابد کو وہ لوگ محض اسلامی نسبت کے سبب سے متبرک جانتے ہیں اور برگزیدہ مانتے ہیں۔ اگرچہ مسلمانوں سے ہنود سخت پرہیز و اجتناب رکھتے ہیں اور بھوت کے عجیب و غریب مسئلے پر بہت شدت کے ساتھ کاربند ہیں مگر یہ پابندی اسی وقت تک محدود ہے جب تک وہ کسی بلا میں مبتلا نہ ہوں۔ آفتاب سے زیادہ روشن امر ہے کہ ہنود جب ان کے یہاں کسی بھوت پلید وغیرہ کا (جن کی خوشامد بلکہ پوجا میں وہ رات دن سرگرم ہیں) خلل ہو جاتا ہے تو تعویذ مسلمانوں ہی سے لے جاتے ہیں اور مسلمانوں ہی سے اپنے گھر میں اذانیں کھلاتے ہیں۔ اپنے معابد (شوالوں) کو چھوڑ کر بچوں کو مساجد کے دروازوں پر نمازیوں سے دم کروانے لاتے ہیں۔

رنجیت سنگھ، جولاہور کا بااختیار راجہ تھا، ایسے سخت تعصب پر کہ مسلمانوں کو اذان دینے سے روکتا، گائے کا گوشت نہ کھانے دیتا مگر سیدنا و مولانا حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گیارہویں شریف بڑی دھوم دھام سے کرتا۔ گویا راج کے راج میں بھی یہ نیاز مبارکہ اور عشرہ محرم شریف میں شربت وغیرہ کی سمیل ہوتی ہے۔ بڑوے کا گزشتہ راجہ جس جی عقیدت کے ساتھ گیارہویں شریف کرتا، ظاہر و مشہور ہے۔ یہ نیاز شریف ہندوستان میں بھی اکثر ہنود کرتے ہیں مگر اس کی کیفیت دکن والوں سے کوئی پوچھے کہ ہمارے حضور پر نور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرکار میں وہاں ہنود کیسا اعتقاد رکھتے اور کس دھوم سے یہ پاک

نیاز کرتے ہیں اور کیسی کیسی کراستیں ان پر ظاہر ہوتی اور کس کس قسم کی دنیوی حاجتیں (جو دنیا میں کسی سے پوری نہ ہوں) عطا فرمائی جاتی ہیں۔ دور کیوں جائیے! ذرا اجیر شریف میں حضرت سلطان السند خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پر انوار کی زیارت کیجئے، جہاں سینکڑوں ہندو ہاتھ جوڑے گڑ گڑاتے سجدے کرتے حاضر ہوتے ہیں اور اپنی منہ مانگی مرادیں بارگاہ سلطانی سے پاتے ہیں۔ میں نے جو کچھ لکھا، یہ اجیر شریف ہی کے ہندو کی حالت نہیں، بلکہ دور دراز مقامات کے رہنے والے ہندو صرف اسی سرکار میں حاضری کی عزت حاصل کرنے کو مال صرف کرتے اور سفر کی تکلیفیں اٹھاتے ہیں۔ اس کہنے سے میرا یہ مطلب نہیں کہ ہندو اپنے تیرتھوں کو نہیں جاتے، جاتے ہیں مگر وہاں سوا منڈنے کے اور کچھ نتیجہ نہیں پاتے۔ غرض اس قسم کی بے شمار مثالیں ہیں جن سے محض بوجہ طوالت قطع نظر کی جاتی ہے۔ بالجملہ بحمد اللہ تعالیٰ اس دین متین کی خوبیاں بے حد و پایاں ایسی روشن و نمایاں ہیں کہ مخالفین تک (جنہیں ذرا بھی عقل و انصاف سے تعلق ہے) اس کے مداح و ثنا خواں ہیں۔

والله قد شهد العدو بفضله والفضل ما شهدت به الاعداء
معتقب مخالفین اگر چاند پر خاک اڑائیں، کیا ہوتا ہے۔

ع ”ہر کسے بر خلقت خودی تند“

ع ”ہوتی آئی ہے کہ اچھوں کو برا کہتے ہیں“

کیا کوئی ثبوت دے سکتا ہے کہ کسی مذہب و ملت کے مخالفین یوں اس کی مدح و ستائش میں رطب اللسان رہے ہوں، یوں اپنی تعنیفوں کے دیباچے اس کی تعریف و ثناء کی برکات لینے سے مزین کیے ہوں۔ ہرگز نہیں، ہرگز نہیں۔ پھر آخر جاذبہ حقانیت اور اسلام کی خدا واد دل کش نورانیت کے سوا اور کیا ہے۔

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین والصلاه والسلام
على شفيع المذنبين رحمت للعلمين وعلى اله الطاهرين
وصحبه الطيبين وعلينا معهم اجمعين برحمتك يا ارحم
الراحمين۔

قرآن مجید کی تیسری قوت

اللہ اللہ حفاظت اور شہرت اس پلے کی کہ جس طرح اس نے اول دن اپنے نازل فرمانے والے اور بھیجے والے رب العالمین کی طرف سے اپنی حفاظت کی نسبت تحریف وغیرہ سے صراحتاً وعدہ فرمایا تھا کہ انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون یعنی ”بیشک ہم نے ہی نازل کیا ہے اس ذکر پاک یعنی قرآن مجید کو اور ہم ہی اس کی حفاظت رکھنے والے اور تمہائی کرنے والے ہیں۔“ علیٰ ہذا جیسے اس نے اس وقت میں کہ فقط غالباً میں تمیں آدمی اس کے پیرو ہوں گے، اپنے لانے والے کی نسبت ہادی جملہ ظائق ہونے کا تاکید کے ساتھ قطعی اشتهار دیا تھا اور اپنے احکام کے ساتھ اپنے لانے والے کو بشیر اور نذیر عام مخلوقات فرما دیا تھا کہ وما ارسلناک الا کافۃ للناس بشیرا ونذیرا ولکن اکثر الناس لا یعلمون یعنی ”نہیں بھیجا ہم نے تم کو اے ہمارے رسول مگر تمام آدمیوں کے واسطے خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا اگر اکثر آدمی نہیں جانتے۔“ اور پھر بالتحریج بہ مقتضاء الف لام استفراق جنا دیا تھا کہ انا انزلنا علیک الکتاب للناس بالحق یعنی ”بیشک ہم نے نازل کیا ہے تم پر اس کتاب کو سارے آدمیوں کے واسطے حق بیان کرنے والی۔“

بائیس سال میں تین لاکھ کفار نے اسلام قبول کر لیا:

بلا کم وکاست اسی طرح زمانہ حضوری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہی وہ جلوہ اپنی حفاظت اور شہرت کا ظاہر فرمایا کہ قریب تین لاکھ کے آدمیوں کو بائیس ہی برس میں، جو زمانہ ظہور نبوت کا ہے، اپنا اور اپنے لانے والے کا غلام جان نثار بنا دکھایا اور ضرورت ادا کرنے نماز کے کہ جس میں بقدر طاقات قرآن مجید کا ہر نمازی انسان پر پڑھنا فرض ہے۔ تقریباً تین ہی لاکھ آدمیوں کے سینوں میں کم و بیش اپنی حفاظت کا گھگھا جانا اور بموجب حالات ہمارے زمانہ والوں کے کہ بہت سے مسلمان نماز بھی، جو اعلیٰ درجہ کار کن اسلام ہے، کبھی نہیں پڑھتے۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ باوجود اس ضعف اسلام کے ہر شہر میں اس قدر چھوٹے اور بڑے

حافظ تمام قرآن کے موجود ہیں کہ رمضان شریف میں تراویح کے اندر جس میں سارا قرآن مجید مع بسم اللہ سنانا سنا اکثر اہل اسلام کے نزدیک سنت موکدہ ہے، سنائے تک کو مسجد میں حافظوں کو جگہ نہیں ملتی۔ غالباً بموجب کثرت شوق صحابہ کرام کے ساتھ قرأت کلام اللہ کے اور ہونے اس کلام پاک کے انہی کی زبان میں، ان تمام صحابہ کرام میں اکثر پورے ہی قرآن کے ہزاروں حافظ ہوں گے۔ ہاں جو صحابہ ادھر ادھر بعض مختلف گاؤں اور شہر کے تھے یا سوداگر اور دور کی ولایتوں کے رہنے والے، ان کی غیر حاضری میں جس قدر قرآن مجید نازل ہوا، وہ ان کے حفظ سے رہ گیا ہو تو ہو،

نبی کریم کے وصال کے وقت ایک لاکھ صحابہ محدثین موجود تھے:

”مقدمہ اصاح۔ فی تہذیب الصحابہ“ میں ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ علی بن ابی ذر عہ رازی علیہ الرحمہ سے جو بڑے معتبر اعلیٰ درجہ کے محدث محقق مشہور ہیں، نقل فرماتے ہیں کہ ایک لاکھ سے زیادہ آپ کی وقت کے وقت وہ صحابہ کرام دنیا میں موجود تھے، جنہوں نے آپ کی غلامی میں آکر آپ سے احادیث بھی سنیں اور دوسروں کو پہنچائیں اور آپ سے روایت کی۔ پھر یہ کیونکر خیال کیا جائے کہ جو لوگ آپ کی باتوں کو لفظ بلفظ یاد رکھیں اور روایت کریں، وہ حفظ قرآن سے غافل رہیں حالانکہ قرآن مجید سیکھنے سکھانے والوں کو بموجب فرمان حبیب الرحمن علیہ صلوات اللہ السمان سب سے بہتر سمجھیں اور تین آیتیں یاد کر لینے کو قرآن مجید سے تین موٹی اونٹنی مفت حاصل کر لینے سے زیادہ فائدہ مند جائیں اور مشغولی قرآن پر دوسرے اذکار اور دعاؤں سے زیادہ امید نفع کی رکھیں۔

دیکھو باب ”فضائل القرآن“ مشکوٰۃ شریف کو اور یہ امر منتخب کنز العمال کی اس روایت سے، جس میں چار سو حافظوں کے شہید ہونے کا فقط جنگ یمامہ میں ذکر ہے اور اسی جنگ میں بخاری شریف کی حدیث میں ستر حافظوں کے شہید ہونے کا تذکرہ بہت ہی ظاہر ہے ورنہ مطلقاً صحابہ کرام، جنہوں نے آپ کو دیکھا اور آپ پر ایمان لائے اور اس کلام پاک کو سن کر اس کے غلام بنے، وہ بن گئے اور وہ سب کے سب کم و بیش قرآن کے تو ضرور ہی حافظ تھے۔ اتنے تھے کہ بخاری شریف و مسلم شریف میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے قصہ جنگ تبوک میں روایت ہے کہ اس جنگ میں اس کثرت سے صحابہ کرام تھے کہ دیوان شمار میں ان کے نام نہیں سماتے تھے اور پھر بہت مختلف موقعوں پر شہید ہوتے رہے۔ طاعون اور وبا میں بھی انتقال فرماتے رہے، اسی وجہ سے محدثین لکھتے ہیں کہ بہت سے صحابہ کے نام و نشان کا پتہ ملنا دشوار

چنانچہ بخاری شریف میں جو روایت ہے کہ تمام و کمال قرآن مجید کے چار حافظ تھے، اس کی مطابقت میں ان دو سری صحیح روایتوں سے، جن میں بہت لوگوں کا صحابہ کرام سے حافظ تمام کلام اللہ کا ہونا ثابت ہے، اکثر محقق شارح یہی لکھتے ہیں کہ ان چار سے وہ چار حافظ مراد ہیں جن کو منسوخ التلاوة آیتیں بھی یا ان آیتوں کا مضمون ہی یاد تھا مگر اس صورت میں پچھلے زمانہ والوں سے اور اس زمانہ کے ناواقفوں سے چونکہ بظاہر خوف اختلاف کا تھا بلکہ اس اختلاف کا بعض دور کے رہنے والوں سے ظہور ہونے بھی لگا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہ یہ بھی بموجب روایت کنز العمال، حافظ قرآن تھے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ

اللہ عنہ کے کہنے سے، جو بافتاق شیعہ سینوں کے امین امت ہیں، بموجب روایت معتبر مشکوٰۃ شریف کے اس ترتیب خاص موجودہ پر حضرت زید بن ثابت کے لکھے ہوئے قرآن کی سات نقلیں کرا کے مختلف ولایتوں میں لکھا ہوا قرآن بھی شائع کر دیا۔ اگرچہ کم و زیادہ حافظ قرآن تو پہلے ہی سے ہر جگہ موجود تھے اور دوسری ترتیبوں کے ساتھ لکھی ہوئی سورتوں کو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ امین امت کے مشورے سے بالکل نابود کر دیا اور اس کے واسطے سے اللہ جل شانہ نے انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون کا پورا جلوہ دکھادیا اور روز بروز اس کی شہرت اور حفاظت کی ترقی روز افزوں ہو رہی تھی۔ پھر پچھلے کئی زمانہ تو اس کی شہرت اور حفاظت کو محتاج بیان ہی نہ رکھا بموجب مثل مشہور ”عمان راجہ بیاں“ مثل آفتاب کے تمام عالم میں روشن کر دکھایا۔ وہ کونسی جگہ ہے جہاں قرآن مجید، قرآن مجید کے خواستگار کو نہ مل سکے اور انسان ارادہ کرے اور اس کو نہ سمجھ سکے۔ اس کے حافظ اس قدر کہ اللہ اکبر اور مطلقاً کم و بیش کام اللہ کے حافظ اور اس کی پیروی کرنے والوں کی یہ کثرت کہ سبحان اللہ القادر۔

دنیا میں مسلمانوں کی موجودہ تعداد:

صاحب ”اخبار محمدن“ مدراس اخبار ”نیشنل ریویو“ سے فقط انگریزوں کی تحقیقات کے موافق آج دن نوے کروڑ مسلمان روئے زمین پر نقل کرتا ہے اور پچھلے اخبار لاہور بھی اسی کے قریب قریب اس طرح تفصیل وار لکھتا ہے:

نمبر شمار	نام ملک	تعداد اہل اسلام	نمبر شمار	نام ملک	تعداد اہل اسلام
۱	یورپ	۱۷۱۰۹۶۶۸	۱۱	آسٹریلیا مع جزائر متحدہ	۶۷۷۵۰۰۰
۲	افریقہ	۱۰۰۱۲۱۰۰۰	۱۲	افریقہ شمال	۲۵۰۰۰۳۱۰
۳	برٹش انڈیا	۶۱۵۶۲۰۰۰	۱۳	سوڈان وغیرہ	۸۰۰۰۰۰۰
۴	جزائر ہند	۱۳۲۲۶۰۰۰	۱۴	مصر	۱۰۰۰۰۰۰
۵	بلشیا	۱۰۰۰۰۰۰۰	۱۵	ایران	۲۰۰۰۰۰۰
۶	دولت عثمانیہ	۳۱۰۱۰۰۰۰	۱۶	افغانستان	۶۰۰۰۰۰۰
۷	مقبوضات عثمانیہ علاوہ مصر	۶۰۰۰۰۰۰	۱۷	روس	۳۰۰۰۰۰۰۰
۸	ترکستان	۱۵۰۰۰۰۰۰	۱۸	چین	۷۵۰۰۰۰۰۰

۵۰۰۰۰۰	بلوچستان	۱۹	۱۲۰۰۰۰۰	عرب	۹
۶۰۳۷۱۶۸۷۰	کل میزان		۱۳۳۶۲۹۹۲	پالی نیشیائی ریشیا	۱۰

صاحب پیسہ اخبار ۲۹ جولائی ۱۹۰۵ء مطابق ۲۳ جمادی الاول ۱۳۲۳ھ نمبر ۵۳۱ کے جلد سوم میں محبوب الرحمن صاحب سارنپوری نامہ نگار کے حوالے سے اسی مضمون کے قریب قریب یہ محققانہ تقریر نقل کرتے ہیں۔

جغرافیوں میں مسلمان ۱۸ کروڑ اور تازہ سائیکلو پیڈیا میں ۲۵ کروڑ درج ہیں۔ اور بعض اخبارات میں ۳۰ کروڑ ۶۰ لاکھ بیان کیے گئے ہیں۔ لیکن محققین باختلاف کروڑوں کی تعداد ۳۹ کروڑ سے ۹۰ کروڑ تک بتاتے ہیں۔ چنانچہ فرانسیسی فاضل مسٹر ایم برن صاحب نے جو مشہور سیاح اور مورخ اور صاحب تصنیف ہے، تیس سال کی تحقیقات اور اسلامی ممالک کی سیاحت اور صرف کثیر گوارا کرنے کے بعد اپنی کتاب ”سیر اسلام“ میں ان کا شمار ۳۸ کروڑ ۸۳ لاکھ ۲۲ ہزار ۸ سو ۷۰ لکھا ہے۔ ایک اور جرمن محقق نے دنیا میں مسلمانوں کی تعداد ۶۳ کروڑ بیان کی ہے اور کرزن گزٹ نے ان کا شمار ۹۰ کروڑ تک پہنچایا ہے۔ چونکہ فی زمانہ تمام عالم میں یورپ اور یورپ میں اہل جرمن علوم و فنون، تعلیم و تعلم، وسعت معلومات، قابلیت، راست بازی وغیرہ میں بڑھے ہوئے ہیں، خصوصاً تحقیق میں زیادہ معتبر و مستند سمجھے جاتے ہیں، اس لیے مسلمانوں کی نسبت جرمن محقق کی بیان کردہ تعداد زیادہ صحیح سمجھنا چاہیے اور چند وجوہ سے بھی قابل وثوق ہے۔

(۱) چونکہ ترکی و جرمنی میں باہم اتحاد ہے، اس لیے اہل جرمن کو مسلمانوں کے متعلق حصول معلومات و تحقیقات حالات میں غیر معمولی سہولیت حاصل ہے۔

(۲) خیال اختلاف اگر ۳۹ کروڑ اور ۹۰ کروڑ کا اوسط بھی لیا جائے تو ساڑھے چونسٹھ کروڑ ہوتا ہے جو جرمن محقق کی بیان کردہ تعداد سے صرف بقدر ۵۰ لاکھ زیادہ ہے۔

(۳) فرانسیسی فاضل نے اسلامی ممالک کے مسلمانوں کی جو تفصیل لکھی ہے، وہ دیگر بیان کردہ تعداد سے کم اور بہت کم ہے اور سب سے زیادہ زبردست ثبوت فاضل فرانسیسی کی بیان کردہ تعداد کے کم ہونے کا یہی ہے۔ مثال کے طور پر بعض ممالک کے مسلمانوں کی تعداد بیان کردہ فرانسیسی فاضل کا دیگر اصحاب کے

نقشہ تفصیل تعداد مسلمانان عالم

بیان کردہ فرانسیسی فاضل مصنف ”سیر اسلام“

نمبر شمار	نام ملک	تعداد مسلمانان ملک وار	نمبر شمار	نام ملک	تعداد مسلمانان ملک وار
۱	یورپ	۱۷۱۰۹۶۶۸	۱۰	ایشیا	۱۳۳۶۲۹۹۲
۲	افریقہ	۱۰۰۱۲۱۰۰۰	۱۱	مصر	۹۸۰۰۰۰
۳	آسٹریلیا مع جزائر ملحقہ	۶۷۷۵۰۰۰	۱۲	مقبوضات عثمانیہ علاوہ مصر	۶۰۰۰۰۰۰
۴	برٹش انڈیا	۶۱۵۶۲۰۰۰	۱۳	ایران	۲۶۰۰۰۰۰
۵	افریقہ شمال	۲۵۰۰۰۲۱۰	۱۴	ترکستان	۱۰۰۰۰۰۰
۶	جزائر ہند	۱۳۲۲۶۰۰۰	۱۵	افغانستان	۶۰۰۰۰۰۰
۷	پالی نیشیا	۳۱۱۱۶۰۰۰	۱۶	روس	۱۲۲۶۰۰۰۰
۸	سودان	۲۶۰۰۰۰۰۰	۱۷	چین	۳۳۳۰۰۰۰۰
۹	ترکی	۳۱۰۱۰۰۰۰	کل میزان		۳۸۸۵۲۲۸۷۰

نقشہ بالا سے ظاہر ہے کہ بر عرب اس میں شامل نہیں ہے۔ جزیرہ نمائے عرب بڑا وسیع ملک ہے، جو مسلمانوں سے بھرا ہوا ہے۔ اس کی آبادی ۳ کروڑ سے کم نہیں ہے۔ جن تحریروں کی رو سے مسلمانوں کی مجموعی تعداد ۱۸ کروڑ ہے، ان میں عرب کی آبادی ایک کروڑ ۲۰ لاکھ ہے، جو تناسب کے لحاظ سے بھی قریباً تین کروڑ کے ہوتی ہے۔ مگر چونکہ مجھ کو خاص احتیاط ملحوظ ہے، لہذا یہاں پر ایک کروڑ ۲۰ لاکھ بیان کی جاتی ہے، جو جغرافیہ و مفتاح الارض وغیرہ میں درج ہے۔

پالی نیشیا، بحر اوقیانوس میں ۱۰ کروڑ مسلمان آباد ہیں:

بڑے مشہور جزیرے ہیں، جن میں جزائر بورنیو، فلپائن، سائرا، جاوا، فیلیپینڈا، سلینڈر، ماکا سیر وغیرہ زیادہ مشہور ہیں۔ پالی نیشیا کے مسلمانوں کی کل تعداد ۲ کروڑ ۱۱ لاکھ ۱۶ ہزار لکھی ہے مگر ایک مشہور امریکن اخبار کا جو مضمون ببنوان ”مراکو میں جہاز“ عربی اخبار اللواء نے نقل کیا ہے، اس میں ایک موقع پر جاوا کے مسلمانوں کی تعداد ۲ کروڑ بیان کی گئی ہے۔ جاوا سے سائرا میں مسلمانوں کی تعداد زیادہ بیان کی گئی ہے اور سائرا سے زیادہ فلپائن میں اور فلپائن کے برابر بورنیو میں مسلمانوں کی تعداد بتائی جاتی ہے۔ اس تناسب سے تو ان جزائر اور پالی نیشیا کے مسلمانوں کی تعداد بہت زیادہ ہوتی ہے۔ لیکن اگر بحیال احتیاط جزائر سائرا و فلپائن و بورنیو میں بھی جاوا کے برابر ۲ کروڑ ہی مسلمان مان لیے جائیں اور باقی کل جزیروں میں بھی صرف ۲ کروڑ مسلمان قرار دیے جائیں تو بھی پالی نیشیا میں مسلمانوں کی تعداد ۱۰ کروڑ ہوتی ہے۔

سوڈانی مسلمانوں کی تعداد ۲ کروڑ ساٹھ لاکھ ہے:

(۵) سوڈان وغیرہ کے مسلمانوں کی کل تعداد ۲ کروڑ ۶۰ لاکھ لکھی ہے جو بہت کم ہے کیونکہ مصری سوڈان یعنی مہدی سوڈانی کے علاقہ سے مسلمانوں کی تعداد ۷۰ لاکھ، فرانسیسی سوڈان میں ایک کروڑ ۳۰ لاکھ، انجمنان اور بلجیم کے سوڈانی علاقہ میں ۹۰ لاکھ ایک نامور عربی اخبار میں بیان کی گئی ہے اور یہ وہ تحریر ہے کہ اس کے رو سے کل دنیا کے مسلمان کی تعداد ۳۰ کروڑ ۶۰ لاکھ ہوتی ہے۔ صدی گزشتہ کے اخیر میں جب انگلستان کی جانب سے وگندو کی اسلامی ریاست میں وہاں کے حاکم سے، جو سلطان کسوٹو کے ماتحت تھا، تصفیہ معاملات اور باہمی سمجھوتے کی غرض سے کمیشن کی گئی تھی، اس زمانہ میں کسوٹو وگندو کی متحدہ اسلامی حکومت کی آبادی ۲ کروڑ سے ۳ کروڑ تک بیان کی گئی ہے۔ اس جگہ پر ۲ کروڑ مسلمانان کسوٹو وگندو کی تعداد قرار دی جاتی ہے۔ ۱۸۹۸ء میں غلوئے کرینٹ کے بعد وادائی کی اسلامی حکومت پر ترکی اقتدار قائم ہوا اور اس کا متصل علاقہ ٹرکی کے زیر اثر آیا، جس پر فرانس ناراض ہو کر عرصہ تک قلمی جنگ کرتا رہا اور فرانسیسی قوم ترکیوں سے لڑنے کو تیار ہو گئی اور گورنمنٹ فرانس ترکیوں سے جنگ کرنے کا زور اور دباؤ ڈالنے لگی اور آخر کار فرانس کے پریزیڈنٹ کے علی الاعلان یہ ظاہر کر دینے پر کہ فرانس ترکی سے مقابلہ کرنے کے لیے تیار نہیں ہے، فرانسیسی ٹمٹھے ہوئے۔ اس وقت میں اس جدید حاصل شدہ علاقہ کی آبادی، جس میں مسلمان ہی ہیں، قریباً ۳ کروڑ بیان کی گئی تھی۔ دیگر اسلامی حکومتوں کی تعداد مختلف تحریروں میں مختلف

کی تعداد صرف ایک کروڑ ۱۰ لاکھ قرار دی جاتی ہے، جس سے سوڈان وغیرہ کے مسلمانوں کی تعداد ۸ کروڑ ہوتی ہے۔

(۶) مصر میں مسلمانوں کی تعداد ۹ لاکھ ۸۰ ہزار بیان کی جاتی ہے۔ حالانکہ بموجب مردم شماری حال کے وہ کروڑوں سے کم نہیں ہے۔

(۷) ایران کے مسلمانوں کی تعداد ۲۶ لاکھ لکھی ہے حالانکہ ۲۸ کروڑ والی تعداد کی تفصیل میں 'جو مصر کے عربی اخبار "الموید" میں شائع ہوئی' ۹۰ لاکھ اور ۳۰ کروڑ ۶۰ لاکھ والی تفصیل میں ایک کروڑ ۲ لاکھ ہے۔ علاوہ ازیں ایک تعلیم یافتہ ایرانی کی تحریر میں ایران کی آبادی تین کروڑ سے ۴ کروڑ تک بیان کی گئی ہے۔

ترکستان میں ایک کروڑ پچاس لاکھ مسلمان ہیں:

(۸) ترکستان میں مسلمانوں کی تعداد دس لاکھ لکھی ہے۔ ۲۸ کروڑ والی تعداد میں بخارا کے مسلمانوں کی تعداد ۲۱ لاکھ ۳۰ ہزار خیوالینی خوارزم میں ۷۰ لاکھ، ترکستان شرقی کی تعداد ۲۰ لاکھ، ترکستان مغربی یا روسی کی ۲۰ لاکھ، ترکستان افغانی کی ۹ لاکھ ۵۰ ہزار ہے اور ایک موقع پر قوقند، جو ترکستان میں شامل ہے، اس کی آبادی ۹ لاکھ ۲۰ ہزار بیان کی گئی ہے۔ اور یہ مجموعی تعداد ایک کروڑ ۵۰ لاکھ ہوتی ہے۔ ترکستان ایک وسیع و آباد ملک ہے، جس میں مسلمان بھرے پڑے ہیں۔ اس میں اس سے بھی زیادہ مسلمانوں کی آبادی ہونے کی یقینی امید ہے۔

(۹) افغانستان میں ۶۰ لاکھ مسلمانوں کی تعداد بتائی ہے۔ افغانستان بڑا وسیع اور آباد ملک ہے، جس میں سوائے مسلمانوں کے کوئی قوم آباد نہیں ہے۔ اس کی نسبت یورپین مدبرین نے بوٹوق بیان کیا ہے کہ افغانستان ضرورت کے وقت ۴۰ لاکھ قوی ریکل جنگجو جوان مرد میدان میں لاسکتا ہے۔ اب جبکہ ۴۰ لاکھ مرد میدان ہوئے تو قریباً اسی قدر لڑکے بوڑھے و دیگر معذورین آدمی ہوں گے اور اس کی مجموعی تعداد کے قریب عورتیں ہونی چاہئیں اور یہ سب مل کر بڑی تعداد تک پہنچتے ہیں، جس کو ۹۰ لاکھ تو عموماً سب نے بیان کیا ہے۔

روس میں تین کروڑ مسلمان آباد ہیں:

(۱۰) روس میں مسلمانوں کی تعداد ایک کروڑ ۲۱ لاکھ ۶۰ ہزار بیان کی گئی ہے جو دیگر مختلف موقعوں پر اڑھائی سے تین کروڑ تک بیان کی گئی ہے۔ اور بعض کا تخمینہ اس سے بھی زیادہ کا ہے، جس کا بیان بارہا اخبارات میں ہو چکا ہے، جو اخبار بین حضرات سے پوشیدہ نہیں ہے۔

چین میں ساڑھے سات کروڑ مسلمان آباد ہیں:

(۱۱) چین میں ۴ کروڑ ۴۴ لاکھ تعداد، مسلمانوں کی بیان کی گئی ہے مگر بکسروں کی بغاوت کے زمانہ میں جب یورپین طاقتوں نے میکین پر قبضہ کیا تھا تو منجملہ اور تازہ حالات کے وہاں مسلمانان چین کی تعداد بھی ساڑھے سات کروڑ تک بیان کی گئی ہے اور یہ اخبارات میں بھی بیانات شائع ہوئے کہ چین میں مسلمان قدیم سے آباد ہیں اور وہاں مسلمانوں کے ساتھ عمدہ اور فیاضانہ برتاؤ ہوتا رہتا ہے۔ مسلمانوں نے گورنمنٹ چین کو بارہا نازک موقعوں پر بیش بہا امداد دی اور گورنمنٹ چین کو بربادی سے بچایا، اس کے دشمنوں کو پامال کیا، جس سے مسلمان چین میں عزت اور وقعت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں اور ہر قسم کی آزادی ان کو حاصل ہے اور وہ وہاں پر آرام سے زندگی بسر کرتے ہیں، جس کی وجہ سے وہاں ان کی نسل دن بدن ترقی پر ہے۔ اسلام مقدس کی عظمت اور اشاعت اس درجہ بڑھی ہوئی ہے کہ یورپین سیاح آئندہ کسی وقت میں کل چین کے مسلمان ہو جانے کا خوف ظاہر کرتے ہیں۔ وہاں پر ۹ کروڑ ۱۰ کروڑ مسلمانوں کا ہونا کچھ بعید نہیں ہے۔

(۱۲) فرانسیسی فاضل نے مثل عرب کے بلوچستان کے مسلمانوں کا بالکل ذکر نہیں کیا۔ بلوچستان میں ۵۰ لاکھ مسلمان بیان کیے گئے ہیں۔ علی ہذا القیاس ایسے ہی دیگر ممالک کے مسلمانوں کی تعداد کی نسبت خیال کر لیتا چاہیے جس کے متعلق بخوف طوالت بحث نہیں کی گئی۔ ممکن ہے کہ فاضل فرانسیسی اپنی کوشش میں کامل طور پر کامیاب نہ ہوا ہو یا کوئی مغالطہ ہو گیا ہو۔ یہ تو ان کی نسبت میں لکھتا نہیں چاہتا کہ مسیحی پاسداری اور یورپین وضع داری یا اسی قسم کی کسی اور وجہ نے ان کو اصلی تعداد بیان کرنے کی اجازت نہ دی اور انہوں نے دانستہ کم لکھ دیا۔ اگر مذکورہ بالا تعدادوں کا باہمی فرق نکالا جائے تو نقشہ حسب ذیل ہوتا ہے:

نقشہ مقابلہ اعداد فرق باہمی

نمبر شمار	نام ملک	تعداد بیان کردہ فاضل فرانسیسی	تعداد و حساب کردہ و بکرا صاحب	فرق ہر دو اعداد
۱	عرب	۰	۱۲۰۰۰۰۰	۱۲۰۰۰۰۰
۲	لیٹیا یعنی پالی نیشیا	۲۱۱۱۶۰۰۰	۱۰۰۰۰۰۰	۷۸۸۸۳۰۰۰
۳	سوڈان	۲۶۰۰۰۰۰	۸۰۰۰۰۰۰	۵۳۰۰۰۰۰
۴	مصر	۹۸۰۰۰۰	۱۰۰۰۰۰۰	۹۰۲۰۰۰۰
۵	ایران	۲۶۰۰۰۰۰	۲۰۰۰۰۰۰	۱۷۳۰۰۰۰۰
۶	ترکستان	۱۰۰۰۰۰۰	۱۵۰۰۰۰۰	۱۳۰۰۰۰۰۰
۷	افغانستان	۶۰۰۰۰۰۰	۹۰۰۰۰۰۰	۳۰۰۰۰۰۰
۸	روس	۱۲۱۶۰۰۰۰	۳۰۰۰۰۰۰	۱۷۸۳۰۰۰۰
۹	چین	۴۳۳۰۰۰۰۰	۷۵۰۰۰۰۰۰	۳۰۶۰۰۰۰۰
۱۰	بلوچستان	۰	۵۰۰۰۰۰۰	۵۰۰۰۰۰۰
میزان کل		۱۱۳۲۵۶۰۰۰	۲۵۶۰۰۰۰۰۰	۲۳۱۷۳۳۰۰۰

اب اگر اس فرق کو فرانسیسی فاضل مصنف "سیر اسلام" کی بیان کردہ تعداد میں شامل کر دیا جائے تو نقشہ حسب ذیل بنتا ہے:

نقشہ تفصیل تعداد مسلمانان عالم مصدقہ و محققہ

نمبر شمار	نام ملک	تعداد مسلمانان ملک وار	نمبر شمار	نام ملک	تعداد مسلمانان ملک وار
۱	یورپ	۱۷۱۰۹۶۶۸	۱۱	مصر	۱۰۰۰۰۰۰
۲	ایشیا	۱۳۳۶۲۹۹۲	۱۲	مقبوضات عثمانیہ علاوہ مصر	۶۰۰۰۰۰۰

۱۵۰۰۰۰۰۰	ترکستان	۱۳	۶۷۷۵۰۰۰	آسٹریلیا مع جزائر ملحقہ	۴
۹۰۰۰۰۰۰	افغانستان	۱۵	۶۱۵۶۲۰۰۰	ہندوستان یعنی برٹش انڈیا	۵
۳۰۱۰۰۰۰۰	روس	۱۶	۲۵۰۰۰۲۱۰	افریقہ شمالی	۶
۷۵۰۰۰۰۰۰	چین	۱۷	۱۳۲۲۶۰۰۰	جزائر ہند	۷
۱۲۰۰۰۰۰۰	عرب	۱۸	۲۹۰۰۰۰۰۰۰	میشیا یعنی ہالی نیسیا	۸
۵۰۰۰۰۰۰۰	بلوچستان	۱۹	۸۰۰۰۰۰۰۰	سوڈان وغیرہ	۹
۵۵۹۲۶۶۸۷۰	میزان		۳۱۰۱۰۰۰۰۰	دولہہ عثمانیہ یعنی ترکی	۱۰

اور میزان اس نقشہ کی تعداد ۶۴ کروڑ بیان کردہ جرمن محقق سے قریب ہے، جو اس کے درست اور صحیح ہونے کی دلیل ہے۔ مسلمانوں کی تعداد کم بیان کیے جانے کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ اسلامی ممالک کی باضابطہ مردم شماری نہیں ہوتی اور ممالک یورپ کو چھوڑ کر جہاں باضابطہ مردم شماری کا قاعدہ مروج ہے۔ امریکہ میں بعض اور ایشیا میں اکثر اور افریقہ میں قریباً کل ممالک کی مردم شماری نہیں ہوئی۔ وہاں کی آبادی کا قیاسی تخمینہ لگا دیا جاتا ہے اور اس اندازہ کے اہل یورپ مختار ہیں۔ جس ملک کا جو چاہیں لگائیں، قیاسی تخمینہ کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا، جس کا ثبوت بھی حال میں مل چکا ہے۔

کوریاء کی آبادی کا اندازہ اہل یورپ نے ۶۰ لاکھ لگایا تھا، جو جاپان کے قبضہ میں کوریا اور وہاں کی مردم شماری ہونے پر ایک کروڑ ۸۰ لاکھ ثابت ہوئی، جو اندازہ سے سہ چند ہے۔ ایسے ہی اگر اسلامی ممالک کی بھی مردم شماری ہو تو یقیناً اس کی آبادی بھی زیادہ ثابت ہو۔ جب تک کل اسلامی ممالک، نیز ان ملکوں کی جن میں مسلمان آباد ہیں، باضابطہ مردم شماری نہ ہو، مسلمانوں کی صحیح تعداد معلوم نہیں ہو سکتی۔ اس وقت تک اہل یورپ کے ہی بیان کردہ تعداد پر اکتفا کرنا چاہیے اور اسی کو غنیمت سمجھنا چاہیے کیونکہ مسلمانوں میں ایسے بلند ہمت اب نہیں رہے جو دور دراز اسلامی ممالک کی سیاحت کی تکالیف گوارا کر کے مسلمانوں کی حالت کا صحیح انداز اور مسلمانان عالم کی اصلی تعداد کا شمار تحقیق کر کے اس سے مسلمانوں کو آگاہ کریں۔

شماریات کے موجودہ محققین نے دنیا میں مسلمانوں کی تعداد

ایک ارب پچیس کروڑ لکھی ہے:

آخر میں یہ بیان کر دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کے مسلمانوں کی تعداد تو بیان کی گئی، خواہ اس میں کتنا ہی فرق ہو، لیکن مسلمانوں کی فرقہ وارانہ تعداد ہنوز ٹھیک طور پر بیان نہیں کی گئی۔ البتہ اس کا قیاسی اندازہ مختصراً تحریر ہے کہ منسلک ۶۳ کروڑ کے تقریباً ۲۴ کروڑ یعنی دو ثلث سے زیادہ صرف حنفی اور بارہ کروڑ سے زیادہ شافعی مالکی حنبلی ہیں، باقی میں کل جدید و قدیم فرقہ ہائے اسلام شامل ہیں، جن میں سے بجز شیعوں کے اور کسی فرقہ کی تعداد کروڑ تک نہیں پہنچی۔ فقط۔ علاوہ اہل اسلام انجیل کے ماننے والوں کی بظاہر تعداد زیادہ معلوم ہوتی ہے مگر چونکہ اصلی انجیل غیر محرف باقی ہی نہیں رہی، اکثر نصاریٰ دہریہ ہو گئے اور جو کچھ ان انانجیل محرف کے ماننے والے باقی بھی ہیں تو مسلسل سند انجیل کی عیسیٰ علیہ السلام تک نہیں پہنچا سکتے۔ اس واسطے کہ رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ تو عیسیٰ علیہ السلام پر نزول انجیل کے قائل ہی نہیں۔ لہذا وہ ہمارے نزدیک اہل کتاب ہی نہیں اور جو انانجیل موجودہ کو الہامی کتاب مانتے ہیں، ان کا یہ عقیدہ ہے کہ بعد سولی دیے جانے عیسیٰ علیہ السلام کے، جب ان کو دفن کر دیا گیا، تیسرے دن قبر سے نکل کر حواریوں کو اپنے اقوال اور افعال جمع کرنے کی نسبت الہام کیا۔ انہوں نے آپ کے اقوال اور افعال جمع کیے مگر انہی انانجیل سے ثابت ہے کہ وہ سب عیسیٰ علیہ السلام کے نزدیک بے ایمان تھے۔ چنانچہ انہی انانجیل میں یہ مضمون موجود ہے کہ ایک مقام پر ان حواریوں نے، جو نصاریٰ کے نزدیک حواری ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ ”اے خداوند! آپ زہر کا پیالہ پی لیتے ہیں، اژدہا کو پکڑ لیتے ہیں اور کچھ اثر نہیں ہوتا۔ آپ پہاڑ کو ہٹا دیتے ہیں۔ ہم کچھ نہیں کر سکتے۔“ آپ نے فرمایا: ”اے بے ایمانو! اگر تم میں ذرہ کے برابر بھی ایمان ہو تا تو تم بھی یہ سب کچھ کر سکتے تھے۔“

جامعیت قرآن

تمام علوم کا ماخذ قرآن ہے:

علموں کا ماخذ قرآن مجید ہی ہے۔ چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی ”تفسیر اتقان“ میں تحریر فرماتے ہیں کہ قرآن مجید سے تمام ہی علوم مستنبط ہو سکتے ہیں، اس واسطے کہ اللہ جل شانہ، قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے ما فرطنا فی الكتاب من شئی یعنی ”قرآن مجید میں کسی چیز کے بیان کرنے میں ہم نے کمی نہیں کی۔“ اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا ونزلنا علیک الكتاب تبیاناً لکل شئی یعنی ”ہم نے تمہارے اوپر وہ کتاب نازل کی ہے جس میں ہر شے کا بیان ہے۔“ اور ظاہر ہے کہ بافاق جمور اور بموجب احادیث صحیحہ اور دلالت آیات کریمہ حامل قرآن حبیب الرحمن صلی اللہ علیہ وسلم تمام پیغمبروں سے افضل ہیں، خصوصاً مرتبہ علم میں۔ اسی واسطے حضرت عبدالشکور سالی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ”عقائد مسی بہ تمہید“ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ہمارا تمام البتہ کا یہ عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ”اعلم الرسل“ تھے اور ظاہر ہے کہ بموجب آیہ کریمہ وعلم آدم الاسماء کلھا ثم عرضھم علی الملائکۃ فقال انبئونی باسماء هؤلاء ان کنتم صادقین ○ بافاق جمور مفسرین یہ ثابت ہے کہ آدم علیہ السلام کو اللہ جل شانہ نے قیامت تک جو کچھ ہوا اور ہو رہا ہے اور ہو گا، ان سب کی حقیقتیں اور مابینیں علیہ السلام کو دکھا کر ان سب کے نام سکھادے تھے۔ یہاں تک کہ مفسرین تحریر فرماتے ہیں کہ یہ مقتضائے الف لام استغراق کے لفظ اسماء پر اور موکد کرنے اس کے ساتھ لفظ کلھا کے جو بھی اللہ کو پیدا کرنا تھا اور اس کا نام اللہ کے علم میں موجود تھا، وہ سب ہی کچھ آدم علیہ السلام کو دکھا کر آدم علیہ السلام کو ان سب کے نام سکھادے تھے۔ اور جب حضور اعلم الرسل ٹھہرے اور آپ کا علم قرآن، تو پھر وہ کونسا علم ہے جو قرآن میں نہ ہو۔ چنانچہ ”تفسیر اتقان“ ہی میں بعد آیات مذکورہ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ نقل فرماتے ہیں:

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ستکون فتن قبل ما المخرج منها قال کتاب اللہ فیہ نباء ما قبلکم وخبر ما بعدکم وحکم ما بینکم اخرجہ الترمذی وغیرہ۔ وَاَخْرَجَ سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ مَنْ ارَادَ الْعِلْمَ فَعَلِيْهِ بِالْقِرَانِ فَاَنْ فِيْهِ خَيْرُ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ قَالَ الْبَيْهَقِيُّ يَعْنِيْ اَصُوْلَ الْعِلْمِ۔ وَاَخْرَجَ الْبَيْهَقِيُّ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ اَنْزَلَ اللّٰهُ مَائِهِ وَاَرْبَعَهُ كُتُبًا اَضَعَ عِلْمُوهَا اَرْبَعَهُ مِنْهَا التَّوْرَةُ وَالْاِنْجِيلُ

والزبور والفرقان ثم اوضع علوم الثلاثه الفرقان وقال الامام
الشافعى رضى الله عنه جميع ما تقوله الاثمه شرح السنه
وجميع السنه شرح للقران- وقال ايضا جميع ما حكم به
النبي صلى الله عليه وسلم فهو مما فهمه من القران- قلت
ويويد هذا قوله صلى الله عليه وسلم انى لا احل الا ما احل
الله ولا احرم الا ما حرم الله فى كتابه اخرجه بهذا اللفظ
الشافعى رحمه الله فى الام وقال لسعيد بن جبير ما بلغنى
حديث عن رسول الله صلى الله عليه وسلم على وجه الا
وجدت مصداقه فى كتاب الله وقال ابن مسعود اذا حدثتكم
بحديث انباتكم بتصديقه من كتاب الله تعالى اخرجهما
ابن ابى حاتم وقال الشافعى رحمه الله ايضا ليست تنزل
باحد فى الدين نازلتها الا فى كتاب الله الدليل على سبيل
الهدى فيها فان قيل من الاحكام ما يثبت ابتداء بالسنه-
قلنا ذالك ما خوذ من كتاب الله فى الحقيقه لان كتاب الله
اوجب علينا اتباع الرسول وفرض علينا الاخذ بقوله وقال
الشافعى رحمه الله مرة بمكة سلونى عما شئتم اخبركم
عنه فى كتاب الله فقل له ما تقول فى المحرم يقتل الزبور
فقال بسم الله الرحمن الرحيم وما اتاكم الرسول فخذوه وما
نهاكم عنه فانتهوا وحدثنا سفيان ابن عيينه عن
عبد الملك بن عمير عن ربعى بن حراش عن حذيفته بن
اليمان عن النبي صلى الله عليه وسلم انه قال اقتدوا بالذين
من بعدى ابى بكر وعمر- وحدثنا سفيان عن مسعر بن كدام
عن قيس بن مسلم عن طارق بن شهاب عن عمر بن الخطاب

الاعجاز عن ابی بکر بن مجاہد انه قال یوما ما من شئی فی العالم الا وهو فی کتاب اللہ فقیل له فاین ذکر الخیانات فیہ فقال فی قوله لیس علیکم جناح ان تدخلوا بیوتا غیر مسکونته فیہا متاع لکم فہی الحیاتات وقال ابن برہان قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما من شئی فہو فی القرآن او فیہ اصلہ قرب او بعد فہمہ من فہمہ وعمہ عنہ من عمہ و کذا کل ما حکم بہ او قضی بہ وانما یدرک الطالب من ذالک بقدر اجتہادہ وتصل وسعہ مقدار فہمہ وقال غیرہ ما من شئی الا یمکن استخراجہ من القرآن لمن فہمہ اللہ حتی ان بعضہم استنبط عمر النبی صلی اللہ علیہ سلم ثلاثا وستین سنہ من قوله تعالیٰ فی سورہ المنافقین ولن یؤخر اللہ نفسا اذا جاء اجلہا فانہا راس ثلاث وستین سورہ وعقبہا بسورہ التغابن لیظہر التغابن فی فقدہ وقال ابن ابی الفضل المرسی فی تفسیرہ جمع القرآن علوم الاولین والآخرین بحیث لم یحط بہا علما حقیقہ الا المتکلم بہا ثم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلا ما استاثربہ سبحانہ وتعالیٰ ثم اورث عنہ معظم ذالک سادات الصحابۃ واعلامہم مثل الخلفاء الاربعۃ وابن مسعود وابن عباس حتی قال لوضاع لی عقلا بعیر لو جدتہ فی کتاب اللہ تعالیٰ ثم ورث عنہم التابعون باحسان۔

قرآن پاک کی جامعیت اور ہمہ گیری:

فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قریب ہے کہ بہت سے فتنے ہوں گے۔ عرض کیا گیا، ان فتنوں سے

اور پچھلوں کی بھی اور حکم ان باتوں کا جو تمہارے درمیان واقع ہوں۔ یہ حدیث ثرذی شریف کے سوا دوسری کتابوں میں بھی ہے اور سعید بن منصور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنی سند کے ساتھ روایت فرماتے ہیں کہ فرمایا انہوں نے کہ جو شخص حصول علم کا ارادہ کرے 'اس کو لازم ہے کہ قرآن مجید پڑھے اس واسطے کہ اس میں پہلوں کی بھی خبریں ہیں اور پچھلوں کی بھی خبریں۔ علامہ بیہقی فرماتے ہیں کہ مراد ان خبروں سے اصول علم ہیں اور بیہقی حسن رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ وہ فرماتے تھے کہ اللہ نے ایک سو چار کتابیں جو نازل فرمائی تھیں 'ان سب کے علم تو ریت 'زبور اور انجیل میں درج فرمادیے۔ اور ان تینوں کتابوں کے علم قرآن مجید میں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں 'جتنے بھی اقوال فقہاء کرام اور آئمہ دین کے ہیں 'وہ سب احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شرح ہیں اور تمام احادیث شرح ہیں قرآن کی اور جو کچھ احکام دینی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے 'وہ وہی ہیں جن کو آپ نے قرآن سے سمجھا۔ علامہ سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس قول کی تائید کرتی ہے یہ حدیث 'فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے 'یشک میں نہیں حلال کرتا مگر اس چیز کو جس کو اللہ نے حلال کیا ہے۔ اسی طرح میں کسی چیز کو حرام نہیں کرتا مگر اسی چیز کو جس کو اللہ نے اپنی کتاب میں حرام کیا ہے۔ یہ حدیث کتاب الام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے اور سعید بن جیر فرماتے ہیں کہ مجھ کو کوئی حدیث صحیح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں پہنچی مگر میں نے اس کی تصدیق کتاب اللہ میں پائی۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں 'جب میں کوئی حدیث تم سے بیان کرتا ہوں تو اس کی تصدیق ضرور میں کتاب اللہ سے پیش کر دیتا ہوں۔ ان دونوں حدیثوں کی تخریج ابن ابی حاتم نے کی ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں 'کوئی حادثہ اور نیا واقعہ دین میں نہیں پیدا ہوتا مگر کتاب اللہ میں اس کی رہنمائی کی دلیل پہلے سے موجود ہوتی ہے۔ اس واسطے کہ قرآن مجید میں اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور ان کے اقوال کی پیروی ہم پر فرض کر دی گئی۔ ایک دن امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے لگے 'جو کچھ چاہو مجھ سے پوچھو 'میں تم کو اس کی قرآن سے خبر دوں گا۔ کسی نے عرض کیا 'فرمائیے حالت احرام میں زبور یعنی ڈیو یعنی تبارک کے مارنے کا کیا حکم ہے؟ فرمایا 'قرآن مجید میں اللہ جل شانہ 'فرماتا ہے: مَا اتَّكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا۔ یعنی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم کو دس اس کو لے لو اور جس سے منع فرمائیں اس سے باز رہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں 'میرے بعد تم پیروی کرنا ابو بکر و عمر رضی اللہ

یعنی تھے مارنے کی اجازت دے دی تھی۔ بعض علماء معتبر فرماتے ہیں کہ جس کسی کو اللہ قسم کامل عطا فرمائے، وہ قرآن مجید سے ہر بات کو نکال سکتا ہے۔ چنانچہ بعض کا قول ہے کہ سورۃ منافقون ترمسٹویں سورۃ ہے اور اس سورۃ میں اللہ جل شانہ، ارشاد فرماتا ہے: وَلَنْ يُوْخِرَ اللَّهُ نَفْسًا إِذَا جَاءَ أَجْلُهَا یعنی اللہ جل شانہ، کسی جان کو ڈھیل نہیں دیتا جب اس کی وفات کا وقت آجائے۔ اور اس سورۃ کے بعد سورۃ تغابن ہے، جس میں غبن اور نقصان کا ذکر ہے۔ لامحالہ یہ اشارہ ہے اس طرف کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تریسٹھ برس کی عمر کے بعد اس دنیا سے تشریف لے جائیں گے اور آپ کے بعد اہل اسلام غبن اور نقصان کی حالت میں رہ جائیں گے۔ علامہ ابن ابوالفضل مرسی اپنی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ پہلے اور پچھلوں کے علموں کا قرآن مجید نے اس درجہ احاطہ کیا ہے کہ اس سے کوئی علم حقیقتاً باقی نہیں رہا۔ گو اس کے پڑھنے والے ان علموں کا احاطہ نہ کر سکے، پھر اس میں تو شک نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ جل شانہ، نے قرآن مجید کے سارے ہی علموں کا عالم بنادیا تھا، پھر بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے اپنے حوصلہ کے موافق اکابر صحابہ اور اہل بیت ان علموں کے وارث ہوئے، جیسے خلفائے راشدین اور عبد اللہ ابن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہما، چنانچہ حضرت ابن عباس تو فرمایا کرتے تھے کہ میری تو اگر اونٹنی کی رسی بھی گم ہو جائے تو اس کو میں قرآن مجید سے پالیتا ہوں۔ پھر صحابہ کی میراث تابعین باحسان کو ملی۔

قرآن فہمی میں علماء کرام کا کردار:

پھر ایک جماعت علما کی قرآن کے علوم اور فنون حاصل کرنے کی طرف متوجہ ہوئی، جن میں سے بعض نے اس کی لغتوں کو ایک جگہ محفوظ کیا اور اس کے کلمات کی طرف متوجہ ہو کر ہر حرف کے مخرج اور صفات بیان کیے اور تمام قرآن مجید کے حرفوں کے مخرج اور صفات بیان کر کے اس کے حروف اور کلموں اور آیتوں اور سورتوں کی گنتی کر کے اس کی تلاوت کے لیے سات منزلیں مقرر کیں اور نصف اور ربع اور ثلث کی نشانیاں مقرر کیں اور اس کے سجدے جو واجب تھے، ان سب کو ضبط تحریر میں لا کر ہر دس آیت پر ایک نشان مقرر کر دیا اور اس علم کا نام علم قرات رکھا۔

۲۔۔۔ اور علما علم نحو اس کے اسماء معرب اور جہی کی تحقیق کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور افعال اور حروف عالمہ اور غیر عالمہ کی بحث میں بڑی بڑی کتابیں مدون کیں۔ چنانچہ تمام علم نحو کا ماخذ قرآن مجید ہے۔

۳۔۔۔ اور علماء مفسرین نے جب دیکھا کہ بعض الفاظ اس کے ایک معنی خاص رکھتے

ہیں اور بعض الفاظ کئی معنی خاص رکھتے ہیں اور بعض الفاظ کئی معنی میں مشترک ہیں تو وہ اپنی اپنی فکر اور نظر کے اندازہ پر بیان احکام خاص وعام اور مشترک وصوول کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کے معنی خفیہ کو ہر موقع اور محل کے اندازہ پر مع بیان شان نزول شرح کر دکھایا، جس کا نام علم تفسیر رکھا گیا۔

۴۔۔۔ پھر بعض علماء اس کے دلائل عقلی اور شواہد اصلی اور نظری میں غور کر کے

وحدانیت اور وجود اور بقاء اور قدم اور قدرت اور علم جناب باری کے ثابت کرنے میں مشغول ہوئے اور پاکی جناب باری میں تمام عیوب اور نقصانات سے دفتر کے دفتر لکھے اور اس علم کا علم اصول دین اور علم عقاید نام رکھا۔

۵۔۔۔ اور بعض اہل علم اس کی آیات اور الفاظ کے سیاق و سباق کی طرف متوجہ ہو کر

طریق استنباط احکام میں مشغول ہوئے اور خاص وعام حقیقت و مجاز اور نص اور ظاہر و مجمل و محکم اور تشابہ وغیرہ اصطلاحیں مقرر کر کے احکام دینی کے نکالنے کے طریقے بتلائے اور اس علم کا نام علم اصول فقہ رکھا۔

۶۔۔۔ اور ایک جماعت بیان کرنے احکام حلال اور حرام، فرض، واجب سنت موکدہ،

مستحبات اور مباحات کی طرف متوجہ ہوئی۔ اور تمام واقعات گزشتہ اور آئندہ کے احکامات مفصل ومبہوب لکھ کر اس کا نام علم فقہ اور علم فروع رکھا۔

۷۔۔۔ پھر ایک جماعت بیان تفصیل اور تشریح اس کے قصوں اور پہلی اور پچھلی

امتنوں کے واقعات کی طرف متوجہ ہوئی۔ یہاں تک کہ شروع دنیا سے پیدائش عالم کی تفصیل وار تمام حقیقتیں بیان کیں۔ اس کا نام علم تاریخ اور علم قصص رکھا۔

۸۔۔۔ اور بعض علماء بیان کرنے اسی کلام اللہ کے جنت کے وعدوں اور دوزخ کے

وعید کی طرف متوجہ ہو کر اس کے حکم اور مثالیں اور نصیحتیں دلوں کے نرم کرنے والی اور آخرت کا شوق دلانے والی بیان کرنے لگے اور اس علم کا نام علم وعظ اور پندر رکھا اور خطیب و واعظ کے خطاب سے مشہور ہوئے۔

۹۔۔۔ اور بعض نے تعبیر خواب کے اصول اس سے قائم کیے اور ہر قسم کے خواب کی

تعبیر قرآن مجید ہی سے استنباط کر کے اس فن میں کتابیں لکھیں اور چونکہ حدیث بعینہ شرح قرآن شریف کی

۱۰۔۔۔ اور ایک جماعت علماء میراث کی آیتوں کی طرف متوجہ ہوئے اور علم حساب کے قواعد حسب اقتضاء میراث کی آیتوں کے مرتب کر کے ورثہ کے حق میں نصف اور ثلث اور ربع اور سدس اور ثمن اور ثلثین قرآن مجید سے حصہ قائم کر کے احکام وصیت اور میراث اور ادائے قرض میت باب باب اور فصل فصل کر کے بیان کیے اور اس کا نام علم حساب و علم فرائض رکھا۔

۱۱۔۔۔ اور ایک جماعت علماء نے ان آیتوں سے 'جن میں رات' دن' سورج' چاند' ستارے اور ان کی منزلوں اور برجوں وغیرہ کا ذکر تھا، علم میقات استخراج کیا تاکہ اس کے جاننے والے پر اوقات نماز دریافت کرنے اور سحری اور انظار کے وقت پہچاننے میں باعتبار اختلاف فصلوں کے دقت نہ واقع ہو اور اس کا نام علم مواقیات رکھا۔

۱۲۔۔۔ اور جماعت شعراء اور ناظم و ناثر اس کی خوبی الفاظ اور حسن استعارات اور حسن سیاق وغیرہ کی طرف متوجہ ہو کر اسی قرآن مجید سے علم معانی، علم بیان اور علم بدیع استخراج کیا اور اس کا نام علم معانی اور بدیع رکھا۔

۱۳۔۔۔ اور جماعت اہل تصوف نے اس کے الفاظ اور معانی کے لحاظ قیاس بیان کرتے ہوئے اپنی حالتوں کی تمیز کرنے کے لیے بہت سی اصطلاحیں معین کیں، جیسے فنا اور بقاء، حضور اور خوف، محبت و انس اور قبض و بسلط وغیرہ۔ اور ان سب بحثوں کو باب باب اور فصل فصل کر کے بیان کیا اور اس کا نام علم تصوف رکھا۔

قرآن طبعی علوم میں راہنمائی کرتا ہے:

ان علوم کے علاوہ اور بھی بہت سے علوم قرآن مجید سے استخراج کیے گئے ہیں، جیسے علم طب، علم جدل، علم ہیئت، علم ہندسہ، علم جبر و مقابلہ وغیرہ۔ اس واسطے کہ علم طب کا اصل مقصود اعتدال مزاج ہے اور قرآن مجید میں آیہ کریمہ و کان بین ذالک قواما کے ساتھ تمام امور میں یہاں تک کہ خیرات میں بھی اعتدال مرغی رکھنے والوں کی تعریف کی جاتی ہے۔ سورہ فرقان میں ہے والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذالک قواما۔ ترجمہ: "یعنی بندگانِ رحمٰن وہ ہیں جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے وقت نہ حد سے بڑھتے ہیں نہ تنگاشی کرتے ہیں بلکہ فضول خرچ اور بخل اور کمزوری اور احتیاط کے درمیان اعتدال نظر رکھتے ہیں۔" یہی علم طبعی علوم میں راہنمائی کرتا ہے۔

واشربوا ولا تسرفوا انه لا يحب المفسرفين۔ ترجمہ: ”یعنی بقدر اعتدال کھاؤ پو اور حد سے زیادہ نہ کھاؤ بلاشبہ اللہ جل شانہ‘ حد سے زیادہ کھانے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔“ پھر تیسری جگہ سورہ نحل میں ارشاد فرمایا یخرج من بطونہا شراب مختلف الوانہ فیہ شفاء للناس ”یعنی نکلتا ہے پیڑوں شہد کی مکھیوں سے شراب جس کے مختلف رنگ ہوتے ہیں۔ اس شراب میں شفا ہے واسطے آدمیوں کے۔“ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ شفا چن چن چیزوں کے ہے۔ بچ بھری سیبکی کھجوانے کے یا شہد پینے کے یا داغ لگانے کے۔ مگر میں اپنی امت کو داغ لگانے سے منع کرتا ہوں۔ اخرجه البخاری عن ابن عباس رضی اللہ عنہ اور فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کلو نجی ہر درد کی دوا ہے سوائے موت کے۔ اور علم ہیئت ان آیتوں سے اخذ کیا کہ جن میں آسمانوں کا اور زمینوں کا ذکر ہے اور مخلوقات آسمانی اور زمینی علوی اور سفلی سے بحث کی گئی ہے۔

اور آیہ کریمہ انطلقوا الی ظل ذی ثلث شعب سے علم ہندسہ کو اخذ کیا۔ اور علم جدل اور مناظرہ کا ماخذ ان آیتوں کو قرار دیا، جن کے دعوے مدلل براین اور مقدمات اور نتیجوں کے ساتھ ہیں۔ اور مناظرہ ابراہیم علیہ السلام کا نمود اور اپنی قوم کے ساتھ اور غالب آنا ابراہیم علیہ السلام کا اپنی دلیلوں کے ساتھ اپنی قوم پر اس علم کی اصل عظیم ہے۔

علم جبر و مقابلہ کا ماخذ قرآن ہے:

اور علم جبر و مقابلہ کی اصل بعض کا قول ہے کہ یہ حروف مقطعات ہیں، جن کے ساتھ اکثر سورتیں شروع کی گئی ہیں۔ ان حروف سے مدتوں اور برسوں اور دنوں اور تاریخوں پہلے امتوں کا استخراج کیا جاسکتا ہے۔ اور بعض علماء نے ان ہی حروف سے عمر دنیا کی مدت اور مدت قیام امت مرحومہ محمدی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کو بیان کیا ہے اور بعض کو بعض میں ضرب دے کر جس قدر مدت باقی رہی ہے، اس کو بتایا۔ پھر کونسا وہ پیشہ ہے کہ جس کا اور جس کے آلات ضروری کا قرآن مجید میں ذکر نہیں کیا گیا۔ اول بالطبع انسان کو کسی نہ کسی چیز کے ساتھ اپنے بدن کو ڈھانکنے کا عادی ہونا اور ستر عورت کا ڈھانکنا جبلت انسانی میں داخل ہونے کا بیان آدم علیہ السلام کے قصہ میں اس طرح کیا گیا ہے ویخصفان علیہما من ورق الجنة یعنی جب بوجہ کما لینے لیں، ان کے ہاتھ کے ہاتھ آرم اور دستہ ہاتھ علیہما السلام کا بدن نوری کھنکھاتا ہے۔

دروزی کی طرف انسان کے محتاج ہونے کا پتہ چلتا ہے اور لوہار کے پیشے کی طرف آیہ کریمہ اتونسی زبر الحدید میں تصریح ہے۔ یعنی یاجوج اور ماجوج کی شکایت جب حضرت سکندر ذوالقرنین کی خدمت میں کی گئی، حضرت سکندر نے اس دروہ کے بند کرنے کو شکایت کرنے والوں سے فرمایا کہ لوہے کی اینٹوں سے اس دروہ کو بند کر دو تاکہ میں اس پر تانبہ پکھلا کر ڈال دوں کہ وہ ایک دیوار ہو جائے۔

سوختے کے استعمال کے مختلف انداز قرآن نے سکھائے:

دوسری جگہ حضرت داؤد علیہ السلام کے ذکر میں ارشاد فرمایا والنالہ الحدید یعنی ہم نے بطریق معجزہ داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں لوہے کو نرم کر دیا اور بڑھتی کے پیشے کی طرف حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ میں تشریح موجود ہے۔ چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام کو ارشاد ہوتا ہے واصنع الفلک باعیننا اور بناؤ تم کشتی ہمارے سامنے۔ اور سوت کا تنے کے پیشے کی طرف اس آیہ کریمہ میں اشارہ ہے۔ یہاں بطریق تمثیل ان لوگوں کو تنبیہ کی گئی ہے جو نیکی کر کے بد عملیوں کے ساتھ اس کو برباد کر دیتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے ولا تکنوا کالتی نقصت غزلہا من بعد فوہ انکافا یعنی تم اس عورت کی مانند نہ ہو جاؤ جو کات کر اپنے سوت کو ریزہ ریزہ کر دیتی تھی۔ اور غوط مار کر موتی نکالنے کے پیشے کی طرف حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصہ میں لفظ کل بناء وغواص کے ساتھ تشریح ہے۔

طوفانوں کی تسخیر کا علم قرآن نے سکھایا:

چنانچہ سورہ ص میں ہے فسخرنا لہ الریح تجری بامرہ رخاء حیث اصاب والشیاطین کل بناء وغواص یعنی تابعدار کر دیا تھا ہم نے واسطے سلیمان علیہ السلام کے ہوا کو چلتی تھی ان کے حکم سے نرم نرم جہاں بھی پہنچنا چاہتے تھے اور شیاطینوں کو جو سب عمارت بنانے اور دریا میں غوطہ مارنے کے مشاق تھے۔ اور کھیت ہونے کا ذکر آیہ کریمہ افرایتم ما تحرثون میں صراحتاً موجود ہے یعنی کیا پس دیکھا تم نے اس چیز کو کہ بوتے ہو تم۔ علی ہذا پیشہ زرگری کا ذکر اس آیہ کریمہ میں مصرع ہے قال تعالی واتخذ قوم موسیٰ من حلیمہم

السلام کی قوم نے اپنے زیور سے ایک بچھاڑا ہال کر بنا لیا جو بچھڑے کی طرح بولتا تھا۔

شیشہ گری کا فن قرآن میں موجود ہے:

آیہ کریمہ ہذا صرح ممرّد من قواریر میں فن شیشہ گری کی صاف تصریح ہے۔ یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنی نشست گاہ کے صحن میں پانی بھرا کر اس کو شیشے کی چھت سے پاٹ دیا تھا۔ جب حضرت بلقیس دربار سلیمان علیہ السلام میں حاضر ہوئیں اور صحن کو پانی سے بھرا ہوا سمجھ کر پانسجامہ اوپر کی طرف چڑھانے لگیں، آپ نے فرمایا یہ پانی نہیں ہے بلکہ پانی شیشے کی چھت سے پڑا ہوا ہے۔ مٹی کے برتن اور اینٹ پکانے کا ذکر بھی قرآن مجید میں موجود ہے۔ چنانچہ فرعون کے قصہ میں اللہ جل شانہ، ارشاد فرماتا ہے فاقذلی یا ہامان علی الطین یعنی فرعون نے ہامان سے کہا کہ مٹی پر آگ جلا کے اینٹیں بنا، پھر اینٹوں سے ایک مینارہ بلند چنوا تاکہ اس پر چڑھ کر میں موسیٰ علیہ السلام کے خدا کو دیکھوں، اس واسطے کہ میں موسیٰ علیہ السلام کو جھوٹا جانتا ہوں۔

قرآن جامع العلوم ہے:

اسی طرح ملائی کتابت، روٹی پکانا، گوشت بھونا، کپڑے دھونا، تیر چلانا وغیرہ، وہ کون سے علم اور فن ہیں کہ جن کا ذکر قرآن میں نہیں۔ علیٰ ہذا القیاس خرید و فروخت، حدود و قصاص، سیاست مدن، سیاست خانگی، باہمی برتاؤ، چھوٹے بڑے کے آداب، علم فلسفہ و علم حساب، وہ کیا کچھ ہے جو قرآن میں نہیں۔ اسی بنا پر قاضی ابوبکر ابن عربی اپنی کتاب ”قانون التاویل“ میں تحریر فرماتے ہیں کہ موافق کلمات قرآن کے قرآن میں سات ہزار چار سو پچاس علم ہیں اور چونکہ ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ قرآن کے ہر کلمہ کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن اور ایک حد اور مطلع لہذا اگر چار میں ان کلمات کو ضرب دیا جائے تو انیس ہزار آٹھ سو (۲۹۸۰۰) ہوتے ہیں۔ قطع نظر ترکیب کلمات اور ان کے باہمی ربط سے اسی سننے کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ قیامت قائم ہو جائے گی مگر قرآن مجید کے نکات اور باریکیاں اور علم ختم نہ ہوں گے۔ پھر فرماتے ہیں کہ باعتبار اصل کے تمام علوم کی اصل اور جز قرآن میں تین علم ہیں۔ اول: علم توحید، جو جامع ہے علم معرفت مخلوقات اور خالق کو مع ناموں اور صفات اور افعال خالق کے۔ دوم: علم تذکیر، جو

ہے۔ اور جامع ہے ان قواعد کو جن سے ظاہر اور باطن کا تصفیہ کر کے انسان فرشتوں سے بڑھ کر مراتب عالی حاصل کر سکتا ہے۔ سوم: علم احکام، جس میں تمام عبادت کے طریقے اور نفع اور نقصان کی باتوں کا ذکر ہے اور امر اور نہی اور فرض واجب اور سنت مستحب اور مباح کی بحث ہے اور مخالفین اور ملحدوں کا رد، نیکوں کی تعریف اور بدوں کی برائی۔

اجرام سماوی اور ارضی کی توضیحات قرآن میں موجود ہیں:

یہ خلاصہ ہے اس بحث کا جو علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ علوم قرآن کے متعلق اپنی تفسیر ”اتقان“ میں تحریر فرماتے ہیں اور علامہ محمد بن احمد سکندرانی نے اپنی تفسیر ”مسی بکشت الاسرار النورانیہ القرآنیه“ میں اجرام سماوی اور ارضی اور حیوانات اور نباتات اور جواہرات کے پیدائش کی کیفیت، یہاں تک کہ ریل کے موٹے اور پتلے کو کموں کی حقیقت قرآن مجید سے اس طرز خاص پر بیان کی ہیں کہ نصاریٰ اور یہود کے فلاسفر (اس دعویٰ کے ثبوت کے متعلق اقوال یہود و نصاریٰ ضمیمہ میں دیکھو ۱۲) بھی مان گئے کہ بیک قرآن مجید میں تمام ہی علوم کا بیان ہے اور یہ جو دعویٰ قرآن مجید کا ہے ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبیین یعنی کوئی سوکھی گیلی چیز نہیں مگر اس کا ذکر قرآن مجید میں ہے، بلاشبہ سچ ہے جس کا کچھ نمونہ ان شاء اللہ ہم بھی تفسیر قرآن مجید میں اپنے اپنے موقع پر دکھلا دیں گے۔ پھر باوجود اس جامعیت کے ہر رنگ کا مضمون اپنی فصاحت و بلاغت کا جہاں جہاں جلوہ دکھایا ہے۔ توحید کا بیان، شرک کی برائی، عبادت کی تعلیم، بری باتوں سے ممانعت، بزرگ خلق اور عمدہ عادتوں کی ترغیب، دنیا سے نفرت دلانے کے قاعدے، آخرت کی طرف رغبت دلانے کے ضابطے، پیدائش انسان سے تمام معاملات دینی و دنیوی کے مرنے کے بعد تک کے فیصلے، علم نقد و علم اصول، علم صرف و نحو وغیرہ تمام علوم کا بیان مگر ہر آیت کا انوکھا ہی ذہنک نظر آ رہا ہے۔

شعر و شاعری قرآن کی فصاحت و بلاغت کی کریمیں ہیں:

شاعروں کے کلام میں اکثر رونق جھوٹی باتوں اور بے حد مبالغوں سے ہوتی ہے اور مشہور ہے کہ نری جچی بات شعر کی رونق کھوتی ہے۔ حضرت لبید ابن ربیعہ اور حضرت حسان ابن ثابت رضی اللہ عنہما کے شعر جس فصاحت و بلاغت کے ایام جمالت میں مسلمان ہونے سے پیشتر مشہور تھے، علماء ادب امام رازی علیہ

ہے جو باوصف صدق اپنی فصاحت و بلاغت میں شرعہ آفاق ہے۔ اور ایام جمالت کے بے قید شاعروں میں بھی امراء القیس جو شعراء عرب میں شرعہ آفاق ہے، فقط مضامین زنا اور بے حیائی اور عورتوں کی تعریف میں اس کے اشعار کا شرعہ ہے۔ ناخدا جو فن فصاحت و بلاغت میں طاق ہے، اس کے اشعار بلیغ کا فقط خوف دلانے اور ڈرانے میں چرچا ہے۔ اعشیٰ کے شعروں کی فصاحت و بلاغت فقط وصف شراب اور طلب احباب میں مشہور ہے۔ زہیر کے شعروں کی شہرت رغبت دلانے اور امیدوار بنانے میں دور دور ہے۔ یہاں اردو کے شاعروں ہی کو دیکھ لو۔ میر غزل گوئی میں صاحب حال ہے تو سودا کو قصاید میں کمال ہے۔ مفصل طور سے اگر ہر ایک کا جدا جدا اجمال دیکھنا منظور ہو تو کتاب ”آب حیات“ اور ”تذکرہ شعراء“ کو دیکھو۔ پھر بھی وہ کسی امر خاص میں، جو فصاحت و بلاغت کا کمال ہے، عربی میں ہو، خواہ فارسی میں، اردو میں، خواہ ترکی میں بمقابلہ قرآن مجید اگر غور کیا جائے تو برائے نام ہی کمال ہے۔ اللہ اللہ یہاں تو ایک ایک آبیہ باوصف نثر ہونے کے بے نہایت بحر زخار علم و حکمت کا ہے اور اس کی ایک ایک موج اور لہر زلال ہی چشمہ رحمت کا ہے۔ ان شاء اللہ اپنے اپنے موقع پر بقدر ضرورت جب بیان کیا جائے گا، ناظرین پر جلال و کمال قرآنی واضح ہو جائے گا۔ فقط۔

قرآن مجید تمام آدمیوں کو ہدایت کرنے والا ہے

متقیوں کو ہدایت کرنے والا اس معنی کے ہے کہ ان کو منزل مقصود تک پہنچا دے۔ اسی طرح وہ اپنے لانے والے رسول برحق کو بھی حسب ضرورت تنبیہ کرنے والا ہے۔ جو دلیل صریح ہے اس بات کی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بنایا ہوا نہیں بلکہ آپ پر اللہ جل شانہ کی جانب سے نازل کیا ہوا ہے۔ دیکھو سورۃ البقرہ کے تیوس رکوع میں ارشاد ہوتا ہے **شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ہدی للناس و بینات من الہدی والفرقان** یعنی ”مہینہ رمضان کا وہ ہے کہ جس میں قرآن مجید ہمارے رسول پر اتارا گیا۔ وہ قرآن جو راستہ بتلانے والا ہے تمام آدمیوں کو اور حق باطل کے جدا کرنے اور راستہ بتلانے میں مکمل ہوئی دلیلیں رکھنے والا ہے۔“ دوسری جگہ اول سورۃ بقرہ میں ارشاد ہوتا ہے **ذالک الکتاب لا ریب فیہ ہدی للمتقین** یعنی یہ کتاب جس کے

زمانہ حال ضمیمہ میں ملاحظہ کرو ۱۲) پر ہیز گاروں کو منزل مقصود تک پہنچانے والی ہے، اس واسطے کہ ہدایت کے جیسے راستہ دکھلانے کے معنی ہیں، دوسرے معنی منزل مقصود تک پہنچا دینے کے بھی ہیں۔ ایسے ہی بار بار حسب موقع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی متنبہ کیا جاتا ہے۔

چنانچہ تفسیر ”در مشور“ میں اور تفسیر ”ابن جریر“ میں ہے، حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مشرکین مکہ سے ولید بن مغیرہ اور شیبہ بن ربیعہ نے جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب یہ عرض کیا کہ اگر آپ دعویٰ نبوت چھوڑ دیں تو ہم دونوں اپنا آدھا آدھا مال آپ کی نظر کر دیں گے۔ اور بعض منافقوں اور یہود مدینہ نے آپ کو ڈرایا کہ اگر آپ اپنے دعویٰ نبوت سے باز نہ آئے تو ہم آپ کو قتل کر دیں گے۔ یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی یا ایہا النبی اتق اللہ ولا تطع الکافرین والمنافقین۔ یعنی ”اے ہمارے نبی ﷺ ڈرتے رہو اللہ سے اور مت پیروی کرو تم منافقوں اور کافروں کی۔“

غریب مسلمانوں پر خصوصی توجہ فرمانے کا حکم:

اکثر تفاسیر معتبرہ میں ہے کہ جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن سرداران قریش میں وعظ فرما رہے تھے اور آپ کو یہ خیال تھا کہ اگر ان میں سے ایک آدمی بھی شرف اسلام سے مشرف ہو گیا تو ایک کے ساتھ سینکڑوں مشرف باسلام ہوں گے اور اسلام کو بڑی قوت پہنچے گی۔ اسی حالت میں حضرت عبد اللہ بن ام مکتوم نایبا کنارہ مجلس پر آئے اور عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم مجھ کو سیدھا راستہ اللہ کے ملنے کا بتا دیجئے۔ آپ نے فرمایا ٹھہرو۔ اور اس وقت حضور کو یہ خیال ہوا کہ یہ ایک غریب آدمی جو ان منکبروں کی مجلس میں آگے بڑھے چلے آتے ہیں، کبھی ایسا نہ ہو کہ یہ منکبر ان سے تغیر ہو کر منتشر ہو جائیں اور پھر ایسا موقع ملنا مشکل ہو۔ مگر حضرت عبد اللہ ابن ام مکتوم شراب حشوق خدا کے خنور پھر آئے بڑھے اور اسی طرح عرض کرنے لگے اھدنی یا رسول اللہ یعنی مجھ کو اللہ سے ملا دیجئے اے اللہ کے رسول۔ آپ ﷺ ان کے اس فعل سے کچھ ناراض ہو کر اور چپیں بہ جبین ہوئے۔ اسی وقت آپ کو متنبہ کیا گیا اور یہ سورہ مبارکہ نازل ہوئی:

عبس وتولی۔ ان جاءہ الا عمی وما یدریک لعلہ یزکی او

یذکر فتنفعه الذکر۔ اما من استغنی فان تلہ تصدی الخ

یعنی تیوری چڑھالی اور منہ پھیر لیا ہمارے اندھے کے آنے سے۔ تمہیں کیا معلوم تھا شاید کہ وہ نصیحت تمہاری سے پاک ہو جاتا یا تمہاری نصیحت سنا اور وہ نصیحت اس کو نفع کرتی۔ مگر جو بے پرواہی کرتے ہیں تم بار بار ان کی طرف متوجہ ہوتے ہو۔

لہذا بعد اس واقعہ کے جب حضور حضرت عبداللہ بن ام مکتوم کو دیکھتے، فرماتے مرحبا عبداللہ بن ام مکتوم! تم وہ ہو کہ اللہ جل شانہ نے تمہاری حمایت میں مجھ پر عتاب فرمایا۔

جنگ تبوک سے پیچھے رہ جانے والوں پر سختی:

علیٰ ہذا القیاس جب جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم جنگ تبوک سے واپس تشریف لائے اور منافق جو قصد اس جنگ میں شریک نہیں ہوئے تھے اور دوسروں کو بھی شریک جنگ ہونے سے روکا تھا، حضور میں حاضر ہو کر اپنی عدم شرکت کے جھوٹے عذر بیان کر کے حضور ﷺ کے عتاب سے چھوٹ گئے اور حضور ﷺ نے باوجود علم اس بات کے کہ یہ منافق ہیں، ان کے عذر بہ مقتضائے غایت رحمت قبول فرمالیے اور ان کے قصور معاف فرمادیے مگر تین مخصوص پر، جنہوں نے بخوف خدا چ بات عرض کر دی، ان پر اتنا عتاب کیا کہ ان سے نہ کوئی ملے، نہ بات کرے۔ یہ آیہ کریمہ سورۃ توبہ میں ہے، بطریق تنبیہ حضور پر نازل ہوئی عفا اللہ عنک لم اذنک لہم حتی یبیین لک الذین صدقوا و تعلم الکاذبین۔ یعنی ”یہ آپ کی خطا جو بہ مقتضائے شان عظام سے ظہور میں آئی، وہ اللہ نے معاف تو کر دی مگر تیسرا تم سے کہا جاتا ہے کہ تم نے منافقوں کا قصور کیوں معاف کر دیا پہلے اس سے کہ تم پر یہ بات ظاہر ہو جائے کہ ان دونوں فریقوں میں سے سچا کون سا ہے اور جھوٹا کون سا۔“

علیٰ ہذا القیاس اس قسم کے اور بھی چند واقعات ہیں جن میں اللہ جل شانہ نے جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم کو کہیں بشان کرم اور کہیں بشان عتاب متنبہ فرمایا ہے، جس سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن مجید اللہ کا بھیجا ہوا ہے، نہ کہ جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم کا بنایا ہوا۔

قرآن کریم کی پیشین گوئیاں

جو جو پیشین گوئیاں ایسے امور کے متعلق کہ جن کا وقوع مشرکین عرب محال سمجھتے تھے، قرآن مجید نے فرمائی تھیں اور فی الواقع باہتبار ظاہر حال جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم ہر شخص کو محال ہی معلوم ہوتی تھیں مگر چونکہ وہ پیشین گوئیاں فی الواقع منجانب اللہ تھیں، تھوڑے ہی عرصہ میں ہلاکم و کاست کیے بعد دیگرے سب واقع ہو گئیں اور ہو رہی ہیں اور جو جو پیشین گوئیاں قرب قیامت کے متعلق فرمائیں، ضرور واقع ہو کر رہیں گی۔

مکہ مکرمہ کے فتح کی پیشین گوئی:

منہم ان کے ایک پیشین گوئی یہ ہے کہ جب جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم اہل مکہ کی متواتر ایذا رسانیوں سے تنگ آکر بموجب فرمان جناب باری مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر رونق افروز مدینہ طیبہ ہوئے، آپ نے خواب میں دیکھا کہ بلا خوف امن کے ساتھ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور بعد حج منا میں آپ کے بعض ہمراہیوں نے سر منڈوائے اور بعض نے قصر کیا یعنی سر کے بال کٹوانے ہی پر کفایت کی۔ چونکہ خواب پیغمبروں کا حکم میں وحی کے ہی ہوتا ہے، آپ نے جب بموجب خواب مذکورہ اصحاب کرام کو مکہ میں داخل ہونے کی امن کے ساتھ اور بلا خوف و خطر حج کرنے کی اور مکہ مکرمہ پر فتح یاب ہونے کی بشارت سنائی، صحابہ کرم نے یہ سمجھ لیا کہ اس بشارت کا تعلق اسی سال کے متعلق ہے۔ اور علم اللہ میں چونکہ سب بات متعین ہو چکی، نتیجہ کے بعد یہاں تک کہ ان صلوات اللہ علیہ وسلم ان حج تمام ہو چکا

تشریف نہ لائیں گے (جو مکہ مکرمہ سے قریب ہے) اور بغیر حج کیے ہوئے بموجب خواہش مشرکین قریش کے مشرکوں سے صلح کر کے واپس مدینہ طیبہ نہ چلے جائیں گے۔ مکہ مکرمہ بغیر لڑائی کے امن کے ساتھ فتح نہ ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی سال بہت سے اصحاب کرام کے ساتھ بارادۂ حج مقام حدیبیہ تک تشریف لائے اور جب مشرکین قریش ہر طرح مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے مانع ہوئے، باوجود پوری جہاد کی طاقت کے مشرکوں ہی کی خواہش کے موافق صلح نامہ لکھ کر واپس مدینہ طیبہ تشریف لانے لگے اور یہ امر بعض صحابہ کرام پر بہت شاق بھی گزر اور بعض منافق تو حضور کے خواب کی صحت اور آپ کی بشارت کے متعلق ہی الٹے سیدھے خیال کرنے لگے۔ تفسیر ”بیضاوی“ وغیرہ میں ہے، ”ثناء راہ مدینہ طیبہ ہی میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی، جس میں وہ دو پیشین گوئیاں فرمائیں، جن کو کافر تو محال ہی سمجھتے تھے مگر بظاہر حال سب کے وہم و خیال سے دور تھیں۔ چند سال میں ہی ہو ہو منظور پذیر ہو گئیں جن میں سے ایک بغیر جنگ کے فتح مکہ کی بشارت تھی اور دوم آپ کے دین کے غالب آنے کی تمام دنیوں پر اور وہ آئیہ یہ ہے:

پیشین گوئی اول و دوم

لقد صدق الله رسوله الرويا بالحق لتدخلن المسجد الحرام انشاء الله امنين محلقين رءوسكم ومقصرين لا تخافون ○ فعلم ما لم تعلموا فجعل من دون ذلك فتحا قريبا ○ هو الذي ارسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله وكفى بالله شهيدا ○

(ترجمہ) البتہ تحقیق سچا دکھایا اللہ نے رسول اپنے کو خواب ساتھ حق کے البتہ داخل ہو گئے تم مسجد حرام میں بموجب مشیت اللہ کے امن کے ساتھ در آنحالے کہ حج کر کر بعض تم میں سے بلا خوف و خطر سرمنزادیں گے اور بعض تم میں سے قصر کرائیں گے (اس واسطے کہ وہ جانتا ہے حدیبیہ سے اپنے محبوب کو بغیر حج کیے ہوئے موافق خواہش مشرکوں کے مدینہ طیبہ واپس لانے کی حکمت کو) اس اندازہ پر کہ جس کو تم نہیں جانتے اس واسطے کہ اس نے اسی واقعہ کے نزدیک جلد

اور بشارت دوم یہ ہے کہ ارشاد ہوتا ہے:

وہ وہ اللہ ہے جس نے بھیجا رسول اپنے کو ساتھ سچے دین اور ہدایت کے تاکہ اس دین کو تمام
دینوں پر غالب کر دکھلائے اور اس امر پر اللہ ہی کی گواہی کافی ہے۔

چنانچہ تھوڑے ہی دنوں میں اللہ جل شانہ 'نے مشرق سے مغرب تک آپ کے دین کو پھیلادیا۔ اور
جب تک مسلمان شریعت پر قائم رہے، ایک دفعہ تو سارے عالم میں اسلام ہی کی حکومت کا پھریرا لہراتا رہا
اور اس دین کی حقانیت کا مخالفوں کے دلوں تک میں ایسا سکہ جمایا کہ اب تک مخالف بھی قواعد اسلامی کی
تعریف کر رہے ہیں، جو ان لیکچروں سے ظاہر ہے جن کو ہم سابقہ صفحات میں بطریق نمونہ بیان کر چکے اور
نصاری بھی اکثر امور میں احکامات اسلامیہ ہی سے اپنے قوانین میں اصلاح حاصل کرتے رہتے ہیں اور ان
شاء اللہ ضمیر میں بھی اس قسم کے صاف صاف اور یکپہر نقل کریں گے۔

پیشین گوئی سوئم

اسلام کا روم پر غلبہ:

تفسیر "خازن" تفسیر "کبیر" "در مشور" وغیرہ میں ہے کہ مشرکین عرب آتش پرستوں کو دوست
رکھتے تھے اور اہل اسلام اس زمانہ کے نصاریٰ کو بوجہ اہل کتاب ہونے کے مشرکوں سے اچھا اور افضل
سمجھتے تھے۔ اتفاقاً جب ایک لڑائی میں آتش پرست نصاریٰ پر غالب آئے، مشرکین قریش بہت خوش ہوئے
اور کہنے لگے کہ جیسے ہمارے دوست آتش پرست نصاریٰ پر، جن کو تم ہم سے اچھا جانتے ہو، غالب آ گئے،
یہ قال ہے اس امر کی کہ ایک دن ہم بھی تم پر غالب آ جائیں گے۔ بطریق پیشین گوئی یہ آئیہ کریمہ نازل
ہوئی:

غلبت الروم فی ادنی الارض وہم بعد غلبہم
سیغلبون فی بضع سنین۔

مغلوب ہو گئے روم کے نصاریٰ اور وہ بعد مغلوب ہو جانے کے چند سال میں آتش پرستوں پر
غالب آ جائیں گے۔

پیشین گوئی چارم و پنجم

دنیا کے مختلف حصوں پر اسلام کا پرچم لہرا گیا:

بہ نسبت خلافت غلامان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام زمین پر اور ممکن ہو جانے آپ کے دین کے تمام دنیا میں ایسے وقت نازک میں کہ مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ تک بلکہ تمام ملک حجاز میں تمام اسلام کے دشمن بھرے ہوئے تھے اور اسلام ہر جگہ نہایت ضعف کی حالت میں تھا۔ اور علاوہ حجاز کے دوسرے ملکوں میں تو کوئی اسلام کا نام بھی نہیں جانتا تھا۔ دیکھو سورۃ نور پارہ ۱۸ رکوع ۷ میں ہے:

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ
وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ
خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا۔

وعدہ ہے اللہ کا ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور اچھے کام کیے، البتہ خلیفہ کرے گا اللہ ان کو بیچ زمین کے جیسے خلیفہ کیا تھا ان لوگوں کو جو ان سے پہلے تھے اور البتہ مضبوط اور ثابت کر دے گا واسطے ان کے وہ امن کا دین جس کو اللہ نے ان کے واسطے پسند کیا ہے اور البتہ بدل دے گا ان کی حالت کو بعد خوف کے امن سے اس طرح کہ عبادت کریں گے وہ ہماری اور نہیں ساجھی بنائیں گے وہ ساتھ ہمارے کسی کو۔

چنانچہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ جل شانہ نے ان اطراف و بلاد کے لوگوں پر جو مرتد ہو گئے تھے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ اول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح یاب کر کے اول اسلام کو حجاز میں متکین کیا۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ملک فارس فتح ہوا اور کثرت سے ملک فارس میں اسلام نے بہت عزت و احترام کے ساتھ قدم رکھا اور پھر رفتہ رفتہ تمام دنیا میں مشرق سے مغرب تک اسلام نے دنیا پر قبضہ کر لیا اور اللہ جل شانہ نے روئے زمین کی حکومت اور خلافت بموجب اپنے وعدہ کر مسلمانوں کو عطا فرمادی۔ اور بموجب قرآن جیسا حضور نے فرمایا تھا، وہ ظاہر ہو کر رہا اور وہ حدیث یہ

ہے جس کو صاحب منتخب کنز العمال وغیرہ محدثین نے نقل کیا ہے اور علامہ نہائی علیہ الرحمہ بھی اپنی کتاب "حجۃ اللہ" میں نقل فرماتے ہیں: قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم زویت لی الارض فاریت مشارقہا ومغاربہا وسیبلغ ملک امتی ما زوی لی منها یعنی "فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے" لپیٹ کر دکھادی گئی مجھ کو زمین پھر دکھلائے گئے مجھ کو مشرق اس کے اور مغرب اس کے اور قریب ہے کہ پہنچ جائے گا ملک امت میری کا وہاں تک جہاں تک کی زمین مجھ کو لپیٹ کر دکھلائی گئی۔"

اور اب چند روز سے جب مسلمانوں نے عیش و آرام میں پڑ کر اپنی حالت بدل ڈالی، سلطنت اسلام اور خلافت عامہ مسلمانوں میں نہ رہی اور دینداری میں بھی ضعف پیدا ہو گیا۔ یہ بھی مخالف پیشین گوئی قرآن نہیں بلکہ موافق پیشین گوئی قرآن ہی ہوا۔ اور جب تک مسلمان نہیں خستہ ہو گئے، نہ معلوم کیا کیا کچھ ہو گا۔ دیکھو سورہ بنی اسرائیل کے پہلے رکوع میں اللہ جل شانہ، بنی اسرائیل کے حال میں ارشاد فرماتا ہے وان عدتم عدنا۔ یعنی اگر تم عود کرو گے ہم بھی تمہاری تہذیب کی طرف عود کریں گے۔

پیشین گوئی ششم و ہفتم

قوموں کی تباہی کی علامات:

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال ما ظہر الغلول فی قوم الا القی اللہ فی قلوبہم الرعب ولا فشا الزنا فی قوم الا کثر فیہم الموت ولا نقص قوم المکیال والمیزان الا قطع عنہم الرزق ولا حکم قوم بغير حق الا فشا فیہم الدم ولا خسر قوم بالعہد الا سلط علیہم العدو۔ رواہ مالک۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نہیں ظاہر ہوئی چوری مال غنیمت کی کسی قوم میں مگر ڈالا اللہ نے سچ دلوں اس قوم کے خوف دشمن کا۔ اور نہیں پھیلا زنا کسی قوم میں مگر بکثرت ہوئے لگی ان میں موت اور نہیں اختیار کیا کسی قوم نے ماپ تول میں کم دینے کو مگر منقطع کر دیا اللہ نے رزق ان قوم کو۔ اور نہیں خستہ ہوئی کسی قوم کے فضل و عزت کو مگر

پہلی سچ ان کے خوزیزی اور نہیں عمد شکنی اختیار کی کسی قوم نے مگر مسلط کیا گیا اوپر ان کے دشمن۔

اور نیز مشکوٰۃ شریف میں ہے، دلائل النبوة بیہقی اور سنن ابوداؤد سے:

دنیا کے مال و دولت سے

محبت اور موت سے ڈرنے والی قوموں کا حشر:

عن ثوبان رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوشکک الامم ان تداعی علیکم کما تداعی الا کلثہ الی قصعتها فقال قائل ومن قلثہ نحن یومئذ قال بل انتم یومئذ کثیر ولکنکم غشاء کغشاء السیل ولینزعن اللہ من صدور عدوکم المہابتہ منکم ولیقذفن فی قلوبکم الوہن۔ قال قائل یا رسول اللہ وما الوہن قال حب الدنیا وکراہیہ الموت رواہ ابوداؤد والبیہقی فی دلائل النبوة۔

ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، قریب ہے کہ بہت سی جماعتیں تمہارے اوپر اس طرح بلائی جائیں گی جیسے کھانے والے کھانے کے پیالے کی طرف بلائے جاتے ہیں۔ یہ سن کر ایک کہنے والے نے عرض کیا کہ کیا اس دن ہم اس قدر کم ہوں گے (کہ دشمنان دین کی یہاں تک نوبت پہنچے کہ ہمارے کھانے کا ارادہ کریں کہ جو آج ہمارے نام سے کھاتے ہیں) فرمایا کم نہیں بلکہ اس دن تم بہت ہو گے مگر تم ایسے ہو گے جیسے پرٹالے کا کوڑا بیکار ہوتا ہے (اس لیے) کہ اللہ بلا شک تمہارے دشمنوں کے دل سے تمہارا خوف نکال دے گا اور ڈال دے گا تمہارے دلوں میں وہن۔ عرض کیا ایک عرض کرنے والے نے، وہن سے کیا مراد ہے۔ فرمایا، محبت دنیا کی اور کراہت موت کی۔

چنانچہ جو کچھ حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمایا تھا اور جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بعد حاکم اور خلیفہ ہو جانے اہل اسلام کے عام دنیا پر بموجب عہد شکنی گوئی حدیث اولیٰ و دوم جو کچھ فرمایا تھا وہ اور یہاں سے اس حدیث کا اضافہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دل سے تمہارا خوف نکال دے گا اور ڈال دے گا تمہارے دلوں میں وہن۔

اسی وجہ سے دن بدن اور زیادہ ذلیل ہوتے جاتے ہیں۔ حالانکہ ہر چیز کا علاج اس بیماری کے سبب دور کرنے پر موقوف ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ ان سب بیماریوں کے اسبابوں سے بڑا سبب ہماری عمدہ فہمی ہے۔ پیروی احکام خدا اور رسول سے جس کی وجہ سے دشمنان دین آج ہمارے اوپر مسلط ہیں اور چونکہ بوجہ ہمارے نہ قائم رہنے کے طریق صحابہ کرام اور تابعین عظام اور سلف صالحین پر ہمارا رعب دشمنوں کے دلوں سے نکل گیا۔ ہر دشمن دیں ہمیں نکل جانے پر آمادہ ہے اور محنت دنیا ہم پر اتنی غالب آگئی کہ دنیا طلبی میں دین کا علم چھوڑ کر غیروں کے علم میں اتنے مشغول ہوئے کہ مسلمانوں کی سی شکل بھی نہ رہی اور موت کا ڈر اتنا غالب آگیا کہ جہاد تو بلا وجود شروط جہاد ممکن بھی نہ رہی۔ مگر جہاد کا خیال تو کہاں عدم جواز جہاد کے فتوے جاری ہونے لگے اور جس جہاد پر قادر ہی یعنی جہاد زبانی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر خود شریعت کا پابند ہو کر اس کا بھی دروازہ بالکل بند کر دیا۔ اندریں صورت ظاہر ہے کہ ان عذابوں مذکورہ کی تاوقتیکہ تمام مسلمان راہ راست اختیار نہ کریں، زیادتی کے آثار ہیں نہ کہ کمی کے۔ اور صفت و قوتہ پیغم میں ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ بموجب ما اتکم الرسول فخذوه الا یہ کے جو امرا اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو، وہ ہنزلہ اسی امر کے ہے جو قرآن سے ثابت ہو۔ اسی واسطے ہم حضور کی پیشین گوئیوں کو بھی قرآن کی پیشین گوئی سمجھتے ہیں، جو بے حد و بے شمار ہیں۔

پیشین گوئی ہشتم

لوگوں کا بڑی تعداد میں اسلام قبول کرنا:

تیسویں پارہ میں ہے:

بسم الله الرحمن الرحيم اذا جاء نصر الله والفتح ورايت
الناس يدخلون في دين الله افواجا فسبح بحمد ربك
واستغفره انه كان توابا

جب آجائے مدد اللہ کی اور فتح اور دیکھو تم آدمیوں کو کہ داخل ہوتے ہیں دین میں اللہ کے
فوج فوج پس پاکی بیان کرو تم رب اپنے کی اور بخشش مانگو تم اس سے بیشک ہے وہ رجوع کرنے

چنانچہ بموجب اس پیشین گوئی کے بعد فتح مکہ اس کثرت سے مسلمان ہوئے کہ جس کا کسی کو وہم و خیال بھی نہ تھا اور چند ہی روز میں ملک عرب میں کوئی جگہ ایسی نہ رہی کہ جہاں اسلام کا جھنڈا نہ لہراتا ہو اور پھر دن دو دن رات سوائے اسلام نے تمام عالم کو گھیر لیا۔

پیشین گوئی نہم

قرآن کریم کی حفاظت اللہ خود کرے گا:

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض اوقات قرآن مجید کی حفاظت اور جمعیت کا خیال ہوتا تھا اور یہ فکر رہتی تھی کہ قرآن مجید کبھی مثل توریت اور انجیل کے محرف، کمی یا زیادتی وغیرہ کے ساتھ نہ ہو جائے۔ اللہ جل شانہ نے یہ آیہ کریمہ نازل فرمائی نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون جنی ”بیشک ہم ہی نے آمارا ہے اس قرآن مجید کو اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔“ چنانچہ آج تک اس پیشین گوئی کا اس درجہ ظہور ہو رہا ہے کہ کوئی انکار کر ہی نہیں سکتا۔ تیرہ سو اڑتالیس (۱۳۴۸) برس گزر گئے مگر سوائے سات قراتوں مشہورہ کے کوئی یہ نہیں بتلا سکتا کہ قرآن مجید کے ایک حرف تو کہاں، کسی زیر و زبر میں بھی فرق آیا ہے اور نہ ان شاء اللہ قیامت تک آئے۔ ہر چند بہت سے دشمنوں نے اس کے مٹانے یا کم و بیش کرنے میں بے حد کوششیں کیں مگر جس قدر کوشش کی اتنی ہی ناکامیابی رہی۔

پیشین گوئی دہم

مسلمانوں کا غلبہ اور کفر کی شکست:

جس وقت مکہ مکرمہ میں یہ آیہ کریمہ سیہزم الجمع ویولون الدبر نازل ہوئی یعنی ”قریب ہے کہ بھگادی جائیں گی جماعتیں اور پھیر لیں گے وہ پیٹھ۔“ مسلمان اس ضعف کی حالت میں تھے کہ یہ وعدہ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کس طرح ظہور پذیر ہو گا۔ نماز تک تو مسلمان مشرکوں سے چھپ چھپ کر نہ ہتھ تھ مگر آیت ”وہ پیٹھ لیں گے“ کے نزول کے بعد ان کے دل میں ہمت پیدا ہوئی اور

حکم جادو کا شرکین کے ساتھ من جانب اللہ نازل ہوا، آپ جنگ بدر کے ارادہ سے یہ آئے پڑھتے ہوئے تین سو تیرہ (۳۱۳) مسلمانوں کے ساتھ روانہ ہوئے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اسی وقت مجھ کو یقین ہو گیا کہ یہ آئے اسی جنگ کے متعلق نازل ہوئی تھی۔ چنانچہ باوجود اس کے کہ کفار مسلمانوں کی نسبت تین حصہ سے زیادہ تھے مگر حفظہ تعالیٰ ایسی کھلی ہوئی فتح ہوئی کہ ستر بڑے بڑے سرداران قریش کے مثل ابو جہل اور امیہ وغیرہ کے بہت ذلت سے قتل ہوئے اور ستر قید کر لیے گئے اور باقی ایسے پیچھے دے کر بھاگے کہ مکہ مکرمہ میں آ کر ہی دم لیا اور اپنے سرداروں کی لاشوں تک کو نہ لے سکے۔ آخر کار تیسرے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سزی ہوئی لاشوں کو غسل دیا کہ ایک اندھے کنوئیں میں گروادیا، پھر جس قدر بلا واسطہ یا بواسطہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر قرآن مجید کی تمام پیشین گوئیوں کا ذکر کیا جائے تو اس کے لیے کئی جلد کتاب بھی کافی نہ ہوں۔ اس واسطے کہ قیامت تک جو کچھ ہوا اور ہو رہا ہے اور ہوگا، کوئی بھی امر ایسا نہیں کہ جس کا ذکر قرآن مجید میں نہیں کیا گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مفصل نہ بیان فرمادیا ہو۔ اس واسطے کہ کم و بیش علم غیب کا بیان کرنا کسی ذریعہ اور واسطے کے ساتھ اگرچہ خاصہ پیغمبر کا نہیں مگر بالاستیعاب ابتداء پیدائش سے قیامت تک کے حالات کا بیان کر دینا ضرور خاصہ قرآن اور رسول رحمن ہی کا ہے۔

اللهم صل وسلم علیہ وعلیٰ آلہ فی کل حسین وان۔ دیکھو سورۃ انعام کے چوتھے رکوع میں اللہ جل شانہ، ارشاد فرماتا ہے:

وما من دابة فی الارض ولا طائر یطیر بجناحہ الا امم
امثالکم ما فرطنا فی الكتاب من شئی ثم الی ربهم یحشرون ○
نہیں کوئی چلنے پھرنے والا زمین میں اور نہ کوئی بازوؤں سے اڑانے والا مگر یہ سب امتیں ہیں
مانند تمہارے۔ نہیں کسی کی ہم نے کسی شے کے بیان کرنے سے بچ اس کتاب کے پھر تم سب
طرف رب اپنے کی جمع کیے جاؤ گے۔

اور سورۃ نحل کے : سویں رکوع میں دوسری جگہ اللہ جل شانہ، نے اس طرح فرمایا:

ونزلنا علیہ الكتاب تبیاناً لکل شئی وهدی ورحمة
وبشری للمسلمین :

اور اتارا ہم نے اور آپ کے ام کتاب کے (قرآن) کے بیان کرنے والے اور ہدایت و رحمت و بشارت

ہدایت اور رحمت اور بشارت مسلمانوں کے لیے۔
اور بروایت بخاری شریف و مسلم شریف مشکوٰۃ شریف میں ہے:

حضور نے قیامت تک کے واقعات بیان فرمادیئے:

عن حذیفہ رضی اللہ عنہ قال قال فیما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقاما ما ترک شیئا یكون فی مقامہ ذالک الی قیام الساعۃ الا حدث بہ حفظہ من حفظہ ونسبہ من نسبہ قد علمہ اصحابی ہولاء وانہ لیكون منہ الشئی قد نسیته فاراہ فاذا کرہ کما یذکر الرجل وجہ الرجل اذا غاب عنہ ثم اذا راہ عرفہ۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کھڑے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان ایک جگہ کہ نہ چھوڑا کسی شے کو جو ہوگی قیامت تک کھڑے کھڑے آپ نے اسی مقام پر مگر بیان کر دیا اس کو یاد رکھا اس کو جس نے یاد رکھنا چاہا اس کو اور بھلا دیا اس کو بھولنے والوں نے اس بات کو میرے یہ سب اصحاب و احباب جانتے ہیں اور تحقیق ان بھولی ہوئی باتوں میں سے جب کوئی بات واقع ہوتی ہوئی دیکھتا ہوں وہ بات مجھ کو یاد آ جاتی ہے جیسے بھولے آدمی کو منہ دیکھ کر پہچان لیتے ہیں جب بعد مدت کے دیکھتے ہیں۔
اور مشکوٰۃ نبی میں ہے سنن ابوداؤد سے رحمہ اللہ تعالیٰ۔

حضور نے اسلام کے خلاف فتنہ سازوں کے نام اور پتے بتادیئے:

عن حذیفہ رضی اللہ عنہ قال واللہ ما ادری ان نسی اصحابی ام تناسوا واللہ ما ترک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قائد فتنہ الی ان تنقضی الدنیا یبلغ ثلثمائہ فصاعدًا الا قد سماہ لنا باسمہ واسم ابیہ واسم قبیلۃ۔

حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ میں نے ان اصحاب بھول گئے یا آپ

سے بھلا رہے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو آخر دنیا تک جتنے دین میں فتنہ انداز اور رخنہ گر ہوں گے ان کے نام تین سو سے زیادہ بیان فرما دیے تھے۔ ان کے باپوں کے نام اور نیز ان کے قبیلوں کے نام۔

ان آیات اور ان احادیث سے صراحتاً ثابت ہے کہ قیامت تک کوئی بات نہ ہوگی مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بیان فرمادیا، جن کی تفصیل اگر باعتبار اکثر خبروں ہی کے بیان کی جائے تو ایک دفتر طویل کی ضرورت ہے، جن میں سے کچھ ان شاء اللہ اپنے اپنے موقع پر بیان کی جائیں گی۔

قرآن اپنا تعارف خود کرتا ہے

بیان میں اس امر کے کہ قرآن مجید کے متعلق جتنے سوالات ضروری وارد ہوتے ہیں، ان میں سے کوئی ایسا سوال نہیں کہ جس کا جواب قرآن مجید نے اپنی صداقت کا اظہار کرتے ہوئے نہ دیا ہو۔ سنئے:

اول سوال: یہی وارد ہوتا تھا کہ جس کا جواب بجز وحی کتاب اللہ کے اور کوئی کتاب جھوٹی جو الہامی مشہور ہیں، نہیں دے سکتی۔ اور وہ یہی ہے کہ یہ کلام اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک کیونکر پہنچا اور اس کی تصدیق پہلی کسی الہامی کتاب میں بھی ہے یا نہیں۔ ان سوالات کے متعلق آخر سورہ شعرا کی دسویں رکوع میں اس طرح ارشاد ہوتا ہے:

انه لتنزّل رب العلمین ○ نزل به الروح الامین علی قلبک
لتکون من المنذرين۔ بلسان عربی مبین ○ وانه لفی زبر
الاولین۔

بیشک یہ قرآن البتہ اتارا گیا ہے پروردگار عالمین کی طرف سے لے کر اترے اس کو روح الامین (جبرئیل علیہ السلام) اے ہمارے محبوب تمہارے دل پر تاکہ تم ہو جاؤ ساتھ زبان عربی ظاہر کے ڈرانے والوں سے۔ اور بے شک اس قرآن کا ذکر البتہ پہلی کتابوں میں بھی ہے۔

چنانچہ پیشین گوئیوں مذکورہ تورات اور انجیل اور وید اور بھاگوت وغیرہ سے جو کچھ ہم پہلے نقل کر چکے، اس امر کا ثبوت ظاہر ہے کہ قرآن مجید اور اس کے لانے والے کا ذکر تمام ہی پہلی کتابوں میں بلا شک و

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت جبرئیل امین لے کر نازل ہوئے۔ اسی معنی کر دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا کہ

انه لقول رسول كريم ○ ذی قوۃ عند ذی العرش مکین ○
مطاع ثم امین ○

یہ تک یہ قرآن البتہ قول ہمارے بھیجے ہوئے بزرگ قوۃ والے کا ہے، جو صاحب عرش خدا کے کریم کے نزدیک مرتبہ والا ہے اور ان کی بات مانی گئی ہے اور وہ ہمارے کلام کے پہنچانے میں علاوہ برس تمام امور میں اللہ کے نزدیک امانت دار ہے۔

یعنی اس کلام نفسی ازلی بے مثل ہے مانند کو جو اللہ کی ذات پاک کے ساتھ قائم ہے اور اس کے سننے کی قابلیت، جز بیغیروں اور فرشتوں کے اور کوئی نہیں رکھتا، جس کی تفصیل مدلل ہم اعتراضات مقدمہ میں بیان کر چکے۔ اللہ جل شانہ سے سن کر بعینہ انہی الفاظ کے پیرایہ میں جو منجانب اللہ ان پر منکشف ہوتے ہیں اور جس طرح وہ کلام حجاب الفاظ میں بطریق سلسلۃ الجرس یا اور کسی طریق سے ان پر نازل ہوتا ہے بلا کم و کاست اور بلا خیانت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پہنچا دیتے ہیں اور وہ بظاہر قول جبرئیل علیہ السلام معلوم ہوتا ہے یا اس کا قول جو پڑھنے والے سے اس کے پڑھنے کے وقت ظاہر ہو مگر حقیقت میں وہ اسی کلام اللہ نفسی ازلی پر دلالت کرتا رہتا ہے جس کو جبرئیل علیہ السلام یا پیغمبر و فرشتے سننے میں اور اسی طرح پڑھا جاتا ہے، جس طرح ان پر نازل ہوتا ہے اور لوح محفوظ میں یہی درج ہے چنانچہ بیان اس کا آخر سورۃ شوریٰ میں ہے:

وما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من وراء حجاب او
یرسل رسولا فیکو حی باذنه ما یشاء انه علی حکیم ○ و کذا الک
او حیثا الیک روحا من امرنا ما کنت تدری ما الکتاب ولا
الا یمان ولکن جعلناہ نور نھدی بہ من نشاء من عبادنا۔

اور نہیں لائق کسی بشر کو یہ کہ کلام کرے اس سے اللہ مگر بطریق وحی کے یا کسی تجلی خاص کے پردہ سے یا بھیجے کسی فرشتہ کو رسول بنا کر۔ پس وحی کرے وہ ساتھ حکم اسی اللہ کے جو چاہے۔ بیشک اللہ بلند حکمت والا ہے اور اسی طرح وحی کی ہم نے طرف آپ کی اپنی روح یعنی کلام بے مثل کو

کردہ کلام کو ایسا کہ ہدایت کرتے ہیں ساتھ اس کے جس کو ہم چاہتے ہیں اپنے بندوں سے۔

سوال دوم: یہ وارد ہوتا تھا کہ پھر زبان عربی میں ہی کیوں نازل کیا گیا۔ فرمایا:

جواب:

انا جعلناہ قرانا عربیا لعلکم تعقلون ۝
ظاہر کر دیا ہم نے اپنے کلام نفسی ازلی کو عربی زبان میں تاکہ تم اے اہل عرب بلا تکان سمجھ لو۔

سوال سوم: کیا یہ کلام فقط اہل عرب کے واسطے نازل ہوا ہے یا تمام دنیا کے لیے۔

جواب:

و کذا لکنا او حینا الیک قرانا عربیا لتذرا ام القری ومن
حولہا وتذریوم الجمع لاریب فیہ۔

اور ایسے ہی وحی کی ہم نے طرف تمہاری عربی زبان میں تو کہ ڈراؤ تم مکہ والوں کو اور ان تمام
ملک والوں کو جو مکہ کمرہ کے گردا گرد آباد ہیں اور ڈراؤ تم اس دن سے جس میں تمام مخلوقات کو
جمع کیا جائے جس میں کوئی شک نہیں۔

یہ اس واسطے فرمایا کہ مکہ کمرہ تمام ملکوں کے بیچ میں واقع ہے۔ لہذا ومن حولہا کے
سے یہ ظاہر فرمادیا کہ قرآن مجید مکہ والوں اور اس کے گرد کے تمام ملکوں کی ہدایت کے واسطے بھیجا گیا
ہے۔ اس واسطے کہ تمام ملکوں کے اوپر لفظ گردا گرد کا صادق آتا ہے۔ چنانچہ دوسری جگہ اسی مدعا کو سورۃ
الہبہ کے تیسرے رکوع میں اس طرح ظاہر فرمادیا:

وما ارسلناک الا کافۃ للناس بشیرا ونذیرا ولکن اکثر

الناس لا یعلمون ۝

اور نہیں بھیجا ہم نے تم کو اے ہمارے محبوب تمام دنیا کے آدمیوں کے واسطے خوشخبری
سنانے والا اور ڈرانے والا لیکن اکثر آدمی تمہاری شان کو نہیں جانتے۔

یہ سن کر جب مشرکین عرب نے تعجب کیا کہ بغیر فوج اور لشکر اور سامان ظاہری کے یہ تمام دنیا پر کیسے

نازل ہوا تو انہیں گرجاؤں سے بڑھ کر بڑھ کر ہنسنے لگا۔

کم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله۔

بست تھوڑی سی جماعت غالب آچکیں ہیں بڑی جماعتوں پر ساتھ حکم اللہ کے۔

چنانچہ چند روز ہی میں اللہ نے جیسا فرمایا تھا، مومنوں اور منکروں کو اپنا وعدہ پورا کر کے دکھا دیا۔ اور جب بے سمجھی سے حضور کے اس دعویٰ نبوت عامہ کو خیال محال سمجھ کر کفار نابکار حضور کی طرف نسبت جنوں کی کرنے لگے، تو سورہ ن میں فرمادیا:

ما انت بنعمه ربك بمجنون ○ وان لك لا جرا غير ممنون
وانك لعلی خلق عظیم فستبصر و تبصرون ○ بايكم
المفتون۔

نہیں ہو تم اے ہمارے محبوب بوجہ انعام اپنے رب کے دیوانہ اور بیشک آپ کے واسطے بے منت ثواب ہے اور بیشک آپ پیدا کیے گئے اوپر خلق عظیم کے۔ قریب ہے کہ آپ بھی دیکھ لیں گے اور یہ بے دین آپ کو دیوانہ کہنے والے بھی کہ کون بتلائے فتنہ ہے۔

چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ میں تمام کافروں کو ایسا بتلائے فتنہ کیا کہ حرمین مکرمین سے توجلا وطن سی کر دیے گئے۔

سوال چہارم: جب قرآن مجید اور حامل قرآن صلی اللہ علیہ وسلم تمام دنیا کے آدمیوں کی ہدایت کے واسطے بھیجے گئے ہیں تو اندریں صورت قیامت تک کے تمام دنیا کے آدمی مراد ہیں یا کسی زمانہ معین تک کے آدمی اور بعد آپ کے پھر کوئی اور پیغمبر یا کتاب کی ضرورت ہوگی یا نہیں۔

جواب: سورہ احزاب کے پانچویں رکوع میں ہے:

ما كان محمد اباً احد من رجالكم ولكن رسول الله وخاتم
النبيين و كان الله بكل شئ عليماً ○

نہیں ہیں محمد صلے اللہ علیہ وسلم باپ کسی کے مردوں ہمارے سے ولیکن ہیں بھیجے ہوئے اللہ کے اور دفتر نبوت کی اخیر مہر اس واسطے کہ ہو جب دوسری قرات کے جوت کی زیر کے ساتھ ہے، یہ معنی ہوتے ہیں کہ ختم کرنے والے تمام نبیوں کے اور ہے اللہ ہر چیز کی ضرورت کو جاننے والا۔

اور سورہ احزاب کے پانچویں رکوع میں ہے:

تحریر فرماتے ہیں کہ بعد از دیکر نبی نخواہد گشت۔ لہذا مرے مراد وہی مہر ہو سکتی ہے جو دفتر انبیاء کے آخر میں لکائی جائے، نہ کہ وہ آلہ جس سے مرگاتے ہیں جو چنگلی انگلی میں پبھی جاتی ہے۔ اس واسطے کہ یہ معنی کسی طرح نہیں بن سکتے کہ آپ پیغمبروں کی انگشتی ہیں جو تابع ہوتی ہے اور حضور تو تمام پیغمبروں کے متبوع ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ۔

واذ اخذ اللہ میثاق النبین لما اتیتکم من کتاب
وحکمته ثم جاء کم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ
ولتنصرنہ قال اقررتہ واخذتم علی ذالکم اصری۔ قالوا
اقررنا۔

(خلاصہ ترجمہ) ”اور یاد کرو تم اے مومنو اس وقت کو جب عہد لیا اللہ جل شانہ نے تمام پیغمبروں سے آپ پر ایمان لانے اور آپ کی امداد کا۔ سب نے دل سے اقرار کیا۔“

اور پوری بحث اس آیت کریمہ کی داؤد علیہ السلام کی بشارت سے علامت ہفتم میں گزر چکی اور ان شاء اللہ تفسیر اس آیت کریمہ میں اپنے موقع پر بیان کی جائے گی۔

سوال ہفتم: اللہ جل شانہ نے جبکہ اس کے سب بندے برابر ہیں، کسی دوسرے ملک کی زبان میں اپنا کلام نازل کیوں نہیں کیا اور دوسرے ملک کے کسی برگزیدہ بندہ کو پیغمبر کیوں نہیں بنایا۔ ملک عرب کو ایسی کیا خصوصیت تھی جو تمام دنیا کی ہدایت کو عرب میں سے ہی ایسے عزت والے پیغمبر کو مبعوث کیا۔

سوال ششم: اگر عرب میں سے ہی کرنا تھا تو مکہ یا مدینہ طیبہ کے کسی بڑے بڑھے کو کیوں نہیں پیغمبر کیا، جس کے ماننے میں بقول مشرکین عرب کسی کو تامل نہ ہوتا۔

سوال ہفتم: جب پیغمبر خدا اللہ کے محبوب تھے اور ان کے ماننے والے اللہ کے پیارے تو چاہیے تھا کہ سب مسلمان دولت مند ہوتے اور عیش و آرام میں رہتے۔ اور ان کے نہ ماننے والے تکلیف اور پریشانی میں حالانکہ معاملہ برعکس ہے۔ اکثر مکرین مشرک و کفار عیش و آرام میں دیکھے جاتے ہیں اور اکثر مومن مسلمان جتلانے بلاؤ تکلیف۔

سوال ہشتم:

نہیں بنا سکتا تھا کہ سب بے فکری سے اس کی عبادت میں مشغول رہے۔ علیٰ ہذا القیاس کسی کو کافر کسی کو مومن۔ کیا سب کو مومن نہیں بنا سکتا تھا۔

جواب:

ان پانچوں سوالوں کا جواب اللہ جل شانہ 'سورہ زخرف کے دوسرے رکوع میں اس طرح ارشاد فرماتا ہے:

وقالوا لولا نزل هذا القرآن على رجل من القريتين عظيم
اهم يقسمون رحمته ربك نحن قسمنا بينهم معيشتهم في
الحياة الدنيا ورفعنا بعضهم فوق بعض درجات ليتخذ
بعضهم بعضا سخريا ورحمة ربك خير مما يجمعون و لو
لا ان يكون الناس امة واحدة لجعلنا لمن يكفر بالرحمن
ليسوتهم سقفا من فضة ومعارج عليها يظهرون و لیسوتهم
ابوابا و سورا عليها يتكئون و زخرفا و ان كل ذلك لمامتاغ
الحیوة الدنيا و الاخرة عند ربك للمتقين

اور کہا مشرکوں نے کیوں نہیں اتار گیا یہ قرآن اوپر کسی بڑے آدمی کے ان دونوں شہروں مکہ اور مدینہ سے۔ کیا وہ بانٹنا چاہتے ہیں تیرے رب کی رحمت کو (اپنی خواہش کے موافق) ہم نے تقسیم کر دیا ہے (پہلے سے) درمیان ان کے روزی ان کی کوچ زندگی دنیا کے اور بلندی دی ہم نے ان کے، عضوں کو، عضوں پر درجوں میں تاکہ پکڑیں بعضے ان کے، عضوں کو اپنے حکوم اور فرمانبردار اور رحمت رب تیرے کی بہتر ہے اس چیز سے جو جمع کرتے ہیں وہ۔ اور اگر نہ ہو جاتے سب آدمی گمراہ ایک طریقہ پر تو البتہ کر دیتے ہم کافروں کے گھروں کی چھتیں چاندی کی اور زینے جن پر وہ فخر کے ساتھ چڑھتے اور واسطے گھروں ان کے بہت سے دروازے اور تخت جن پر وہ ٹکیے لگا کر بیٹھتے اور بہت کچھ سونا اور یہ سب کچھ نہ تھا مگر فقط زندگی دنیا کا نفع (جس پر ایک سانس کا بھی اعتبار نہیں) اور بھلائی آخرت کی نزدیک رب تیرے کے ثابت ہے، ہمیشہ کے واسطے پرہیزگاروں کے۔

خلاصہ سارے جواب کا یہ ہوا کہ کہا کہ مخلوق کو خالق پر کسی سمجھدار کے نزدیک رائے زنی

اور حکومت کا حق حاصل ہے۔ دنیا کے حاکموں پر جب کسی محکوم کو حق حکومت و رائے زنی حاصل نہیں، خدا پر حکم کرنا اور اس کی مصلحت پر اپنی رائے کو ترجیح دینا، بجز گمراہ اور ہٹ دھرموں کے کسی سمجھدار کا کام نہیں۔ مالک اپنے ملک میں مختار ہے، جس سے چاہے بوجہ اٹھانے کا کام لے، جسے چاہے بے محنت عمدہ عمدہ کھلائے، پٹائے، پٹائے، وہ ہر شخص کی لیاقت سے واقف ہوتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس طیب حاذق کے نسخہ میں عطائی کا دخل دینا بلکہ بڑھی کے کام میں لوہار کو دخل دینا اور لوہار کے کام میں بڑھی اور سنار کا دخل سراسر بے ہودگی اور ہرزہ درائی ہے، پھر خالق اکبر اس کی نسبت ایسے اعتراض کرنا اور اس کی مصلحت میں دخل دینا اور یہ کہنا کہ اللہ نے اہل عرب کو ہی یہ فضیلت کیوں دی اور اہل عرب سے آپ کو ہی شرف رسالت سے کیوں مشرف فرمایا، انہیں کا کام ہے جو اپنی رائے کو خالق اکبر کی مصلحتوں پر ترجیح دیتے ہیں۔ اسی واسطے فرمادیا کہ کیا وہ ہماری رحمت کو اپنی آراء کے موافق تقسیم کرنا چاہتے ہیں۔ وہ ہی سوچ لیں کہ اگر ساری دنیا کے آدمی دولت مندی دولت مند ہوتے تو کون کسی کی تابعداری کرتا اور کارخانہ دنیا کیونکر چلتا۔ اسی واسطے ہم نے ان کی روزی اپنی مصلحت کے موافق ان میں تقسیم کر دی۔ کسی کو حاکم بنایا، کسی کو محکوم۔ اگر یہ طریقہ نہ ہوتا تو امیروں کے گھراں خانوں سے سڑے رہتے اور امرا ایک ایک قطرہ پانی کو بوجہ نہ ملنے پانی لانے والے کے ترستے رہتے یا خود ہی سب لوگ اپنا پاخانہ اٹھاتے اور سب اپنا پانی بھر بھر کر لاتے، جو شان شاہی اور امارت کے بالکل مخالف تھا، لہذا زبردست زبردست پر ظلم کرتے، زبردست سے کام لیتے اور کوئی کسی کی نہ سنتا۔ علیٰ ہذا القیاس اور کارخانہ دنیا درہم برہم ہو جاتا۔ لہذا ہر شخص کے واسطے بہتر وہی تھا جو اللہ کی رحمت سے اسے عطا ہوا نہ کہ سب کا دولت مند ہونا۔ چنانچہ سورہ شوریٰ کے تیسرے رکوع میں اللہ جل شانہ نے اس مصلحت کو ظاہر بھی فرمادیا کہ

وَلَوْ بَسَطَ اللَّهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهِ لَبَغَوْا فِي الْأَرْضِ وَلَكِنْ يَنْزِلُ

بِقَدَرِ مَا يُشَاءُ إِنَّهُ بِعِبَادِهِ خَبِيرٌ بَصِيرٌ

اگر کشادہ کرتا اللہ رزق اپنے تمام ہی بندوں کا تو البتہ سرکشی کرتے وہ بیچ زمین کے (ایک دوسرے پر) لیکن نازل کرتا ہے اللہ ہر ایک کے رزق کو اسی انداز پر جو اس کے لیے بہتر ہے۔ اس واسطے کہ وہ اپنے تمام بندوں کے مال کار سے اور ان کی طبیعتوں سے خبردار رہنے اور سب کا دیکھنے والا۔

اور جب تک ان انسانوں نے اپنے رزق کو اپنے ہاتھوں سے نہ لیا، تو ان کے لیے رزق کا حقیقی منبع اللہ ہی ہے۔

واسطے اس نے ناپائیدار چیز کے دوست رکھنے والوں اور آخرت کے منکروں کو دنیا کثرت سے دی اور چونکہ دنیا ناپائیدار اور ذلیل تھی، آخرت کے یقین کرنے والوں کو وہ نعمتیں آخرت کی جو ہمیشہ دائم و قائم رہنے والی تھیں، عطا فرمائیں اور دنیا کی دولت سے ان کو مبرا اور استقلال عطا فرما کر دور رکھا تاکہ دنیا میں پھنس کر ہماری یاد سے جملائے غفلت نہ ہو جائیں۔ اسی واسطے فرما دیا کہ ہر انسان چونکہ ہمیشہ و آرام دنیا کا خواہ وہ کتنا بھی دنیا کو ناپائیدار جانتا ہو، پیدا کنشی طور سے حریص ہے، اگر ایسا نہ ہو تا تو ہم کافروں کو اتنی دنیا دیتے کہ ان کے مکانوں کی چھت اور سیڑھیاں چاندی کی ہوتیں تاکہ وقت انتقال وہ مال ان کے لیے موجب وبال و نکال اور حسرت کا ہو۔ اور آخرت میں اپنے اعمال بد کی سزا میں مبتلا رہیں اور مومن وقت انتقال بوجہ نہ رکھنے محبت دنیا کے فارغ البال نعمائے جنت کے مشتاق دنیا سے کوچ کریں، جو دلیل ہے اپنے محبوب کے محبوں کو اعلیٰ درجہ کی نعمتیں عطا فرمانے پر اور ان سب کو اپنا محبوب بنانے پر۔

یہ جواب ان پانچوں اعتراضوں کا جواب ہے کہ خدائے تعالیٰ کو حاکم مطلق خالق برحق جاننے والے کے نزدیک تو کوئی شبہ باقی نہیں رہتا۔ اسی واسطے بہ مقتضائے حکیم مطلق حاکم برحق ہونے کے سورہ سجہ، رکوع دوم میں جواب اعتراض پنجم میں صاف فرما دیا:

وَلَوْ شِئْنَا لَآتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هَدَاهَا وَلَكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّي

لَا مَلَأْتُ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ○

یعنی اگر ہم چاہتے تو البتہ ہم ہر جان کو اس کے لائق ہدایت سے حصہ عطا کر دیتے (اور کوئی کافر نہ ہوتا) مگر بہ تقاضائے حکمت کاملہ ہمارے علم میں یہ بات ثابت تھی کہ ہم جہنم کو جن اور آدمیوں سے بھر دیں۔

اس واسطے کہ ہم صانع مطلق ہیں اور تقاضا کمال صنائی اور خلائی کابیی تھا کہ نہ خیر محض پیدا کرنے میں ہمارا معجز ظاہر ہو، نہ شر محض پیدا کرنے میں، نہ ایسی خیر پیدا کرنے میں جو کم و بیش شر سے ملی ہوئی ہو۔ لہذا ہم نے خیر محض ملائکہ اور انبیاء علیہم السلام اور مومنین کاملین کو پیدا کیا اور شر محض شیاطین اور مشرکین اور مرتدین اور منافقین اور کفار کو۔ اور مخلوق بخیر و شر گنگاروں کو اور جیسے موثر اور بگھی اور چکڑا بنانے والا کارگر بگھی اور موثر کے رکھنے کے لائق مکان پہلے بنایا ہے، کافروں اور مشرکوں کے لائق مکان، جس کا نام جہنم ہے، پہلے ہی سے ہمارے علم میں تھا۔ علیٰ ہذا جنتیوں کے لائق مکان، جس کو جنت الفردوس، عدن، اقصیٰ، وغیرہ کہتے ہیں، پہلے ہی سے ہمارے علم میں تھا۔ اور گنگاروں کو شر سے پاک کرنے کا مکان مثل دھولی

کی بجائی کی دوزخ میں علیحدہ ہمارے علم میں تھا اور دونوں قسم کی مخلوق سے دونوں ہی مکانوں کا بلکہ تینوں کا بھرنا ہمارے نزدیک ضروری تھا۔ مگر اب دو سوال اور پیدا ہوتے ہیں۔

اول: یہ کہ جب کافر مرتد منافق مشرک پہلے ہی سے کافر مشرک بنائے گئے ہیں اور کسی کی کوشش سے کوئی ان میں سے مومن نہیں ہو سکتا، پھر پیغمبروں اور ہادیوں کو کیوں بھیجا گیا۔ اندریں صورت پیغمبروں اور ہادیوں کا بھیجا باعث ٹھہرے گا، جس سے ذات قادر مطلق قطعاً پاک اور منزہ ہے۔

دوسرا: سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب کافر مشرک پہلے ہی سے کافر مشرک پیدا کیے گئے ہیں اور ان کی جگہ پہلے ہی سے جہنم مقرر کر دی گئی، علیٰ ہذا مومن پہلے ہی سے مومن پیدا کیے گئے تھے اور ان کی جگہ بن کیے کرائے پہلے ہی سے جنت مقرر ہو چکی تھی، بدین صورت عمل کی کیا ضرورت رہی۔ پھر بار بار قرآن مجید میں یہ کیوں ارشاد ہوتا ہے کہ اگر وہ ایمان لائے اور نیک عمل کیے، جنت میں داخل کیے جائیں گے۔ اور اگر ایمان نہ لائے اور بے ایمان رہے، دوزخ میں۔ اور بار بار کیوں فرمایا جاتا ہے کہ کفر و شرک سے توبہ کرو ورنہ جہنم میں داخل کیے جاؤ گے۔ جب کافر پہلے ہی کافر پیدا کیا گیا ہے اور مومن، مومن تو کوئی کتنی بھی کوشش کرے، نہ کافر مومن ہو سکے، نہ مومن کافر۔ پھر مجبور محض کو کسی امر کے ساتھ مامور کرنا صراحتاً خلاف عدل ہے اور تکلیف بالایطاق۔ لہذا سوال اول کا جواب تو قرآن مجید میں اس طرح بیان کیا گیا، جو سورۃ المائدہ میں مشہور سورۃ الفاطر کے تیسرے رکوع میں ہے۔

انما تنذر الذین یخشون ربہم بالغیب و اقاموا الصلوۃ
ومن تزکی فانما یتزکی لنفسہ والی اللہ المصیرۃ وما
یستوی الاعمی والبصیرۃ ولا الظلمات ولا النورۃ ولا الظل
ولا الحرورۃ وما یتسوی الاحیاء ولا الاموات ان اللہ یرسم من
یشاء وما انت بمسمع من فی القبور ان انت الا نذیرۃ انا
ارسلناک بالحق بشیرا و نذیرا وان من امتہ الا خلا فیہا
نذیرۃ

سوا اس کے نہیں کہ ڈرا سکتے ہو تم ان لوگوں کو جو ڈرتے ہیں رب اپنے سے بن دیکھے اور قائم
کما انہوں نے نماز کو اور جو شخص کہ باکی حاصل کرتا ہے سوائے اس کے نہیں کہ وہ باکی حاصل

کرتا ہے بقدر جبلت اپنے نفس کے اور طرف اللہ ہی کے ہے ٹھکانا اور نہیں برابر ہو سکتا اندھا اور آنکھ والا اور نہ تاریکی اور نور اور نہ سایہ اور دھوپ اور نہیں برابر ہو سکتے زندہ اور مردہ (یعنی مومن اور کافر) بیشک اللہ سنا سنا ہے سنا قبولیت کا جس کو چاہتا ہے اور نہیں تم سنانے والے ان لوگوں کو جو قبروں میں ہیں (یعنی جیسے وہ سنتے ہیں اور جواب نہیں دیتے کافروں کی بھی ایسی ہی مثال ہے کہ آپ سے سب کچھ سنتے ہیں مگر آپ کا سنا ان پر اثر نہیں کرتا) اس واسطے کہ نہیں ہو تم مگر ڈرانے والے۔ بیشک بھیجا ہم نے تم کو ہمیشہ کے لیے ساتھ حق کے جنت کی بشارت دینے والا اور دوزخ سے ڈرانے والا اور نہیں کوئی امت مگر اس میں گزرے ڈرانے والے (یعنی پیغمبرِ اعلیٰ) کہ کافر کو مومن بنانے والے۔)

خلاصہ ان تمام آیات کریمہ کا یہ ہوا کہ ہم نے تم کو اور تمام پہلے اور پچھلے بادلوں کو اس واسطے نہیں بھیجا ہے کہ وہ ان کافروں کو، جو تقدیر الہی میں ابدی کافر ہو چکے، خواہ وہ منافق ہوں یا مشرک، خواہ مردہ، ان کو تم مومن بنا دو۔ علیٰ ہذا تمام بادلوں کو اور شیطان کو یہ قدرت دی گئی کہ وہ حقیقی مومنوں کو کافر بنا دے۔ چنانچہ شیطان کو اول ہی دن یہ ارشاد فرما دیا کہ ان عبادی لبس لکن علیہم سلطان۔ یعنی ہمارے بندوں پر تجھ کو کوئی حق حکومت نہیں حاصل کہ تیری کوشش سے کوئی مومن کافر یا مشرک یا مرتد ہو جائے۔ بلکہ جو ہمارے علم میں پہلے سے کافر یا مشرک یا مرتد یا منافق بنائے گئے ہیں، تیری کوشش کے بہانہ سے ان کی اصلیت ظاہر ہو جائے گی۔ اور اسی طرح جناب رسالت مآب، افضل الرسل، ہادی کل، سرور انبیاء، حبیب کبریا، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم سنایا کہ

انکے لا تہدی من احببت ولكن الله يهدي من يشاء

یعنی اے ہمارے حبیب، بیشک و شبہ تم جس کو چاہو اگر وہ ہمارے علم میں کافر حقیقی ہے راہِ راست پر نہیں لاسکتے اور کافر کو مومن نہیں بنا سکتے مگر اللہ یعنی ہم جس کو چاہیں اور جو ہمارے علم میں مومن حقیقی ہے، اس کو تمہارے ذریعہ اور بہانہ سے راہِ راست پر لے آتے ہیں اور صورت کے کافر کو مومن بنا کر اس کا ایمان ظاہر کر دکھاتے ہیں لہذا ارشاد ہوتا ہے کہ سوائے اس کے نہیں کہ تم انہیں کو ڈرا سکتے ہو، جن میں اپنے رب سے ڈرنے اور نماز پڑھنے اور پاکی حاصل کرنے کا پہلے ہی سے منجانب اللہ مادہ موجود ہے نہ کہ ان لوگوں کو جو اذلی کافر ہیں اور ان میں ہدایت کا مادہ ہی نہیں پیدا کیا گیا۔

قابلیت میں برابر نہیں ہو سکتے، جیسے نایبنا اور بیٹا اور اندھیرے اور روشنیاں اور سایہ اور دھوپ برابر نہیں ہوتے اور نہ زندے مردوں کے برابر ہو سکتے ہیں۔ بیشک کوئی مردہ ہو خواہ زندہ، اللہ جس کو چاہے بنا سکتا ہے یعنی سننے کے اور قبولیت کے آثار جس سے چاہے ظاہر فرما سکتا ہے اور تم قبر والوں کو یعنی کافروں کو، جو مثل اہل قبور کی مردہ ہیں، نہیں بنا سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ جیسے اہل قبور سب کی سننے ہیں مگر اس کا نتیجہ ہر شخص پر کوئی مرتب نہیں ہوتا، اسی طرح کافر آپ کے احکامات اور قرآن مجید سب کچھ سنتے ہیں مگر اس سننے کا اور قبولیت کا کوئی اثر ظاہر نہیں ہوتا۔ بات یہ ہے کہ تم فقط ڈرانے والے اور بشارت پہنچانے والے اور اس ذریعہ سے راہ راست دکھانے والے ہونہ کہ پیدا کرنے والے۔ بیشک ہم نے آپ کو حق بات کے ساتھ خوشخبری اور ڈرانے کے ذریعہ سے راہ ہدایت پر لانے کو بھیجا ہے نہ کہ کافروں میں ایمان پیدا کرنے کو اور ہمارے بنائے ہوئے کافر کے مومن بنانے کو اور اسی طرح کوئی امت نہیں گزری مگر سب میں ہم نے اسی غرض سے ہدایت کرنے والوں اور ڈرانے والوں کو، خواہ وہ عالم ہوں یا پیغمبر، بھیجا تھا، نہ کہ ازلی کافروں میں ایمان پیدا کرنے کو، جس کو دوسری طرز پر بغرض سمجھانے عوام الناس کے، یوں بیان کر سکتے ہیں کہ ہمارے کارخانہ قدرت میں جو ازلی مومن زنگ صحبت کفار ازلی سے کافر بن گئے اور بن جاتے ہیں، جیسے فولادی تلوار مٹی کی تلواروں کی صحبت سے مثل مٹی کی تلوار کے زنگ خوردہ معلوم ہونے لگتی ہیں، ان کے صاف کرنے کو صیقل کرنے والوں کو بھیجا جاتا ہے تاکہ وہ اپنی صیقل کی رگڑوں سے زنگ دور کر کے فولادی تلواروں کی اصل حقیقت دکھا دیں۔ اور ان کے فولادی جو ہر ظاہر کر دکھائیں نہ کہ مٹی کی تلواروں کو فولادری بنا دیں، بلکہ ان کا کام یہی ہے کہ جیسے فولادی تلواروں کے فولادی جو ہر ظاہر کر دکھائیں، ایسے ہی مٹی کی تلوار کا اپنی صیقل کے رگڑوں سے بے وقار ہو نا ظاہر کر دیں۔ اسی طرح پیغمبروں کا بھی کام ہے کہ کفار حقیقی کا کفر حقیقی اپنی ہدایت کے رگڑوں سے ظاہر کر دکھائیں اور صحبت بد سے جو مومن حقیقی بصورت کفار نظر آنے لگے ہیں، ان کو ہدایت کے رگڑوں سے اور رہنمائی کی صیقل سے صاف کر کے داخل زمرہ اہل ایمان کر دیں اور ان کے ایمان کے جو ہر سب پر نمایاں ہو جائیں۔ اور اسی تقریر مذکور سے، جو تفسیر آیات مذکورہ میں بیان کی گئی، جواب سوال دوم کا بھی ظاہر ہو گیا اور وہ یہ ہے کہ پیغمبروں کا ایمان اور عمل نیک پر جنت کی بشارتیں سنا اور کفر اور فسق اور ارتداد سے خوف دوزخ دکھانا یہ ان کی صیقل ہدایت کے رگڑے ہیں کہ جس سے کافر حقیقی کا کفر حقیقی ظاہر ہوتا ہے اور مومن حقیقی کا ایمان۔ واللہ ہو المہدی وعلیہ التکلیل۔ والصلوہ والسلام علی حبیبہ سید

سوال نمبر: سب سے بہتر تو یہ تھا کہ اللہ کسی فرشتہ کو پیغمبر کر کے بھیجتا یا جس کو بھی پیغمبر کرتا، اس کے ساتھ فرشتہ آتا تاکہ اس پیغمبر کے پیغمبرانے میں کسی کو شبہ ہی نہ رہتا۔

جواب: اگرچہ جواب سوالات خمسہ مذکورہ میں اس سوال نمبر کا بھی جواب کافی ہو سکتا ہے مگر مشرکین عرب نے مستقل طور سے یہ سوال کیا تھا، لہذا مستقل طور سے قرآن مجید میں سورہ انفاع کے پہلے رکوع میں مع بیان سوال اس طرح جواب دیا گیا ہے:

وقالوا لو لا انزل عليه ملك ولو انزلنا ملكا لقضى الامر ثم لا ينظرون ○ ولو جعلناه ملكا لجعلناه رجلا وللبسنا عليهم ما يلبسون ○

اور کہا مشرکوں نے کہ کیوں نہیں اتارا گیا عمدہ نبوت پر کوئی فرشتہ اور اگر اتارتے ہم اس کو اس کی اصلی حالت پر تو بلا مصلحت وہ مر جاتے تو لا محالہ اگر فرشتہ کو ہم پیغمبر کر کے بھیجتے تو صورت انسانی ہی میں بھیجتے (تاکہ وہ اس کے دیکھنے اور اس سے نصیحت سننے کے مستعمل ہو سکتے) تو وہ پھر اسی شبہ میں گرفتار ہوتے۔

علیٰ ہذا القیاس کوئی ایسا سوال نہیں کہ جو قرآن مجید سے کیا جائے اور قرآن مجید میں اس کا جواب شافی نہ ہو، خواہ ہم کو اپنی بے علمی اور کم مائیگی سے نہ ملے، لہذا ہم ان شاء اللہ حسب موقع جس مقام کے لائق جو سوال ہو گا، اپنے علم و فہم کے اندازہ پر اس کو بیان کر کے قرآن مجید سے اس کے جواب اپنے موقع پر ضرور بیان کریں گے۔ ان شاء اللہ۔ یہاں تک کہ معاملات دنیوی تک میں منجملہ حقائق اشیاء ریل کے کو کلمہ تک کی ماہیت قرآن مجید سے ظاہر کر دکھائی جائے گی۔

صفت وقوت ہشتم جو تکرملہ ہے انہی قوتوں کا

یہ ہے کہ وہ اپنے سچے اور جھوٹے پیروؤں کی ضرور علامت اور نشانی بیان کر دے تاکہ وقت اختلاف سچوں کو جھوٹوں سے جدا کر کے ہر شخص پہچان لے کہ یہ قرآن مجید کے سچے پیرو ہیں اور یہ جھوٹے۔ چنانچہ یہ مدعا پارہ والمحصنات کے آٹھویں رکوع میں اس طرح بالتصریح بیان فرمادیا کہ ہر منصف پر مومن اور منافق کو جدا کر کے دکھادیا۔

قال اللہ تعالیٰ: افلا يتدبرون القرآن ولو كان من عند غير
اللہ لوجدوا فيه اختلافا كثيرا ○ واذا جاءهم امر من الامر من الامن او
الخوف اذا عوا به ووردوه الى الرسول والى اولى الامر منهم
لعلهم الذين يستنبطونه منهم ولو لا فضل اللہ علیکم
ورحمته لا تبعتم الشیطان الا قليلا ○

فرمایا اللہ تعالیٰ نے: کیا نہیں فکر کرتے وہ قرآن میں اور اگر ہو تا وہ سوا اللہ کے کسی کا کلام تو
بموجب اپنے خیال کے وہ اس میں بہت ہی کچھ اختلاف پاتے۔ بات یہ ہے جب ان کے پاس
قرآن سے کوئی بات امن یا خوف کی آتی ہے اپنی بے سمجھی سے اس کو پھیلا دیتے ہیں (اور پھر اس
کے مخالفہ مدعے نقل فرماتے ہیں) سمجھ کر ظہور ہوتا ہے تو قرآن اور اختلاف کا تمت رکھتے ہیں اگر

وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیتے یا جاننے والوں احکام شریعت سے تو ان میں جو مستبٹ اور مجتہد ہوتے وہ اختلاف جان لیتے (اور ان کو سمجھا دیتے) اور اے امت مرحومہ اگر تم پر اللہ کا فضل اور رحمت ساتھ بھیجے ایسے نبی اور مجتہدین امت کے نہ ہوتا تو البتہ تم بھی سب شیطان کے تابع ہو جاتے مگر تھوڑے۔

(ف) شان نزول ان آیات کریمہ میں اگرچہ مختلف روایتیں منقول ہیں مگر خلاصہ سب کا یہ ہے کہ ان منافقوں کی شان میں نازل ہوئی ہیں کہ جو اپنی سمجھ کے موافق ہر بات کو بلا تقلید صحابہ اور تحقیق کرنے کے مجتہدین اصحاب سے بے سوچے سمجھے پھیلا دیا کرتے تھے اور بھر قرآن مجید اور اخبار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تہمت اختلاف کی رکھتے تھے۔ لہذا ارشاد ہوا کہ خود سمجھتے نہیں اور تہمت اختلاف قرآن پر رکھتے ہیں۔ اگر وہ ہمارے رسول سے دریافت کر لیتے یا علماء صحابہ سے تو سب تو نہیں مگر صحابہ کرام سے جو مستبٹ احکام اور مجتہد تھے وہ اس صورت اختلاف کو متفق کر کے دکھلا دیتے اور ان کی تقلید کرنے کے بعد اختلاف بتانے تک نوبت نہ پہنچتی۔ پھر فرمایا: اے امت محمد رسول اللہ اگر تم پر اللہ کا یہ فضل نہ ہوتا کہ رسول دیا تو ایسا اور مجتہدین علماء دیے تو ایسے اور اس کی رحمت تو تم سب پیرو شیطان کے ہو جاتے مگر تھوڑے۔ مگر چونکہ تم پر اللہ کا فضل ہے اور اس کی رحمت لہذا تم سب متبع شیطان نہ ہو گے مگر تھوڑے۔ قطع نظر دیگر احتمالات ضیفہ سے یہی مدعا ثابت ہوتا ہے۔ تفسیر رحمانی سے اور نیز تفسیر بیضاوی اور تفسیر حسینی سے چنانچہ بہت سی حدیثوں سے جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی مضمون کو بار بار مود کر کے بیان فرمایا ہے، جن میں سے بارہ احادیث تو ہم مع مختصر مضمون آیات مذکورہ جواب اعتراض ہشتم میں نقل کر چکے اور کچھ بقدر ضرورت یہاں بھی نقل کر دیتے ہیں۔

مسند امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے یہ تیرہویں حدیث ہے:

عن ابن عمر رضی اللہ عنہ ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ خطب بالجایثہ فقال قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقامی فیکم فقال استوصوا باصحابی خیرائم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم ثم یفشوا الکذب حتی ان الرجل لیبتدا بالشہادۃ قبل ان یسئلہا فمن اراد منکم بحجتہ

الاثنين ابعدا لا يحلون احدكم بالمرأة فان الشيطان ثالثها
ومن سرتة حسنته وساءتة سيئته فهو مو من۔

حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ مقام جابیہ میں عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطبہ پڑھا، پس فرمایا کھڑے ہوئے ہمارے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسے میں تمہارے درمیان میں کھڑا ہوں اور فرمایا میرے اصحاب کے ساتھ بھلائی کی وصیت مجھ سے یاد رکھو۔ پھر ان لوگوں کے ساتھ بھلائی کی وصیت کی جو ان سے نزدیک ہوں پھر ان لوگوں کے ساتھ جو ان سے نزدیک ہوں یعنی تاجی اور تیج تاجی۔ پھر یہاں تک جھوٹ پھیلے گا کہ آدمی بلا سوال گواہی دینے لگیں گے اس وقت جو تم سے وسط جنت کا حاصل کرنا چاہے اس کو چاہیے کہ جماعت اہل اسلام کو لازم پکڑے اس واسطے کہ شیطان ایک کے ساتھ ہے اور دو سے دور۔ یعنی چھوٹے فرقہ کے ساتھ ہے اور کثرت والی جماعت سے دور۔ تم کو چاہیے کہ تنہا کسی اجنبی عورت کے ساتھ نہ رہو اس واسطے کہ شیطان تمہاری میں آمو جو ہوتا ہے اور ایمان کی نشانی نیکی سے خوش ہونا ہے اور بدی سے آزر دہ۔

حدیث ۱۳۔۔۔ وفيه عن جابر ابن سمرة قال خطب عمر رضي
الله عنه الناس فقال ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قام
في مثل مقامى هذا فاساق الحديث مثله مع تغيير يسير
اور اسی سند میں ہے بعینہ یہی حدیث حضرت جابر ابن سمرة رضی اللہ عنہ سے کہ وہ بھی اس واقعہ کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مثل عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی کچھ تھوڑے تغیر الفاظ کے ساتھ بیان فرماتے ہیں۔

حدیث ۱۵۔۔۔ وعن ابى ذر قال قال النبى صلى الله عليه
وسلم من فارق الجماعة شبرا فقد خلع ربقة الاسلام من
عنقه مسند امام احمد ابن حنبل سنن ابى داود۔ مستدرک
حاکم۔ مسلم شریف۔

ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے ہے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص جدا ہو جماعت سے ایک باشت پیر، تختہ نکال دی اس نے ری اسلام کی انی گردن سے۔

یہ حدیث شریف سند امام بن حنبل میں سنن ابی داؤد، متدرک حاکم اور مسلم شریف سے ہے۔

حدیث ۱۶ --- عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال اتقوا اللہ واصبروا حتی یستریح او یستراح من فاجر فان اللہ لا یجمع امتہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم علی ضلالتہ۔ منتخب کنز العمال عن مصنف ابن ابی شیبہ۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ڈرو اللہ سے اور صبر کرو یہاں تک کہ آرام اور راحت حاصل ہو جائے یا راحت حاصل کی جائے خدا اور رسول کے نافرمانیہ داروں سے اور لازم پکڑو تم جماعت کو اس واسطے کہ نہیں جمع کرے گا اللہ امت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گمراہی پر۔ (منتخب کنز العمال)

امت میں تفرقہ بازوں کی سزا:

حدیث ۱۷ --- عن اسامہ ابن شریک قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من فرق بین امتی وہم جمیع فاضربوا راسہ کائنات من کان۔ مسلم شریف۔ مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ و کبیر طبرانی۔

مسلم شریف مصنف ابوبکر بن ابی شیبہ، کبیر طبرانی میں اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ سے ہے، فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، جس نے تفرقہ ڈالامیری امت میں اس حال میں کہ وہ جمع تھی پس گردن مارو اس کی۔ کوئی بھی ہو۔

حدیث ۱۸ --- عن اسامہ ابن شریک رضی اللہ عنہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ید اللہ علی الجماعۃ فاذا شذ الشاذ منهم اختطفہ الشیطان کما یختطف الذئب الشاذہ من الغنم۔ کبیر طبرانی۔ وابن قانع۔ خطیب فی الافراد۔ وابو نعیم فی المعرفۃ۔

اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ سے ہے، فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے،

ہے اس کو شیطان جس طرح سے اچک لیتا ہے بھیڑا گلے سے جدا ہونے والی بکری کو۔ یہ حدیث کبیر طبرانی اور ابن قانع اور خطیب کی کتاب الافراد اور ابو نعیم کی معرفت میں ہے۔

حدیث ۱۹ --- عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ید اللہ علی الجماعۃ - سنن نسائی۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ہے، 'فرماتے ہیں' فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے،
کہ اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے۔ یہ حدیث شریف نسائی میں ہے۔

جماعت رحمت ہے اور فرقہ عذاب:

حدیث ۲۰ --- عن نعمان ابن بشیر قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الجماعۃ رحمہ والفرقہ عذاب قضاضی وعن عبد اللہ فی زوائد المسند لابن الامام احمد رضی اللہ عنہما۔

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے ہے، 'فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے،
جماعت رحمت ہے اور جماعت سے جدا ہونا عذاب ہے۔ قضاضی میں ہے اور عبد اللہ رضی اللہ عنہ
سے ہے، 'زوائد المسند لابن الامام احمد رضی اللہ عنہما میں۔

حدیث ۲۱ --- وعن الحسن قال قال بلغنی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال سالت ربی ان لا یجمع امتی علی ضلالۃ فاعطانیہا۔ منتخب کنز العمال عن ابن جریر۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے ہے، 'فرماتے ہیں کہ پہنچی ہے مجھ کو یہ بات کہ تحقیق فرمایا نبی
صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مانگا میں نے اپنے رب سے اس بات کو کہ نہ جمع کرے امت میری کو اوپر
گمراہی کے، پس قبول کیا اللہ نے میری دعا کو اور عطا کیا مجھ کو یہ میرا دعا۔

حدیث ۲۲ --- عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من سرہ ان یسکن بحبوحۃ الجنۃ

الاثنین ابعده۔ دیلمی۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہے، فرمایا انہوں نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، جس کو خوش ہو جنت کے بیچ رہنا اور بیچا بیچ جنت کا پس ضرور لازم پکڑ لے جماعت کو اس واسطے کہ شیطان اکیلے دوکیلے کے ساتھ ہوتا ہے اور دوسے بہت دور رہتا ہے۔ (دیلمی)

حدیث ۲۳۔۔۔ عن ابن عباس قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من شق عصاء المسلمین والمسلمون فی اسلام دامج فقد خلع ربقة الاسلام من عنقه۔ رامہرمزی فی الامثال۔ طبرانی فی الکبیر خطیب فی المتفق والمفترق۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، جس نے جدائی حاصل کی جماعت سے مسلمانوں کی اس حالت میں کہ مسلمان مضبوط تھے پورے اسلام میں۔ پس تحقیق نکال دیا اس نے رسی اسلام کو اپنی گردن سے۔ یہ حدیث رامہرمزی کی امثال اور طبرانی کبیر اور خطیب کی المتفق والمفترق میں ہے۔

حدیث ۲۴۔۔۔ عن ابی رجاء العطاردی قال سمعت بن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من رای من امیرہ شیئاً یکرہہ فلیصبر علیہ فانہ من فارق الجماعة شبرا فمات الامات میتة جاہلیتہ۔ منتخب کنز العمال۔

ابو رجاء رضی اللہ عنہ سے ہے، فرماتے ہیں، شامیں نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ روایت کرتے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرمایا آپ نے، جو شخص دیکھے سردار اپنے سے کوئی مکروہ بات، پس چاہیے کہ صبر کرے اس پر اس واسطے کہ ینک جس نے جدائی حاصل کی جماعت سے، ایک بالشت بھر یعنی ذرا سی اور اسی حالت میں مر گیا مگر ہوگی موت اس کی جہالت کے دنوں کی سی موت۔ (یہ حدیث منتخب کنز العمال کی ہے)

میری امت کے ستر فرقے جہنم میں جائیں گے:

فی النار الاملة واحدة۔ (منتخب کنز العمال)
یعنی قریب ہے کہ میری امت کے کئی اور ستر فرقے ہو جائیں گے۔ سب کے سب ناری ہیں
مگر ایک فرقہ۔ (منتخب کنز العمال)

حدیث ۲۶ --- عن عبد الله ابن يحيى قال حججنا مع
معاوية ابن ابی سفیان فلما قدمنا مكة قام حين صلى صلوة
الظهر فقال ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان اهل
الكتابين افترقوا في دينهم على ثنتين وسبعين وان هذه
الامة ستفترق على ثلث وسبعين ملته۔ یعنی الاهواء كلها
فی النار الا واحدة وهى الجماعة۔ (منتخب کنز العمال)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ نے موسم حج میں بعد نماز ظہر مکہ
مکرمہ میں کھڑے ہو کر فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ دونوں فرقے اہل
کتاب کے (یہود و نصاریٰ) باعث اختلاف متفرق ہو کر بہتر گروہ ہو گئے اور اس (میری) امت کے
عنقریب تتر فرقے بدعتی اپنی خواہشوں کے موافق ہو جائیں گے۔ وہ سب دوزخی ہیں مگر ان میں
سے ایک فرقہ جو جماعت والا ہو گا دوزخی نہیں ہے۔ (یہ حدیث منتخب کنز العمال میں ہے)

حدیث ۲۷ --- عن عبد الله ابن مسعود رضى الله عنهما
قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ثلث لا يغفل عليهن
قلب مسلم اخلاص العمل لله والنصيحة للمسلمين ولزوم
جماعتهم فان دعوة المسلمين تحيط من ورائهم۔ مشکوٰۃ
شريف عن المسند للامام الشافعى۔ والمدخل للبيهقى۔
وسنن ابن ماجه والسنن للدارمى بروايته زيد بن ثابت۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے ہے، فرمایا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے کہ تین چیزوں کے حاصل کرنے میں مسلمانوں کا دل کی نہیں کرتا۔ خالص اللہ کے واسطے عمل
کرنے میں اور مسلمانوں کی خیر خواہی اور نصیحت کرنے میں اور مسلمانوں کی جماعت کے لازم

کونے میں۔ (مشکوٰۃ شریف)

حَدِيث ۲۸ --- عن انس ابن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان بنی اسرائیل افترقت علی احدى وسبعین فرقة وان امتی ستفترق علی ثنتین وسبعین فرقة کلها فی النار الا واحدة وهی الجماعة۔ (ابن ماجہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، تحقیق بنی اسرائیل کے اکثر فرقے ہو گئے تھے اور بیشک میری امت کے بہتر فرقے ہو جائیں گے۔ سب دوزخی ہوں گے مگر ایک فرقہ جو جماعت والا ہوگا۔

حَدِيث ۲۹ --- عن عوف ابن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افترقت اليهود علی احد وسبعین فرقة فواحدة فی الجنة وسبعون فی النار وافتترقت النصارى علی ثنتین وسبعین فرقة فاحدی وسبعون فی النار و واحدة فی الجنة فوالذی نفس محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بیدہ لتفترقن امتی علی ثلث وسبعین فرقة فواحدة فی الجنة و ثنتان وسبعون فی النار قیل یا رسول اللہ من ہم قال الجماعة۔ (منتخب کنز العمال)

عوف بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، جدا جدا ہوئے یہود اوپر اکثر فرقوں کے، ان میں سے ایک جنتی رہا اور ستر دوزخی اور جدا جدا ہوئے نصاریٰ اوپر بہتر فرقوں کے۔ پس اکثر دوزخی رہے اور ایک جنتی۔ قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے، البتہ جدا جدا ہوگی امت میری اوپر تتر فرقوں کے۔ پس ان میں سے ایک جنتی ہے اور بہتر دوزخی۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو جنتی ہے وہ کونسا فرقہ ہے۔ آپ نے (صلی اللہ علیہ وسلم و بارک) فرمایا، جماعت والا فرقہ۔ (منتخب کنز العمال)

حَدِيث ۳۰ --- عن ابی غالب عن ابی امامتہ فی حدیث

طعن علیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال افترقت بنو

اسرائیل علیٰ واحدة وسبعین فرقة وتزید هذه الامتہ فرقة
 واحدة کلہا فی النار الا السواد الا عظم۔ (مسند امام احمد)
 ابو غالب رضی اللہ عنہ ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے ایک بڑی حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ
 وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا آپ نے، 'جداجدا ہو گئے تھے بنی اسرائیل اکثر فرقوں پر اور
 میری امت ان سے زیادہ اکثر اور ایک فرقہ پر جداجدا ہو جائے گی۔ سب فرقے دوزخی ہوں گے
 مگر ان میں سے جو نہ فرقہ بڑی جماعت والا ہو گا۔

حدیث ۳۱۲۔ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال خطبنا عمر
 بالجابية فقال يا ايها الناس اني قمت فيكم كم مقام رسول
 الله صلى الله عليه وسلم فينا فقال او صيكم باصحابه ثم
 الذين يلونهم ثم الذين يلونهم ثم يغشوا الكذب حتى
 يحلف الرجل ولا يستخلف ويشهد الشاهد ولا يستشهد الا
 لا يخلون رجل بامرہ الا كان ثالثهما الشيطان عليكم
 بالجماعة واياكم الفرقة فان الشيطان مع الواحد وهو من
 الاثنین ابعد من اراد بحبوحته الجنة فليلزم الجماعة من
 سرتہ حسنة وساءتہ سيئة فذا لکم المومن قال ابو عیسی
 الترمذی هذا حدیث حسن صحیح غریب من هذا الوجه وقد
 رواه المبارك عن محمد بن سوقة وقد روى هذا الحدیث من
 غیر وجه عن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، 'وعظ فرمایا ہم کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے
 مقام جابیہ' میں، 'پس فرمایا، 'اے لوگو! بیشک کھڑا ہوں میں تم میں مثل کھڑے ہوئے رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم کی ہم میں پس فرمایا تھا آپ نے وصیت کرتا ہوں میں تم کو ساتھ لازم پکڑنے کے
 میرے اصحاب کے طریق کو پھر جو ان سے نزدیک ہوں پھر ان کے طریق کو جو ان سے نزدیک ہو پھر
 یہاں تک جموت پھیلے گا کہ بغیر قسم دلانے کے قسم کھائیں گے اور بغیر گواہی طلب کرنے کے گواہی
 دے رہے۔ خردار اجنبی عورت کے ساتھ اکیلے کبھی نہ رہتا کہ ان دونوں میں تیسرا شیطان آتا

ہے۔ لازم پکڑ لو جماعت کو اور بچتا تفرقہ سے اس واسطے کہ شیطان اکیلے دوکیلے کے ساتھ ہوتا ہے اور دو سے بہت دور۔ جو جنت کے بیچ میں رہنے کی خواہش رکھے پس چاہیے کہ لازم پکڑے جماعت کو اور مومن تو تم میں وہی ہے جس کو اپنی نیکی سے خوشی حاصل ہو اور جس کو اپنی برائی بری معلوم ہو۔ ابو عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن لہذا صحیح لغیرہ ہے اور اس سند کے اعتبار سے اگرچہ غریب ہے لیکن فی الواقع غریب نہیں ہے اس واسطے کہ عبد اللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ نے بھی اس کو محمد بن سوید سے نقل کیا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی مختلف سندوں سے مروی ہے۔

حَدِیث ۲۲ --- عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ لا یجمع امتی او قال امتہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم علی ضلالتہ وید اللہ علی الجماعۃ ومن شذ شذ فی النار قال ابو عیسیٰ الترمذی هذا حدیث غریب وفی الباب عن ابن عباس۔

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہے کہ بیشک فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تحقیق اللہ نہیں جمع کرے گا امت میری کو یا اس طرح فرمایا نہیں جمع کرے گا امت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گراہی پر حالانکہ اس کا ہاتھ جماعت پر ہے اور جو جدا ہوا جہور سے پھینکا گیا دوزخ میں۔ ابو عیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے۔

امام اعظم اور آپ کے شاگردوں میں اختلاف پر تبصرہ

بیان میں ان مسائل کے جن میں بظاہر درمیان امام اور امام کے شاگردوں کے اختلاف معلوم ہوتا ہے اور وہ محب اختلاف زمانہ اور اہل زمانہ کے ہے جس کو بموجب جامعیت قرآن امام نے باعتبار ہر زمانہ کے بیان فرمایا تھا۔ اسی واسطے تمام کتب فقہ میں با اتفاق تمام فقہاء تحریر فرماتے ہیں کہ

اور اس قسم کے مسائل کے بیان کرنے کا ہم وعدہ صفحہ 43 میں کر چکے ہیں۔ والان نشرع۔

چنانچہ یحییٰ شرح کنز الدقائق، کبیری، شامی، جزرائق وغیرہ میں ہے کہ اگر ایسے کنوئیں میں جو دھردلہ نہ ہو کوئی جانور مثل بکری گائے آدمی وغیرہ کے مر جائے اور چھوٹا جانور جو دم سائل یعنی بہتا ہوا خون رکھتا ہے جیسے چوہا چڑیا وغیرہ اگر مر کر پھٹ جائے یا پھول جائے کنوئیں کا جب تک سارا پانی تلجھا نہ نکالا جائے کنواں پاک نہ ہوگا۔ مگر اگر کنواں ایسا چشمہ دار ہے کہ جتنا پانی کھینچا جائے فوراً آنتا یا اس سے زیادہ نیا پانی آجائے اور اس کا تلجھا کرنا غیر ممکن ہو تو امام اعظم اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک دو عادل مسلمانوں کے اندازہ سے جن کو پانی کے معاملہ میں پوری مہارت ہو اس کا کل موجود پانی نکال دیا جائے متواتر خواہ دو چار روز میں تو کنواں پاک ہو جائے گا مگر امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر دو سو ذول سے تین سو ذول تک پانی نکلا دیا جائے جب بھی کنواں پاک ہو جائے گا۔

بظاہر یہ اختلاف خت معلوم ہوتا ہے مگر انہی کتب مذکورہ سے پوری بحث دیکھنے پر معلوم ہوتا ہے کہ فی الواقع تینوں اماموں مذکور کا باہم قطعاً اختلاف نہیں بلکہ مطلب سب کا ایک ہے اس واسطے کہ علامہ طحطاوی کبیری میں اور شامی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب رد المحتار میں تحریر فرماتے ہیں کہ امام محمد رحمہ اللہ کا فتویٰ دو سو ذول کا فقط بغداد کے کنوؤں کی نسبت تھا نہ کہ عام۔ اس واسطے کہ ان کو تجربہ سے ثابت ہو گیا تھا کہ بغداد کے کنوؤں میں اگر چہ پانی چشمہ دار ہوتا ہے جو ٹوٹ نہیں سکتا مگر ہر وقت دو سو تین سو ذول سے زیادہ نہیں ہوتا اور پوری تحقیق اس مسئلہ کی مع حوالہ کتب دلیل با حدیث صحیحہ ہماری کتاب تحقیق المسائل میں ہے۔ من شاء فلینظر ثمہ۔

دوسرا مسئلہ: کبیری میں ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر اس کنوئیں میں کہ جہاں اونٹ اور بکریوں کا اجتماع رہتا ہے کہ مقدار میں خشک مینکے اونٹ کے یا بکری کی مینگی گرجائیں اور دیکھنے والے کی نگاہ میں وہ زیادہ نہ معلوم ہوں اور پانی میں کسی قسم کا تغیر نہ واقع ہو تو پانی ناپاک نہ ہوگا اور اگر گیلے مینکے یا مینگی گریں تو ناپاک ہو جائے گا اور صاحبین امام ابو یوسف اور محمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ گیلہ مینکا اور خشک فی الواقع نجس ہے مگر چونکہ گاؤں میں بے منڈیر کے کنوؤں کی جہاں بکری اونٹ جمع رہتے ہیں حفاظت خشک و تر دونوں قسم کے مینکوں سے محال ہے لہذا دونوں کا حکم پانی کے ناپاک نہ ہونے میں برابر ہے اس واسطے کہ بموجب آیہ کریمہ لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا یعنی اللہ نہیں تکلیف دیتا کسی جان کو مگر بقدر اس کی طاقت کے جیسے خشک مینکے میں بوجہ محال ہونے حفاظت کنوؤں کے ان سے معافی دے گئی۔ جب تر مینکوں سے بھی محافظت محال ہے تو ان سے بھی کنواں ناپاک نہ ہونا چاہیے۔

لہذا یہ بھی فی الواقع اختلاف نہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام اعظم رحمہ اللہ نے خشک مینکوں کا ایسے کنوؤں کی نسبت فتویٰ دیا ہے جہاں تر مینکوں سے محافظت ممکن سمجھی اور صاحبین ان فتویٰ ان کنوؤں کی نسبت ہے جہاں گیلے اور سوکھے دونوں قسم کے مینکوں سے محافظت محال ہے۔

تیسرا مسئلہ: دودھ کے برتن میں اگر ایک دو مینگی بکری کی گرجائیں۔ ایک قول یہ ہے کہ دودھ ناپاک ہو جائے گا اور دوسرا قول یہ ہے کہ دودھ پاک رہے گا۔ یہ بھی فی الواقع اختلاف نہیں اس واسطے کہ فقہانے تصریح کر دی ہے کہ دودھ دوہنے کے وقت بکری کی عادت ہوتی ہے کہ وہ ضرور مینگی کرتی ہے اور وقت دوہنے کے دودھ کے برتن کا مینگی سے بچنا سخت مشکل اس واسطے بموجب آیہ کریمہ مذکورہ کتب فقہ میں لکھا ہے کہ اگر مینگی سے رنگ دودھ کا نہ بدلے اور مینگی نکال کر پھینک دی جائے دودھ ناپاک نہ ہوگا اور اگر بعد دودھ نکالنے کے کھلے

رکھے ہوئے دودھ کے برتن میں بیٹنی گر جائے رنگ دودھ کا بدلے خواہ نہ بدلے دودھ ناپاک ہو جائے گا۔

یہ بھی فی الواقع اختلاف نہیں اس واسطے کہ کھانے پینے کا برتن کھلا ہوا رکھنا شرعاً ممنوع ہے جس کا ذکر مطابقت پیشین گوئی داؤد علیہ السلام میں مفصلاً گزر چکا اور ذہک کر رکھنے میں کوئی تکلیف مالا یطاق نہیں۔ لہذا ناپاک کا حکم دیا گیا اور دودھ دوہنے کے وقت چونکہ بیٹنی سے چھنا مشکل ہے لہذا حکم پاک کا دیا گیا اور فی الواقع یہ قول امام کا ہی نہیں بلکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے یہی فتویٰ منقول ہے۔ لہذا فی غنیۃ المستملی المعروف بکیری۔

چوتھا مسئلہ: کتاب الحدود کتب فقہ میں لکھا ہے کہ اگر کوئی کسی اجنبی عورت سے خرچی ٹھہرا کر اُس کو دو چار روز یا پھر دو پھر کے واسطے اجارہ لے کر زنا کرے یا جو عورتیں حرام ہیں ان سے نکاح کر کے ہمبستر ہو تو اس کو نہ سنگسار کیا جائے گا نہ اُس کو سودے لگائے جائیگے۔ پھر باب التقریر میں اُس کے متعلق حسب رائے قاضی سخت سزا لکھی ہے۔

مگر صاحبین کے نزدیک جیسے عموماً زنا کا حکم ہے کہ بیوی والے مرد اور خاوند والی عورت کو اگر وہ زنا کریں سنگسار کیا جاتا ہے رائد اور رند و اگر زنا کرے تو ان کے سودے لگائے جاتے ہیں۔ ایسے ہی محرمات ماں بہن وغیرہ سے نکاح کر کے زنا کرنے والے کے دزے لگائے جائیں یا سنگسار کیا جائے۔ ایسے ہی کسی عورت کو اجارہ پر لے کر زنا کرنے والے کو۔ یہ بھی فی الواقع کوئی اختلاف نہیں۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ اصل میں نکاح ایجاب اور قبول کا نام ہے کہ جو خرچی لینے والی عورت سے ضرور واقع ہوتا ہے مگر بوجہ نہ پائے جانے شرط نکاح کے کہ وہ دو گواہوں کا ہونا ہی نکاح متعقد نہیں ہوتا اور دوسری شکل میں اگرچہ نکاح مع گواہوں وغیرہ شرط کے ساتھ ہو گیا مگر وہ عورتیں یعنی ماں بہن وغیرہ جن سے نکاح قطعاً حرام ہے چونکہ محل نکاح نہ تھیں لہذا نکاح کا لہم سمجھا گیا۔ امام اعظم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس شخص کو بوجہ شبہ نکاح کے حد شرعی جو رجم یعنی سنگسار کرنا ہے نہیں مارنا چاہیے بوجہ اتباع صحیح حدیث کے جو ترمذی شریف میں ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَذْرُوا الْحَذُودَ عَنِ الْمُسْلِمِينَ مَا اسْتَطَعْتُمْ فَإِنْ كَانَ لَهُ مَخْرَجٌ فَخَلُّوا سَبِيلَهُ فَإِنَّ الْإِمَامَ أَنْ يُخْطِئَ فِي عَقْبٍ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يُخْطِئَ فِي الْعُقُوبَةِ۔
ترجمہ: عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پھاؤ تم مسلمانوں کو حد مارنے سے جہاں تک ممکن ہو۔ اگر کوئی بھی اُن کے پھاؤ کی شکل نکلے اُن کو چھوڑ دو۔ اس واسطے کہ امام معاف کرنے میں اگر خطا کرے بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ عذاب دینے میں خطا کرے۔

مگر اس کے ساتھ یہ بھی فرماتے ہیں کہ حد نہ مارنے یعنی سنگسار نہ کرنے سے یہ مراد نہیں ہے کہ اس کو مطلقاً کوئی بھی سزا نہ دی جائے۔ بلکہ باب التعزیر کتب فقہ میں سب لکھتے ہیں کہ امام کو حسب مصلحت اختیار ہے جو چاہے سزا دے تاگ پھر کوئی ایسا بد کام نہ کرے۔ چنانچہ حدیث صحیح میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اُس شخص کو جس نے آپ کے زمانہ میں بوجہ قرب زمانہ جاہلیت کے اپنی ماں سے زنا کر لیا تھا سنگسار تو نہیں فرمایا مگر اس کا سر کٹوا منگوایا۔ بہرِجِ شفاء قول امام کا بموجب مضمون اس حدیث کے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خرچی والی عورت یا ماں بہن سے زنا کرنا ایسا بد گناہ ہے کہ شارع علیہ السلام نے جس کی سزا کی کوئی حد مقرر نہیں کی جیسے چور کی حد جو

بقدر دس درہم کے مکان محفوظ سے چرواہے ہاتھ کاٹنا پونچے سے مقرر فرمایا اور شراب خوری کی حد اسی درے معین فرمائے۔ اسی واسطے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ کی نسبت ایسی صورتوں میں تعزیر یعنی سزا دینے کا بحسب مصلحت فتویٰ دیتے رہے اور حد مارنے سے منع فرماتے رہے بوجہ ہونے اس زمانہ کے زمانہ خیر و برکت اور غالب ہونے خوف خدا کے اہل زمانہ پر بمقتضائے قرب زمانہ رسول اللہ ﷺ اور ظاہر ہے کہ تعزیر بعض اوقات حد سے بھی کمیں زیادہ موجب تکلیف ہو جاتی ہے۔ چنانچہ دیکھ لو لو اطلت یعنی لونڈے بازی کی کوئی سزا معین تو نہیں مگر کس درجہ بے حد سزا اماموں سے منقول ہے کہ خواہ ان دونوں کو باندھ کر پہاڑ سے گرا دو خواہ دونوں کو باندھ کر روٹی لپیٹ کر تیل ڈال کر جلا دو۔ چاہو دیوار ان پر گرا دو۔

علی ہذا اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی فرمایا کہ خرچی لینے والی عورت یا محرمہ یعنی ماں بہن وغیرہ سے جو زنا واقع ہو اگر وہ شخص اس فعل کے حرام ہونے کو اچھی طرح جانتا تھا چونکہ حقیقت یہ زنا ہی ہے گوشہ نکاح بموجب حدیث مذکور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اسقاط حد کا تقاضا کرتا ہے مگر لوگوں سے اگر خوف خدا اٹھ جائے۔ زنا اور تماش بینی کثرت سے ہونے لگے ضرور دونوں قسم کے زانیوں کو بموجب حد شرعی سنگسار کرنا ضروری ہے۔ اس واسطے کہ بصورت معین ہو جانے حد کے یقین کامل ہو جاتا ہے کہ ضرور سنگسار کیا جاؤں گا یا سو دروں سے پنوں گا اور بصورت تعزیر اگرچہ تعزیر حسب رائے قاضی گو کبھی حد سے بھی زیادہ ہو جائے مگر بوجہ عدم تعین اس میں احتمال تخفیف اور دس درہم تک کی سزا کا بھی رہتا ہے۔ لہذا امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ نے جب اپنے زمانہ میں لوگوں کو بے خوف پایا۔ تماش بینی کثرت سے ہونے لگی۔ قول آخرا امام یعنی حد مارنے اور سنگسار کرنے کے قول پر فتویٰ دیا اور بمقتضائے فساد اہل زمانہ یہی قول اب تک مفتی بہ چلا آتا ہے۔ کَمَا فِي ذِي الْخُصَارِ وَقَالَا وَإِنْ عَلِمَ الْمُؤْمِنُ حَدَّ وَ عَلَيْهِ الْقَتْلُ خلاصہ: وَ كَذَلِكَ فِي الْفَهْستانية وَالْمُضْمَرَاتِ۔

یعنی خلاصہ اور قہستانی اور مضمرات میں ہے کہ صاحبین فرماتے ہیں کہ عورت مستاجرہ یا محرمہ یا مسکوحہ سے اگر باوجود جاننے اسباب کے کہ ان عورتوں سے نکاح اور جماع حرام ہے جماع کیا جائے بے شک وہ شخص حد مارا جائے گا اور اسی پر فتویٰ ہے۔ مگر جس قول کو امام نے اپنے زمانہ میں مفتی بہ رکھا وہ امام کی طرف اور جس قول کو صاحبین نے بحسب اپنے زمانہ کے اختیار کیا وہ قول صاحبین کی طرف کتب فقہ میں منسوب چلا آتا ہے۔

اسی طرح ہدایہ میں ہے کہ امام اعظم اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک وضو کا گرا ہوا پانی نجس ہے مگر آپ کے شاگرد حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مثل پیشاب کی نجاست غلیظہ ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک نجاست خفیفہ اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک اور ایک روایت میں امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک پاک مگر دوسری ناپاک چیز اس سے پاک نہیں ہو سکتی۔ امام زفر رحمہ اللہ کا یہ قول ہے کہ اگر وہ پانی مستعمل ایسا ہے کہ باوجود وضو کے پھر تازہ وضو کا گرا ہوا بوجہ تو پاک ہی ہے اور دوسری چیز کو بھی پاک کر سکتا ہے اور اگر بے وضو کے وضو کرنے سے گرا ہوا ہے تو پاک ہے مگر دوسری چیز کو پاک نہیں کر سکتا۔

تو اب صورت توافق یہاں یہ ہے کہ چونکہ امام اعظم رحمہ اللہ کا یہ مرتبہ تھا کہ بموجب صحیح حدیث کے جو ثابت ہے کہ ہر قطرہ وضو کے ساتھ تمام گناہ ہاتھ پاؤں منہ کے ذیل جاتے ہیں۔ آپ وضو کے گرے پانی میں ہر قسم کے گناہ کی نجاست کو جدا جدا پہنچاتے تھے۔

آپ نے اپنے واسطے اور اپنے ہم مرتبہ لوگوں کے واسطے بوجہ دیکھ لینے نجاست گناہوں کے اس پانی میں حکم نجاست کو اختیار فرمایا۔ اور بوجہ غایت احتیاط صغیرہ کبیرہ گناہوں کی نجاست کے اعتبار سے چونکہ اس کو اپنے حق میں نجاست تخلیط سمجھا تھا امام حسن رحمۃ اللہ علیہ شاگرد حضرت امام نے بہ نیت احتیاط اسی کو اختیار کیا اور اسی قول کو امام سے روایت کرتے رہے اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ نے بوجہ مبتلا ہونے کے قضاء میں اور قرب زمانہ رسول اللہ ﷺ اس امر پر نظر ڈال کر کہ غالب حال مسلمان سے یہ امر بہت بعید ہے کہ کبیرہ گناہ سے نہ بچے اور اگر مبتلا گناہ کبیرہ زنا شرانجوری وغیرہ بوجھی جائے تو تو یہ نہ کرے اور بہت ہی نادر ہے کہ مسجد میں آئے اور تو پر کہہ کے اس گناہ سے پاک ہو کر نہ آئے البتہ صغیرہ گناہوں سے بچنے والے بہت کم ہیں۔ لہذا باعتبار گناہوں صغیرہ کے جن کی نجاست نجاست خفیفہ کے مشابہ ہے امام نے جو قول باعتبار صغیرہ گناہوں کے پانی مستعمل وضو کی نسبت حکم نجاست خفیفہ کا کیا تھا۔ اسی قول کو امام سے روایت فرماتے رہے تاکہ محتاط لوگ اس سے بچتے رہیں اور عوام دقت میں نہ پڑیں اور چونکہ باعتبار مکروہ اور خلاف اولیٰ امور کے پانی مستعمل وضو کا امام کے نزدیک پاک تھا اور دوسری چیز کے پاک کرنے کے قابل نہیں رہتا تھا اور باعتبار دلیل ظاہر کے عوام الناس ظاہر جنوں کے قابل بھی قول تھا۔

امام محمد رحمۃ اللہ نے اپنے زمانہ کے سب لوگوں کی حالت دیکھ کر اسی قول پر فتویٰ دینا مناسب سمجھا اور جب دیکھا کہ جن کو گناہوں کی نجاست حکمی نظر نہیں آتی اور بوجہ سستی کے امور دین میں ان کے غالب حال سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی گتلی سے نماز بھی چھوڑ بیٹھیں گے فرما دیا کہ جو لوگ فقط نجاست ظاہری کو دیکھتے ہیں اور اسی سے بچ سکتے ہیں ان کے ظاہری پاک بدن پر استعمال کرنے سے ظاہر میں پانی ناپاک نہیں ہوتا مگر چونکہ اس کے ساتھ گناہوں سے پاک ہونے اور قابل دربار خداوندی بننے کا ارادہ کیا گیا ہے لہذا وہ اس قابل نہیں رہا کہ اس سے بچر دوبارہ حضوری دربار خدا کی قابلیت حاصل کی جائے یا کپڑے سے ناپاک وغیرہ کو اس سے پاک کر کے دربار خدا میں ساتھ لے جانے کے قابل بنالیا جائے اور یہ ظاہر حدیث کے بھی موافق تھا۔ لہذا یہی قول مفتی رہا اور ان تینوں حکموں پر باعتبار اپنے اپنے مرتبے کے عمل کرنے والے امام ہی کے مقلد رہے۔ والیٰ ہذا اشارۃ الشُّعْرَانِیِّ رَحْمَةُ اللّٰهِ فِی کِتَابِہِ الْمَعْنِیَّان۔ اسی طرح جو بعض کتب فقہ میں لکھا ہے کہ حنفیہ کے نزدیک اصل اشیاء میں اباحت ہے اور معتزلہ کے نزدیک حرمت اور بعض میں لکھا ہے کہ اصل اشیاء میں حنفیہ کے نزدیک حرمت ہے اور معتزلہ کے نزدیک اباحت۔ یہ بھی فی الواقع اختلاف نہیں بلکہ حقیقت اس مسئلہ کی یہ ہے کہ معتزلہ کہتے ہیں کہ عقلاً غلام کو مولا کے مال سے بلا اجازت مولا کے کھانے پینے پہننے زیب و زینت کی چیزوں میں تصرف کرنا جائز ہے۔ لہذا جب ہم بھی اللہ جل شانہ کے بندے ہیں اور تمام چیزیں اور تمام امور اس کی پیدا کی ہوئی لہذا جب تک مولا منع نہ کرے تمام دنیا کی چیزیں ہم کو مباح ہیں اور اصل اشیاء میں اباحت ہے اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بلا اجازت مولا کے غلام کو عقلاً مولیٰ کی کسی چیز میں تصرف کرنا جائز نہیں۔ لہذا عقل یہی چاہتی اور یہی رواج ہے کہ بلا اجازت مولیٰ کی اگر غلام مولیٰ کی کسی چیز میں تصرف کرے وہ غلام خائن اور پورہ کھلایا جاتا ہے۔ لہذا اصل تمام اشیاء میں حرمت ہے اور بلا اجازت خداوند کریم دنیا کی کسی چیز کا کھانا، پینا، پہننا بندوں کو عقلاً جائز نہیں۔ اسی بنا پر بمقابلہ معتزلہ اکثر کتب اصولی فقہ اور کتب فقہ میں لکھا ہے کہ حنفیہ کے نزدیک اصل اشیاء میں حرمت ہے اور معتزلہ کے نزدیک اباحت مگر جب یہ آیات کریمہ نازل ہوئیں۔ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِیْ

اس مسئلہ کی زیادہ تفصیل با دلائل مطلوب ہو تو ہمارے رسالہ ”مسئلک التحقیق فی اباحتہ الاصلیہ“ میں مطالعہ کریں۔ اور نیز ہم پو
قسم مسائل غیر مقلدین معترضین کے جوابات خاتمہ مقدمہ ہذا میں درج کئے گئے ہیں تاکہ خالص العقیدہ مسلمان اس گمراہ کن جماعت
کے دھوکے میں نہ آسکیں۔

منہجہ نمبر 2 متعلقہ صفحہ 349

قرآن مجید کی ایسی تعریف جس میں کوئی نقصان نہ نکل سکے وہ باعتبار اس کی فصاحت اور بلاغت کے ہے کہ جس کی وجہ سے تیس چالیس کروڑ آدمی فخر کر رہے ہیں۔ وہ فضیلت بھی ہے کہ خوبی مقاصد اور خوش اسلوبی مطالب کے اعتبار سے یہ کتاب تمام آسمانی کتابوں پر فوقیت رکھتی ہے۔ بلکہ ازلی عنایت قدرت نے جو کتابیں تیار کیں اُن سب میں انسان کے لئے یہ کتاب بہترین کتاب ہے۔ اس کے نفع انسان کی بھلائی کے متعلق یونانی فلاسفہ کے نفوس سے کہیں اچھے ہیں۔ اس میں خالق آسمان و زمین کی حمد و ثناء بھری ہوئی ہے اور عظمت خدا اس کے ہر حرف سے ٹپکتی ہے۔ قرآن علماء کے لئے ایک علمی کتاب لغت کے شائقوں کے لئے لغات کا ذخیرہ۔ شاعروں کے لئے روض کا مجموعہ۔ شرائع اور قوانین کا ایک عام انسائیکلو پیڈیا (مخزن العلوم) ہے۔ یہی سبب ہے کہ اعلیٰ طبقہ کے مسلمانوں میں جس قدر علم کی ترقی ہوتی ہے اور قرآن کے حقائق معلوم ہوتے جاتے ہیں اسی قدر قرآن کی محبت اور تعظیم ان کے دلوں میں بڑھتی جاتی ہے۔ اس کی فصاحت اور بلاغت کے بے مثل اور جامع علوم ہونے پر بڑی دلیل یہ ہے کہ بڑے بڑے انشا پردازوں اور شاعروں کے سراپے آگے جھک جاتے ہیں۔ اس کے عکاسات جو روز بروز نئے نئے ظاہر ہوتے ہیں اور اس کے اسرار بے شمار کو دیکھ کر بڑے

بڑے ناظم و ناشر سر جھکاتے نظر آتے ہیں۔

موسیو ریناش کو اگر اسلامی دنیا کے ساتھ کبھی کافی واقفیت کا موقع ملا تو بہت جلد جان لے گا کہ مسلمانوں کا روشن خیال طبقہ مذہبی آداب اور احکام کا نہایت پابند ہے اور نئی نسل کا ہر فرد اور مدارس کے تمام لڑکے اس صحیفہ مقدس کی توہین میں ایک لفظ سننے کے بھی متحمل نہیں ہوتے اور سچ یہ ہے کہ ان کو ایسا ہی چاہیے اس لئے کہ وہ اپنی نمایاں تر ہر حیثیت سے تمام آسانی کتابوں پر ترجیح رکھتی ہے۔ چنانچہ جز قرآن کے کوئی آسانی کتاب ایسی نہیں کہ جس کی سند متصل اس کے لانے والے تک کوئی بتا سکے اور جو مخزن ضروریات دینی و دنیوی مسلمانوں کے نزدیک ہو۔

(مؤلف مقدمہ بذاکہتا ہے چنانچہ ہم قرآن ہی نہیں بلکہ قرآن اور اکثر ان کتابوں کی جن کا ماخذ قرآن ہے تفصیل وار سندیں رسول اللہ ﷺ تحریر کر چکے ہیں اور یہ بھی بتا چکے کہ قرآن تمام ضروریات انسانی اور بے گنتی علموں کا ماخذ ہے) ریناش نے قرآن کے متعلق اگر اپنی غلطیوں کی صحت (اصلاح) کر لی تو خیالات کے روشن کرنے اور تار کی تعصب کے گھٹانے میں قرآن سے اس کو بڑی مدد مل سکتی ہے (لہذا ہماری نئی نسل کے مسلمان انگریزی خوان اور نئی روشنی والوں کو ہمارے اس مقدمہ اور ڈاکٹر مورس کے کلام کو بغور دیکھنا چاہیے)۔

ڈاکٹر شلین گاس نامور مؤلف انگریزی عربی اور عربی انگریزی ڈکشنری کے قرآن کی تعریف میں جو کچھ طویل تقریر لکھتے ہیں اس کا خلاصہ یہ ہے۔ لہذا فرما کر کہتا ہے: قرآن عقائد و اخلاق اور ان قوانین کا جو اس پر مبنی ہیں ایک مکمل مجموعہ ہے۔ اس میں ایک وسیع جمہوریت کے تمام آئین و اصول کے لئے رہنمائی اور ہدایت کے لئے انصاف اور عدالت کے لئے فوجی نظام اور ترتیب کے لئے انتظام مالی کے لئے غر با پروری کے لئے نہایت محتاط قانون سازی کے لئے محکم بنیادیں رکھی گئی ہیں اور تمام بنیادوں کا سنگ بنیاد وجود خالق مخلوقات پر اعتقاد رکھنا ہے جس کے قبضے میں تمام آدمیوں کی قسمت کی باگ ہے۔

جارج سیل مترجم قرآن بڑھ کر متعصب اور نکتہ چین قرآن کریم کے متعلق اس طرح لکھتا ہے۔ قرآن کریم بے شبہ زبان عربی کی بہتر اور مستند کتاب ہے جیسا سچے مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ کوئی انسان ایسی معجز کتاب نہیں لکھ سکتا فی الواقع یہ ایک مستقل معجزہ ہے۔ مردود کے زندہ کرنے سے ہزاروں درجہ بڑھ کر معجزہ ہے محمد ﷺ اور قرآن نے اس وقت میں جب ملک عرب میں ہزاروں فصحاء، بلغاء، ناظم ناشر موجود تھے ڈکے کی چوٹ یہ پہنچ دیا تھا کہ تم سے کوئی شخص ایک ہی آیت قرآن کی آیت جیسی پیش کر دے مگر کوئی نہ پیش کر سکا۔ زمانہ محمد ﷺ میں تمام شاعروں سے بڑھ کر فصیح و بلیغ شاعر لید ابن ربیعہ تھے جنہوں نے ایک نظم بغرض مقابلہ خانہ کعبہ کے دروازہ پر لڑکا دی تھی جس کا مقابلہ کوئی شاعر نہ کر سکا لیکن جب اُس کے پاس ہی قرآن کریم کی چند آیتیں لڑکائی گئیں لید اس کی فصاحت و بلاغت سے حیران ہو کر بے اختیار بت پرستی چھوڑ کر قرآن پر ایمان لے آئے اور کہہ دیا کہ ایسے الفاظ سوائے پیغمبر کے کسی کے منہ سے نہیں نکل سکتے۔

موسیو سید جو فرانس کا ایک مشہور و معروف مستشرق ہے ”خلاصہ تاریخ العرب“ صفحات (۵۹، ۶۳، ۶۴) میں لکھتا ہے۔ قرآن ایک واجب التقظیم کتاب ہے، جس نے بتایا ہے کہ خدا کے حقوق بندوں پر کیا ہیں اور بندوں کے حقوق اور تعلقات خدا سے کس قسم کے ہونے چاہئیں۔ اس میں فلسفہ اور اخلاق کی ہر قسم کی باتیں مذکور ہیں۔ فضل و کمال، عیب و نقصان، حقیقت اشیاء عبادت، امانت، گناہ و معصیت، غرضیکہ کوئی بات ایسی نہیں جس کا جامع قرآن نہ ہو۔ واقعات کے اعتبار سے اس کی آیتیں رسول اللہ ﷺ

پر اترتی رہیں اور یہی ایک چیز تھی جس نے سارے عرب میں قومیت پیدا کی۔ جنگجو قبائل میں اتفاق و اتحاد کی بنیاد ڈالی اور دنیا میں ایک عالمگیر رابطہ پیدا کیا۔ وہ آداب و اصول جو فلسفہ و حکمت پر قائم ہیں جن کی بنیاد وعدل و انصاف پر ہے جو دنیا کو بھلائی اور احسان کی تعلیم دیتے ہیں۔ ان میں سے ایک جزئیہ بھی ایسا نہیں جو قرآن میں نہ ہو۔ وہ اعتدال و میان روی کا سیدھا راستہ دکھاتا ہے گمراہی سے بچاتا ہے۔ اخلاقی کمزوریوں کی تاریکی سے باہر نکال کر فضا کی روشنی میں لاتا ہے اور انسانی زندگی کے نقائص کو کمالات سے بدل دیتا ہے۔ اسلام کو جو لوگ وحشیانہ مذہب کہتے ہیں ان کے تاریک ضمیر ہونے کی بڑی دلیل یہ ہے کہ قرآن کی ان صریح آیتوں کو بالکل نہیں دیکھتے جن کے اثر سے عرب کی تمام بُری اور معیوب عادتیں جو مدتہائے دراز سے سارے ملک میں رائج تھیں مٹ گئیں۔ مثلاً بدلہ لینا، خاندانی عداوت کی پابندی و کینہ وری جو رو تعدی کا اظہار جس کا رواج پہلے بھی یورپ میں تھا اور اب بھی ہے جو ذویل کی صورت اختیار کئے ہوئے ہے دختر کشی وغیرہ وغیرہ ساری مذموم رسوم قرآن نے مٹا دیں۔

منہیہ نمبر 3 متعلقہ صفحہ 350

ریوڈ آرمیکسویل کنگ اپنی تقریر میں متعلقہ دین اسلام میں جو 17 جنوری 1915ء کو قدیم پریسباٹیرین چرچ نیوٹورڈز میں کی تھی بیان کرتے ہیں کہ اسلام کی آسانی کتاب قرآن ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ کے الہامات کا مجموعہ ہے اس میں فقط مذہب اسلام کے اصول اور قوانین ہی مندرج نہیں ہیں بلکہ تعلیم اخلاق کا رو بار و روانہ کے متعلق ہدائیں اور قوانین بھی ہیں۔ اس میں ماں باپ کے ساتھ محبت رکھنے اور ان کی تعظیم کرنے اور بیوی کے ساتھ محبت و شفقت کرنے پر پورا زور دیا گیا ہے۔ اسلام کے پیروں کا حسن اخلاق قابل تعریف ہے۔ پیروی احکام خدا و رسول ان کا طرز عمل ہے۔ رضا تسلیم اور اپنے تمام کاموں کو خدا کے سپرد کر دینا ان کی مذہبی زندگی ہے۔ قرآن کے پیرو صدقات دوست انصاف پسند دین لین کے کھرے اور عہد کے کپے ہوتے ہیں اکثر کہا جاتا ہے کہ قرآن محمد ﷺ کی تصنیف ہے اور اس میں جو کچھ ہے وہ سب تواریت اور انجیل وغیرہ سے لیا گیا ہے۔ مگر میرا ایمان ہے کہ اگر الہام کا وجود ہے تو دنیا میں قرآن شریف ضرور الہامی کتاب ہے۔ عیسائی کہتے ہیں کہ قرآن محمد ﷺ کی تصنیف کردہ کتاب ہے۔ لیکن اگر یہ بات سچ ہوتی تو محمد ﷺ کو ایسی کتاب کے لکھنے کی کیا ضرورت تھی کہ اپنے آپ کو خودی ملامت کرتے اور پھر اُس ملامت کو ہمیشہ کے لئے قرآن میں رہنے بھی دیتے۔

نامور جرمن فاضل اور مشرق جو انکم دی بولف جرمنی کے مشہور رسالہ دی ہائف بابت 1913ء میں اسلام کے واجبات اور فرائض حفظ صحت پر بحث کرتے ہوئے لکھتا ہے میں اس وقت اسلام کے اُس خاص پہلو پر بحث کرنا چاہتا ہوں جس پر اس وقت تک شاید کسی یورپین نے غور نہیں کیا۔ یہ پہلو ان احکام و قوانین سے تعلق رکھتا ہے جو قرآن کریم نے اپنے ماننے والوں پر حفظ صحت کے متعلق فرض کیے ہیں۔ میں نہایت یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ روئے زمین کی تمام آسانی کتابوں میں قرآن کو اس وجہ سے خاص امتیاز حاصل ہے اگر ہم ان شاندار سادہ واجبات اور فرائض حفظ صحت پر غور کریں جو قرآن میں ذکر کئے گئے ہیں اور پھر اس امر پر کہ ان کی پابندی کرنے والوں کو جنت کا مستحق قرار دینے میں اُس کی کیا حکمت ہے تو ہم پر واضح ہو جائے گا کہ اگر یہ صحیفہ آسمانی اور کلام ربانی اشیاء کے رہنے والوں کو نہ ملتا تو ایشیا جیسا وبا آفریں ملک یورپ کے حق میں اور بھی بلاخیر ہوتا۔ اسلام نے صفائی طہارت اور پاک

بازی کی صاف اور صریح ہدایتیں کر کے جراثیم ہلاکت کو مہلک صدمہ پہنچایا ہے۔

اس کے علاوہ اخبار وکیل امرتسر اور رسالہ دین حسن اور رسالہ امین (عبداللہ منہاس) اور مولوی قطب الدین بیہل بند معروف بہ برہمچاری جی وغیرہ میں اس قسم کے بہت سے اقوال نامور ہنود اور عیسائیوں کے منقول ہیں کہ اگر ان سب کو جمع کیا جاوے تو ایک مستقل کتاب ہو جائے۔ لہذا ان میں سے چند اقوال نقل کر کے فقط اُن نامور عیسائی اور ہنود کے نام بطریق نمونہ لکھنے پر مع نام و پتہ اُن کے لکچروں اور کتابوں کے کفایت کی جاتی ہے جن میں انہوں نے محمد رسول اللہ ﷺ اور قرآن کریم کی تاثیر و قبولیت سے متاثر ہو کر بے اختیار بہت کچھ تعریفیں کی ہیں جن سے مقصود قرآن مجید کی قوت تاثیر اور قبولیت قلوب دکھانا منظور ہے نہ کہ قرآن مجید کی حقانیت کا ان کی تعریفوں کے ساتھ ثابت کرنا۔ ورنہ فقط سب کے نام اور ان کے لکچر اور ان کی کتابوں کے ہی نام بالاستیعاب اگر لکھے جائیں تو ایک بڑی فہرست بن جائے۔ چنانچہ اس قسم کے سو سو اعلیٰ نصاریٰ و ہنود کے اقوال میرے پاس موجود ہیں اور تلاش سے بہت کچھ مل سکتے ہیں۔ فقط

تمت بالخیر

الحمد لله والمنته کہ مقدمہ تفسیر میزان الادیان مؤلف قبلہ مولانا ابو محمد محمد دیدار علی شاہ صاحب ختم ہوا اب تفسیر زیر طبع ہے جو انشاء اللہ عنقریب چھپ کر بصیرت افزائے اولی الابصار ہوگی۔ وباللہ التوفیق۔
ابوالبرکات سید احمد غنی عنہ

آجوبہ غیر مقلدین گستاخ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آج ایک پرچہ نظر سے گزرا چونکہ اُس کا تعلق منہیہ صفحہ 43 مقدمہ ہذا سے تھا مناسب معلوم ہوا کہ ان میں سے بعض جواب اور بعض مسائل ضروری کی تحقیقات بقدر گنجائش کتاب بطریق خاتمہ شریک مقدمہ ہذا کر دی جائے۔

خاتمہ

بیان تحقیق اُن بعض مسائل میں جن کو راولپنڈی کا کوئی رافضی ابو البعید نامی حنفی بن کر ہمیشہ بری طرح سے بھولے بھالے حنفیوں کو شبہ میں ڈالنے کی غرض سے لکھ کر شائع کرتا رہتا ہے جس میں بظاہر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض ہوتے ہیں اور پردہ امام میں مقصود اس کا اعتراض کرنا قرآن پر ہوتا ہے یا احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور چونکہ وہ پرچہ اکثر ہندو مطبوعات کا چھپا ہوا ہوتا ہے لہذا شبہ ہوتا ہے کہ شاید یہ شخص آریہ ہو اور چونکہ اس کے اکثر اعتراضوں کا ماخذ مشہور وہابی محی الدین لاہوری کی کتاب ظفر المبین یا ناصر الایمان مجموعہ بہتانات شیعوں کی کتاب ہوتی ہے اور چونکہ ان کتابوں کے جوابات دندان شکن بار بار ہو چکے جن میں سے ایک کتاب کا نام جو مزین ذہابی سودو سولاء کی مہروں کے ساتھ ہے فتح المبین ہے اور دوسری کتاب کا نام نصرۃ المجتہدین لہذا چنداں حاجت جواب لکھنے کی نہ تھی۔ مگر بغرض سمجھانے بعض بھولے بھالے علم حنفیوں کے جو ایسے لوگوں کو حنفی سمجھ لیتے ہیں ان میں سے بعض ضروری مسائل کا جواب لکھا جاتا ہے تاکہ آئندہ ایسے پرچوں کا اعتبار نہ کریں اور سمجھ لیں کہ یہ کسی بے دین دھوکہ باز کا پرچہ ہے نہ کہ حنفی سنی

مسلمان کا اور ظاہر ہے کہ حنفی ہو اور پھر امام پر اعتراض کرے؟ یہ امر نہایت بعید از عقل ہے۔

صفحہ اول پرچہ مذکور میں ابو البعید مذکور اپنے آپ کو حنفی ظاہر کر کے لکھتا ہے۔

”فقہ اکبر اور شرح عقائد نسفی میں ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نبیوں و پیوں فرشتوں اور نیکیوں بدوں شرانجواروں زانی وغیرہ بدکاروں کا ایمان برابر ہے اور اہل حدیث کے نزدیک بموجب اپنے اپنے عملوں کے ہر

ایک کا ایمان کم اور زیادہ سمجھا جاتا ہے“

تحقیق اس مسئلہ کی یہ ہے کہ فی الواقع حنفیوں اور شیعہوں میں اس مسئلہ کے متعلق نزاع لفظی ہے اس واسطے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ جو ارشاد فرماتے ہیں کہ ایمان سب کا برابر ہے اس سے مراد وہ ایمان ہے جس کے بغیر آدمی مسلمان نہیں ہو سکتا اور نہ مستحق نجات اور وہ فقط تصدیق قلبی کا نام ہے ان تمام امور پر جو اللہ عزوجل نے اپنے رسول ﷺ پر نازل فرمائے اور جو احکامات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ظہور میں آئے چنانچہ قرآن مجید سے بھی یہی ثابت ہے کہ اتنی بات میں سب کا ایمان خواہ نبی ہو یا ولی یا گنہگار بدکار برابر ہے۔

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ كُلُّ آمَنَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ

ترجمہ: ایمان لائے رسول ساتھ اس چیز کے جو ان کی طرف نازل کیا گیا ان کے رب کی طرف سے اور کل مومن (خواہ وہ نیک ہوں یا بد)

سب ایمان لائے اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر۔

اب تو مسلمانوں کو معلوم ہو گیا کہ اس ابو البعید کا پر وہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ میں اس آیت پر اعتراض کر کے ہنود کو قرآن مجید پر اعتراض کرنے کا طریقہ بتلاتا ہے یا بھولے بھالے حنفیوں کو لاندہب بنانا۔ اب رہا یہ امر کہ ایمان کی رونق اعمال سے ہوتی ہے اور معجزات کے دیکھنے سے اطمینان قلبی۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اس امر کے مکر نہیں بلکہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پیغمبر اور ولی اور بہت سے نیکیوں کے بلا حساب و کتاب بمقتضائے اعمال حسن جنت میں داخل ہونے کے قائل ہیں اور بدکار ایمانداروں کے بعد سزا یابی کے حسن شیت ایزدی۔ چنانچہ سورۃ کہف کی آیت جس کا حوالہ ابو البعید نے دیا ہے وہ یہی بتاتی ہے کہ نفس ایمان اگرچہ مستحق نجات بنا دیتا ہے مگر اگر اللہ چاہے بعد سزا یابی کے اور اگر نہ چاہے تو بلا عذاب بھی سوا کفر کے گنہگاروں کی مغفرت ممکن ہے۔ مگر صالحین کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا چنانچہ سورۃ کہف میں ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ مَنْ أَحْسَنَ عَمَلًا

یعنی جو لوگ ایمان لائے اور کام کئے اچھے ان کے نیک عملوں کا بدلہ ہم ضائع نہیں کریں گے۔

بلکہ ان کو بدلہ نیک عملوں کا بڑے بڑے مراتب عطا فرمادیں گے جن کا ذکر اگلی آیت میں ہے اور گنہگاروں کی نسبت خواہ کتنے بھی گنہگار ہوں اگر مومن ہے ارشاد ہوتا ہے۔ إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ لِمَنْ يَشْرِكُ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا ذُوْنَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ۔ بے شک اللہ نہیں بخشنے گا شرک کئے جانے کو اور علاوہ شرک کے جس کو بھی چاہے بخشنے گا۔ (خواہ بعد عذاب کے بخشنے خواہ بلا عذاب بخشنے) اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ چونکہ عملوں کو داخل ایمان سمجھتے ہیں لہذا وہ اس ایمان کی نسبت جو اعمال سے رونق یافتہ ہوتا ہے فرماتے ہیں کہ باعتبار کی بیشی اعمال حسن کے وہ ایمان گھٹتا بڑھتا رہتا ہے۔ یعنی رونق ایمان گھٹتی بڑھتی رہتی ہے جس میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو قطعاً کسی قسم کا اختلاف نہیں۔

چنانچہ یہی امر ثابت ہوتا ہے قصہ ابراہیم علیہ السلام سے جب انہوں نے جناب باری کے حضور میں عرض کیا کہ اے میرے رب مجھ کو دکھلا دے کہ تو مومنوں کو کیسے زندہ کرتا ہے ارشاد ہوا کہ کیا تم ایمان نہیں رکھتے یعنی کیا تم کو ہمارے حکم پر یقین قلبی نہیں۔ عرض کیا کیوں نہیں بے شک یقین قلبی رکھتا ہوں اور مومن ہوں مگر مقصود یہ ہے کہ اطمینان اور روق ایمان بڑھ جائے اور وہ آیت کریمہ یہ ہے۔ **وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اٰزِنِيْ كَيْفَ تُخَيِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَ اَوَّلُكُمْ يُؤْمِنُ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيُظَنِّنَ قَلْبِيْ**۔
مسئلہ دوم: ابو البعید لکھتا ہے۔

”بحوالہ مشکوٰۃ مترجمہ شیخ عبدالحق حنفی رحمہ اللہ امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک مدینہ منورہ حرم (یعنی عزت کی جگہ) نہیں مانند حرم مکہ معظمہ کے“

لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلٰی الْكَافِرِيْنَ۔ اس کے جواب میں ہم کو فقط عبارت ترجمہ مشکوٰۃ لکھ دینا کافی ہے جس سے یہ معلوم ہو جائے گا کہ چاروں اماموں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ حرم مدینہ کے متعلق جتنی بھی حدیثیں وارد ہوئی ہیں ان سے تعظیم و تکریم مدینہ طیبہ ثابت ہوتی ہے نہ کہ مثل مکہ معظمہ کی احکامات مثل حرمت شکار اور قطع شجر اور لزوم جزا وغیرہ کی البتہ امور مذکورہ کے ساتھ گنگناہ ہوگا نہ کہ مستحق جزاء کا۔ جیسے کہ حرم مکہ میں شکار کرنے سے اور یہی مذہب ہے چاروں اماموں کا ہذا عبارت۔

احادیث اور تحریم حرم مدینہ مطہرہ آمدہ و اختلاف کردہ اند علماء در ترتیب حکم تحریم براہ مذہب امام ابی حنیفہ آنت کہ معنی حرمت درال مجرد تعظیم و تکریم است بے ثبوت احکام دیگر مثل حرمت صید و قطع شجر و لزوم جزاء و ہر کہ یہ کند چیزے از آں آثم میگردود جزائے نیست براں۔ و این است قول مالک و روایتی است احمد و قلعے است مرشافعی را و نووی گفتہ کہ مشہور از مذہب مالک و شافعی و جمہود علماء آنت کہ ضامن نیست در صید مدینہ و قطع شجر آں بلکہ حرام است بے ضمان۔

مسئلہ سوم: ابو البعید لکھتا ہے کہ:

”امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک ذی کافر جزیہ دینے والا اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے تو بھی قتل کے لائق نہیں ہے“

مسئلہ چہارم: ابو البعید لکھتا ہے۔

”امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک ایک ذی جزیہ دینے والا اگر جزیہ دینے سے انکار کر دے یا کسی مسلمان کو مار ڈالے

یا کسی مسلمان عورت سے زنا کرے تو بھی اس کا عہد ذی ہونے کا نہیں ٹوٹتا“

ان دونوں مسئلوں میں اس موذی نے امام اعظم رحمہ اللہ علیہ کے پردہ میں قرآن مجید پر اعتراض کیا ہے۔ اور کچھ تھوڑی سی تحریف بھی کی ہے اس واسطے کہ ہدایہ کی عبادت میں **مَنْ اِغْتَنَعَ مِنَ الْجَزْيَةِ** ہے نہ کہ انکار جس کے معنی انکار کے نہیں ہیں بلکہ جزیہ نہ دینے کے ہیں۔ چنانچہ سورۃ توبہ کے چوتھے رکوع میں ہے۔

فَاتَّبِعُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ وَلَا يَدِينُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجَزْيَةَ عَنْ يَّدِيْهِمْ صَاغِرُوْنَ

ترجمہ: اور قتل و قتل کرتے رہو ان کافروں سے یہاں تک کہ وہ ذلت کے ساتھ جزیہ دینا قبول کر لیں۔

جس کے یہ معنی ہیں کہ بعد قبول کرنے جزیہ کے جب تک جزیہ سے انکار کر کے عہدہ جزی نہ توڑ دے اس کو قتل کرنا جائز نہیں۔ البتہ قاضی کو اختیار ہے اس کو تعزیراً جو چاہے سزا دے۔ اندریں صورت لازم تھا کہ یہ موذی قرآن کی آیہ کے مقابلہ میں قرآن کی آیہ پیش کرتا نہ کہ ابوداؤد مسند امام احمد وغیرہ کا جھوٹا حوالہ دے کر قرآن پر اعتراض۔ پھر اہل تو کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں کہ امور مذکور سے امام اس کو قتل کروادے۔ البتہ بخاری شریف کی حدیث سے اتنا ثابت ہوتا ہے کہ اگر بلا حکم امام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے والے کو کوئی مسلمان قتل کر دے تو اس سے قصاص وغیرہ نہ لیا جائے۔ لیکن بالفرض اگر کسی حدیث سے قتل کروادینا یا مذکور ثابت ہو بھی جائے تو کیا حدیث احاد حکم قرآن مجید کو منسوخ کر سکتی ہے۔ کما فی الشفاء للقاضی عیاض رحمہ اللہ۔

إِلَّا أَبَا حَنِيفَةَ وَسُفْيَانَ الثَّوْرِيَّ رَحِمَهُمَا اللَّهُ وَأَتَابَهُمَا مِنَ أَهْلِ الْكُوفَةِ فَإِنَّهُمْ قَالُوا لَا يُقْتَلُ (ای الذمی الساب) وَمَا هُوَ عَلَيْهِ مِنَ الشَّرْكَ أَغْظَمَ وَلَكِنْ يُوَدَّبُ وَيَعْزَرُ۔

ترجمہ: ذمی حضور کو گالی دینے والا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قتل کیا جائے مگر حضرات سفیان ثوری اور امام ابو حنیفہ رحمہما اللہ کے نزدیک۔ لیکن حسب رائے قاضی تعزیر دیا جائے مگر یہ حکم بھی جب ہے کہ علی الاعلان گالی نہ دے بلکہ چھپ کر اپنے گھر میں اور اگر علی الاعلان گالی دے یا گالی دینے کا عادی ہو تو ذمی نہ رہے گا اور امام صاحب کے نزدیک بھی قتل کیا جائے گا۔ چنانچہ مشقی میں ہے۔ إِذَا لَمْ يُعْلَنَ فَلَوْ أَعْلَنَ بِشَفْهِهِ أَوْ أَعْيَادِهِ قُتِلَ وَلَوْ إِفْرَاقًا لَعَنِي تَعْزِيرًا دیا جائے جب علی الاعلان گالی نہیں دیتا اور اگر علی الاعلان دی یا حضور کو گالی دینے کا عادی ہو تو ضرور قتل کیا جائے اگرچہ عورت ہی ہو۔

مسئلہ پنجم: میں لکھتا ہے کہ: "امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک زانیہ عورت کی خرچی حلال ہے اور جو اجرت دیکر زنا کرے اُس پر حد شرعی نہیں۔" ان میں سے دوسرے مسئلہ کی تحقیق تو ہم منیبہ صفحہ 43 میں لکھ چکے اور مسئلہ اول کی بنا یا جہالت ہے یا بہتان اس واسطے کہ یہ مسئلہ علامہ عجمی نے حاشیہ شرح وقایہ میں محیط سے باب اجارہ فاسدہ میں لکھا ہے اور اجارہ فاسد اُس کو کہتے ہیں کہ شرعاً جائز ہو مگر کسی شرط ناجائز سے فاسد ہو جائے اور زنا کرنے پر عورت کو اجارہ لینا یہ بالاتفاق اجارہ باطل ہے جو سرے سے منعقد ہی نہیں ہوتا۔ چنانچہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح مسلم میں لکھتے ہیں۔

أَمَّا مَهْرُ الْبَيْعِ فَهُوَ مَا تَأْخُذُهُ الزَّانِيَةُ عَلَى الزَّانِئِ وَسَمَاءُ مَهْرٍ الْكَوْبَةُ عَلَى صُورَتِهِ وَهُوَ حَرَامٌ بِإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِينَ۔ ترجمہ: اجرت زانیہ کی جو زنا پر لے وہ باجماع تمام مسلمانوں کے نزدیک حرام ہے۔ پھر کیا یہ موذی امام اعظم رحمہ اللہ کو زمرہ اہل اسلام سے خارج سمجھتا ہے اور پھر دھوکا بازی سے اپنے کو خفی ظاہر کرتا ہے اور تمام کتب فقہ حنفیہ میں بالتصریح اسی طرح لکھا ہے کہ زنا پر اجارہ منعقد ہی نہیں ہوتا کہ اُس پر اجرت واجب ہو بلکہ بقرینہ باب اجارہ فاسد اُس عبارت کا جس سے اس موذی نے یہ نتیجہ نکالا ہے یہ معنی ہیں۔ اگر کسی نے کسی عورت کو روٹی پکوانے یا گھر کا کام کرانے پر دس روپیہ ماہوار پر اجارہ لیا یعنی نوکر رکھا اور اس میں یہ شرط کر لی کہ میں ایام ملازمت میں تجھ سے زنا بھی کرتا رہوں گا تو وہ اجارہ اگرچہ صحیح تھا اور مستاجر پر بعد گزرنے ایک ماہ کے دس روپیہ واجب الادا تھے مگر شرط زنا کی وجہ سے وہ اجارہ فاسد ہو گیا اور دس روپیہ مستاجر کے ذمہ واجب الادا نہیں رہے بلکہ جو بموجب عرف روٹی پکانے وغیرہ امور جائزہ کی اجرت ہے وہ اس کے ذمہ واجب الادا ہوگی اور اجرت مثل چونکہ زنا کی اجرت کے شبہ تک سے پاک ہے لہذا ازانیہ

کو وہ اجرت حلال اور پاک ہوئی اور وہ عبارت یہ ہے۔ وَإِنْ مَا أَخَذَتْهُ الزَّانِيَةُ إِنْ كَانَ يَعْقِدُ الْإِجَارَةَ فَحُلَالٌ عِنْدَ الْإِمَامِ الْأَعْظَمِ لِأَنَّ أَجْرَ الْمُثْلِ طَلِبٌ وَإِنْ كَانَ الْمُسَبَّبُ حَرَامًا لِعَيْنِ بَعْثِكَ وَهَـ حَظٌّ جَسَّ كُوزَانِي لَـ اِگر عقد اجارہ فاسدہ کے ساتھ لے تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک وہ اجرت حلال ہے اس واسطے کہ وہ اصل اجرت نہیں بلکہ اجرت مثل ہے جو بیعوض امور جائزہ کے ہوتا ہے اور اس میں اس شرط حرام کا جس کی وجہ سے وہ اجارہ فاسد ہوا ہے کچھ دخل نہیں۔ اگر اصل اجرت جس کا سبب حرام تھا وہی اجرت لی جاتی اس کا لینا جائز تھا مگر امور جائزہ کے عوض میں حسب عرف اجرت مثل جولی گئی ہے وہ جائز ہوگی۔

مسئلہ ششم: ”امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک جھوٹی گواہی گزاران (پیش کر کے) کر بیگانی عورت کے لے لینے اور اس سے صحبت کرنے سے کوئی گناہ نہیں۔ دیکھو ہدایہ جلد اول صفحہ 293“

جواب: صفحہ 293 ہدایہ کی یہ عبارت ہے۔

وَمَنْ ادَّعَتْ عَلَيْهِ امْرَأَةٌ أَنَّهُ تَزَوَّجَهَا وَأَقَامَتْ بَيْنَهُ فَجَعَلَهَا الْقَاضِيُ امْرُوتَهُ وَلَمْ يَكُنْ تَزَوَّجَهَا وَسِعَهَا الْمَقَامَ مَعَهُ وَإِنْ تَدَّعَى يُجَاعِمُهَا۔ جس کا ترجمہ یہ ہوتا ہے۔ ”اور جو شخص کہ دعویٰ کرے اُس پر کوئی عورت کہ بے شک اس شخص نے مجھ سے نکاح کیا ہے اور اس نکاح پر وہ دو گواہ شرعی گزار دے لہذا اس بنا پر قاضی اس عورت کو اس شخص کی بیوی قرار دے دے اور اصل میں یہ امر غلط ہو تو بعد قضائے قاضی اس عورت کو اس مرد کے ساتھ رہنا جائز ہے اور اگر وہ ہمبستری کرے تو اس عورت کو اس کے ساتھ ہمبستری کرنا حلال ہے حالانکہ عورت جانتی ہے کہ میں اس دعویٰ میں جھوٹی تھی۔

اول تو اہل انصاف اس عبارت ہدایہ کو مح ترجمہ کے اس موذی کی لکھی ہوئی عبارت کے ساتھ مطابق کر کے دیکھیں کہ یہ حنفی ہے یا مفتزی اور انفراد پر دواز آئمہ دین پر کہ جس کا مقصود فقط بھولے بھالے خفیوں کو ایسے بہتانوں کے ساتھ آئمہ دین سے خصوصاً امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے نفرت دلانا ہے اور لاندہ بے دین بنانا۔ پھر عبارت ہدایہ میں غور کریں کہ جب عورت نے جھوٹا دعویٰ کیا کہ مجھ سے اس شخص نے نکاح کیا ہے تو اس کا اس امر کو ظاہر کرنا ہے کہ جس طرح بھی میں ہوں اپنے نفس کو اس شخص کی زوجیت میں دینا چاہتی ہوں یہ تو دو رکوں نکاح سے جو ایجاب تھا عورت کی جانب سے پایا گیا پھر بعد قضائے قاضی عورت کے دو گواہوں کے سامنے مرد نے قاضی کی قضا کو قبول کر لیا تو مرد کی جانب سے قبولیت پائی گئی عورت کے دو گواہوں کے سامنے تو اب نکاح کے صحیح ہونے میں کیا کلام رہا اور جب نکاح صحیح ہو گیا تو بعد الزکاح ہمبستری پر اعتراض کرنا ایسے ہی بے سمجھ بے دینوں کا کام ہے۔

حالانکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ ایک مرد نے ایک اجنبی عورت کے اوپر یہ دعویٰ کر دیا کہ یہ میری بیوی ہے اور اس نے اس عورت کے ساتھ اپنا نکاح ہونے پر دو گواہ گزار دیئے اور عورت ان گواہوں میں کوئی نقصان نہیں نکال سکی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے بعد قائم ہو جانے حجت شرعی دو گواہوں کے اس عورت کو اس مرد کے سپرد کر دیا۔ جب عورت نے دیکھا کہ اس مرد کے ساتھ جانے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔ اس نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور صحیح بات یہی ہے کہ میرا اس کے ساتھ نکاح ہرگز نہیں ہوا مگر جب آپ نے گواہوں کی صداقت پر مجھ کو اس کی بیوی مان لیا تو خیر اب میرا اس کے ساتھ نکاح کر دیجئے تاکہ زنا نہ واقع ہو۔ آپ نے فرمایا کہ نکاح جدید کی کوئی حاجت نہیں اور تو راضی ہو گئی اور مرد نے اپنے دعویٰ کے ساتھ

قبولیت ظاہر کر دی اور دو گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول واقع ہو گیا۔ تو ان دو گواہوں کی وجہ سے اگر فی الواقع تیسرا نکاح اس کے ساتھ نہیں بھی ہوا تھا تو اب ہو گیا۔ چنانچہ فتح القدیر میں ہے۔

رَوَى عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَهُوَ أَنَّ رَجُلًا أَقَامَ بَيْتَةً عَلَى امْرَأَةٍ إِنَّهَا زَوْجَتُهُ بَيْنَ يَدَيَّ عَلِيٍّ فَقَضَى عَلِيٌّ بِذَلِكَ فَقَالَتِ الْمَرْأَةُ إِنَّ لَمْ يَكُنْ لِي مِنْهُ بَذْرٌ وَخَبِيٌّ مِنْهُ فَقَالَ شَاهِدَاكَ زَوْجَاكَ.
مسئلہ ہفتم: کے متعلق ابوالبعید لکھتا ہے کہ:-

”امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک کئے کی بیع جائز ہے۔“ دیکھو ہدایہ جلد 2 صفحہ 85

یہ اعتراض اس مؤذی کا حدیثوں پر ہے جن میں سے بعض نقل کی جاتی ہیں۔ ترمذی شریف میں ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ إِلَّا كَلْبُ صَيْدٍ وَقَالَ قَدْ رَوَى عَنْ جَابِرٍ أَيْضًا مَرْفُوعًا وَرَوَى أَبُو حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ فِي مُسْنَدِهِ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنْ عِكْرَمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ رَخَّصَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثَمَنِ كَلْبِ الصَّيْدِ وَسَنَدُهُ جَيِّدٌ. وَفِي الْأَسْرَارِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ عُمَرَ بْنِ الْعَاصِ أَنَّهُ قَضَى عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي كَلْبٍ بَارِئَيْنِ دِرْهَمًا وَآخَرَ حَرَجَ الطَّحَاوِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَضَى فِي كَلْبِ صَيْدٍ قَتْلَهُ رَجُلٌ بَارِئَيْنِ دِرْهَمًا.

جن سب کا خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شکاری کتے اور جانوروں کی حفاظت کرنے والے کتے کی قیمت لینے کی اجازت دیدی تھی اور ایک شخص نے کسی کا پلاؤ مار ڈالا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مارنے والے سے اس کی قیمت چاہی اور ہم دلوائے۔ پھر ان میں بعض حدیثیں توجید الاسناد ہیں اور بعض ضعیف مگر اگر سب ضعیف بھی ہوتیں تو کثرت طرق سے ضعیف حدیث بھی مرتبہ حسن کو پہنچ جاتی اور حسن واجب العمل ہوتی ہے۔ اسی قسم کے جتنے بھی اعتراض اس مؤذی نے امام اعظم رحمہ اللہ کی نسبت کئے ہیں وہ سب فی الواقع یا قرآن پر ہیں یا حدیث پر اور سب کے جواب بار بار ہو چکے ہیں مگر ابن ہبہ انشاء اللہ اس پرچہ کے سارے جواب عنقریب ہم بھی چھپوا کر شائع کریں گے بوجہ غلٹ اسی قدر پر اختصار کیا جاتا ہے۔ وَلِلْعَاقِلِ تَكْفِيهِ الْإِشَارَةُ۔

لو ایک اور مؤذی لکھتا ہے کہ:

”امام اعظم رحمہ اللہ علیہ کے نزدیک اگر الحمد کو پیشانی پر خون سے یا پیشاب سے لکھا جائے اور سر درد کو آرام ہو

جائے تو خون یا پیشاب سے لکھنا جائز ہے“

جواب: بے شک یہ مسئلہ کتب فقہ میں موجود ہے مگر اس مؤذی نے کچھ تصرف کر کے لوگوں کے بہکانے کی غرض سے بُری طرح لکھا ہے۔ سنئے فتاویٰ قاضی خان وغیرہ میں ہے کہ فرعون ہامان عمرو دیکھ کر ان ناموں پر تیر لگا تا بھی جائز نہیں اس واسطے کہ اگرچہ جن کے یہ نام ہیں وہ مردود اور واجب التوبہ ہیں مگر ان ناموں میں وہی حرف ہیں جن کے ساتھ اللہ کے نام شروع کئے جاتے ہیں۔ جیسے ف سے فاتح، ر سے رحیم، ع سے علیم، و سے وہاب، ن سے نصیر اور بعض کا قول ہے کہ یہ سب حروف تجبی اللہ کے نام ہیں لہذا بلا خوف جان اتنی بھی تو ہیں حنفیہ کے نزدیک جائز نہیں۔ پھر پیشاب اور خون سے سورۃ فاتحہ کا لکھنا جو کفر صریح ہے کب جائز ہو سکتا ہے۔ ہاں جان بچانے

کے لئے جہاں کفر کا کلمہ منہ سے کہنا جائز ہے وہاں یہ عمل بھی جائز ہے اسی واسطے یہ مسئلہ کتب فقہ میں اس طرح لکھا ہے۔

کہ اگر سورۃ فاتحہ کے پیشانی پر خون یا پیشاب کے ساتھ لکھنے سے جان کے بچنے کا سرور دہلک سے یقین ہو تو جائز ہے مگر کیا توہین قرآن کے ساتھ کسی مومن کو یقین شفاء کا ہو سکتا ہے۔ جب یقین نہیں ہو سکتا تو معنی یہ ہونے کہ یہ فعل کفر جائز ہی نہیں۔

جیسے قرآن مجید میں اللہ جل شانہ ارشاد فرماتا ہے۔ لَوْ كُنَّا فِيهَا آلِهَةً إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا۔ ترجمہ: ”اگر زمین و آسمان میں سوائے اللہ کے اور معبود ہوتے تو زمین و آسمان بگڑ جاتے“ اس کے یہ معنی ہوتے کہ نہ زمین آسمان گڑے نہ سوائے خدا کے کوئی معبود پایا گیا اور اگر یہی معنی ہیں جو اس موذی نے سمجھے ہیں تو اس صورت میں اس مسئلہ کے یہی معنی ہوں گے کہ جان کے بچانے کے موقع پر کفر کا کلمہ کہنے سے جیسے کفر کا کلمہ کہنا جائز ہے یہ فعل کفر بھی جائز ہے تو اندریں صورت اس موذی کا اعتراض قرآن اور حدیث پر ہوا نہ کہ حضرت امام ہمام پر۔ اور وہ آیت یہ ہے۔ مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِهِ إِلَّا مَنْ أَكْرَهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ وَلَكِنْ مَنْ خَرَجَ بِالْكَفْرِ صُدْرًا فَعَلَيْهِمْ عَذَابُ اللَّهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ۔ ترجمہ: جس شخص نے بعد ایمان کے کفر کیا اللہ کے ساتھ سوائے اس شخص کے کہ جس نے جان کے خوف سے کفر کیا اور دل اس کا مطمئن بلایمان تھا اگر کشادگی سینہ کے ساتھ کفر کیا ہے ایسے لوگوں پر اللہ کا غضب ہے اور ان کے واسطے عذاب ہے بڑا۔“ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی تھی کہ ایک صحابی نے مسیلہ کذاب سے جان کا خوف کر کے اس کو نبی کہہ لیا تھا جو کفر صریح ہے اور دل میں اس کو کافر جانتے تھے۔ چنانچہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ بعد نزول اس آیت کے آپ نے اس کو فرمایا کہ اگر جان کا خوف ہو تو جان بچا لینے کو پھر بھی اس قسم کا کلمہ منہ سے کہہ لینا جائز ہے۔

مسئلہ ہشتم: میں ابوالعبید لکھتا ہے۔ ”امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک اگر بیابا ہوا زنا کے جرم میں پکڑا جائے تو اس کو سنگسار کرانا چاہیے۔“ نہیں معلوم اس موذی نے یہ جھوٹا حوالہ کیوں لکھا کفر کی تو یہ عبارت ہے۔ فَإِنْ كَانَ مُخْصِنًا رَجِمَتْهُ فِي قَضَاءٍ حَتَّى يَمُوتَ یعنی اگر وہ شخص جس پر زنا کا ثبوت شرعی ہو جائے اگر بیابا ہوا بیوی والا ہے تو اس کو سنگسار کیا جائے۔ البتہ یہ ضرور کتب فقہ میں لکھا ہے کہ إِحْصَانُ الرَّجْمِ أَنْ يَكُونَ خُرْاعًا قَلْبًا بَالِغًا مُسْلِمًا الخ یعنی محسن رجم میں وہ گنا جائے گا جو آزاد عاقل بالغ اور مسلمان ہو۔

بناء علیہ اس موذی کی اگلی عبارت سے جو اہلحدیث کے متعلق نقل کی ہے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ غالباً اس کا اعتراض اس حدیث پر ہے جس کو علامہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے فتح القدیر میں مسند اسحاق ابن راہو سے یہ سند متبرنفل کی ہے۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَشْرَكَ بِاللَّهِ فَلَيْسَ بِمُخْصِنٍ یعنی مشرک محسن نہیں ہوتا اور شرط رجم کی احصان ہے، لہذا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ بوجہ غیر محسن ہونے کے فرماتے ہیں کہ کافر رجم نہ کیا جائے اور وہ جو حدیث بخاری اور مسلم وغیرہ سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی اور یہودیہ کو رجم کیا تھا وہ قبل نزول حکم رجم کے بوجہ حکم تورات کے کیا تھا جب آیت کریمہ نازل ہوئی وہ حکم بوجہ مقید ہونے کے شرط احصان کے ساتھ منسوخ ہو گیا۔ چنانچہ شرح موطا امام محمد رحمہ اللہ ماطلی قاری رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ یہودیوں کے رجم کئے جانے کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ رجم پہلے نازل ہونے حکم قرآن کے بحکم تورات تھا۔ جب قرآن نازل ہوا اور حضور ﷺ نے فرمایا کہ مشرک محسن نہیں تو حکم رجم کافر کے حق میں منسوخ ہو گیا۔ فقط تمت

اس ابوالعبید جیسے لاندہب دھوکا بازوں کی بھجوسم ہزلیات کا جامع جواب دیکھنا ہو تو فتح المبین میں ملاحظہ کریں جو سینکڑوں علماء حنفیہ کے دستخطوں سے ایک لاہوری لاندہب کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ والسلام۔
(ابو محمد محمد ویدار علی الوری)

کچھ تذکرہ مصنف

دیدار علی ابن سید نجف علی

اسم گرامی:

1273ھ بمطابق 1856ء بروز پیر جائے ولادت: محلہ نواب پورہ "الور" انڈیا

تاریخ ولادت:

آپ رحمہ اللہ کی ولادت سے قبل آپ کی والدہ ماجدہ سے آپ کے عم مکرم مولانا ثار علی شاہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: بیٹی! تیرے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو دین مصطفویٰ کو روشن کرے گا۔ اس کا نام "دیدار علی" رکھنا۔ آپ رحمہ اللہ کا سلسلہ نسب امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ آپ کے آباؤ اجداد شہدے ہندوستان آئے اور "الور" میں قیام پذیر ہوئے۔

آباؤ اجداد:

آپ نے صرف دو نحو کی ابتدائی کتابیں "الور" میں مولانا قمر الدین رحمہ اللہ سے پڑھیں، مولانا کرامت اللہ خاں رحمہ اللہ سے دہلی میں درسی کتب کتابیں اور دورہ حدیث کی تکمیل کی۔ فقہ و منطق کی تحصیل مولانا ارشاد حسین رام پوری رحمہ اللہ سے کی سند حدیث مولانا احمد علی محدث سہارنپوری رحمہ اللہ اور حضرت مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی رحمہما اللہ سے حاصل کی۔ آپ نے اپنی سند حدیث اور قرآن کی مکمل تفصیل اسی کتاب کے صفحہ پر لکھی ہے۔ درس و تدریس کے زمانہ میں حضرت شیخ الاسلام پیر مہر علی شاہ گلزدوی اور مولانا وحسی احمد محدث سورنی رحمہما اللہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہم درس تھے۔

تعلیم و تربیت:

آپ رحمہ اللہ سلسلہ نقشبندیہ میں حضرت مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی رحمہ اللہ کے مرید و خلیفہ تھے۔ سلسلہ چشتیہ میں سید علی حسین اشرفی رحمہ اللہ اور سلسلہ قادریہ میں اعلیٰ حضرت امام اہلسنت رحمہ اللہ کے خلیفہ مجاز ہوئے۔ حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ رحمہ اللہ اور صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ کے درمیان بڑے گہرے دوستانہ مراسم تھے۔ ایک مرتبہ حضرت صدر الافاضل رحمہ اللہ نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ کا ذکر کیا اور ملاقات کی رغبت دلائی، حضرت سید محمد شین رحمہ اللہ نے فرمایا۔

بیعت و خلافت:

"بھائی مجھے ان سے کچھ حجاب سا آتا ہے، وہ پٹھان خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اور سنا ہے، طبیعت سخت ہے۔" لیکن حضرت صدر الافاضل رحمہ اللہ دوستانہ روابط کی بناء پر بریلی لے ہی گئے، ملاقات ہوئی تو حضرت مولانا نے عرض کی حضور مزاج کیسے ہیں؟ اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا:

"بھائی کیا پوچھتے ہو پٹھان ذات ہوں، طبیعت کا سخت ہوں۔" کشف کی یہ کیفیت دیکھ کر مولانا کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، سر عقیدت نیاز مندی سے جھکا دیا اس طرح بارگاہ رضوی سے نہ ٹوٹنے والا تعلق قائم ہو گیا۔

اعلیٰ حضرت کی آپ پر عنایت:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ قدس سرہ اور آپ کے قابلہ صدر فخر زدن مفتی اعظم پاکستان مولانا سید ابوالبرکات مدظلہ العالی کو تمام کتب فقہ حنفی کی روایت کی اجازت عطا فرمائی اور اجازت و خلافت عطا فرماتے ہوئے تمام اوراد و وظائف کی اجازت فرمائی۔

خدمات:

تکمیل علوم کے بعد ایک سال مدرسہ اشاعت العلوم، رامپور میں رہے۔ 1325ھ / 1907ء میں "الور" میں قوت الاسلام کے نام سے ایک دارالعلوم قائم کیا پھر لاہور تشریف لا کر جامعہ نعمانیہ میں فرائض تدریس انجام دیتے رہے۔ 1335ھ / 1917ء میں مولانا ارشاد حسین رام پوری رحمہ اللہ کے ایماء پر "آگرہ" میں شاہی مسجد کے خطیب اور مفتی کی حیثیت سے تشریف لے گئے۔ 1340ھ /

1922ء میں دوبارہ لاہور تشریف لائے اور مسجد وزیر خاں میں خطابت کے ساتھ درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ 1343ھ/ 1925ء میں ”مرکزی انجمن حزب الاحناف“ قائم کی اور دارالعلوم حزب الاحناف کی بنیاد رکھی جہاں سے سینکڑوں علماء، فضلاء اور مدرسین پیدا ہوئے، آج پاکستان کا شاید ہی کوئی شہر یا دیہات ہوگا جہاں حزب الاحناف کے فارغ التحصیل علماء دینی خدمات انجام نہ دے رہے ہوں۔ گو کہ اب یہ دارالعلوم اپنی شان و شوکت کھوتا چلا جا رہا ہے۔ اللہ کرے کہ کسی طرح یہ دوبارہ پُر رونق ہو اور اہل اسلام اپنی نورانیت سے منور کرے اور تعلیم و تدریس کا سلسلہ دوبارہ جاری و ساری ہو۔ حضرت کی ذات ستودہ صفات محتاج تعارف نہیں، بے باکی اور حق گوئی آپ کی طبیعت ثانیہ بن چکی تھی، مخالفین کے طوفان آپ کے پائے ثبات کو جنبش نہ دے سکے، دنیا کی کوئی طاقت انہیں مرعوب نہ کر سکتی تھی، علم و فضل کے تو گویا سمندر تھے، کسی مسئلے پر گفتگو شروع کرتے تو گھنٹوں بیان جاری رہتا۔ سورۃ فاتحہ کا درس ایک سال میں ختم ہوا، آپ کے خلوص و ایثار، زہد و تقویٰ، سادگی اور اخلاقی عالیہ کے مخالف و موافق سبھی معترف تھے، سنیت اور حقیقت کے تحفظ اور فروغ کے لئے آپ نے نہایت اہم خدمات انجام دیں، آپ عربی، اردو اور فارسی میں شعر بھی کہتے تھے، آپ کے دیوان چنگی کلام پر شاہد ہیں۔

علمی مقام و مرتبہ:

اولاد امجاد:

آپ کی اولاد بھی آپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے خادم دین اسلام ہوئی بن کر آپ کے دو صاحبزادوں نے بھی دین و مسلک کے لئے بڑی خدمات سر انجام دیں۔ ایک صاحبزادے غازی کشمیر سید ابوالحسنات قادری اور دوسرے مفتی اعظم پاکستان سید ابوالبرکات رحمہما اللہ کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں بلکہ یہ سلسلہ خدمت دین و مسلک آپ کے پوتوں تک پہنچتا ہے تو ان کی خدمات بھی شہری حروف میں لکھے جانے کے قابل ہیں ان میں بالخصوص سید محمود احمد رضوی الوری رحمہ اللہ کی خدمات جو انہوں نے اسلام، مسلک اور ملک کے لئے سر انجام دیں۔

آپ نے محققانہ تصانیف کا ذخیرہ یادگار چھوڑا ہے، بعض تصانیف کے نام یہ ہیں۔

تصانیف:

(۱) تفسیر میزان الادیان (مقدمہ و تفسیر سورۃ فاتحہ)

اس کتاب کی پہلی جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے اور دوسری بہت جلد زیور طباعت سے آراستہ ہو رہی ہے۔ علاوہ ازیں ہمارے ادارے نے ان کی دوسری کتب بھی منظر عام پر لانے کی نیت کی ہے۔ اللہ عز و جل ہمیں اس میں کامیابی عطا فرمائے۔

(۲) ہدایۃ القوی در رد ووافض	(۳) رسول الکلام	(۴) تحقیق المسائل
(۵) ہدایۃ الطريق	(۶) سلوک قادریہ	(۷) علامات و بابیہ
(۸) فضائل رمضان	(۹) فضائل شعبان	(۱۰) دیوان دیدار علی فارسی
(۱۱) الاستغاثۃ من اولیاء اللہ عین الاستغاثۃ من اللہ	(۱۲) دیوان دیدار علی اردو	

22 رجب المرجب، 20 اکتوبر 1354ھ/ 1935ء کو اپنے رب کریم کے دربار میں حاضر ہوئے اور جامع مسجد اندرون دہلی دروازہ لاہور میں دفن ہوئے۔ مولانا ابوالحسنات رحمہ اللہ نے قطعہ تاریخی وصال لکھا جس کا تاریخی شعر یہ ہے۔

وصال:

”دیدار علی یافت دیدار علی را“

حافظ جس سرکوبی اعداء شریعت